

مكتبة دار الفقه الإسلامي

مكتبة دار الفقه الإسلامي

عقيدة خز النيرة

جزء

الكتاب

مكتبة دار الفقه الإسلامي

مكتبة دار الفقه الإسلامي





أنا خاتم النبيين لا نبي بعدي

عقيدة الإمام علي بن أبي طالب
التي تحققت في كثير من رسائل كالتاريخ الطبرستان

عقيدة خاتم النبيين

جلد ہفتم

الإدارة لتحفظ الحقائق الإسلامية



مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ
وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ

الآية (٤) سورة الاحزاب

قصیدہ بردہ شریف

از شیخ العرب اہم امام محمد شرف الدین بومیری مصری شافعی رحمہ اللہ علیہ

مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّعْ دَائِمًا أَبَدًا
عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

اسے حضرت اہلک و سولی درود سنا سنی نازل فرما ہمیشہ ہمیشہ تیرے پرارے حبیب پر جو تمام مخلوق میں افضل ترین ہیں۔

مُحَمَّدُ سَيِّدُ الْكَوْنَيْنِ وَالْثَّقَلَيْنِ
وَالْفَرِيقَيْنِ مِنْ غَرْبٍ وَمِنْ جَنَمٍ

محمدؐ مصلیٰ ﷺ سرور اور مجاہدین دنیا و آخرت کے اور جن و انس کے اور عرب و عجم دونوں جماعتوں کے۔

فَاقِ النَّبِيِّينَ فِي خَلْقٍ وَفِي خُلُقٍ
وَلَعَوْلَةُ اُنُوَّةٍ فِي عِلْمٍ وَلَا كَدَمٍ

آپ ﷺ نے تمام انبیاء علیہم السلام پر حسن و اخلاق میں فوقیت پائی اور وہ آپ کے مراتب علم و کرم کے قریب بھی نہ پہنچ سکے۔

وَكُلُّهُمْ عَرَفُوا رَسُولَ اللَّهِ مُلْتَمِسِينَ
عَرَفُوا مِنَ الْبَحْرِ أَوْ زُشَقًا مِنَ الدَّيَمِ

۱۷/ تمام انبیاء علیہم السلام آپ ﷺ کی بارگاہ میں ملتمس ہیں آپ کے دریائے کرم سے ایک چلو یا باران رحمت سے ایک قطرے کے۔



الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَاتَمَ النَّبِيِّينَ

وَكُلُّ أُمِّي أُنِي الرُّسُلُ الْكِرَامُ بِهَا
فَإِنَّمَا أَتَّصَلْتُ مِنْ نُورِهِ بِهِمْ

تمام انبیاء جو انبیاء علیہم السلام لائے وہ دراصل حضور ﷺ کے نور ہی سے انکس حاصل ہوئے۔

وَقَدْ مَتَّكَ جَمِيعُ الْأَنْبِيَاءِ بِهَا
وَالرُّسُلُ تَقْدِيرُ عَزْدٍ وَمِ عَلَى خَلَامِ

تمام انبیاء علیہم السلام نے آپ ﷺ کو (سجھائی میں) مقدم فرمایا مقدم کو وہ رسول پر مقدم کرنے کی مثل۔

بُشْرَى لَنَا مَعَشَرَ الْإِسْلَامِ إِنَّ لَنَا
مِنَ الْعِنَايَةِ زَكَاةً غَيْرَ مُنْهَلِيَةٍ

اے مسلمانو! بڑی خوشخبری ہے کہ اللہ ﷻ کی مہربانی سے ہمارے لئے ایسا ستونِ عظیم ہے جو کبھی گرنے والا نہیں۔

فَإِنَّ مِنْ جُودِكَ الدُّنْيَا وَصَرَّتْهَا
وَمِنْ عُلُومِكَ عَلَمُ الْوُجُوحِ وَالْقَلَمِ

یا رسول اللہ ﷺ آپ کی بخششوں میں سے ایک بخشش دنیا و آخرت ہیں اور علم و کلم آپ ﷺ کے علم کا ایک حصہ ہے۔

وَمَنْ تَكُنْ بِرَسُولِ اللَّهِ نَصْرَتُهُ
إِنْ تَلَقَّهِ الْأُسْدُ فِي أَحْلَامِهَا تَجِمُ

اور جسے آئے وہ جہاں ﷺ کی مدد حاصل ہو اسے اگر جنگل میں شیر بھی لیس تو خاموشی سے سر جھکا لیں۔

لَتَادْعَا اللَّهَ دَاعِيَنَا لَطَاعَتِهِ
بِأَكْرَمِ الرُّسُلِ كُنَّا أَكْرَمَ الْأُمَمِ

جسب اللہ ﷻ نے اپنی دعوت کی طرف بلائے والے محبوب کو اکرم الرسل فرمایا تو ہم بھی سب امتوں سے اشراف قرار پائے۔

سَلَامٌ رَحْمَا

از: امام اہلسنت مجتہدین بملت تحفہ علم و نور امامی قاری حفظ
امام احمد رضا عقیق خوشنویس بزرگانی جعفری بزرگوبی رحمہ اللہ علیہ

مُصْطَفَىٰ جَانِ رَحْمَتٍ بِهِ لَاحُورٌ سَلَامٌ
شَمْعُ بَزْمِ هَدَايَتٍ بِهِ لَاحُورٌ سَلَامٌ

مہرِ چرخِ نبوت پہ روشن درود
معلیٰ ہارِ رسالت پہ لاکھوں سلام

شبِ اسری کے دولہا پہ دائم درود
نوشہ بزمِ جنت پہ لاکھوں سلام

صاحبِ رجعت شمس و شفق القمر
نائبِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

حجرِ اسود و کعبۃ جنان و دیل
یعنی مہرِ نبوت پہ لاکھوں سلام

جس کے ماتھے شفاعت کا سپہرہ رہا
اس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام

فتحِ بابِ نبوت پہ بے حد درود
ختمِ دورِ رسالت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں نہ تھا
مُصْطَفَىٰ جَانِ رَحْمَتٍ بِهِ لَاحُورٌ سَلَامٌ

اظہار تشکر

ادارہ ان تمام علمائے اہلسنت،
اہل علم حضرات اور تنظیموں کا
تہہ دل سے مشکور و ممنون ہے
جنہوں نے اب تک عقیدہ ختم نبوت کے
موضوع پر مواد کی تلاش اور جمع کرنے میں
ادارے کے ساتھ مخلصانہ تعاون کیا
اور باقی مواد کی تلاش میں مشغول عمل ہیں
ادارے کو ان کی مزید علمی شفقتوں کا
انتظار رہے گا۔

الإدارة لتَحْفِظِ الْحَقَائِدِ الْإِسْلَامِيَّةِ

محفوظہ جميع الحقوق

عَقِيدَةُ خَتَمِ النَّبُوَّةِ

نام کتاب

مفتی محمد امین دہلوی رضی اللہ عنہ

ترتیب و تحقیق

ہفتم

جلد

2009 / 1430ھ

سن اشاعت

325/-

قیمت

ناشر

الإدارة لتَحْفِظِ الْحَقَائِدِ الْإِسْلَامِيَّةِ

آفس نمبر 5، پلاٹ نمبر Z-111، عالمگیر روڈ، کراچی

www.khatmenabuwat.com

www.khatmenabuwat.net



فہرست

نمبر شمار	تفصیل	صفحہ نمبر
①	حضرت علامہ قاضی غلام گیلانی شیخ حنفی رحمہ اللہ علیہ	09
②	تبیح غلام گیلانی برکات قادریانی	15
③	جواب حَقَّانی در ردِّ بُنکالی قادریانی	199
④	رسالہ بیان مقبول و ردِّ قادریانی مجہول	359
⑤	حضرت علامہ قاضی غلام زبانی حنفی رحمہ اللہ علیہ	453
⑥	ہرذکی غلطیان	457
⑦	رسالہ ردِّ قادریانی	471
⑧	مولانا حافظ سید سیر ظہور شاہ قادری حنفی رحمہ اللہ علیہ	479
⑨	قہر یزدانی ابر حجاب و جمال قادریانی	485



عالم جلیل، فاضل نبیل، حامی سنت، حامی بدعت
حضرت علامہ قاضی غلام گیلانی حنفی رحمہ اللہ علیہ

○ حالاتِ زندگی

○ ردِّ قادیانیت

حالات زندگی :

راہ لپٹدی سے پشاور جانے والی سڑک پر کامرہ موڑ سے چار میل کے فاصلے پر ضلع
ایف لی مدوہ میں ایک قصبہ شمس آباد نام سے آباد ہے۔ قاضی غلام جیلانی بن قاضی نادر بن
قاضی بنگ بازار اسی قصبہ میں ۱۸۶۵ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد قاضی نادر دین
صاحب علم اور رئیس القلم تھے۔ شمس آباد کے عوام نے ان ہی سے نوشت و خواند سیکھی تھی۔
مولانا ہان کے صوفی بزرگ شاعر تھے اور ان کی علمی یادگار ”چند نامہ بطرز سی حرفی“ موجود

قاضی غلام جیلانی نے ابتدائی کتب اپنے علاقے کے جید علماء سے پڑھیں۔ پھر
عالیہ رامپور میں داخل ہوئے اور مولانا محمد طیب، مولانا منور علی محدث رامپوری اور
مولانا مسد اللہ رامپوری سے استفادہ کیا۔ مدرسہ عالیہ سے سند فضیلت حاصل کی اور اسی
میں مدرس مقرر ہوئے۔

مسی الدین حضرت مولانا قاضی غلام جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دونوں بھائی مولانا
قاسم غلام جیلانی اور حکیم مولانا قاضی غلام ربانی شمس آبادی بھی جید علماء میں سے تھے۔

قاضی صاحب سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں سراج الاولیاء حضرت خواجہ محمد سراج
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ۱۳۳۷ھ سیاحہ نشین خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زکی شریف ضلع ڈیرہ
میں خان کے مرید و خلیفہ تھے۔

بعد ازاں امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حکم پر حضرت مولانا غلام جیلانی
راہی کاٹھیاوار کے مدرسہ فخر عالم میں مدرس کے فرائض انجام دینے شروع کئے۔ اس

مدرسہ میں آپ کے فرزند حضرت مولانا قاضی عبدالسلام شمس آبادی بھی طلباء میں شامل تھے۔ کچھ عرصہ تدریس کے بعد مولانا کرامت علی جوپوری رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ تبلیغ وارشاد سے وابستہ ہو کر بنگال تشریف لے گئے۔ بعد میں آپ کئی بار تبلیغی دوروں پر بنگال گئے اور وہاں کئی مساجد اور عید گاہیں تعمیر کرائیں۔ بنگال میں آپ کے مریدین اور خفایا کی کثیر تعداد تھی۔ جب تبلیغی دوروں سے واپس تشریف لاتے تو دھلی میں اور پھر لاہور میں قیام فرماتے اور لاہور کے مکتبوں سے نئی کتب خرید فرما کر گھر تشریف لے جاتے۔

امام احمد رضا سے آپ کو گہری عقیدت تھی اور آپ بارہا بریلی شریف تشریف لے گئے۔ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک موقع پر جب ایک دفعہ علماء ہندو سے بات چیت کے لئے لکھنؤ بھیجا تو اس میں حضرت مولانا قاضی غلام جیلانی بھی شامل تھے۔ اعلیٰ حضرت سے اظہار نسبت کے لئے مولانا غلام جیلانی اپنے نام کے ساتھ ”الرضوی“ تحریر فرماتے تھے۔ امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت مولانا غلام جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے درمیان مراسلت سے تعلقات کی گہرائی کا بخوبی اظہار ہوتا ہے۔ مولانا غلام جیلانی اعلیٰ حضرت کے نام ایک مکتوب کا آغاز یوں فرماتے ہیں:

”بھظور لامع النور مبنی السور قاصع الشرور والفسق والنجی حضرت عالم اہل السنۃ والجماعۃ مجدد مائۃ حاضرہ دیدہ بہم بعد نیاز ہے آغاز حضور نے فرمایا تھا.....“

ایک اور مکتوب کا آغاز یوں ہے:

”بجناب مستطاب حضرت عالم اہل سنت و جماعت مجدد مائۃ حاضرہ دیدہ بہم بعد نیاز

مندی عقیدت منداند.....“

ایک استفتاء کا آغاز اس طرح فرمایا:

الاستفتاء فی حضرتہ مجدد المائۃ الحاضرۃ الفاضل البریلوی غوث الانام مجمع العلم والحکم
امام اہل علم وعلما، ومقدام الفضلاء لازال بالافادۃ والعز والاکرام.....“

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مولانا غلام جیلانی کے ایک استفتاء کے جواب کا آغاز یوں فرماتے ہیں:

”ملاحظہ مولانا المکرّم والفضل الاتم مولانا مولوی قاضی غلام جیلانی صاحب اکرمہ
رحمۃ اللہ تعالیٰ“

آخری دور میں آپ نے اپنے قصبہ شمس آباد کی مٹھی مسجد میں مدرسہ قائم کیا جس میں آپ خود پڑھاتے تھے۔ اس مدرسہ میں آپ کے پاس دور دور سے حتیٰ کہ بخارا تک کے طلباء پڑھنے آتے تھے۔ آپ کو بنگالی، فارسی، عربی، گجراتی، پشتو، اردو اور پنجابی زبانوں پر مدہل بود تھا۔

بلخ، مدرس، مناظر اور پیر طریقت ہونے کے علاوہ آپ اپنے دور کے کثیر التصانیف مؤلف، اہل سنت میں سے تھے۔ اردو، فارسی اور عربی میں آپ نے تصنیف و تالیف کا کام انجام دیا۔ آپ کی چند کتب آپ کی حیات مبارکہ میں چھپ کر شائع ہوئیں اور باقی غیر منظرہ ہیں جن میں سے اکثر کے مسودات ضائع ہو چکے ہیں۔ آپ کی تصانیف کی مکمل فہرست تا حال مرتب نہیں ہوئی۔ تلاش و جستجو کے بعد آپ کی باون کتب کے نام معلوم ہوئے جن میں سے چند کے نام یہاں ذکر کئے جاتے ہیں:

جامع التحریر فی حرمة الغناء والمزاحیر (مطبوعہ اردو)

غذاب شریعت بر عامل رسالہ آداب طریقت۔

بدیع الکلام فی لزوم الظہر والجمعة علی الانام۔

- ☆ حق الايضاح في شريعة الكفو للنكاح (فارسی، عربی، مطبوعہ)
- ☆ فضائل سادات (اردو مطبوعہ)
- ☆ خیر الماعون فی جواز الدعاء لرفع الطاعون (فارسی، غیر مطبوعہ)
- ☆ آداب الدعاء و اسباب رد و قبول دعا (فارسی، غیر مطبوعہ)
- ☆ تنمة المقالات فی جواز اخذ الدراهم علی الختمات (اردو)
- ☆ نفخة الازهار فی معنی مسجد الضرار (اردو، غیر مطبوعہ)
- ☆ عقائد و ہامیہ (غیر مطبوعہ)
- ☆ الفیض العام فی تقبیل الایہام (غیر مطبوعہ)
- ☆ رفیق العلماء فی طریق القضاء وغیرہ

رد قادیانیت:

- رد قادیانیت پر حضرت علامہ قاضی غلام گیلانی صاحب کی تین کتابیں دستیاب ہوئیں ہیں جو اس سلسلہ ختم نبوت میں شامل کی گئی ہیں:
- ۱..... تیغ غلام گیلانی برگردن قادیانی
 - ۲..... جواب حقانی در رد ہنگامی قادیانی
 - ۳..... رسالہ بیان مقبول و رد قادیانی مجہول

۲۳ ذی قعدہ ۱۳۴۸ھ / ۲۳ اپریل ۱۹۳۰ء کو ۶۳ سال کی عمر میں حضرت علامہ قاضی غلام گیلانی نے وصال فرمایا۔ شمس آباد، ضلع انکب، پاکستان کے بڑے قبرستان میں آپ کا مزار پرانوار ہے۔



تیغ غلام گیلانی برگردن قادیانی

(سن تصنیف: ۱۹۱۱ / ۱۳۳۰ھ)

تصنیف لطیف

عالم جلیل، فاضل نبیل، حامی سنت، ماحی بدعت
حضرت علامہ قاضی غلام گیلانی حشمتی حنفی رحمہ اللہ علیہ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العلمين والعاقبة للمتقين والصلوة والسلام

على رسوله محمد وآله واصحابه اجمعين ط

اما بعد فقیر حقیر پروردگار عالم کی مغفرت کا امیدوار بننے پروردگار اس کو اور اس کے آباء و اجداد مشائخ و علانہ احباب و کل مومنین مومنات کو قاضی غلام گیلانی حقی المذہب نقشبندی اثر شب پنجاب ضلع کامل پور علاقہ چچھ موضع شمس آباد کا رہنے والا بخد مت اہل اسلام زارش رسان ہے کہ پنجاب ضلع گورداسپور موضع قادیان میں مرزا غلام احمد ایک شخص قوم کا شت کار پیدا ہوا تھا کچھ فارسی، اردو سیکھ کر دنیا کمینی کے شوق میں آ کر ابتدا میں بزرگ بنا۔ اریوں اور جوگیوں کے شعبدے اور ہاتھ کی صفائیاں دکھا کر بعض بد نصیبوں کو کرامت کا دھوکا دیکر حرام کاروبار پیہ وصول کرنا شروع کیا۔ علمائے کرام و قفا فقاہ اس کی اصلاح فرماتے رہے۔ رفتہ رفتہ مرزا نے دعویٰ کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے اور آسمان پر جانا انکا اور پھر زمین پر قریب قیامت کے آنا یہ کذب اور لغو ہے اور مہدی بھی اور کوئی نہیں میں ہی مہدی اور عیسیٰ علیہ السلام کے بدلے میں پیدا ہوا اور ان دونوں کے اوصاف میرے اندر موجود ہیں مجھ کو جو نہ مانے گا وہ گمراہ اور کافر ہے۔ اور دجال کوئی خاص شخص نہیں اور نہ خرد جال کوئی نامس جانور ہے بلکہ دجال سے مراد یہ پادری لوگ ہیں اور گدھ دجال کا یہ ریل ہے اور یہ جو لکھا ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو ”لذ“ کے دروازے پر قتل کریں گے۔ سولہ مختلف ہے، لہٰذا نہ کا۔ میں نے پادری کو بحث میں لہٰذا نہ میں زیر کر دیا یہی مراد قتل دجال سے ہے۔

فرض کہ اس قسم کی بیہودہ بکواس بہت کئی پھر عجب اس پر کہ دعویٰ تو یہ کہ مثیل عیسیٰ ہوں اور جس کی مثل بنا اسی کو قتل گالیاں، پروردگار پر بہتان، قرآن شریف پر اعتراض، باقی انبیاء کو

بھی اشارے کئے ہیں جو دل میں آیا بک دیا۔ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور صحابہ کرام اور موجودہ زمانے کے علمائے عظام کو سخت گالیاں بکیں جو اس کی پلید کتابوں میں سے قدرے مسلمانوں کو اس کا حال ظاہر کرنے کے لئے مع نشان صفحات کے بقید تحریر لاتا ہوں ناظرین خود جان لیں گے کہ مرزا مسلمان تھا یا کون؟ اور اس پر اعتقاد اور اس کی متابعت کرنے والا بھی مسلمان ہے یا تابع شیطان اور مضروب رحلن ہے؟

کتاب میں لفظ اقول کے بعد مقول اس فقیر کا ہوگا۔

مرزا کی طرف سے پیغمبری کا دعویٰ

مرزا کی کتاب کے الہاموں کی تعداد پر ہندسے لکھے گئے:

۱.....البہام ”قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحبکم اللہ“ ”اگر تم لوگ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو تم میری تابعداری کرو“۔ (مفہم صفحہ ۲۳۹، ایم اے احمدیہ تصنیف مرزا)
اقول: علم کی یہ لیاقت ہے کہ قرآن شریف کی آیت جو رسول اللہ ﷺ کے حق میں نازل ہوئی تھی اس کو اپنے اوپر چڑ کر البہام ظاہر کر دیا۔ عربی بنالینا فکر میں نہ آیا ورنہ ضرور ایک آیت عربی کی بنالیتا۔

۲..... اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ عاجز خدا کی طرف سے اس امت کے لیے محدث ہو کر آیا ہے اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہی ہوتا ہے کیونکہ خدائے تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا

اِنَّ اِلٰهَ الْاِنْسَانِ لَقَدْ كَذَبَ عِندَ اللّٰهِ اِيْهَا الْمُسْلِمُوْنَ۔ حضرت عرفان دق اعظم رحمہ اللہ کے لئے یہ حدیث آئی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قَدْ كَانَ لِيْ مَا مَضَى فَلْيَكُنْ مِنَ الْاَصَمِّ اَنْصَاصٌ مَّحْدُوْنُوْنَ فَاِنْ يَكُنْ لِيْ اِمْتِي مِنْهُمْ اَحَدٌ فَاِنَّهُ عَمْرٍوْنَ الْخُضَابِ۔ اگلے اتناول میں کچھ لوگ محدث ہوتے تھے یعنی فرستادہ صادقہ والہ محقق دالے اگر میری امت میں ان میں سے کوئی ہوگا تو وہ ضرور عمر میں بیٹھ (رواد احمد البخاری، ابن ابی ہریرۃ، واحمد، ومسلم، والترمذی، والداؤدی عن امام الحرمین الصدیقین رضی اللہ تعالیٰ عنہما) فاروق اعظم کے تو نبوت کے کوئی معنی نہ پائے صرف یہ ارشاد الی لو کان بعد نبی لکان عمر بن الخطاب۔ اگر میرے بعد کوئی نبی ہو سکتا تو عمر ہو۔ (رواد احمد والترمذی والحاکم عن عقبۃ بن عامر والطبرانی فی الکبیر عن عصمۃ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما) مگر جناب کا محدث ثابت کہ حقیقت نہ محدث ہے (جاری)

۱۔ شرف رکھتا ہے اور امور غیبیہ اس پر ظاہر کیے جاتے ہیں اور رسول اور نبیوں کی وحی کی
 حق اس کی وحی کو بھی دخل شیطان سے منزه کیا جاتا ہے اور بعینہ انبیاء کی طرح مامور ہو کر آتا
 ہے اور اس سے انکار کرنے والا مستوجب سزا ٹھہرتا ہے۔ (ملفوظ توحیح مرام ج ۱۸، مرزا کی کتاب)

۲۔ مرسل بزوانی و مامور رحمانی حضرت جناب مرزا غلام احمد قادیانی۔

(بِقَوْلِهِ اِبْتَدَا صَغُوْرًا مُّثَلَّ حُجَّ اَنْزَلَ اَوَّلًا م)

انہوں: اگر کوئی کہے کہ میں پیغمبر ہوں یا رسول اللہ ہوں اور ارادہ اسکا خدا کے رسول ہونے کا ہے تو کافر ہوگا۔ (عقائد عظیم، صفحہ ۱۶۶)

ناظرین! بانصاف خود جان لیں کہ مرزا پیغمبری کا دعویٰ کرنے سے کون ہوا
مردمان ہوا یا کافر؟

۵۔ مجھ کو قادیان والوں نے نہایت تنگ کیا ہے جس سے کہ میں یہاں سے ہجرت کر دوں
۶۔ میرے روحانی بھائی مسیح (یعنی عیسیٰ) کا قول ہے کہ نبی بے عزت نہیں مگر اپنے وطن
میں۔ (ملفوظات امجدی ج ۱، ص ۱۸۷)

فقیر صاحب تیغ کہتا ہے کہ ہجرت کے بارے میں پیشگوئی تو کر بیٹھے مگر کہیں ہجرت نصیب نہ ہوئی بلکہ باوجود ہزار ہا روپیہ کے حج کو بھی نہ گیا اور اتنا بڑا فرض ترک کر کے قبر میں جا بسا۔ جس کی نسبت رب العزّۃ نے فرمایا کہ اس گھر کا حج ہر استطاعت والے پر فرض ہے ﴿وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ﴾ ”اور جو کفر کرے تو اللہ سارے دنیاں سے بے پروا ہے۔“

اور حدیث میں فرمایا جو با وصف استطاعت حج نہ کرے قیمت ان شاء

(بَابُ مَا شَهِدَتْ بِهِ شُرُورُ كَيْدٍ مُقْتَرَفٍ بِهِيَ) وَكَوْنُهَا - اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰى الْكَذٰبِيْنَ. مِنْهُ عَلٰى عَيْنِ نَافِلَا عَنْ بَعْضِ صِفَاتِ عَالَمِ اَهْلِ السَّنَةِ وَالْجَمَاعَةِ مَجْدِدِ الصَّالَةِ الْحَاضِرَةِ مَوْلَانَا الْبَرِيلَوِى الشَّيْخِ أَحْمَدَ وَضَا حَاجَّ حَسْبِ عَبْدِ الرَّبِّ السَّيِّحَانِ -

یہود یا وان شاء نصر انیا۔ وہ چاہے یہودی ہو کر مرے چاہے نصرانی۔ معلوم نہیں کہ اس حدیث کے حکم سے مرزا یہودی ہو کر مرایا نصرانی ہو کر؟ ظاہر اول ہے کہ مسیح علیہ السلام کو کہاں دینا یہود کا کام ہے۔ جب جھوٹے دعاوی پیغمبری اور طرح طرح کے مکر و فریب کر کے پیٹہ دالان بنایا تھا تو خود تو ہجرت کر کے جانا درکنار تھا اگر کوئی باندھ کر نکالتا جب بھی نہ نکلتا یہ بھی ایک مکر کی بات تھی کہ میں ہجرت کر کے چلا جاؤں گا۔

۵..... خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی۔

(ملفوظ صفحہ ۵۲۲، از لکھنؤ، ادبام، مرزا کی کتاب)

اقول: اس سے معلوم ہوا کہ براہین احمدیہ جو مرزا کی تصنیف ہے وہ خدا کا کلام ہے (تعدد باللہ) اور یہ کہ مرزا نبی ہے (معاد اللہ)۔

۶..... ہاں محدث جو مرسلین میں سے ہے امتی بھی ہوتا ہے اور ناقص طور پر نبی بھی۔

(ملفوظ صفحہ ۵۶۹، از لکھنؤ، ادبام)

اقول: پس مرزا نبی مرسل بنا مگر ناقص نبی دم کٹا ابتر۔ انبیاء میں ناقص آج ہی سنا۔ طرفہ یہ کہ نبوت میں ناقص اور رسول پورا ہے۔ حالانکہ رسول نبی سے مساوی یا اسی ہوتا ہے۔
۷..... خدا نے مجھے آدم صلی اللہ علیہ وسلم اور مثیل نوح کہا، مثیل یوسف کہا، مثیل داؤد کہا، پھر مثیل موسیٰ کہا، پھر مثیل ابراہیم کہا، پھر بار بار احمد کے خطاب سے مجھے پکارا۔

(ملفوظ صفحہ ۲۵۳، از لکھنؤ، ادبام، مرزا کی کتاب)

فقیر کہتا ہے کہ مشہور تو یہ کیا ہوا ہے کہ میں مثیل عیسیٰ ہوں اور اب تو شوق میں آ کر سب پیغمبروں کے مثیل بن گئے اور احمد بننے میں مثیل کی بھی قید نہ رہی خود احمد ہو گئے الا لعنة الله على الكذابين۔

۸..... اس شخص کو کہ وہ مسیح موعود جس کا آنا انجیل اور احادیث صحیحہ کی رو سے ضروری طور پر پانچ کا تھا وہ تو اپنے وقت پر اپنے نشانوں کے ساتھ آ گیا اور آج وہ وعدہ پورا ہو گیا جو کہ امتی کی مقدس پیشگوئیوں میں پہلے سے کیا گیا تھا۔ (ملفوظ صفحہ ۳۱۳-۳۱۴، از لکھنؤ، ادبام)

فقیر کہتا ہے کہ کیا نشانی پائی گئی خاک بھی نہیں بلکہ جب سے دعویٰ پیغمبری کا شمع کیا الناطاعون اور روز بروز بتائی ہی ہوتی گئی۔

برعکس نہ بند نام زنگی کا نور

ہاں مرزا کاذب ہے۔

۹ چونکہ آدم اور مسیح میں مماثلت ہے اس لیے اس عاجز کا نام آدم بھی رکھا اور مسیح بھی۔

(ملفوظ صفحہ ۳۵۶، از لکھنؤ، ادبام)

اقول: مسیح اور آدم علیہ السلام میں تو یہ مماثلت پائی گئی کہ آدم صلی اللہ علیہ وسلم بے ماں باپ دونوں کے پیدا ہوئے اور حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بے باپ کے۔ اور باقی انبیاء علیہم السلام سے مرزا کو یا مماثلت ہے۔ جن جن کے مثیل بنے ان کے ساتھ مثلیت کی وجہ قلب شریف ہی میں رہی رہ گئی اور پھر حضرت آدم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مرزا کی مماثلت کیا؟ ان دونوں حضرات کے باپ نہ تھے اور مرزا کا باپ تھا۔ دونوں کے معجزات بینات تھے مرزا کا یا مجزہ ہے؟ البتہ طلسمات کی کتابوں میں سے کوئی شعبہ دیکھ کر گاؤں والوں کو فریب دے دینا (نعوذ باللہ ایسی مماثلت ہے)۔

۱۰ ہمارا گروہ سعید ہے جس نے اپنے وقت پر اس بندہ (مرزا) نامور کو قبول کر لیا ہے جو آمان اور زمین کے خدا نے بھیجا ہے۔ (ملفوظ صفحہ ۱۱۸، از لکھنؤ، ادبام)

اقول: سبحان اللہ! آپ کا گروہ سعید ہے فقط جو دو چار اردو خواں اور چند سبزی فروش اور

چند جوگی جولا ہے اور چند تیلی اور چند کشت کاریں اور باقی تمام روئے زمین کے مسلمان عرب عجم ہندوستان، پنجاب، بنگالہ وغیرہ وغیرہ ملکوں کے علماء فضلاء بزرگان دین سب کے سب بد بخت اور شقی ہیں۔ (نمود بانہ منہ)

۱۱..... میں تجھے زمین کے کناروں تک عزت کے ساتھ شہرت دوں گا۔ تیری محبت دلوں میں ڈال دوں گا۔ (ملفوظ صفحہ ۲۳۳، ازالہ ادھام)

فقیر کہتا ہے کہ یہ الہام تو مرزا کا برعکس ہوا۔ جا بجا لوگ برائی کہتے ہیں۔ جہاں تک کوئی نام مرزا کا سنتا ہے سوائے گالی اور برے کے ذکر خیر کوئی مسلمان نہیں کرتا۔ ۱۲..... احمد اور عیسیٰ اپنے جمالی معنوں کی رو سے ایک ہی ہیں اسی کی طرف یہ اشارہ ہے: ”و مبعثرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد“ (ملفوظ صفحہ ۶۷۳، ازالہ ادھام)

فقیر کہتا ہے پروردگار نے ایسا اندھا کیا کہ جو آیت رسول اللہ ﷺ کے حق میں تھی مرزا نے اپنے اوپر لگا دی اور اتنا خیال نہ کیا کہ میرا نام تو غلام احمد ہے، احمد تو نہیں۔ آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ سیدنا مسیح ربانی حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ مجھے اللہ عز و جل نے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے تو ریت کی تصدیق کرتا اور اس رسول کی خوشخبری سنا تا جو میرے بعد تشریف لانے والے ہیں جن کا نام پاک احمد ہے ﷺ۔ ازالہ کے قول ملعون میں صراحت ادا ہوا کہ وہ رسول پاک جن کی خوشخبری دی گئی ہے وہ (معاذ اللہ) مرزا قادیانی ہے، یہ صاف کفر ہے۔

۱۳..... اور یہ آیت: هو الذی ارسل رسولہ بالہدی و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ درحقیقت اسی مسیح بن مریم کے زمانہ سے متعلق ہے۔ (ملفوظ صفحہ ۶۷۵)

فقیر کہتا ہے کہ خیال کرو اے مسلمانو! کہ مرزا کذاب نے یہ آیت جو محمد ﷺ

۱۱..... میں نے کبھی نہیں کیا اور اس عاجز کا یہ دعویٰ دس (۱۰) برس سے شائع ہو رہا ہے۔

(ملفوظ صفحہ ۶۹۵، ازالہ ادھام، طبع ۱۳۰۸ھ)

۱۲..... اگر نیا دعویٰ ہونا دلیل حقانیت ہو تو ابلیس سے پہلے انا خیر منہ کا دعویٰ کسی نے نہ کیا تھا اور اس کا یہ دعویٰ ہزاروں برس سے شائع ہو رہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی نبوت میں شریک ہونے کا دعویٰ مسیلہ ملعون سے پہلے کسی نے نہ کیا اور برسوں یہ دعویٰ شائع رہا۔

۱۵..... ہر ایک شخص روشنی روحانی کا محتاج ہو رہا ہے۔ سو خدا تعالیٰ نے اس روشنی کو دیکر ایک مہنس دنیا میں بھیجا۔ وہ کون ہے؟ یہی ہے جو بول رہا ہے۔ (ملفوظ صفحہ ۶۷۸، ۶۷۹، ازالہ ادھام)

فقیر کہتا ہے کہ ہاں اسی کا نام روشنی ہے جو سکڑوں علماء عرب و عجم کو کافر کہہ دیا اور بعض کو اپنا مرید بنا کر ان کو اسلام سے گمراہ کر کے ان کی نمازیں اور روزے سارے برباد کر دیئے۔ تف ایسی روشنی پر۔ ایسے کفر اور غلٹ کو روحانی روشنی کہنا اور اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرنا کفر برکفر ہے۔

۱۶..... حضرت اقدس امام انام مہدی مسیح موعود مرزا غلام احمد علیہ السلام (ملفوظ صفحہ ۶۷۵، رسالہ آریہ دھرم کا نثری نوٹس موعود مرزا قادیانی)

ع اپنے منہ آپ ہی میاں مٹھو

سعر کون سنتا ہے کہانی تیری پھر وہ بھی زبانی تیری
اب مرزا کے رسالہ ”انجام آختم“ میں جو وہابیات اور کفریات ہیں ناظرین
با انصاف ملاحظہ فرمائیں۔ اپنے دل جاہل کی تراشیدہ باتوں کو پروردگار کے الہام کہتا ہے۔

۱۷..... اے احمد تیرا نام پورا ہو جائے گا قبل اس کے جو میرا نام پورا ہو۔ (ملفوظ صفحہ ۵۲، انجام آتھم)
فقیر کہتا ہے کہ جو کہے کہ پروردگار کا نام پورا اور کامل نہیں ہوا کافر ہے۔ اور اللہ کے نام کے پورا ہونے سے پہلے میرا نام پورا ہوگا یہ بھی کفر ہے۔ پروردگار مستحجہ جمع صفات کمال نہ رہا۔ (معاذ اللہ)

۱۸..... تیری شان عجیب ہے۔ (ملفوظ صفحہ ۵۲، انجام آتھم)

فقیر کہتا ہے بے شک عجیب ہے جو روپیہ کمانے کے لئے دغا بازی اور کذب اور فریب بازی کو پیشہ بنائے پھر ان ناپاکیوں پر نبی و رسول بنے۔
۱۹..... میں نے تجھے اپنے لئے چن لیا ہے۔ (ملفوظ صفحہ ۵۲، انجام آتھم)
فقیر کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو کیا چن لے گا جس کی باتیں اللہ تعالیٰ کے خلاف ہوں اللہ کے رسولوں کو گالیاں دیتا ہو۔

۲۰..... پاک ہے وہ جس نے اپنے بندے کو رات میں سیر کرائی۔ (ملفوظ صفحہ ۵۲، انجام آتھم)

فقیر کہتا ہے کہ مرزا کو معراج کا انکار تھا مگر اب چونکہ ﴿سُبْحَنَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ﴾ لَيْلًا آخر تک یہ آیت دوبارہ مرزا کے حق میں نازل ہوئی ہے لہذا معراج کا شوق ہوا۔ بیچارے کا حافظہ بڑا نکما ہے آگے کی بات یاد نہیں رہتی کہ میں نے پہلے اس سے کیا کہا تھا اور اب کیا کہتا ہوں۔

۲۱..... تجھے خوشخبری ہو اے احمد تو میری مراد ہے اور میرے ساتھ ہے۔ (ملفوظ صفحہ ۵۵، انجام آتھم)

فقیر کہتا ہے کہ جھوٹا الہام ہے اگر پروردگار کے ساتھ ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے کلام پاک قرآن شریف پر اعتراض نہ کرتا، اللہ تعالیٰ کے مقدس انبیاء علیہم السلام کو برا نہ کہتا، شریعت نبوی پر ثابت قدم رہتا، ہاں بایں معنی مراد کہ اللہ تعالیٰ کے ارادے سے پیدا ہوا اہلبیس بھی

۱۔ اور مرزا بھی۔

۲۱..... میں تجھے لوگوں کا امام بناؤں گا۔ (ملفوظ صفحہ ۵۵، انجام آتھم)

اقول: دوسرا بھائی ان سے بھی بڑھ کر بھنگیوں چوہڑیوں کا امام اور پیغمبر بنے۔

۲۲..... تو میرے ساتھ ہے اور میں تیرے ساتھ ہوں تیرا پیغمبر ابھید ہے۔

(ملفوظ صفحہ ۵۹، انجام آتھم)

اقول: لعنة الله على الكذابين۔

۲۳..... ابراہیم یعنی اس عاجز (مرزا) پر سلام۔ (ملفوظ صفحہ ۶۰، انجام آتھم)

اقول: اب پھر ابراہیم علیہ السلام بن بیٹا بنے کا شوق چرایا۔

۲۴..... اے نوح اپنے خواب کو پوشیدہ رکھ۔ (ملفوظ صفحہ ۶۱، انجام آتھم)

اقول: اب نوح پیغمبر بنا۔

۲۵..... جس نے تیری بیعت کی اس کے ہاتھ پر خدا کا ہاتھ۔ (ملفوظ صفحہ ۷۸، انجام آتھم)

اقول: خدا سے اگر مراد شیطان ہے جو مرزا کو دجی بھیجتا ہے تو ضرور سچ ہے بے شک اس سے بیعت کر نیوالے کے ہاتھ پر شیطان کا ہاتھ ہے۔

۲۶..... روم ارمسلک الارحمة للعلمین ”تجھ کو تمام جہاں کی رحمت کے واسطے روانہ کیا۔“ (ملفوظ صفحہ ۷۸، انجام آتھم)

اقول: رسول اللہ ﷺ کے بارے میں جو آیت تھی اپنے اوپر جمالی۔ اللہ کی لعنت کہہ کر نہیں آتی۔ لطف یہ ہے کہ مرزا کو آیت کے اپنے اوپر انزال کا تو بہت شوق ہے اور بیچارے کو عربی کی لیاقت نہیں لہذا قرآن شریف سے کوئی نہ کوئی آیت لیکر کہہ دیتا ہے کہ مجھ کو الہام ہوا۔

۲۸..... انی مرسلک الی قوم المفسدین۔ ”میں نے تجھ کو قوم مفسدین کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔“ (صفحہ ۷، انجام ۲۴۴)

اقول: سب روئے زمین کے لوگ مرزا کے آنے سے پہلے مفسد اور فتنہ باز اور گمراہ تھے۔
(نعوذ باللہ من ذلک القول)

۲۹..... مجھ کو خدا نے قائم کیا، مبعوث کیا اور خدا میرے ساتھ ہم کلام ہوا۔ (صفحہ ۱۱۳، انجام ۲۴۴)

اقول: اس کا جواب قرآن مجید دے چکا ہے کہ فرماتا ہے: ﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ وَمَنْ قَالَ سَأُنْزِلُ مِثْلَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ ۚ وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُوا أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنْفُسَكُمُ ۚ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ﴾ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جس نے اللہ پر جھوٹ باندھ دیا کہا مجھے وحی ہوئی حالانکہ اسے کچھ بھی وحی نہ ہوئی اور جس نے کہا اب میں اتار رہا ہوں جیسا اللہ نے اتارا اور کہیں تم دیکھو جب یہ ظالم موت کی بیہوشیوں میں ہوں اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ان سے کہہ رہے ہیں نکالو اپنی جانیں آج تمہیں بدلہ دیا جائے گا ذلت کا عذاب سزا اس کی کہ اللہ پر جھوٹ باندھتے اور اس کی نشانیوں سے تکبر کرتے تھے۔“

اس آیت کریمہ کا جملہ قادیانی پر صادق ہے اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا کہ اس نے مجھے نبی کیا اور میرا یہ نام رکھا اور میرے حق میں یہ یہ کہا اور اس نے وحی کا ادعا کیا حالانکہ اس پر کچھ وحی نہ آئی۔ اور اس نے اپنی کتاب ”برائین احمدیہ“ کو اللہ کا کلام بتایا تو اللہ کے اتارے کے مثل اتارنے کا مدعی ہوا۔ اور اس نے اللہ کی نشانیوں سے جو اس نے اپنے

۱۔ اپنے رسول مسیح کو عطا فرمائیں تکبر کیا کہ میں ایسی باتوں کو مکروہ نہ جانتا تو مسیحی بتاتا تو ہنسی قرآن وہ کافر ہوا اور اس کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔

۲۔ اللہ کی روح میرے میں باتیں کرتی ہے (صفحہ ۱۱۶، انجام ۲۴۴)

اقول: جان اللہ! کیا کہنا جب مسیح روح اللہ کے مثل ہوئے تو خدا کی روح مرزا میں کیسے نہیں نہ لگ سکی۔ یہ وہی کفر ہے۔

۳۔ جو شخص مجھے بے عزتی سے دیکھتا ہے وہ اس خدا کو بے عزتی سے دیکھتا ہے جس نے اسے پیدا کیا اور جو مجھے قبول کرتا ہے وہ اس خدا کو قبول کرتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔

(صفحہ ۳۶، ضمیمہ انجام ۲۴۴)

فقیر کہتا ہے کہ مرزا کے مریدوں کے جس قدر مسلمان روئے زمین کے ہیں وہ بے عزتی سے دیکھتے ہیں اور قبول نہیں کرتے تو مرزا اور اس کے مریدوں کے نزدیک اللہ انہوں نے خدائے تعالیٰ کو بے عزت کیا اور قبول نہ کیا اور یہ دونوں باتیں کفر ہیں اس بارے میں مسلمان کافر ہوئے (معاذ اللہ)۔ اور یہ مسئلہ علم عقائد کا ہے کہ جو شخص ساری باتیں مرزا کو کافر جانے وہ خود کافر ہے تو مرزا اور اس کے مرید سب کافر ہوئے۔

۱۱۔ خدا ان سب کے مقابل پر میری فتح کرے گا کیونکہ میں خدا کی طرف سے ہوں پس وہ ہے کہ ہو جب آیت کریمہ ”كتب الله لا غلبن ورسلي“ میری فتح ہو۔

(بالفہم صفحہ ۵۸، ضمیمہ انجام ۲۴۴)

فقیر کہتا ہے کہ (الحمد للہ) بالکل برعکس ہوا۔ مرزا کو خود لاہور لدھیانہ وغیرہ کی قرارداد جگہوں سے مشہور شکست ہوئی، اعتراضوں کے جوابات نہ دے سکا اور یہ وہ کہانیاں ایسی فتوحات مرزا کو ضرور ہوئیں، جیسے مشہور ہے کہ ماہ رمضان میں ایک بار

مرزا امر ترس کر گویا وعظ کے وقت تمام ہندو مسلمان وغیرہ مذاہب کے لوگ جمع ہوئے مرزا نے دن میں شربت کا گلاس پی لیا۔ لوگوں نے گالیاں دینا اور تالیاں بجانا اور کلون مارنا شروع کیا۔ مرزا بڑی دقت سے کبھی میں سوار ہو کر بھاگا۔ سواری کے جانور اور کبھی کو بھی نقصان پہنچا اور اس قدر جوتے برسے کہ کبھی کے اندر تمام جوتے ہی تھے پس اب وہ ضرور لا ضرور ہو گیا اگر اللہ کا رسول ہوتا تو بے شک غالب ہوتا اور فتح پاتا مگر کذاب تھا لہذا مردود و مطرود ہی رہا۔

۳۳..... میرے پاس خدا کے نشان بارش کی طرح برس رہے ہیں۔

(ملفظ صفحہ ۶۵، ضمیمہ انجام آختم)

فقیر کہتا ہے کہ خدا کا نشان تو کوئی دیکھا نہ گیا البتہ شیطان کے نشان مرزا پر ہمیشہ چمکتے رہے۔

۳۴..... ”دافع البلاء“ صفحہ ۶، سطر ۱۹ میں مرزا لکھتا ہے کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انت منی بمنزلہ اولادی۔ انت منی وانا منک ”تو اے غلام احمد میری اولاد کی جگہ ہے۔ تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔“

اقول: اللہ تعالیٰ اپنے غضب سے بچائے۔ یہ کیسا طاعون کلام ہے :

کلام کتب ازول بافد میخواند الباش ہم ابن اللہ شد دست و ہم رہ حق می نہدنا مش خود او گمراہ شد دست و خلق را ہم میانگمراہ کسی کو بیروش باشد نہ بنم نیک انجامش ۳۵..... تو ہمارے پانی میں سے ہے۔ (ملفظ صفحہ ۵۵، انجام)

اقول: پانی اور آگ ہر چیز اللہ کی ہے۔ یوں تو تمام جاندار اللہ ہی کے پانی سے ہیں ﴿وَمِنْ الْمَاءِ كُلُّ شَيْءٍ حَيٍّ﴾، اس میں تو کوئی تعریف نہ تھی۔ ظاہر امرزا نے پانی سے نطقہ مراد

۱۔ پانی یعنی بنا تو خدا کا پیتا بھی دینا ضرور ہوا اور مرزا اپنا الہام بتا ہی چکا ہے کہ تو بمنزلہ حق اولاد کے ہے اب یہ نصرانیت سے بھی لاکھوں درجے بدتر کفر ہے۔ نصرانی بھی خدا کا پانی نہیں مانتے۔

۲۔ خدا عرش پر سے تیری تعریف کرتا ہے۔ (ملفظ صفحہ ۵۵، انجام آختم)

اقول: ہاں دیکھو نا کیسی تعریف کی جس کا بیان ابھی نمبر ۲۹ میں گزرا۔ مرزا کے کفریات اس رسالہ ”دافع البلاء“ سے مسلمان لوگ ملاحظہ فرمائیں۔

۳۔ چار سال ہوئے کہ میں نے پیشگوئی شائع کی تھی کہ پنجاب میں سخت طاعون آئیوالی۔ اور میں نے اس ملک میں طاعون کے سیاہ درخت دیکھے ہیں جو ہر ایک شہر اور گاؤں میں کاٹے گئے ہیں اور وہ قادر خدا قادیان کو طاعون کی تباہی سے محفوظ رکھے گا تا تم سمجھو کہ قادیان اسی لیے محفوظ رکھی گئی کہ وہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں تھا۔

(ملفظ ملقطا صفحہ ۵۵، معیار)

فقیر کہتا ہے کہ اس وقت قادیان میں طاعون نہ تھا۔ مرزا کو اس کے ابلیس نے دیا دعویٰ کر بیٹھا کہ قادیان میں طاعون نہ آئے گا اللہ واحد قہار نے مرزا کذاب کا لذب ظاہر کیا قادیان میں طاعون آیا۔ اس وقت مرزا بات کو پھیر کر کہنے لگا کہ میری مراد یہ تھی کہ طاعون جارفت نہ آئے گا جس سے لوگ جا بجا بھاگتے ہیں اور کتوں کی طرح مرتے ہیں۔ مرزا کا قاعدہ تھا کہ غیب کی باتیں اور کفریات بتاتا تھا جب اس کے خلاف ثابت ہونے لگا گرفت کرتے تو جھوٹی تاویل سے کام لیتا۔

امان: مرزا کو نیچے حصے کے بدن میں بیماری ڈیا بیٹیس یعنی پیشاب کے جاری ہونے کی اور ان کی بیماری تھی اور اوپر کے بدن میں دوران سر تھا۔ دعویٰ عیسویت کا اور خود مرضوں میں

ایسا ہتلاہ کر اسٹل اور اعلیٰ کے ہزار باکروبات کے ساتھ جس خاک سے نکلے تھے اسی میں جا ملے۔

ع ”مزدہ بادامی مرگ عیسیٰ آپ ہی بیمار ہیں“

۳۸..... اے عیسائی مشنریو! اب ”ربنا المسیح“ مت کہو اور دیکھو کہ آج تم میں ایک ہے جو اس مسیح سے بڑھ کر ہے۔ (بلفظ صفحہ ۱۲، معیار)

اقول: دیکھو مسلمانو! انصاف کرو کہ پروردگار کے اولوالعزم پیغمبر سے اپنے آپ کو بڑھ کر کہتا ہے۔ جو ماوشا ہو کر پیغمبر سے بڑا ہونا چاہتا ہے وہ کیسا مسلمان ہے؟ مانا ہوا مسئلہ ہے کہ کوئی ولی کسی پیغمبر کے درجے کو کبھی نہیں پہنچتا۔ یہ صاف کفر ہے۔ اس مضمون پر بیسیوں علمائے عرب و عجم نے کفر کے فتوے مرزا پر دیئے ہیں۔

۳۹..... خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس سے پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے اور اس نے اس دوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا تا کہ یہ اشارہ ہو کہ عیسائیوں کا مسیح کیسا خدا ہے جو احمد کے ادنیٰ غلام سے مقابلہ نہیں کر سکتا یعنی وہ کیسا مسیح ہے جو اپنے قرب اور شفاعت کے مرتبہ میں احمد کے غلام سے بھی کمتر ہے۔ (بلفظ صفحہ ۱۲، معیار)

اقول: پیغمبر سے اپنے آپ کو اعلیٰ جاننا صاف کفر ہے۔

۴۰..... نصاریٰ کو خطاب کر کے کہتا ہے ایسا ہی آپ بھی اگر مسیح بن مریم کو درحقیقت سچا شفیع اور نبی قرار دیتے ہیں تو قادیان کے مقابل میں آپ بھی کسی اور شہر کو پنجاب کے شہروں میں سے نام لے دیں کہ فلاں شہر ہمارے خداوند مسیح کی برکت اور شفاعت سے طاعون سے پاک رہے گا۔ (بلفظ ۱۲، معیار)

اقول: اول تو اپنی نجاست گاہ کا مامون ہونا اس بنا پر کہ تھا کہ وہ رسول کی تخت گاہ ہے تو اس

مقابل نصاریٰ سے پنجاب کے کسی شہر کی حفاظت چاہنا کیسی بیہودہ و بے معنی بات ہے۔ اے کمان باطل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سچے شفیع نہ تھے بلکہ جھوٹا سفارشی تھا یہ پیغمبر کو صواب اگانا ہے اور اسی کو سب اور شتم کہتے ہیں جو بافتاق علماء کفر ہے۔ اور پیغمبروں کو گالی دینے والے، عیب لگانے والوں کی توبہ ہی قبول نہیں نزدیک اکثر فقہاء کے۔

(در مختار، بزاز، بحر الرائق وغیرہ)

۴۱ اور اگر ایسا نہ کر سکیں تو پھر آپ سوچ لیں کہ جس شخص کی اسی دنیا میں شفاعت ثابت نہیں وہ دوسرے جہاں میں کیونکر شفاعت کرے گا۔ (بلفظ صفحہ ۱۲، معیار)

اقول: عقل کا اندھا تھا بھلا اگر نصاریٰ کی کوئی دعا قبول نہ ہو تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ نبی اللہ ﷺ بروز قیامت سفارش نہ کریں گے۔ دیکھو پیغمبر خدا کو کیسا نکما اور بے قدر جانتا ہے کہ بروز حشر صالح عالم بھی شفاعت کریں گے مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام مولویوں سے بھی گزر گئے جو سفارش ہی نہ کر سکیں گے۔ (نمود باللہ من ذلک الکفر)

۴۲ اس جگہ مولوی احمد حسن صاحب امر وہی کو ہمارے مقابلے کے لیے خوب موقع مل گیا ہے۔ ہم نے سنا ہے کہ وہ بھی دوسرے مولویوں کی طرح اپنے مشرکانہ عقیدہ کی حمایت میں ہے۔ تا کہ کسی طرح حضرت مسیح بن مریم کو موت سے بچالیں اور دوبارہ اتار کر خاتم الانبیاء بنادیں۔ (بلفظ الجدید، صفحہ ۱۵، معیار)

اقول: اس ملعون تحریر سے یہ ظاہر کیا کہ جن لوگوں کا یہ اعتقاد ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور آسمان سے اتریں گے وہ مشرک اور کافر ہیں۔ یہ حکم سارے علمائے دین بلکہ تابعین، بلکہ صحابہ بلکہ خود رسول ﷺ پر بھی ہو گیا، کیونکہ اگر حدیث شریف میں نہ ہوتا اور صحابہ وغیرہ مائے متفہمین روایت نہ کرتے تو ہم کیسے جانتے۔ اب خود جان لو گے کہ مرزا کون تھا؟ اور

خاتم الانبیاء بنانے کا بہتان علماء پر لگا دیا اس کا کون قائل ہے؟ یہ محض افتراء اس مغتری کذاب کا ہے۔

۴۳..... بلکہ یہ مولوی صاحب اپنے دوسرے بھائیوں کی طرح یہی چاہتے ہیں کہ وہی ابن مریم جس کو خدا بنا کر قریبا پچاس کروڑ انسان گمراہی کے دلدل میں ڈوبے ہوئے ہیں دوبارہ فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اترے اور ایک نیا نظارہ خدائی کا دکھلا کر پچاس کروڑ کے ساتھ پچاس کروڑ اور ملا دے کیونکہ آسمان پر چڑھتے ہوئے تو کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ وہی مقولہ تھا کہ ”پیران نمی پرند مریدان می پرانند“ اس منحوس دن میں اسلام کا کیا حال ہوگا؟ کیا اسلام دنیا میں ہوگا؟ لعنة الله على الكذابين۔ (بلفظ الخوف، صفحہ ۱۵۰، سیار)

افقول: یہ قول ملعون اسکا صاف حدیث صحیح کے مخالف ہے حضرت ﷺ کی فرمائش میں عیب نکال کر عیسیٰ علیہ السلام کے تشریف لانے کے دن کو شخص دن کہنا اور پچاس کروڑ مسلمان کا اس دن مشرک ہونا اور اسلام کا اس دن تباہ ہونا، حدیث شریف کی تکذیب ہے اور لعنة الله على الكذابين میں صحابہ کرام اور عام مسلمان کہ آج تک بلکہ اس روز تک نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قائل اور معتقد ہیں داخل ہو گئے بلکہ لعنتی کو یہ اعنت خود حدیث تک بڑھی الا لعنة الله على الظالمين اور ظاہر ہو کہ حدیث صحیح کی رو سے مسلمان سچے ہیں تو مرزا اور مرزائی کاذب ہوئے اور انہیں کے مؤلف سے لعنت اللہ تعالیٰ کی انہیں پر آئی۔

۴۴..... جو شخص کشمیر سری نگر محلہ خان یار میں مدفون ہے اس کو ناحق آسمان پر بٹھایا گیا کس قدر ظلم ہے۔ (بلفظ الخوف، صفحہ ۱۵۰، سیار)

افقول: یہ تیرے منہ کا ناحق اور ظلم تو جناب رسول ﷺ نے کیا ہے۔ واہ رے مرزا کا اسلام

رسول اللہ ﷺ کو ظالم اور ناحق کہنے والا کہہ دیا۔

اب تحقیق اس امر کی کہ کشمیر میں قبر کس شخص کی ہے اور مرزا نے بے ایمانی کر کے اس کو عیسیٰ علیہ السلام کی بتایا۔ مصنف رسالہ ”کلمہ فضل رحمانی“ نے جمع معبروں کے خطوط میں لکھے ہیں۔ میں بھیجا وہی نقل کر دیتا ہوں۔

منہا خط خواجہ سعید الدین ابن خواجہ ثناء اللہ مرحوم کشمیری ازینجا شروع می شود : السلام علیکم !

مکاتیبہ مسرت طراز بخصوص دریافت کردن کیفیت اصلیت مغرہ یوز آسف مطابق تواریخ کشمیر در کوچه خان یار حسب تحریر مرزا قادیانی در زمان سعید رسید باعث خوش وقتی شد آنکہ واضح شد اطلاع میکنم مقبرہ روضہ بل یعنی کوچه خان یار بلا شک بوقت آمدن از راه مسجد جامع بطرف چپ واقع است مگر آن مقبرہ بملاحظہ تاریخ کشمیر نسخہ اصل خواجہ اعظم صاحب دیدہ مرد کہ ہم صاحب کشف و کرامات محقق بودند مقبرہ سید مصیر الدین (قدس سرہ) می باشد۔ وبملاحظہ تاریخ کشمیر معلوم نمی شود کہ آن مقبرہ بمقبرہ یوز آسف مشہور ست۔ چنانچہ مرزا قادیانی نوشتہ بلی این قدر معلوم می شود کہ در مقبرہ حضرت سنگ قبری واقع ست آنرا قبر یوز آسف ننوشتہ است بلکہ تحریر مرمودہ اند کہ در محلہ ”انزمرہ“ مقبرہ یوز آصف واقع ست ای بلفظہ

صاد نہ بسین۔ واین محلہ بوقت آمدن از راه مسجد جامع طرف راست ست طرف چپ نیست درمیان "آنزمرہ" وروضہ بل یعنی کوچہ خان یار مسافت واقع ست بلکہ نالہ مار ہم درمیان حائل ست پس فرق بدو وجہ معلوم می شود ہم فرق لفظی کہ این نام بصاد ست و ہم فرق معنوی کہ یوزاصف کہ مرزا نوشتہ کہ در محلہ خان یار ست این در محلہ انزمرہ است و تغایر مکان بر تغایر مکین دلالت میکند کہ یک شخص در در جا مدفون بودن ممکن نیست۔ و عبارت تاریخ خواجہ اعظم صاحب این ست حضرت سید نصیر الدین خان یاری از سادات عالی شان ست در زمرہ مستوری بود بتقریبی ظهور نمود مقبرہ میر (قدس سرہ) در محلہ خان یار مہبط فیوض و انوار ست و در جوار ایشان سنگ قبری واقع شدہ در عوام مشہور ست کہ آنجا پیغمبری آسودہ است کہ در زمان سابقہ در کشمیر مبعوث شدہ بود۔ این مکان بمقام آن پیغمبر معروف ست در کتابی از تواریخ دیدہ ام کہ بعد قضیہ دور و دراز حکایتی می نویسد کہ یکی از سلاطین زادہا براہ زہد و تقوی آمدہ ریاضت و عبادت بسیار کرد و برسالت مردم کشمیر مبعوث شدہ در کشمیر آمدہ بدعوت خلائی مشغول شدہ و بعد رحلت در محلہ انزمرہ آسودہ دران کتاب نام آن پیغمبر یوزاصف نوشتہ۔ ازین عبارت معلوم شد کہ یوزاصف در محلہ انزمرہ مدفون ست نہ در محلہ کوچہ خان یار و این یوزاصف از

سلاطین زادہا بودہ است۔ و این عبارت مناقض تحریر مرزا کادیانی ست زیرا کہ یسوع خود را بکسی از سلاطین منسوب نکرده فقط والسلام ۱۵ ذی قعدہ ۱۳۱۴ھ۔

دوسرا خط: سید حسن شاہ صاحب کشمیری کا قولہ: اطلاع باد چون ارقام کردہ بودید کہ در شہر سری نگر در ضلع خانیار پیغمبری آسودہ است معلوم سازند موجب آن خود بذات بابت تحقیق کردن آن در شہر رفتہ ہمیں تحقیق شدہ کہ پیشتر از دو صد سال شاعری معتبر و صاحب کشف بودہ است۔ نام آن خواجہ اعظم یک تاریخ از تصانیف خود نمودہ است کہ درین شہر درین وقت بسیار معتبر ست۔ دران ہمیں عبارت تصنیف ساختہ است کہ در ضلع خان یار میگویند کہ پیغمبری آسودہ است یوزاصف نام داشتہ و قبر دوم دران جا ست از اولاد زین العابدین علیہ السلام سید نصیر الدین خان یاری ست۔ و قدم رسول درانجام موجود ست اکنون درانجا بسیار مرجع اہل تشیع دارد بہر حال سوائی تاریخ خواجہ اعظم صاحب موصوف دیگر سندی صحیح ندارد واللہ اعلم۔ انتہی کلامہ ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ۔

اور "غایۃ المقصود" کا مصنف بعد تحقیق کے لکھتا ہے:

فقیر حقیر ہم اکنون در هیچ تاریخی ندیدہ کہ قبر حضرت عیسیٰ در کشمیر نوشتہ باشند و نہ از کدام باشندہ معتبر کشمیر این قول شنیدہ۔ بلکہ تمامی فضلا و رؤسای معتبرین و عوام الناس ملک

کشمیر حلفاً و قسمیه میگویند که حاشا و کلا در کشمیر قبر حضرت عیسی نمی باشد و علاوه ازین دو خط گز شده بسیار دستخط و مواهیر بر نبودن قبر حضرت عیسی علیه السلام در کشمیر موجودند چنانچه انجمن نصره السنة امرتسر در رساله عقائد مرزا درج کرده در اینجا بعینها درج میکنم اصل شهادت این ست از باشندگان کشمیر شهر سری نگر که مرزا قادیانی در دعوائ خود که قبر حضرت عیسی علیه السلام در کشمیر ست کاذب و مغری ست الخ -

مفتی واعظ رسول و نعمت الله و محمد شاه مفتی کوچی و ارور و ضریل خان یار و مفتی محمد دلاور شاه سکنه خان یار و مفتی محمد شریف ایضا و غلام محمد احمد قادری و غلام مصطفی خان یاری و غلام یحیی حسن قادری و میر یوسف قادری و مفتی یوسف شاه صاحب و مفتی جلال الدین صاحب و مفتی سعد الدین صاحب و مفتی سیف الدین صاحب و مفتی مولوی صدر الدین صاحب و مفتی ضیاء الدین صاحب و احمد شاه صاحب و محمد یوسف شاه صاحب و غلام محمد صاحب و پیر قمر الدین صاحب سجاده نشین و سید کبیر صاحب سجاده نشین و احسن صاحب بٹانی و پیر غلام مصطفی صاحب تارہ ملی و غلام محمد عاصم صاحب عالیکدلی و پیر علی شاه صاحب -

مواہیر خادمان خانقاہ معطلی محمد یوسف صاحب و غلام رسول صاحب ہمدانی و سید علی شاه صاحب ہمدانی و خلیل بابا صاحب و بابا عبد الکبیر صاحب ہمدانی و سید احمد شاه صاحب ہمدانی و سید محی الدین صاحب علی بابا صاحب موزن وی ارحم و عبد المجید صاحب و احمد صاحب فراش و رگاہ و نور الدین نعمت خان صاحب و یوسف ہمدانی سجاده نشین خانقاہ معطلی و مولوی حسن صاحب قلی خان یاری و سید محی الدین صاحب قادری و غلام علی صاحب ہمدانی -

مواہیر خادمان مسجد جامع سری نگر کشمیر - احمد بابا صاحب خادم مسجد جامع و عبد الله بابا صاحب خادم و سید حسن صاحب خادم و عبد الصمد صاحب خادم و غلام رسول صاحب خادم و سید سکندر صاحب خادم و مولوی سلام الدین صاحب امام مسجد جامع مواہیر خادمان آستان حضرت مخدوم صاحب شہر سری نگر و غلام الدین صاحب مخدومی و نور الدین صاحب مخدومی و احمد بابا صاحب مخدومی و اسد الله صاحب مخدومی و نور الدین صاحب مخدومی و احسن الله صاحب مخدومی و محمد شاہ صاحب مخدومی و محمد بابا صاحب مخدومی و حفیظ الله صاحب مخدومی و میرک شاہ صاحب مخدومی و صدیق الله صاحب مخدومی -

مواہیر حضرت خاندان رفیقہ سہروردیہ نقشبندیہ سری نگر - نظام الدین صاحب و محمد بن محمود صاحب رفیقی و غلام حسین صاحب رفیقی و غلام حمزہ صاحب رفیقی و عبد السلام صاحب رفیقی و سیف الدین صاحب رفیقی و عبد الله صاحب رفیقی و نور الدین صاحب و شریف الدین صاحب رفیقی و غلام نبی رفیقی و محمد قاسم صاحب رفیقی و انور رفیقی و عبد الصمد صاحب رفیقی و محمد مقبول بن نصیر الدین رفیقی و محمد یوسف رفیقی اسلام آبادی و سعد الدین صاحب رفیقی و محمد مقبول صاحب رفیقی و عبد الرحمن صاحب رفیقی و نور الدین محمد بن محی الدین صاحب رفیقی و صدر الدین صاحب رفیقی و عبد الاحد صاحب رفیقی و محمد یوسف صاحب رفیقی -

مواہیر خاندان قدیمی سری نگر - علی شاه صاحب قدیمی و غلام محمد صاحب قدیمی و امیر الدین صاحب قدیمی و غلام محی الدین صاحب قدیمی و غلام حسن صاحب قدیمی و محمد شاہ صاحب قدیمی و مولوی نور الدین صاحب قدیمی و قمر الدین صاحب قدیمی و غلام الدین صاحب قدیمی و غلام حسین صاحب قدیمی -

مواہیر خاندان قرشی سری مگر۔ محمد سعید الدین صاحب قرشی و بدر الدین صاحب قرشی و نظام الدین صاحب قرشی و سعد الدین صاحب قرشی محلہ خانپار و عبد المجید صاحب قرشی و غلام حسن صاحب قرشی تمام شد۔

پس مرزا کا دعوی غلط اور باطل ہوا مرزا نے باری تعالیٰ کے قول ﴿وَأَوْبَيْنٰهَا اِلٰی رُبُوۃٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَوَعِيۡنٍ﴾ کو کشمیر بنا کر عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے لیے بہت کچھ ہاتھ پاؤں مارے مگر تحریف کی۔ معنی اس کلام پاک کے یہ ہیں (اور ٹھکانا دیا ہم نے ان دونوں کو طرف میں صاحب آرام اور صاف چشمہ دار پانی والے کے) پس ابلیس نے مرزا کو سوجھائی کہ اسے کشمیر گڑھ دو کہ کشمیر میں پہاڑ بھی ہیں اور پانی بھی چشمہ دار ہیں اور آرام بھی ہے بوجہ معتدل ہونے آب و ہوا اور میوہ جات کے جیسا کہ عرفی نے کہا ہے کشمیر کی تعریف میں :

سج ہر سو خستہ جانے کہ بکشمیر در آید گر مرغ کباب ست کہ بابال و پر آید اگر مرزا "انجیل متی، باب دوم" پڑھ لیتا تو اس مغالطے میں نہ پڑتا وہاں لکھا ہے کہ :

"جب دیار مشرق سے بجوی حضرت مسیح کی زیارت کو آئے اور بادشاہ ہیرودیس کو خبر لگی کہ مسیح یہودیوں کا بادشاہ میرے ملک میں پیدا ہوا ہے۔ تو اس نے آپ کو قتل کرنے کا منصوبہ باندھا اور بچوں کا قتل عام کر ڈالا مگر بادشاہ کے منصوبہ پر خدا پاک کے فرشتے نے حضرت مسیح کے محافظ کو خواب میں اطلاع کر دی اور حکم دیا کہ اٹھ اس لڑکے کو اس کی ماں کے ساتھ لیکر مصر کو چلا جا اور جب تک میں تجھے نہ کہوں وہیں رہنا کیونکہ ہیرودیس اس بچے کو ہلاک کرنے کے لیے ڈھونڈ رہا ہے پس وہ شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کو لے کر مصر کو روانہ ہو گیا اور ہیرودیس کے مرنے تک وہیں رہا اور جب ہیرودیس مر گیا تو پھر

اواب میں ہدایت پا کر گلیل کے علاقہ کو روانہ ہو گیا اور ایک شہر میں جس کا نام ناصرت تھا جا بسا۔ پس وہ ربوہ یا تو مصر میں کوئی مقام بنایا خود ناصرت کو ربوہ کہا۔

اور تفسیر کشاف میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ یہ ربوہ رملہ فلسطین ہے۔ (دیکھو تفسیر حسینی)

قصبہ ناصرت جس کو مسیح و مریم نے اپنی جائے قرار بنالیا تھا دراصل ایک پہاڑی پر بسا تھا۔ (لوقا ۲۹/۴) اس میں ایک چشمہ آج تک موجود ہے جو "چشمہ بتول" کے نام سے مشہور ہے اور شاید ﴿قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا﴾ اسی طرف اشارہ ہے (یعنی بنادیا تیرے رب نے تیرے نیچے ایک چشمہ)

"تفسیر خازن" میں ابن عباس سے روایت ہے کہ وہ ربوہ بیت المقدس ہے اور کعب نے کہا کہ بیت المقدس بہت قریب ہے سب زمینوں سے بطرف آسمان کے بقدر ۱۸ میل کے۔

اور "تفسیر کبیر" صفحہ ۱۹۸ طبع مصر، جز ۲ء میں ہے ﴿رَبُوۃٌ﴾ اور "ربادہ" راء کی تین حرکات سے ہے بمعنی بلند زمین کے۔ حضرت قتادہ اور ابو العالیہ نے کہا کہ وہ ایلیاء ہے بیت المقدس کی زمین، ابو ہریرہ نے کہا ہے کہ وہ رملہ ہے، کلبی اور ابن زید نے کہا کہ یہ رملہ مصر میں ہے اور اکثر علماء نے کہا کہ وہ "ربوۃ" دمشق ہے اور مقاتل اور ضحاک نے کہا کہ ہی غوطۃ دمشق یعنی دمشق کی فراز زمین۔

"تفسیر حسینی" میں ہے کہ بی بی مریم اپنے چچا کے بیٹے کے ساتھ جس کو یوسف نجار کہتے تھے ماٹان کا بیٹا، بارہ سال اس ربوہ میں مقیم رہیں اور چرخہ کات کر اس کی مزدوری سے عیسیٰ علیہ السلام کو کھلاتی تھیں۔

اب ایک اور حدیث سن لو اور گریبان میں سر ڈال لو۔ سب لوگ اس بات کے قائل تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین پر انتقال فرمایا ہے اور زمین پر آپ کی قبر موجود ہے اگرچہ صحیح پتا معلوم نہیں اور تو ریت شریف کے آخر باب میں لکھا ہے کہ کسی بشر کو موسیٰ علیہ السلام کی قبر کا پتا نہ لگا باوجودیکہ اس قبر کا پتا لگ جانا کوئی بہت بڑی ضروری بات نہ تھی، تو بھی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجھ کو اس قبر کا پتا ہے اور بتلادیا کہ بیت المقدس سے ایک پتھر کی مار پر راہ کے کنارے سرخ ریتی کے تے ہے، صحیح مسلم میں فضائل موسیٰ میں ہے (قبرہ الی جانب الطريق تحت الکشیب الاحمر) پھر کیوں حضرت مسیح کی قبر کا پتا آنحضرت ﷺ نہ بتلادیتے جس کا صرف پتا ہی لوگوں کو نہ معلوم تھا بلکہ جس کے وجود کا لوگوں کو گمان بھی نہیں ہوا تھا۔ اور جو بقول مرزا ایک ایسی اہم اور ضروری بات تھی جس کے فاش ہو جانے سے دین عیسائی مٹ جاتا اور صدیوں کے عیسائی چند روز میں گل کے گل مسلمان ہو جاتے۔ شاید کہ مرزا کی معلومات جناب رسول ﷺ سے بھی بہت بڑی ہیں جن کے غلام ہونے کا مرزا کو کفر حاصل ہے۔ رسول ﷺ نے تو عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کا پتا نہ بتایا اور معاذ اللہ اتنی بڑی فروگزاشت کی مگر مرزا نے تیرہ سو برس کی اتاری ہوئی آیت کریمہ ﴿الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ﴾ کی تکذیب کر کے اب دین کی تکمیل کی۔ ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم۔

۴۵..... خدا تو پابندی اپنے وعدوں کے ہر چیز پر قادر ہے لیکن ایسے شخص کو کسی طرح دوبارہ دنیا میں نہیں لاسکتا جس کے پہلے فتنے نے ہی دنیا کو تباہ کر دیا ہے۔ (نہی ملفظ الخبیث الملعون۔)

اقول: اس میں دو صریح خبیثہ نجس کفر ہیں۔ ایک اللہ تعالیٰ کو عاجز بتانا کہ کسی طرح نہیں لاسکتا۔ دوسرے رسول اولوالعزم مرسل کو فتنہ گراور تباہ کن کہنا۔ افسوس کہ اللہ تعالیٰ حضرت

موسیٰ علیہ السلام کو بوجہ اس کے فتنے کے نہیں لاسکتا، مگر مرزا کو دنیا میں لایا جو ایسا فتنہ باز کہ کسی شخص کو حتیٰ کہ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہ اصحاب کو بلکہ حضور پر نور ﷺ کو بھی کالیوں سے خالی نہ چھوڑا کسی کو مشرک، کسی کو ملعون، کسی کو کیا، کسی کو کیا کہہ دیا۔

۴۱ اب خدا کہتا ہے کہ دیکھو میں اس کا ثانی پیدا کروں گا جو اس سے بہتر ہے جو غلام احمد ہے یعنی احمد کا غلام۔ مگر

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے۔

(اُنی ملفظ الخبیث)

اقول: اس بیت خبیث کے سبب سے فاضل بریلوی مجدد مائتہ حاضرہ مولانا اعلیٰ حضرت امد رضا خان صاحب نے مرزا پر اپنی کتاب مستطاب ”حسام الحرمین“ میں حکم کفر و ارتداد فرمایا جس کی خطیت کی وجہ سے علمائے مکہ و مدینہ و اذہما اللہ شرفا و کرامۃ وغیرہ کے نامی نامی بزرگان دین نے اس مرزا کے کفر پر مہریں کر دیں جن حضرات کی تعداد چالیس (۴۰) تک ہے۔

۴۲..... ہم مسیح کو بے شک ایک راست باز آدمی جانتے ہیں کہ اپنے زمانے کے اکثر لوگوں سے البتہ اچھا تھا، واللہ اعلم، مگر وہ حقیقی منجی نہ تھا۔ (ملفظ الخبیث)

فقیر کہتا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسے پیغمبروں میں سے جو اولوالعزم ہیں ان کی صرف اتنی قدر مرزا کے یہاں ہے کہ وہ ایک راست باز آدمی تھا فقط ایک نیک قسم کا آدمی تھا وہ بھی نہ ایسا کہ کسی دوسرے کو خلاصی ملنے کا سبب ہو سکے۔ ہاں حقیقی نجات دینے والا اب قادیانی ہے جیسا کہ وہ خود کہتا ہے کہ:

”حقیقی منجی وہ ہے جو حجاز میں پیدا ہوا تھا اور اب بھی آیا مگر بروز کے طور پر

خاکسار غلام احمد۔ (بلفظ الخبیث، صفحہ ۲۵، معیار)

۴۹..... عیسیٰ کا شریعت نہ لایا تھا..... الخ۔ (دفع البلا، پمٹل بیج مرزا کی کتاب، ص ۱۰۸)

اقول: اب تو پروردگار کی شریعت بھی نا تمام اور ناقص ہو گئی اس سے خبیث تر اور کفر کیا ہے؟
۵۰..... مسیح کی راست بازی اپنے زمانے میں دوسرے راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی بلکہ بچی کو اس پر ایک فضیلت ہے کیونکہ وہ یعنی بچی شراب نہ پیتا تھا اور کبھی نہ سنا کہ کسی فاحشہ عورت نے اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا یا ہاتھوں اور اپنے سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں بچی کا نام ”حصور“ رکھا مگر مسیح کا نہ رکھا کیونکہ ایسے قسے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔

۵۱..... اسی ملعون قسے کو اپنے رسالہ ضمیمہ ”انجام آتھم“ صفحہ ۷ میں اس طرح لکھا آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے (یعنی عیسیٰ بھی ایسوں ہی کی اولاد تھے) ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگائے اور زنا کاری کی کمائی کا پلیدہ عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے، سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہو سکتا ہے۔ (بلفظ الخبیث)

اس رسالہ میں تو صفحہ ۴ سے ۸ تک مناظرہ کی آڑ لے کر خوب چلے دل کے پھپھو لے پھوڑے ہیں، اللہ عزوجل کے سچے مسیح عیسیٰ بن مریم کو نادان، اسرائیلی، شریر، مکار، بد عقل، زنا نے خیال والا، فحش گو، بد زبان، کلیل، جھوٹا، چور، علمی عملی قوت میں بہت کچا، خلل دماغ والا، گندی گالیاں دینے والا، بد قسمت، نرافریبی، پیر و شیطان وغیرہ وغیرہ خطاب اس

بالی دہال نے دیئے۔ (قہر الدیان از مولانا صاحب فاضل بریلوی مد فیضہ)

۵۰..... اسے مسلمانوں ذرا خیال کرو کہ یہ یکو اس مرزا قادیانی کا کیسا برا ہے معلوم ہوا کہ یہ شخص مالی اور رسول اللہ ﷺ اور جمیع مسلمانوں سے کچھ شرم و حیا نہیں کرتا بلکہ اس کو حیا بالکل نہیں دیتی کتاب کنز نصاب کے صفحہ ۶ پر لکھا ہے:

”بقی بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہ ہوا۔“

۵۱..... صفحہ ۷ میں لکھا اس زمانے میں ایک تالاب سے بڑے بڑے نشان ظاہر ہوتے تھے آپ سے کوئی معجزہ ہوا بھی تو وہ آپ کا نہیں اس تالاب کا ہے آپ کے ہاتھ میں سوائے ”دایب“ کے کچھ نہ تھا۔ آپ کا خاندان بھی نہایت پاک و مطہر ہے تین دادیاں اور نانیاں آپ زنا کار اور کبھی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ہوا۔ (بلفظ الخبیث)

اقول: انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خدائے قہار کا کیسا ظلم ہے کہ رسول اللہ کو با حیلہ اور بد چالہ یہ ناپاک گالیاں دی جاتی ہیں اور آسمان نہیں پھٹتا۔ کیسا ظلم ہے، مسلمانوں کی آواز کو ایسے ظالم کو اس کی جزا نہ دے گا الا لعنة اللہ علی الظالمین وہ پاک کو آری مریم علیہا السلام کا بیٹا کہ جسے اللہ نے بے باپ پیدا کیا نشانی سارے جہان کے لیے قادیانی مہمائی نے اس کے لیے دادیاں بھی گنا دیں اور ایک جگہ اس کا دادا بھی لکھا ہے اور اس کے بھائی بھی لکھے ہیں کہ دادا، دادی، حقیقی بہنیں، گئے بھائی اسی کے بھائی ہیں جس کے لیے باپ ہو جس کے نطفے سے وہ بنا ہو پھر بے باپ کے پیدا ہونا کہاں کا یہ قرآن عظیم کی تکذیب اور مریم طیبہ طاہرہ کو سخت گالی ہے الا لعنة اللہ علی الکافرین۔

۵۱..... وہ مرزا اپنی کتاب ”کشتی ساختہ“ کے صفحہ ۱۶ پر لکھتا ہے مسیح تو مسیح میں اس کے

چاروں بھائیوں کی بھی عزت کرتا ہوں مسیح کی دونوں ہمشیروں کو بھی مقدمہ سمجھتا ہوں۔ اور خود ہی اُس کے نوٹ میں لکھا۔ یسوع مسیح کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں یہ سب یسوع کے حقیقی بھائی اور حقیقی بہنیں تھیں یعنی یوسف اور مریم کی اولاد تھے۔ (ماظہ اٹھیت)

اقول: دیکھو کیسے کھلے لفظوں میں ایک بڑھی کو سیدنا عیسیٰ کلمہ اللہ کا باپ بنا دیا اور اس صریح کفر میں صرف ایک پادری کے لکھے جانے پر اعتماد کیا۔ اللہ واحد قہار سے سخت لعنت پائے گا وہ جو ایک پادری کی بے معنی زُلم سے قرآن کو رد کرتا ہے۔

۵۴..... ”اعجاز احمدی“ صفحہ ۱۳ پر صاف بک دیا کہ یہود عیسیٰ کے بارے میں ایسے قوی اعتراض رکھتے ہیں کہ ہم بھی جواب میں حیران ہیں بغیر اس کے کہ یہ کہہ دیں کہ ضرور عیسیٰ نبی ہے کیونکہ قرآن نے اس کو نبی قرار دیا ہے اور کوئی دلیل ان کی نبوت پر قائم نہیں ہو سکتی۔

۵۵..... بلکہ ابطال نبوت پر کئی دلائل قائم ہیں۔ (ماظہ اٹھیت)

اقول: یہاں پر تو عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ قرآن شریف پر بھی اعتراض چڑ دیا وہ قرآن ایسی بات بتا رہا ہے کہ جس کے ابطال پر متعدد دلائل قائم ہیں۔

۵۶..... نیز اسی صفحہ پر لکھا ہے کبھی آپ کو شیطانی الہام بھی ہوتے تھے۔ ان کی اکثر پیشینگوئیاں غلطی سے پڑ ہیں۔

اقول: یہ بھی صراحتاً نبوت عیسیٰ علیہ السلام سے انکار ہے۔

۵۸..... کیونکہ تاریخی اپنی کتاب پر غائب ”کشتی ساختہ“ صفحہ ۵ پر لکھتا ہے ممکن نہیں کہ نبیوں کی پیشین گوئیاں مل جائیں۔ اور دافع الوسادس، صفحہ ۳ پر لکھتا ہے کسی انسان کا اپنی پیشینگوئی میں جھوٹا نکلنا تمام رسالوں سے بڑھ کر رسوائی ہے۔ ”ضمیمہ انجام آتھم، صفحہ ۲۷“ پر لکھا ”کیا

۱..... اس کی اور چیز کا نام ذلت ہے کہ جو کچھ اس نے کہا وہ پورا نہ ہوا۔“ صفحہ ۱ اپنی کتاب ”ماخذ“ میں لکھتا ہے کہ اگر کوئی تلاش کرتا کرتا مر بھی جائے تو ایسی پیشینگوئی جو میرے لیے نفعی ہو اسے نہیں ملے گی جس کی نسبت وہ کہہ سکتا ہو کہ خالی گئی۔

نفسیر کہتا ہے کہ مرزا نے اپنے لیے تو یہ عزت ثابت کر لی اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے لیے سوائے رسوائی کے کوئی عزت نہیں جو جو پیشینگوئیاں مرزا کی خلاف اور غیر صادقہ ہیں اور مرزا ایمان رکھتا تو شرمندہ ہوتا مگر بے ایمان کو شرم کہاں، میں ہی دو چار سنائے دیتا ہوں۔

۱..... مہد اللہ آتھم کی نسبت موت کی پیشینگوئی کر کے سخت جھوٹا ہوا۔

۲..... ایک مولوی کی نسبت اشتہار میں شائع کر دیا کہ اگر میں سچا ہوں تو میرے سامنے وہ جائے گا اور امید ہے کہ میرا پروردگار ایسا ہی کرے گا پس وہ تو زندہ رہا اور خود مرزا مر گیا اس کے جھوٹے ہونے پر یہی اس کے دو فیصلے دعا کے شاہد ہیں مگر مرزائی اس کو خیالی نہیں کرتے۔

۳..... مرزا نے ایک الہام اشتہار میں چھاپ دیا کہ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی لڑکی محمدی کا امح میرے ساتھ ہوگا لڑکی کے اولیا کو نا منظور ہوا تو مرزا نے چند لطائف الجمل طبع وغیرہ ان کو راضی کرنا چاہا وہ راضی نہ ہوئے۔ بعد مرزا احمد بیگ کے رشتہ داروں کو خط لکھے کہ تم لوگ اس امر کی کوشش کرو ورنہ میں سخت شرمندہ ہو جاؤں گا جب ادھر سے بھی کام نہ چلا تو مرزا کے چھوٹے بیٹے فضل احمد کے نکاح میں مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی ہمشیرہ زادی سہارہ عزت بی بی تھی اس کو دھمکی دی کہ اگر تم اپنے ماموں مرزا احمد بیگ سے کہہ کر اس کی

بیٹی محمدی کا نکاح میرے ساتھ نہیں کرواؤ گی تو جس روز کہ محمدی کا نکاح کسی غیر سے ہو اسی روز تم کو اپنے بیٹے فضل احمد سے طلاق دلا دوں گا۔ بعدہ عزت بی بی نے اپنے والدین اور ماموں کو لکھا مگر خدا کو تو اسے جھوٹا کرنا تھا انہوں نے کذاب کی ایک نہ سنی اور بڑے زور شور کے ساتھ اس لڑکی کا نکاح دوسرے شخص سے ہو گیا۔ اب اس نے اپنے بیٹے فضل احمد سے کہا کہ تم اپنی عورت عزت بی بی کو طلاق دیدا اس نے انکار کیا اور مرزا نے اس کو عاقی کر کے در شے سے محروم کر دیا جس کا پورا قصہ دلچسپ ”کلمہ فضل رحمانی“ جو اب ادہام غلام قادیانی میں ہے۔ اس قصہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا خوب شہوتی اور نفسانی تھا اور کس قدر ذلت اس کو خلاف ثابت ہونے پر ہوئی۔

۴..... مرزا نے دعا کی تھی اور الہام ہوا کہ میرے گھر میں لڑکا پیدا ہوگا بجائے اس کے لڑکی پیدا ہوئی۔

۵..... پھر الہام ہوا کہ اب کی بار ضرور لڑکا ہوگا جس سے تو میں برکت پائیں گی زمین کے کناروں تک مشہور ہوگا تب لڑکا تو ہوا لیکن سولہ (۱۶) ماہ کا ہو کر گناہ اور بے برکت مر گیا اور اپنے باپ ملصم کو کاذب بنا کر التا داغ جگر پر دھر گیا۔

۶..... مرزا کا الہام کہ میں تجھے زمین کے کناروں تک عزت کے ساتھ شہرت دوں گا تیری محبت دلوں میں ڈال دوں گا۔ (صفحہ ۱۳۳، ازالہ) اس کے برعکس ہوا، سخت بے عزتی اور نفرت کے ساتھ دور تک شہرت ہوئی لوگوں کے دلوں میں غایت شدت کی دشمنی پڑ گئی۔ اگر اسی کا نام عزت و محبت ہے تو یہ مرتبہ مرزا سے بدرجہا بڑھ کر ابلیس کو حاصل ہے۔ یہ پیشگوئیاں اس کی مشقی نمونہ خرواری کا مضمون ہے۔ اگر پوری پیشگوئیاں جو غلط نکلی ہیں بیان ہوں تو دفتر

ہے۔

۵۹..... کامل مہدی نہ موسیٰ تھا نہ عیسیٰ۔ ”اربعین“ نمبر ۲، صفحہ ۱۳ پر مرزا نے کہا۔

فقیر کہتا ہے کہ جو اولوالعزم مرسلین میں سے تھے وہ کامل مہدی نہ ہوئے اور ایک بار خدار، بے شرع، تارک الصلوٰۃ، تارک الصوم، تارک الحج، شہوانی نفسانی شیطانی ایالات والا کامل مہدی ہوا۔ عیسیٰ علیہ السلام جبکہ اس کجخت کے نزدیک مسلمان ہی نہیں تھا تو مہدی کیسے ہوتا جیسے کہ اسے مرزا نے اپنی کتاب ”مواہب الرحمن“ کے صفحہ ۱۲، ۱۳ پر صاف لکھ کر رکھا دیا کہ عیسیٰ یہودی تھا۔

۶۰..... لو قدر الله رجوع عيسى الذي هو من اليهود لرجع العزة الى تلك القوم۔

اقول: یہ تو ظاہر بات ہے کہ یہودی مذہب کا نام ہے، نسب کا نام نہیں ہے۔ کیا مرزا جو پارسیوں کی اولاد ہے مجوسی ہے۔ اے مسلمانو! اب تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس عقد اللہ اور مدد الرسول نے صاف کافر کہہ دیا اب تو کچھ باقی نہ چھوڑا وہ اتنا حق نہیں کہ صاف حرفوں میں لکھ دے کہ عیسیٰ کافر تھا بلکہ اس معظم نبی کے کفر کے مقدمات متفرق کر کے لکھے، دیکھو اپنی کتاب پر عذاب ”کشتی ساختہ“ کے صفحہ ۱۸ پر کہتا ہے۔

۶۱..... جو اپنے دلوں کو صاف کرتے ہیں ممکن نہیں کہ خدا ان کو رسوا کرے۔ کون خدا پر ایمان آیا صرف وہی جو ایسے ہیں۔ (ملفوظات)

اقول: دیکھو! کیسا صاف بک دیا کہ جس کو خدا پر ایمان ہے ممکن نہیں کہ اسے خدا رسوا کرے لیکن عیسیٰ کو رسوا کیا تو ضرور اس کو خدا پر ایمان نہ تھا۔ اور کیا کافر کہنے کے سر پر سینگ ہوتے

ہیں۔ الا لعنة الله على الظالمين۔ مگر الحمد للہ خدا نے آفتاب کی طرح سارے زمانہ کو دکھادیا کہ مرزا ہی ہمیشہ رسوا ہوا۔ کیا اور کیوں نہ ہوتا کہ وہ خدا سے کافر تھا رسولوں سے کافر تھا۔ الا لعنة الله على الكافرين۔

۶۲..... احیائے جسمانی کچھ چیز نہیں احیائے روحانی کے لیے یہ عاجز آیا ہے۔ (ازالمعجزۃ)

اقول: دیکھو اوہ ظاہر باہر معجزہ جس کو قرآن عظیم نے تعظیم کے ساتھ بیان کیا اور آیت اللہ مخدوم ایاہ قادیانی کیسے کھلے لفظوں میں اس کی تحقیر کرتا ہے کہ وہ کچھ چیز نہیں۔ پھر اسے ازالہ اوہام، صفحہ ۴ میں بکتا ہے۔

۶۳..... ماسوائے اس کے اگر مسیح کے اصلی کاموں کو ان حواشی سے الگ کر کے دیکھا جائے جو محض افتراء یا غلط فہمی سے گڑھے ہیں تو کوئی عجوبہ نظر نہیں آتا بلکہ مسیح کے معجزات پر جس قدر اعتراض ہیں، میں نہیں سمجھ سکتا کہ کسی اور نبی کے خوارق پر ایسے شبہات ہوں کیا تالاب کا قصہ مسیحی معجزات کی رونق دور نہیں کرتا۔ (ملفوظ الخلیفہ)

فقیر کہتا ہے کہ یہ کہہ کر (کہ کوئی عجوبہ نظر نہیں آتا) تمام معجزات سے کیسا صاف انکار کر دیا۔

۶۴..... پھر صفحہ ۵۴ میں ہک دیا، زیادہ تر تعجب یہ ہے کہ حضرت مسیح معجزہ نمائی سے صاف انکار کر کے کہتے ہیں کہ میں ہرگز کوئی معجزہ دکھانہیں سکتا مگر پھر بھی عوام الناس ایک انبار معجزات کا ان کی طرف منسوب کر رہے ہیں۔

اقول: یہ کہنا کہ مسیح علیہ السلام خود آپ معجزے سے منکر تھے رسول اللہ پر محض افتراء اور قرآن عظیم کی صاف تکذیب ہے قرآن پاک کہ تو مسیح صادق سے یہ نقل فرماتا ہے کہ ﴿إِنِّي

أَنَا حَنَّانٌ بِأَيَّةٍ مِنْ رَبِّكُمْ أَنِّي أَخْلَقُ لَكُمْ مِنَ الطَّيْرِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنْفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّهِ وَأُنَبِّئُ الْأَكْمَنَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِي الْمَوْتَى بِإِذْنِ اللَّهِ وَأَنْبِئُكُمْ بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدْخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ ”بے شک میں تمہارے پاس تمہارے رب سے یہ معجزے لے کر آیا ہوں کہ میں مٹی سے پرند کی صورت بنا کر اس میں پھونک مارتا ہوں وہ خدا کے حکم سے پرند ہو جاتے ہیں اور میں بحکم خدا مرد مراد اندھے اور بدن بگڑے کو اچھا کرتا اور مردے کو زندہ کرتا ہوں اور تمہیں خبر دیتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو گھروں میں اٹھار کھتے ہو بے شک اس میں تمہارے لیے بڑا معجزہ ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو“۔ ﴿وَجِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ فَانظُرُوا إِلَيْهَا وَاطِيعُونَ﴾ ”میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے بڑے معجزات

! تفسیر کبیر میں ہے کہ مسیح علیہ السلام کے پاس بارہا پچاس (۵۰۰۰۰) ہزار پانچ سو تھے جو آنے کی طاقت رکھتے خود آتا اور جو نہ آسکتا تو مسیح علیہ السلام کو اس کے پاس چلے جاتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی کیا کرتے تھے۔ امام علی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ با صحت یا قیوم کے لفظ سے مرد کو زندہ کرتے تھے مگر یہ شرط کر لیا کرتے تھے کہ بعد اچھا ہونے کے میرے رسول ہونے پر ایمان لانا ہوگا۔ منہ ۱۲

۱۔ جو بزرگوار زندہ ہوئے ہیں ان میں سے ابن عباس نے چار شخص ذکر کیے ہیں۔ عازر، جو زندہ کا پٹا اور عاشر کی بیٹی اور نوح علیہ السلام کے بیٹے سام۔ سوائے سام بن نوح کے سب کے سب دنیا میں زندہ رہے اور ان کی اولاد ہوئی۔ بعد مر جانے عازر کے اس کی بیٹی عیسیٰ علیہ السلام سے آکر کہا کہ تمہارا دوست عازر فوت ہو گیا ہے جس شخص ان کا راستہ ملے گا کہے دیکھ تو وہ مر گیا تھا اس کی قبر پر جا کر دعا کی عازر زندہ ہوا اور اس کی اولاد ہوئی اور ان ایلیٰ اور زبیدی ہونے لگا جیسا کہ اس کے پاس گئے اور دعا کی پس وہ اپنی چار پائی پر اٹھ بیٹھا اور لوگوں نے اس کو اپنے کانوں سے سنا اور اس نے نکلنے اتر کر اپنے پیڑ سے نکلنے لیے اور مکان میں آیا اور زندہ رہا۔ یہاں تک کہ اس کی اولاد ہوئی اور عاشر کی بیٹی عیسیٰ علیہ السلام سے عیسیٰ علیہ السلام سے آکر دعا کی پس وہ قبر سے نکلے اور آہا سراسر اس فقیر ہو گیا تھا چہ خوف قیامت کے اور حالانکہ اس نے سام کی قبر پر مسیح علیہ السلام کے بیٹے نہیں ہوا کرتے تھے پس نبیوں نے پوچھا کیا قیامت ہو گئی ہے؟ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں بلکہ میں نے اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ تمہارے لیے دعا کی ہے پھر ان سے مر جانے کو کہا انہوں نے کہا کہ مردوں کو مرنے کا یہ ہے کہ موت کی تختی میرے اوپر دوسری بار نہ ہو پس مسیح علیہ السلام نے دعا کی اور ان پر موت کی تختی نہ ہوئی۔ (تفسیر رب الابرار، ج ۱، ص ۲۲۸)

لے کر آیا ہوں تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو۔“ اور مرزا قرآن کا جھٹلانے والا کہتا ہے کہ ان کو اپنے معجزات سے انکار ہے۔ کیوں مسلمانوں! قرآن سچا یا قادیانی؟ ضرور قرآن سچا ہے اور قادیانی کذاب جھوٹا۔ کیوں مسلمانوں! جو قرآن پاک کی تکذیب کرے وہ مسلمان ہے یا کافر؟ ضرور کافر ہے بخدا ضرور کافر ہے۔ (قہر الدیان علی مرتد بغدادیان، للفاضل البریلوی

الشیخ احمد رضا خان مجدد المائۃ الحاضرۃ)

۶۵..... اسی قادیانی نے ”ازالہ شیطانی“ میں آخر صفحہ ۱۵۱ سے آخر صفحہ ۱۶۲ تک تو پیٹ بھر کر رسول اللہ و کلمۃ اللہ کو وہ گالیاں دیں اور آیات اللہ و کلام اللہ سے وہ مسخر گئیں کہیں جن کی حدود نہایت نہیں صاف بک دیا کہ جیسے عجائب انہوں نے دکھائے عام لوگ بھی کر لیتے تھے اب بھی لوگ ویسی باتیں کر دکھاتے ہیں۔

۶۶..... بلکہ آج کل کے کرشمے ان سے زیادہ عمدے ہیں۔

۶۷..... وہ معجزے نہ تھے کل کا زور تھا۔

۶۸..... عیسیٰ نے اپنے باپ بڑھئی یعنی مستری کے ساتھ لکڑی لوہے کا کام کیا تھا۔

۶۹..... اس سے یہ کلیں بنانا آگئیں تھیں۔

۷۰..... عیسیٰ کی سب چالاک مسریم سے تھی۔

۷۱..... وہ جھوٹی روٹی تھی۔

۷۲..... سب کھیل تھا ابو ولعب تھا۔

۷۳..... سامری جادوگر کے گوسالے کی مانند تھا۔

۷۴..... بہت مکروہ اور

۷۵ قابلِ نفرت کام تھے۔

۷۶ اہل کمال کو ایسی باتوں سے پرہیز رہا ہے۔

۷۷ عیسیٰ ہدایت کرنے میں بہت ضعیف۔

۷۸ .. اور نکلتا تھا۔

وہ ناپاک عبارات مخرقات یہ ہیں: انبیاء کے معجزات دو قسم کے ہیں۔ ایک محض سمادی جس میں انسان کی تدبیر و عقل کو کچھ دخل نہیں جیسے شق القمر۔ دوسرے عقلی جو عارف عادت عقل کے ذریعہ سے ہوتے ہیں جو الہام سے ملتی ہے جیسے سلیمان کا معجزہ ﴿صَرَخَ مُمَرَّدٌ بَيْنَ قَوَارِيْزٍ﴾ بظاہر مسیح کا معجزہ سلیمان کی طرح عقلی تھا۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ ان دنوں میں ایسے امور کی طرف لوگوں کے خیالات جھٹکے ہوئے تھے جو شعبہ بازی اور دراصل بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے وہ لوگ جو سانپ بنا کر دکھاتے اور کئی قسم کے جانور تیار کر کے زندہ جانوروں کی طرح چلا دیتے مسیح کے وقت میں عام طور پر ملکوں میں تھے۔ سو کچھ تعجب نہیں کہ خدا تعالیٰ نے مسیح کو عقلی طور سے ایسے طریق پر اطلاع دیدی ہو جو ایک مٹی کا کھلونہ کسی قل کے دبانے یا پھونک مارنے پر ایسا پرواز کرتا ہو جیسے پرندہ یا پیروں سے چلتا ہو کیونکہ مسیح اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس تک تجارتی کرتے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ بڑھئی کا کام درحقیقت ایسا ہے جس میں ملکوں کی ایجاد میں عقل تیز ہو جاتی ہے پس کچھ تعجب نہیں کہ مسیح نے اپنے دادا سلیمان کی طرح یہ عقلی معجزہ دکھلایا ہو۔ ایسا معجزہ عقل سے بعید بھی نہیں حال کے زمانے میں بھی اکثر صنائع ایسی ایسی چڑیاں بنا لیتے ہیں کہ بولتی بھی ہیں، ملتی بھی ہیں، دم بھی ہلاتی ہیں اور میں نے سنا ہے کہ بعض چڑیاں گل کے ذریعہ سے پرواز بھی کرتی ہیں، مٹی اور کلمتہ میں ایسے کھلونے بہت بنتے ہیں اور ہر سال

نئے نئے لگتے آتے ہیں۔ ماسوا اس کے یہ بھی قرین قیاس ہے کہ ایسے ایسے اعجازِ عملِ الترب یعنی مسمریزم کے طریق سے بطریقِ لبو و لعب نہ بطورِ حقیقت ظہور میں آسکیں کیونکہ مسمریزم میں ایسے عجائبات ہیں۔ سو یقینی طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ اس فن میں مشق والا مٹی کا پرند بنا کر پرواز کرتا دکھائے کچھ بعید نہیں کیونکہ کچھ اندازہ نہ کیا گیا کہ اس فن کی کہاں تک انتہا ہے۔ سلبِ امراضِ عملِ الترب (مسمریزم) کی شاخ ہے ہر زمانے میں ایسے لوگ ہوتے رہے ہیں اور اب بھی ہیں جو اس عمل سے سلبِ امراض کرتے ہیں اور مفلوج، مبروص ان کی توجہ سے اچھے ہوتے ہیں۔ نقشبندی وغیرہ نے بھی ان کی طرف بہت توجہ کی تھی، محی الدین ابن عربی کو بھی اس میں خاص مشق تھی۔ کالمین ایسے مفلوحوں سے پرہیز کرتے رہے ہیں اور یقینی طور پر ثابت ہے کہ بحکمِ الہی اس عملِ مسمریزم میں کمال رکھتے تھے مگر یاد رکھنا چاہیے کہ یہ عمل ایسا قدر کے لائق نہیں جیسا کہ عوام الناس اس کو خیال کرتے ہیں اگر یہ عاجز اس عمل کو کردہ اور قابلِ نفرت نہ سمجھتا تو ان انجوبہ نما بیوں میں ابنِ مریم سے کم نہ رہتا اس عمل کا ایک نہایت برا خاصہ یہ ہے کہ جو اپنے تئیں اس مشغولی میں ڈالے وہ روحانی تاثیروں میں جو روحانی بیماریوں کو دور کرتی ہیں، بہت ضعیف اور ٹکنا ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گو مسیح جسمانی بیماریوں کو اس عملِ مسمریزم کے ذریعہ سے اچھا کرتے رہے مگر ہدایتِ دتو حید اور دینی استقامتوں کے دلوں میں قائم کرنے میں ان کا نمبر ایسا کم رہا کہ قریب قریب ناکام رہے جب یہ اعتقاد رکھا جائے کہ ان پرندوں میں صرف جھوٹی حیات، جھوٹی جھلک نمودار ہو جاتی تھی تو ہم اس کو تسلیم کر چکے ہیں ممکن ہے کہ عملِ الترب (مسمریزم) کے ذریعہ سے پھونک میں دبی قوت ہو جائے جو اس دخان میں ہوتی ہے جس سے غبارہ اوپر کو چڑھتا ہے۔ مسیح جو جو کام اپنی قوم کو دکھاتا تھا وہ دعا کے ذریعہ سے ہرگز نہ تھے بلکہ وہ ایسے کامِ افتداری

الور پر دکھاتا تھا خدا تعالیٰ نے صاف فرمادیا ہے کہ وہ ایک فطری طاقت تھی جو ہر فرد بشر میں ہے مسیح کی کچھ خصوصیت نہیں چنانچہ اس کا تجربہ اسی زمانے میں ہو رہا ہے مسیح کے معجزات تو اس تالاب کی وجہ سے بے رونق و بیقدار تھے جو مسیح کی ولادت سے پہلے منظرِ عجائبات تھا جس میں ہر قسم کے بیمار اور تمام مجذوم و مفلوج مبروص ایک ہی غوطہ مار کر اچھے ہو جاتے تھے لیکن بعض بعد کے زمانے میں جو لوگوں نے اس قسم کے خوارق دکھائے اس وقت تو کوئی تالاب بھی نہ تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مسیح ایسے کام کے لیے اس تالاب کی مٹی لاتا تھا جس میں روح القدس کی تاثیر تھی۔ بہر حال یہ معجزہ صرف ایک کھیل تھا جیسے سامری کا گوسالہ۔ اچھی

(ملفوظِ اظہیت، الحفۃ المؤمنین المملون)

فقیر کہتا ہے کہ اے مسلمانوں دیکھو! کہ اس دشمنِ اسلام نے اللہ تعالیٰ کے سچے رسول کو کیسی سخت گالیاں دی ہیں۔ ان کے معجزے کو صاف کھیل بنا دیا اور کہا کہ لبو و لعب و شعبدہ و حرقا۔ برص والے اور کوڑھی کو اچھا کرنا عملِ مسمریزم کا تھا۔ اور معجزہ پرند میں تین احتمال پیدا کیے۔ برصی یعنی نجار کی گن یا مسمریزم یا کراماتی تالاب کا اثر اور اس کو صاف سامری کا پنچر اتنا دیا بلکہ اس سے بھی بدتر کہ سامری نے جو اسپ جبریل کی خاک سم اٹھائی وہ اسی کو نظر آئی دوسرے نے اس پر اطلاع نہ پائی مگر مسیح کا کام ایک ایسا دست مال اور مشہور تھا جس سے دنیا جہان کو خبر تھی۔ مسیح پیدا بھی نہ ہوئے تھے جب سے تالاب کی کرامات شہرہ آفاق تھی تو اللہ کا رسول یقیناً اس کافر جادوگر سامری سے بہت کم رہا اور جب کہ مسیح کے وقت میں ایسے شعبدے تماشے بہت ہوتے تھے پھر معجزہ کدھر سے ہوا۔ اللہ اللہ رسولوں کو گالیاں پھر اسلام باقی ہے؟ مرزا تو یقیناً قطعاً کافر مرتد اور (ان شاء اللہ القہار) مخلد فی النار حریق النیران ہوا ہی ہے مگر اندھے وہ لوگ ہیں جو قدرے اردو فارسی عربی پڑھ کر

زعمی مولوی ہو کر مرزا کے ان صریح کفریات کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ میں مرزا صاحب کو کافر نہیں کہتا خطا پر جانتا ہوں۔ ہاں شاید ایسے شخص نالائق کے نزدیک کافر وہ ہوگا جو انبیاء اللہ کی تعلیم کرے۔ کلام اللہ کی تصدیق و تکریم کرے۔ کیا ایسے نالائق مولویوں کو یہ خبر نہیں کہ جو شخص مخالف ضروریات دین کو کافر نہ جانے وہ خود کافر ہے من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر جب تکذیب قرآن پاک و شتم انبیاء کرام بھی کفر نہ ٹھہرا تو خدا جانے فرقہ آریہ و ہندو نصاریٰ و یہود نے اس سے بڑھ کر کیا جرم کیا ہے کہ وہ کفار ٹھہرائے جائیں؟ شاید ایسوں کے دھرم میں تمام دنیا مسلمان ہے نہ کوئی کافر تھا اور نہ اب ہے اور نہ آئندہ کو ہوگا۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ (قہر الدیان علی مرتد ہند دیان لحدوی و استادی و مرشدی الشیخ احمد رضا خان الفاضل المریدی مجدد المذابح المعاصرة عم فیضہ)

۹..... سیر معراج حضرت ﷺ کو اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا بلکہ وہ ایک اعلیٰ درجہ کا کشف تھا۔ (ملفوظ الخیرات صفحہ ۴۷، ازالمہ اداہم)

اقول: اب تو حضرت ﷺ کی صاف صاف اہانت کر دی جو کفر ہے۔ کیونکہ جو کوئی پیغمبر خدا کی اہانت کرے وہ کافر ہے۔ (عقائد عظیم، صفحہ ۲۶۱ و ۱۷)

مسئلہ: ہر پیغمبر کی جناب میں بے ادبی کرنا کفر ہے۔

(جلفا، مہمان القروی، صفحہ ۳۲، سطر اوّل و دیگر کتب عقائد و مالاید میں صفحہ ۱۵۸)

مسئلہ: جو کوئی پیغمبر ﷺ کے بال مبارک کو باڑا یا بالنا کہے وہ کافر ہے۔ (عقائد نظام، صفحہ ۱۷۱)

مسئلہ: جس کلمے میں کسی طرح کی بے ادبی یا اہانت جناب رسول ﷺ کی پائی جائے وہ یقیناً کفر ہے بلکہ ایسا شخص واجب القتل ہے۔ (۴۷۴ صفحہ ۳۱، حنا انفرانس، معلوم ہوا کہ مرزا کا ایمان

۱۔ لفظ تکلیف کا ازالہ اوہام حصہ اول صفحہ ۲۰ میں موجود ہے۔ ۱۲

فامفیوں کی فضیلتہ خواری ہے۔

۸۰۔ حضرت رسول خدا ﷺ کے الہام وحی غلط فہمی سے (ملفوظ الکبیر، ص ۶۸۸، ازالہ اہام)

۸۱ اسی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کا ملہ بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونہ کے موافق منکشف نہ ہوئی ہو اور نہ دجال کے گدھے کی اصل کیفیت ملے ہو اور نہ یا جوج ماجوج کی اصلیت تک وحی الہی نے خبر دی ہو اور نہ ولایت الارض کی ماہیت کما حقہ ہی ظاہر فرمائی گئی ہو (صفحہ ۶۹۱، از الادام)

فقیر عرض کرتا ہے کہ آگے چل کر جواب اس کا دندان شکن قادیانی قلن دیا جائے گا۔ یہاں سمجھ لینا چاہیے کہ معاذ اللہ محمد ﷺ سے علم مرزا کا زیادہ ہے جو چیز احکام دین میں سے حضرت ﷺ نہیں جانتے تھے وہ مرزا جانتا تھا۔

۸۸..... نیا اور پرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو ثابت کر رہا ہے کہ کوئی انسان اپنے اس خاکی جسم کے ساتھ کرۂ زمهریر تک بھی نہیں پہنچ سکتا پس اس جسم کا کرۂ آفتاب و ماہتاب تک پہنچنا کس قدر لغو خیال ہے۔ (ملفوظ اٹھٹھ، صفحہ ۱۲۷، ازاد و اہام)

دفعہ ۱: جس کا نام مشہور از آلہ اوہام ہے مگر اس پر از آلہ اوہام ہی صادق ہے بلکہ وہ حقیقتہً از آلہ اوہام ہے۔ مطلب یہ کہ نہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر گئے اور نہ رسول اللہ ﷺ کا شب معراج میں آسمان پر جانا ہوا۔ خدا پناہ دے ایسے عقیدے سے:

ع ای روشنی طبع تو بر من بلا شدی

حیف امامت بلکہ نبوت کا جہ اور دستار مرزا نے اتار کر پھینک دیا اور فلسفے کے ذرے مارے سرسید احمد کی آرام کرسی کے تلے جا چھپا۔ افسوس کہ مرزا یہ تو مان رہا ہے کہ حضرت ابوس تین (۳) رات دن مچھلی کے پیٹ میں تسبیح تھلیل کرتے زندہ رہے اور پھر صحیح سلامت

اس کے پیٹ سے مونہ کی راہ سے نکل کر قوم سے جا ملے۔ پھر نئے اور پرانے فلسفے نے مرزا کے وہم کا ازالہ نہ کیا اور آج تک نڈا نڈا کہ اے احمق تو نے کیسے مان لیا کہ ایک خاکی انسان گوشت کا ٹکڑا نہنگ دریا کا طعمہ ہو جائے اور اس کے معدہ کے کرہ ناریں جو کہ استخوان کو راکھ کر ڈالتا ہے تین (۳) دن رہا اور گل سر کر کیلوس اور کیلوس اور چھلی کا گوشت و خون کیوں نہ بن گیا۔ تو نے کیسے مان لیا کہ وہ پھر دو بارہ مونہ کے رستے سے صحیح سلامت برآمد ہوا مگر مسیح و مصطفیٰ ﷺ کے رفع جسمانی کے لیے کہ زمریر کو سبز راہ سمجھ لیا۔

۸۳..... قولہ الف: اگر عذر ہو کہ باب نبوت مسدود ہے اور وحی جو انبیاء پر نازل ہوئی اس پر مہر لگ چکی ہے میں کہتا ہوں کہ نہ من کل الوجہ باب نبوت مسدود ہے اور نہ ہر ایک طور سے وحی پر مہر لگائی گئی ہے بلکہ جزئی طور پر وحی اور نبوت کا اس امت مرحومہ کے لیے ہمیشہ دروازہ کھلا ہے۔ (بلفظ الخریف، صفحہ ۱۸، تو بیخ مرام)

۸۴..... ب: وحی الہی پر صرف نبوت کا ماہ کی حد تک کہاں مہر لگ گئی ہے۔ اے غافلوا! اس امت مرحومہ میں وحی کی نالیاں قیامت تک جاری ہیں۔ (بلفظ الخریف، صفحہ ۱۲۲، ۱۲۱، ۱۲۰، ۱۱۹، ۱۱۸، ۱۱۷، ۱۱۶، ۱۱۵، ۱۱۴، ۱۱۳، ۱۱۲، ۱۱۱، ۱۱۰، ۱۰۹، ۱۰۸، ۱۰۷، ۱۰۶، ۱۰۵، ۱۰۴، ۱۰۳، ۱۰۲، ۱۰۱، ۱۰۰، ۹۹، ۹۸، ۹۷، ۹۶، ۹۵، ۹۴، ۹۳، ۹۲، ۹۱، ۹۰، ۸۹، ۸۸، ۸۷، ۸۶، ۸۵، ۸۴، ۸۳، ۸۲، ۸۱، ۸۰، ۷۹، ۷۸، ۷۷، ۷۶، ۷۵، ۷۴، ۷۳، ۷۲، ۷۱، ۷۰، ۶۹، ۶۸، ۶۷، ۶۶، ۶۵، ۶۴، ۶۳، ۶۲، ۶۱، ۶۰، ۵۹، ۵۸، ۵۷، ۵۶، ۵۵، ۵۴، ۵۳، ۵۲، ۵۱، ۵۰، ۴۹، ۴۸، ۴۷، ۴۶، ۴۵، ۴۴، ۴۳، ۴۲، ۴۱، ۴۰، ۳۹، ۳۸، ۳۷، ۳۶، ۳۵، ۳۴، ۳۳، ۳۲، ۳۱، ۳۰، ۲۹، ۲۸، ۲۷، ۲۶، ۲۵، ۲۴، ۲۳، ۲۲، ۲۱، ۲۰، ۱۹، ۱۸، ۱۷، ۱۶، ۱۵، ۱۴، ۱۳، ۱۲، ۱۱، ۱۰، ۹، ۸، ۷، ۶، ۵، ۴، ۳، ۲، ۱)۔

۸۵..... حضرت موسیٰ کی پیشگوئیاں بھی اس صورت پر ظہور پذیر نہیں ہوئیں جس صورت پر حضرت موسیٰ نے اپنے دل میں امید باندھی تھی غایت مانی الباب یہ ہے کہ حضرت مسیح کی پیشگوئیاں زیادہ غلط نکلیں۔ (صفحہ ۱۸، ازالہ ابہام)

اقول: اس سے یہ نکلا کہ موسیٰ علیہ السلام کی باتیں بھی غلط ہوتی تھیں گو عیسیٰ علیہ السلام کی غلطی سے کم تھی۔

۸۶..... سورہ بقرہ میں جو ایک قتل کا ذکر ہے کہ گائے کی بوئیاں نفث پر مارنے سے وہ مقتول

۸۷..... کیا تھا اور اپنے قاتل کا پتا نہ دیا تھا یہ محض موسیٰ علیہ السلام کی دھمکی تھی اور علم مسریم ص (ملفوظ صفحہ ۷۳، ازالہ)

اقول: نعوذ باللہ من ذلک الکفر۔ معجزہ کو مسریم کہہ دیا نہ معجزہ کیسا و جال نے شہی اڑا دیا کہ اللہ عزوجل نے اس کے بیان میں فرمایا ﴿فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا كَذَلِكَ يُخْفِي اللَّهُ أَمْرَاتِهِ﴾ ہم نے حکم دیا کہ اس میت پر گائے کا ایک حصہ مارو۔ اللہ اسی طرح مردوں کو جلائے گا۔ دیکھو یہ فعل وقول موسیٰ کا نہ تھا بلکہ خود اللہ عزوجل کا۔ جب اس وہال کے نزدیک یہ دھمکی تھی اور اسی کی طرح اللہ تعالیٰ حشر کے جلائے کو بھی بتاتا ہے تو وہ بھی جلی ہوا اور اگر کچھ حقیقت بھی رکھے اور مرزا اپنے آپ کو قبر سے اٹھتا دیکھ لے تو صاف کہہ دے گا کہ یہ کچھ خدا کی قوت نہیں خدا نے مسریم کے زور سے ایسا کر دکھایا کیونکہ اس دن بھی یہی خدا ہوگا جو آج اس کے نزدیک مسریم دکھا کر دھمکی دے رہا ہے۔

۸۸..... حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چار پرندوں کے معجزے کا ذکر جو قرآن شریف میں ہے ۱۰۰ بھی ان کا مسریم کا عمل تھا۔ (صفحہ ۷۵، ازالہ)

اقول: یہ بھی کفر ہے۔

ذکر جمیع انبیاء علیہم السلام کی لہانت کا

۸۸..... بلکہ اکثر پیشگوئیوں میں ایسے اسرار پوشیدہ ہوتے ہیں کہ خود انبیاء و کوئی جن پر وہ وحی نازل ہو سمجھ میں نہیں آسکتے۔ (بلفظ الخریف، صفحہ ۱۱۴، ازالہ)

اقول: تو محمد ﷺ و دیگر پیغمبروں کی وحی اور الہام کا کیا اعتبار ہے جب کہ وحی ان کی سمجھ میں ہی نہیں آسکتی تھی۔

۸۹..... ایک بادشاہ کے وقت میں چار نبی نے اس کی فتح کے بارے میں پیشگوئی کی اور وہ جھوٹے نکلے اور بادشاہ کو شکست ہوئی بلکہ وہ اسی میدان میں مر گیا۔ (صفحہ ۶۲۹، (۱۲۱))
اقول : یہ اس دجال کا کذب ہے پیغمبروں کو جھوٹا کہنا کفر ہے۔

۹۰..... جو پہلے اماموں کو معلوم نہیں ہوا تھا وہ ہم نے معلوم کر لیا۔ (صفحہ ۶۸۳، (۱۲۱))

اقول : اللعنة الله على الكاذبين تم کو تو خاک بھی معلوم نہیں ہوا جب کہ تیرا خدا عاچی گو بر کا یا ہتھی دانت کا خدا تجھے عیسیٰ نوابہ شراب انگوری یا عیسیٰ دہقان پر انگریزی عبرانی زبان میں الہام نازل کرتا ہے۔

مرزا "براہین احمدیہ" کے صفحہ ۵۵۶ میں انگریزی، عربی، عبرانی زبانوں کے الہام درج کر کے لکھتا ہے کہ ان کے معنی مجھے معلوم نہیں ہوئے کوئی انگریزی خوان اس وقت موجود نہیں اس الہام کا مطلب میری سمجھ میں نہیں آیا وغیرہ وغیرہ ملخصاً۔

پس اس سے ثابت ہوا کہ مرزا کا خدائے ملہم ایسا ہے کہ اپنے ملہم کو محض فضول بے سود الہام کرتا ہے جس کا مطلب دونوں کی سمجھ میں نہیں آتا۔ خوب ہوئی، جو الہام ہوتا ہے وہ مرزا کی سمجھ ہی میں نہیں آتا اور نہ کوئی انگریزی دان ہوتا ہے جو ترجمہ کر کے مرزا کو سنائے تاکہ مرزا تعمیل احکام کریں۔ عجیب الہام ہیں کہ مرزا جن زبانوں سے کورا اور نابلدہ ہے اس کا خدا اس زبان میں الہام اتارتا ہے اس سے مرزا کے خدا کی جہالت اور بے علمی ثابت ہوئی کیونکہ اگر مرزا کا خدا جانتا تو اس کو انگریزی، عبرانی یا بعض عربی الفاظ میں جن کو مرزا نہیں جانتا الہام نہ کرتا۔ کیا یہی الہام قطعی ہیں جن کو نہ مرزا سمجھتا ہے اور نہ غیر کو سمجھا سکتا ہے؟ انہیں الہامات پر دہیات بک کر مسیح موعود بننا چاہتا ہے اور ایسے ہی الہاموں کی تلقین کر کے دن رات دین

دہری لڑ رہا ہے: ج

انہیں کتب ست وایں مژا کار طفلان تمام خوابہ شد
 بقیہ توہنات حضرت عیسیٰ علیہ السلام

۹۱ بیوع (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) نے ایک کنجری کو اپنی بغل میں لیا اور عطر ملوایا۔

(ملخصاً صفحہ ۳۶، ۳۵، رسالہ نور القرآن)

۹۲ مسیح کا بے باپ پیدا ہونا میری نگاہ میں کچھ عجوبہ بات نہیں حضرت آدم علیہ السلام ماں اب باپ دونوں نہیں رکھتے تھے۔ اب قریب برسات آئی ہے باہر جا کر دیکھئے کہ کتنے کیزے مارے بغیر ماں باپ کے پیدا ہو جاتے ہیں۔ (ملفظ الخریف، جنگ مقدس مرزا کی کتاب)

اقول : حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بن باپ پیدا ہونا لوگوں کے واسطے نشان ہے اور رحمت۔
 ۱۰۰ مرزا کی نظر میں قرآن کریم بھی کوئی چیز نہیں ہے۔ پروردگار نے قرآن پاک میں فرمایا
 وَلَنَجْعَلَنَّ آيَةً لِلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِنَّا ﴿سورہ مریم﴾

۹۱ مریم کا بیٹا کشلیا کے بیٹے سے کچھ زیادت نہیں رکھتا۔ (ملفظ الخریف، صفحہ ۱۰۴، انجام آہم)
 فقیر کہتا ہے کہ کشلیا راجہ رام چندر کی والدہ کا نام ہے جس کو ہندو لوگ اوتار پر میشر (۱) کہتے ہیں۔ آریہ لوگ صرف راجہ لکھتے ہیں اور پیدائش اس کی ہندوستان، مقام (۱) حیاتیں ہوئی۔

پس مرزا صورت انسان سیرت شیطان کے اس قول کا لبول کا مطلب یہ ہوا کہ
 حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزدیک اللہ اور رسول کے ایک ہندو راجہ سے وقعت اور عزت میں کم
 ص۔ پروردگار ایسے عقائد پر مکائد سے مسلمانوں کو پناہ دے۔

مرزا قادیانی کے عقائد سب اہل اسلام کے مخالف ہیں

مرزا کے خدا کا پتا نہیں چلتا کہ کون ہے کیونکہ وہ خود اپنی کتاب ”برائین احمدیہ“ میں لکھتا ہے۔ ہمارا خدا عاجی ہے (اس کے معنی ابھی تک معلوم نہیں ہوئے)

(ملفوظات، ص ۵۵۲)

اقول: اصل الہام زبان عربی میں مرزا کا یہ ہے رب اغفر وارحم من السماء ربنا عاج (ملفوظات، ص ۵۵۵، برائین احمدیہ)

ثم اقول: معنی اس عربی کے یہ ہیں کہ (اے میرے رب میرے گناہ بخش اور آسمان سے رحم کر۔ رب ہمارا عاج ہے) مرزا نے ترجمہ میں عاج کی جگہ عاجی لکھا ہے اب یا تو اس نے اسے ناقص ٹھہرایا ہے یا بے نسبت ہے۔ مرزا اگر چہ اپنی جہالت کا اقرار کرتا ہے مگر لفظ کے معنی واضح ہیں پہلی تقدیر پر یہ معنی ہوں گے کہ مرزا کا معبود جو اسے وحی بھیجا کرتا ہے اونٹ ہے، گلے سے آواز نکالتا ہوا یا مونہ کھولے ہوئے یا چہرہ سکڑے ہوئے یا بد خواہ اونٹ۔ اور دوسری تقدیر پر معنی یہ ہوں گے کہ وہ مرزا کا معبود ہاتھی کی ہڈی کا ہے جو امام محمد و امام شافعی کے نزدیک سور کی ہڈی کی طرح نجس ناپاک ہے یا گوبر کا ہے۔ مرزائیوں کو مبارک ہو کہ ان کے پیغمبر کا خدا کیا معقول ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ مرزا کسی چھوٹی موٹی لغت کی کتاب کے دیکھنے پر قادر نہیں ہے کہ عاجی کے معنی جان لیتا اگر مرزائی کہیں کہ الہامی الفاظ کے معنی وہی ہو سکتے ہیں جو خدائے ملہم بتائے کتاب، لغت پر اعتبار نہیں ہو سکتا اور نہ ایسے لفظوں کے واسطے لغت کے دیکھنے کا حکم ہے تو اس کا جواب ان کو مرزائی کی کتاب سے دیا جاتا ہے۔

”برائین احمدیہ“ صفحہ ۳۳۸ پر لکھا ہے اور یہ الہام اکثر معظلمات امور میں ہوتا ہے کبھی اس میں ایسے الفاظ ہوتے ہیں جن کے معنی لغت کی کتاب میں دیکھ کر کرنے پڑتے

(۱۶۱)

اقول: مرزائی اس کا جواب دیں گے کہ انہوں نے کیوں عاجی اپنے خدا کے معنی لغت سے مان لیا نہ کیوں اور کیوں کہہ دیا کہ ”اس کے معنی اب تک معلوم نہیں ہوئے۔“ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کلمہ الکذب قد یصدق مرزا کے ملہم ابلیس نے یہ سچ لفظ ان پر القاء کیا اور ہے ”حق“ مجھے آپ کے قلم سے نکل گیا جب بعد میں اس کے معنوں پر علم ہوا اور مخالف معلوم ہوا تو لکھ دیا کہ اس کے معنی معلوم نہیں ہوئے۔ مگر خداوند کی حکمت ہے کہ مرزائی کے قلم سے اس کے معنی سچ نکل گئے۔ میں اب معتبر کتابوں سے ”عاجی“ مرزا کے خدا کے معنی جان کیے دیتا ہوں۔

قاموس میں ہے العجوة ان توخر الام رضاع الولد عن مواقیتہ وقد محنتہ وعجا البعیر رغا وفاه فتحة و وجهہ زواہ وامالہ والبعیر شرس خلقہ ان میں ہے العاج الزبل والناقۃ اللینۃ الاعطاف وعظم الفیل اور منتخب میں ہے:

استخوان فیل

ناقہ کہ جائے خواب اور نرم باشد

کلمہ کہ بدان شتر تند

سرگیں ۵..... ممتلی ۶..... راہزن (منتخب اللغات، ص ۳۰۲، ملفوظ)

”مجمع البحار“ میں ہے واما العاج الذی هو عظم الفیل فنجس عند

الشافعی۔

پس لفظ عاجی کے معنی وہ معانی ثابت ہو گئے جن کو ہم نے بیان کیا اور حتمی

کا ردوائی مرزا کی اب تک ہوئی سب خاک میں مل گئی اور برباد ہو گئی۔

میرے خیال ناقص میں ہے کہ شاید یہ صفحہ ۵۵۶ ”براہین احمدیہ“ کا کسی صاحب علم کے زیر نظر نہیں آیا ورنہ پہلے ہی سے سب جھگڑے کھینچے ملے ہو جاتے۔ جب مرزا کا خدا (عاجی) بدخواہنٹ یا ہاتھی کی ہڈی کا یا گوہر کا ہے تو اس کے الہامات مندرجہ بالا کے کیا معنی ہوئے اور کیا سمجھے جائیں گے؟ یہ کہ مرزا یا تو بے عقل ہے کہ ”لایدری ما یخرج من راسہ“ یا ”لکذب قد یصدق“ کبھی کبھی سچ حال بتا دینے کی بھی لٹک اس کو آ جاتی ہے یا اس کا ملہم معلم الملوکوت ہے اس سے چھچھلیاں کھیلتا اور اسے مسخرہ بناتا ہے۔ یہاں تو مرزا نے اپنے معبود کی حقیقت بتانے کو لفظ بتایا اور معنی سے انکار کیا۔ اپنے عیسیٰ بننے کی حقیقت کھولنے کو لفظ عیسیٰ کے اور اطلاقات کی توجہ دلائی ہے، لکھتا ہے کہ

مجھے سخت تعجب ہے کہ ہمارے علماء عیسیٰ کے لفظ پر کیوں چڑتے ہیں اسلام کی کتابوں میں تو ایسی چیزوں کا بھی عیسیٰ نام ہے جو سخت مکروہ ہیں چنانچہ ”برہان قاطع“ میں حرف عین میں ہے کہ عیسیٰ وہقان، کنایہ شراب انگوری سے ہے۔ عیسیٰ نو ماہہ اس خوشہ انگور کا نام ہے جس سے شراب بنایا جاتا ہے اور شراب انگوری کو بھی عیسیٰ نو ماہہ کہتے ہیں۔ اب غضب کی بات ہے کہ مولوی لوگ شراب کا نام تو عیسیٰ رکھیں اور تالیفات میں نبی ہا اس کا ذکر کریں اور ایک پلید چیز کی ایک ناپاک کے ساتھ مشارکت کریں، اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ عیسیٰ کے نام سے موسوم کرے وہ ان کی نظر میں کافر ہو۔

(ملفوظ صفحہ ۲۰، کتاب نشان آسمانی تعریف مرزا)

یعنی میں نے اگر اپنے آپ کو عیسیٰ کہا کیا اچھا ہوا عیسیٰ تو شراب کو کہا گیا ہے جو مثل پیشاب کے نجس العین ہے۔ ایسے ہی ایک دوسرے نجس کو بھی عیسیٰ کہا تو کیا گناہ ہو

۱۰ اتنی بدخواہنٹ یا ہاتھی کی ہڈی یا گوہر کی ساخت کا معبود اگر وحی بھیجے، اپنا نبی بنائے تو در ایسے ہی کو جس پر اطلاق عیسیٰ کی سند میں پیشاب کی طرح نجس العین چیز پیش کی ہے۔ پس میری طرف سے علماء کی خدمت میں گزارش ہے کہ مرزا کے خدا عاجی اور اب کی طرح اس کے نام عیسیٰ پر ہرگز غصہ نہ کریں۔ بلکہ یوں کہیں کہ مرزا کا نام عیسیٰ اب انگوری اس کی رہائش قادیان ”حرص والی“ اور اس کی الہامی کتاب انجیل ”انجام اسم“ مع ضمیمہ مرزا اور مرزائیوں کو مبارک ہو۔

۱۱ قتادہ رسول اکرم ﷺ کے معراج جسمانی سے انکار ہے اور حضرت کے جسم اطہر اور الانوار کو کثیف کہہ دیا جو ضد ہے لطیف کی۔ حالانکہ اپنی الہامی کتاب ”براہین احمدیہ“ میں لکھا ہے کہ وجود مبارک حضرت خاتم الانبیاء ﷺ میں کئی نور جمع تھے سوان نوروں پر ایک اور آسمانی جو وحی الہی سے وارد ہو گیا اور اس نور کے وارد ہونے سے وجود مبارک خاتم الانبیاء کا مجمع الانوار بن گیا۔ (ملفوظ صفحہ ۱۸)

۱۲ قول: دیکھو یہ شخص دعویٰ کرتا تھا کہ حضور کا جسم کثیف تھا اور یہی بکتار ہا اپنی متعدد تصانیف میں مکر حضور پر نور حیات النبی ہیں اور یہ بھی ایک معجزہ ہے کہ جو دشمن حضور کا بدگوئی کرتا ہے ایک کبھی اس کے منہ سے حق بات یعنی حضور ﷺ کی صفت صادقہ نکل ہی جاتی ہے۔ اہل سنت و جماعت کے عقائد کا مسئلہ ہے کہ اگر کوئی توہینا کسی نبی ﷺ کے میلے پتروں کو دیا کہے تو کافر ہو جائے گا چہ جائے کہ حضرت کے جسم الانوار کو جو ”یوری خلفہ کھامیری“ من قبلہ“ جو سامنے اور پس پشت سے برابر دیکھتے تھے اور گس تک جسم مبارک پر نہیں بیٹھتی تھی اور اسی لیے سایہ بھی جسم اطہر کا نہ تھا کثیف کہہ دے۔ اب میں مجدد تعالیٰ مرزا پر اسی کی کتاب سے حکم کرتا ہوں کہ وہ فاجر ہے۔ مرزا نے ویجاہ براہین احمدیہ صفحہ ۱۵ میں لکھا ہے

حضرت ﷺ کی مدح میں: شعر

نور شان یک عالمی را در گرفت تو بنور ای کور در شور و شرے
لعل تابان را اگر کوئی کثیف زین چه کاہد قدر روشن جو ہرے
طعنہ بر پا کان نہ بر پا کان بود خود کنی ثابت کہ ہستی فاجرے
لیجے یہاں اپنی ہی مسلمہ مشتبہ دلیل سے مرزا جو بی شمیری کا دعویٰ کرتا تھا حضرت
ﷺ کے جسم مبارک مجمع الانوار کو کثیف کہنے کے سبب سے خود ہی فاجر ہو گیا۔ شعر

چوں خدا خدا ہد کہ پردہ کس درد میلش اندر طعنہ پاکان برد
ضمناً اتنا بھی یاد رہے کہ مرزا کی گمراہی سے کوئی دھوکا نہ کھائے۔ اہلسنت
وجماعت کے نزدیک حضرت ﷺ کو کوئی بار معراج ہوئی ایک بار جسم مبارک کے ساتھ اور
باقی روح مبارک کے ساتھ۔

تفسیر السراج المنیر، جلد دوم، طبع مصر، صفحہ ۲۲۵ میں ہے: والاکثرون علی
انہ اسری بجسده فی الیقظۃ وتواترت الاخبار الصحیحۃ علی ذلک.....
الخ۔ تفسیر روح البیان، جلد ثانی، صفحہ ۳۹۰ میں ہے: وعروجہ بجسده الی الملاء
الاعلیٰ..... الخ حضرت ﷺ کا آسمانوں پر تشریف لیجانا جسم مبارک ہی کے ساتھ ہوا ہے۔
روضۃ الاحباب، صفحہ ۱۷۱ میں ہے: آنچہ معظم سلف وخلف برانند آنست کہ
معراج آنحضرت در بیداری بودہ بر روح وجسد۔ اس کتاب میں دلائل بھی
مذکور ہیں۔ مثلاً ہر حق، جلد چہارم، صفحہ ۵۵۳ میں ہے: اور تحقیق یہ ہے کہ معراج آنحضرت
ﷺ کو ایک بار جاگتے میں ہوئی ہے ساتھ بدن شریف کے اور یہی ہے مذہب جمہور فقہاء
اور متکلمین اور صوفیہ کا۔ تفسیر روئی، صفحہ ۱۲۱ میں ہے: جلد اول لیکن صحیح یہ ہے کہ روح اور جسد

ہوئی ہے۔

زاد المعاد، صفحہ ۳۰ میں ہے: ثم اسری برسول اللہ ﷺ بجسده علی
الصبح۔ جلد اول۔ مطبع نظامی کاپور، طریقہ محمدیہ، صفحہ ۲۳۱، مطبوعہ مصر میں ہے،
والمعراج لرسول اللہ ﷺ فی الیقظۃ بشخصہ حق۔ وہی شرح صفحہ ۲۳۱ ای
بصورۃ الجسمانیۃ لا بالروح فقط کما زعم۔ اور اس شرح کے اسی صفحہ میں ہے
والحق اسراء واحد بمجموع روحہ وجسده یقظۃ وهو مذہب الجمہور
من المحدثین والفقہاء والمتکلمین الخ۔ تفسیر روح البیان، صفحہ ۳۹۰، جلد ثانی میں
قال الکاشفی آنا نکہ درین قصہ ثقل جسد مانع دانند از صعود
ارباب بدعت اند ومنکر قدرت اسی صفحہ میں ہے قال الشیخ الاکبر قدس سرہ
ان معراجہ ﷺ اربع وثلاثون مرة، واحدة بجسده والباقی بروحہ۔ الخ

جو شخص ان معتبر تفسیر پر ایمان لایا ہوا ہے، وہ تو ہرگز ہرگز شک نہ کرے
گا۔ حضرت ﷺ کی معراج جسمی میں صاف فرما رہے ہیں کہ اسی جسم مبارک کے ساتھ
یہ اری میں ایک بار آسمان پر تشریف لیجانا حق ہے۔ پس حق کے مقابل باطل ہی ہے۔ جو
دک کہ بوجہ شرافت جسم معراج جسمی کے قائل نہیں ہیں جیسے مرزائی۔ وہ گمراہ اور پروردگار کی
قدرت کے منکر ہیں۔ پروردگار ہدایت کرے کہ صحیح حدیثیں صحاح ستہ میں بھی نہیں
ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی اہانت کے سبب سے ایسے اندھے ہو گئے ہیں کہ روز روشن ان کے
کے شب و بجور کی طرح سیاہ ہو رہا ہے۔

سوال: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خود اس کی قائل نہیں ہیں کہ اسی جسم مبارک سے معراج
ہوئی بلکہ وہ کہتی ہیں کہ وقت معراج کے نبی ﷺ کا جسم مبارک نہیں غائب ہوا تھا۔ صحیح بخاری

میں ہے عن عائشة ما فقد جسد رسول الله ﷺ..... الخ پس اس سے اور دوسری دلیل جسم مبارک کے نہ جانے کی کون سی ہوگی؟

جواب: اس امر کی تحقیق یہی ہے جو مذکور ہوئی اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے مشاہدے کی خبر نہیں دیتی ہیں کہ رسول اللہ کا جسم گم نہیں ہوا تھا، بلکہ سنی سنائی کہہ رہی ہیں۔ کیونکہ وقت معراج کے نبی نبی عائشہ، رسول اللہ کی زوجہ نہیں تھیں۔ اور نہ کسی بات اور قصہ کے ضبط کرنے کی عمر رکھتی تھیں اور شاید کہ اس وقت تو حضرت عائشہ پیدا نہیں ہوئی تھیں۔

یعنی بخاری، صفحہ ۲۲۹، جلد ۷ میں ہے وذہبت طائفة النبی ان الاسراء بالجسد یقطعة الی بیت المقدس والی السماء بالروح والصحيح انه اسرى بالجسد والروح فی القصة کلها وعلیه يدل قوله تعالى ﴿سُبْحَنَ الَّذِي اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ﴾ اذ لو كان مناما لقال بروح عبده ولم یقل بعبده ولا یعدل عن الظاهر والحقیقة الی التاریل الا عند الاستحالة وليس فی الاسراء بجسده وحال یقطعه استحالة وقال ابن عباس هی رؤیا عین راها لا رؤیا منام. واما قول عائشة ما فقد جسدہ فلم یحدث عن مشاهدة لانها لم تکن حینئذ زوجہ ولا فی سن من یضبط ولعلها لم تکن ولدت فاذا کان لک تكون قد حدثت بذلک عن غیرها فلا یرجح خبرها علی خبر غیرها. وقال الحافظ عبد الحق فی الجمع بین الصحیحین وما روی شریک عن انس انه کان نائماً فیهو زیادة مجهولة وقد روی الحفاظ المتقنون والائمة المشهورون کابن شہاب وثابت البنانی وقتادة عن انس ولم یات احد منهم بها وشریک لیس بالحافظ عند اهل الحديث۔ اخی

اور اس سے پیشتر بھی بعض لوگوں کو یہ شبہ ہوا ہے کہ شکل بدن مانع ہے عروج سے، مگر اس کا جواب یحییٰ بخاری نے اس طور سے دیا ہے کہ ارواح چار قسم پر ہیں۔ اول قسم ارواح کی وہ ہے جو کہ مکملہ رہیں صفات بشریہ کے ساتھ۔ اور ان پر حیوانی قوتیں غالب ہیں، وہ ارواح عوام کی ہیں جو بالکل عروج اور ترقی کو قبول نہیں کرتے۔ دوسری قسم ارواح کی وہ ہے کہ جو قوت غیبیہ اور نظریہ کے ساتھ کامل ہوں، وہ ارواح علماء کی ہیں۔

تیسری قسم وہ ہے جو کہ اخلاق حمیدہ سے کامل ہوئی اور ان کے ابدان اور اجساد صفائی اور طہارت سے تربیت اور پرورش پا چکے اور نفسانی قوتوں کو عبادت کی تکالیف اور محتوٰن سے توڑا یہ ارواح ریاضت اور مجاہدہ کرنے والوں عابدوں اور زاہدوں کی ہیں۔ چہارم وہ قسم ہے ارواح کی جن کو دونوں قوتوں کا کمال حاصل ہے۔ قوت مدبرۃ للبدن اور قوت غیبیہ، یہ ارواح انبیاء علیہم السلام اور صدیقین کی ہیں پس جیسے کہ ان حضرات کی ارواح کو کمال قوت حاصل ہے ایسا ہی ان حضرات کے ابدان کو قوت ارتقاع اور ترقی اور بلندی کی حاصل ہے اسی واسطے انبیاء علیہم السلام کا عروج ہوا آسمان پر اور سب انبیاء علیہم السلام سے قوت میں زیادہ ہمارے محمد ﷺ تھے لہذا اس قدر عروج ہوا کہ قاب قوسین اور ادنیٰ تک تشریف لے گئے۔

اور عبارت یعنی، جلد ثانی صفحہ ۲۱۰ کی یہ ہے: ومنها (ای من السوالات فی هذا المقام ای مقام المعراج) مناقیل کیف تصور الصعود الی السموات وما فوقها والجسم الانسانی کثیف قبل هذا اجیب بان الارواح اربعة اقسام:

(الاول) الارواح الكدرة بالصفات البشرية وهى ارواح العوام غلبت عليها القوى الحيوانية فلا تقبل العروج اصلاً.

(والثاني) الارواح النقية لها كمال القوة النظرية للبدن باكتساب العلوم وهذه ارواح العلماء.

(والثالث) الارواح النقية لها كمال القوة المدبرة للبدن باكتساب الاخلاق الحميدة وهذه ارواح المتراضين اذ كسر واقوى ابدانهم بالارتياض والمجاهدة.

(والرابع) الارواح النقية حصل لها كمال القوتين فهذه غاية الارواح البشرية وهى ارواح الانبياء والصدّيقين فكما ازداد قوة ارواحهم ازداد ارتفاع ابدانهم عن الارض ولهذا لما كان الانبياء صلوات الله عليهم قويت فيهم هذه الارواح عرج بهم الى السماء واكملهم قوة نبينا ﷺ فعرج به الى ﴿قَاب قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ الخ﴾

قوله: "مرزا ازالہ اوہام" میں بکتا ہے کہ جب چالیس ہزارفت کی بلندی پر ایسی ہوا ہے کہ اس میں انسان زندہ نہیں رہ سکتا تو حضرت عیسیٰ کیوکر اٹھائے گئے اور اتارے جائیں گے؟
..... الخ

یہی دلیل حضرت ﷺ کی معراج سے منکر ہونے کی بھی ہے جیسے کہ قبل اس سے اس کی کتابوں سے نقل کیا گیا ہے۔

افقول: میں سخت متعجب ہوں اس مرزا کی عقل پر، کہ وہ قادر قوی جس نے انصوص میں اپنی قدرت کا ماہ اور طاقت شاملہ سے خبر دی ہے اور کتنے ہی امور کا وقوع جن تک ہماری عقل

نفس کی رسائی ناممکن ہے بیان فرمایا یہ مرزا اس پر دروگار کو دفع ایذا ہوا پر قہر نہیں جانتا۔
استحاب کہف کو کس طرح تین سو نو (۳۰۹) سال تک سلایا اور قیامت تک اُسی طرح رہیں گے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی تو ستر ہزار (۷۰۰۰۰) فٹ کی بندھن سے بھی زیادہ اونچائی پر تھی، جس میں انواع حیوانات موجود تھے، وہ سب کے سب کس طرح زندہ رہے؟
سورہ مریم میں باری تعالیٰ نے فرمایا۔ ﴿وَإِذْ نُوحِي فِي الْمِكْنَبِ إِذْ يُرْسِدُ أَنَّهُ تَكَانَ صِدْقًا نَّبِيَّاهُ وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا﴾ یا کو رو (اے محمد) حضرت ادريس علیہ السلام کا حال تحقیق تھا وہ سچائی، اٹھا لیا ہم نے اس کو مکان عالی پر، یہ تمام کتب تفاسیر اور اہل اسلام میں یہی معنی اور یہی اعتقاد ہے کہ حضرت ادريس علیہ السلام آسمان پر زندہ اٹھائے گئے، اسی جسم غصری کے ساتھ۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَمَا قَتْلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ﴾ وہی لفظ "رفع" کا ذکر یہاں بھی ہے۔

یہاں صرف حضرت شیخ اکبر محمد الدین بن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا ایک مسئلہ فصوص الحکم سے نقل کرتا ہوں جن کی سند میں مرزا بھی اپنی ازالہ اوہام میں لکھتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضرت الیاس، حضرت ادريس علیہ السلام ہی میں جو حضرت نوح علیہ السلام سے پیشتر نبی تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو مکان عالی پر اٹھا لیا۔ پس وہ قلب الافلاک یعنی فلک الشمس میں رہتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دوبارہ شہر بعلبک کی طرف مبعوث فرمایا..... الخ۔ کیا اب بھی حضرت رسول خدا ﷺ کا جسمی معراج اور صعود عیسیٰ علیہ السلام کا بحمدہ العصری محالات سے معلوم ہوگا؟ کیا خداوند کریم مرزا کا فلسفہ توڑنے کی قدرت نہیں رکھتا؟ اسی فلسفے نے مرزا کو بیوقوف اور سفیہ بنایا۔ جو عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں بکتا ہے کہ آسمان پھاڑ کر مسیح کا آنا اور حضرت محمد ﷺ کی شان میں بکتا ہے کہ وہ آسمان پھاڑ کر تشریف لے گئے اور واپس

تشریف لائے۔۔۔ الخ۔ مروجہ یہ ہے کہ مرزا میں اس کے خدا عاجی کی روح باتیں کرتی ہے جیسے کہ اس کا الہام ہے۔ اور اس کے مریدوں میں کسی معلم المملکت کی روح باتیں کرتی ہے۔

فلسفہ چوں اکثرش باشد سندہ پس کل آن ہم سندہ باشد کہ حکم الکل حکم الاکثر است
اعتقاد: فرشتے کوئی نہیں، جو کچھ عالم میں ہو رہا ہے وہ سیارات کی تاثیرات سے ہو رہا ہے۔ مرزا نے ”توضیح مرام“ صفحات ۳۳، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۶۷ میں لکھا ہے ملائکہ وہ روحانیات ہیں کہ ان کو یونانیوں کے خیال کے موافق نفوس فلکیہ یا دساتیر اور وید کے موافق ارواح کو اکب نام زد کریں۔ درحقیقت یہ ملائکہ ارواح کو اکب اور سیارات کے لیے جان کا حکم رکھتے ہیں اور عالم میں جو کچھ ہو رہا ہے انہیں سیاروں کے قوالب اور ارواح کی تاثیرات سے ہو رہا ہے۔ (ملفوظات الخلیف)

اقول: مرزا جبکہ فرشتوں کا منکر ہوا تو قرآن وحدیث کا منکر ہوا۔ ایمان تفصیلی میں فرشتوں پر ایمان لانا فرض ہے اور منکر اس کا کفر ہے۔ یہ خود قرآن شریف ہی کی آیت سے ثابت ہے۔

اعتقاد: جبرائیل علیہ السلام انبیاء علیہم السلام کے پاس زمین پر کبھی نہیں آئے اور نہ آتے ہیں۔ (صفحہ ۲۸، ۷۰، ۸۵، توضیح مرام)

اقول: حضرت ﷺ نے صمد باحدیثوں میں فرمایا ہے ”کہ جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آتے ہیں۔“ اور یہ ایسا مشہور ہے کہ ادنیٰ درجہ کا طالب العلم بھی جانتا ہے پس مرزا نے رسول اللہ ﷺ کو چھوٹا جانا۔ نعوذ باللہ منہ

اعتقاد: قرآن شریف میں گندی گالیاں بھری ہیں اور قرآن شریف سخت زبانی کے طریق

استعمال کر رہا ہے۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۲۶، ۲۷)

اقول: یہ قرآن شریف کی عیب گوئی وعیب جوئی ہوئی اور یہ کفر ہے۔ واہ رے مرزا کا ایمان قرآن پر۔

اعتقاد: ”براہین احمدیہ“ (مولفہ مرزا) خدا کا کلام ہے۔ (ازالہ اوہام، صفحہ ۵۳) مرزا نے لکھا ہے خدا تعالیٰ نے ”براہین احمدیہ“ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی۔ اسی **اعتقاد:** قرآن شریف کے معجزات مسریم اور شعبدے ہیں۔ (ازالہ اوہام، صفحہ ۴۸، ۵۰، ۵۱) **اعتقاد:** قرآن شریف میں یہ عبارت انا انزلناہ قریبا من القادیان موجود ہے۔ **اقول:** دیکھو مرزا کیا کہتا ہے۔

قولہ: جس روز الہام مذکورہ بالا جس میں قادیان میں نازل ہونے کا ذکر ہے، ہوا تھا۔ اس روز کشتی طور پر میں نے دیکھا کہ میرے بھائی مرحوم مرزا غلام قادر میرے قریب بیٹھ کر باواز بلند قرآن شریف پڑھ رہے ہیں اور پڑھتے پڑھتے انہوں نے ان فقرات کو پڑھا انا انزلناہ قریبا من القادیان۔ تو میں نے سن کر بہت تعجب کیا کہ کیا قادیان کا نام قرآن شریف میں لکھا ہوا ہے؟ تب انہوں نے کہا کہ یہ دیکھو لکھا ہوا ہے۔ تب میں نے نظر ڈال کر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ فی الحقیقت قرآن شریف کے دائیں صفحہ میں شاید شاید قریب نصف کے موقع پر یہی الہامی عبارت لکھی ہوئی موجود ہے۔ تب میں نے دل میں کہا کہ ہاں واقعی طور پر قادیان کا نام قرآن شریف میں درج ہے اور تین شہروں کا نام قرآن شریف میں اعزاز کے ساتھ لکھا ہوا ہے مکہ، مدینہ، قادیان۔ (ملفوظات الخلیف، صفحہ ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳

کدعہ بنانے کی کیا ضرورت ہے؟ اور کیونکر؟ مگر افسوس مرزا کے حافظہ پر پہلے تو قادیان کی نسبت اس طور پر بک چکا ہے۔

قادیان کا نام پہلے پشتوں میں استعارہ کے طور پر دمشق رکھ کر پیشگوئی بیان کی گئی ہوگی۔ کیونکہ کسی کتاب، حدیث یا قرآن شریف میں قادیان کا نام لکھا ہوا پایا نہیں جاتا۔

(لفظ صفحہ ۷۷، ازالہ اوہام)

اور اب جتنا ہے کہ قادیان کا نام قرآن شریف میں موجود ہے۔ مرزا نے یہ عیاری کی کہ امام مہدی تو کدعہ سے نکلے گا اور میرے گاؤں کا نام قادیان ہے کس طور پر مناسبت پیدا کی جائے؟ پس کہہ دیا کہ قادیان کی عربی کدعہ بنائی گئی حالانکہ قادیان تو خود عربی ہے پس مرزا کی کس بات یا الہام پر اختیار کیا جائے۔ ”قادی“ بمعنی جلدی کتندہ یا جنگل سے آنے والا۔ قاموس میں ہے: قادت قادیة جاء قوم قدا قحموا من المادية والفرس۔ قديانا ”اسرع“۔

قادیان اس کی جمع ہے اور قادیانی اسی کی طرف منسوب ہے یعنی جلدی کرنے والوں یا جنگل سے آنے والوں کا ایک۔ اس مناسبت سے میری تفصیل میں ہر سچاؤے جنگلی کا نام قادیانی ہوا۔

اچھا خیر اصل مطلب پر آتا ہوں مرزا اپنے اعتقاد بے بنیاد کے موافق ٹھیک ٹھیک پتہ دے دے کہ یہ آیت انا انزلناہ قریبا من القادیان کس پارہ؟ کس سورہ؟ کس رکوع میں ہے؟ مرزا اور تین سو تیرہ (۳۱۳) مرزائی قرآن شریف سے نکال کر دکھلائیں لیکن ہرگز دکھلا نہ سکیں گے۔ اس سے نعوذ باللہ تعالیٰ قرآن شریف کا تنسیخ اور کم و بیش ہونا ثابت ہوتا ہے اور حالانکہ تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ قرآن شریف کا ایک شوشہ بھی کم و بیش نہیں ہو سکتا۔

پس مرزا ہی کا الہی حافظہ اس امر میں تحریر کردوں وہ خود ”ازالہ اوہام“ میں صفحہ ۱۳۸ لکھتا ہے کہ:

ہم پختہ یقین کے ساتھ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن شریف خاتم کتب الہی ہے ایک شے یا نقطہ اس کے شرائع اور حدود اور احکام اور اوامر سے زیادہ نہیں ہو سکتا اور نہ کم ہو سکتا ہے اور اب ایسی وحی یا ایسا الہام من جانب اللہ نہیں ہو سکتی، جو احکام قرآنی کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کی تبدیلی یا تغیر کر سکتا ہو۔ اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ ہمارے نزدیک جماعت مومنین سے خارج اور لحد اور کافر ہے۔ (لفظ)

افسوس! مرزا اپنے ہی اعتقاد اور تحریر الہامی سے جماعت مومنین سے خارج اور لحد اور کافر کہہ گیا۔ کسی مولوی صاحب کے فتوے کی بھی ضرورت نہ رہی۔ مرزا کی ہر کتاب میں ایسے تعارض اور تناقض موجود ہیں اس کا رو خود اس کی کتابوں میں موجود ہے۔ نعوذ باللہ من المحور بعد الکور۔ اب میں اسی لفظ ”کدعہ“ کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ مرزا جو جابجا اپنی کتابوں میں لکھتا ہے کہ قادیان کی عربی ”کدعہ“ سے مراد قادیان ہے۔ پس میں مہدی ہوں۔ جو کدعہ یعنی قادیان سے پیدا ہوا ہوں۔

سو اس میں میرا یہ دعویٰ ہے کہ وہ لفظ کدعہ کا ک۔ د۔ ع۔ ہ سے اصل حدیث میں ہرگز ثابت نہیں، یہ مرزا کا محض دھوکا ہے اور اگر بغرض محال کہیں پایا بھی جائے، تو کاتب کی غلطی ہے۔ البتہ صحیح لفظ حدیث کا کدعہ ہے۔ ک۔ ر۔ ع۔ ہ سے بجائے دال مہملہ کے راء ہوا ہے۔ حافظ محمد لکھنوی اپنی کتاب ”احوال الاخرہ“ میں فرماتے ہیں جس کا اردو زبان میں مطلب یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک دن امام حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر فرمایا کہ رسول

اللہ ﷻ نے فرمایا کہ ”یہ بیٹا میرا سید ہے اس کی پشت سے ایک مرد ہوگا اس کا نام محمد ہوگا۔“
 خصلت اس کی رسول ﷺ سے مشابہ ہوگی۔ زمین کو عدل سے پر کر دے گا۔ اس کی والدہ
 کا نام آمنہ، باپ کا نام عبداللہ ہوگا۔ ملک یمن میں ایک بستی ہے، کرم اس کا نام ہے وہاں
 سے ہوگا۔ وقت بات کرنے کے صاف نہ بولے گا بوجہ لکنت کے، زبان میں لکنت ہوتی ہے
 وقت بات کرنے کے اڑ کر بولتا ہے اور اس پر ہاتھ مارتا ہے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ یمن
 میں ایک قریہ ہے، جس کا نام کرم ہے۔ جو حضرت ﷺ کے وقت میں موجود اور آباد تھا اور
 اب بھی موجود ہے۔

موضع قادیان کی تحقیق

در اصل نام اس کا قادیان نہ تھا بلکہ مرزا کے مورث اعلیٰ مسیحی قاضی ماجھی نے اس
 کو آباد کیا۔ بابر بادشاہ کے زمانہ میں اور اس کا نام ”اسلام پور قاضی ماجھی“ رکھا۔ جب اس
 موضع کے باشندے یزیدی اور شریر ہو گئے تو اسلام پور جاتا رہا محض قاضیان رہ گیا۔ تلفظ عوام
 میں ضاد کو وال سے مناسبت صوتی ہے قاضیان کا قادیان ہو گیا اور بابر بادشاہ نے ۱۵۲۶ء
 سے لے کر ۱۵۳۰ء تک ہندوستان وغیرہ میں بادشاہی کی ہے۔ ملا ماجھی صاحب مورث
 اعلیٰ مرزا کا سلطان سکندر بادشاہ پسر بہاول شاہ لودھی کے وقت میں تھا اور بابر بادشاہ نے
 کابل سے آکر ابراہیم بادشاہ کو شکست دیکر اس کا تخت لے لیا۔ یہ واقعہ ۱۵۲۳ء کا ہے۔ خیر
 تاریخی امور کو ترک کر کے ثابت ہوتا ہے کہ قصبہ قادیان مدت چار سو (۴۰۰) سال سے آباد
 ہے قبل اس کے آباد نہ تھا۔ یہ تحقیق مرزاہی کی کتاب ”ازالہ اوہام“ صفحہ ۱۲۴ و ۱۲۳ میں درج
 ہے۔ پس ظاہر ہو گیا کہ ظہور و تولد امام مہدی صاحب کی حدیث کو موضع قادیان سے کوئی لگاؤ
 نہیں ہے۔ حدیث کو ۱۳۲۴ برس ہوئے اور قادیان اس وقت معدوم تھا اب چار سو (۴۰۰)

آباد و اگر مرزا اور مرزائی تین سو تیرہ (۳۱۳) مع مردوں کے بھی شامل ہو جائیں
 اتنا تک تلاش کریں تب بھی ہرگز نہ کر سکیں گے کہ امام مہدی صاحب کدہ مغرب
 سے پیدا ہوں گے خواہ اپنے عابی خدا سے گریہ اور الحاح بھی کر لیں بلکہ معاملہ ہی
 نہ ہے بلکہ اکثر احادیث صحیحہ میں ہے کہ دجال مشرق سے نکلے گا۔ خود مرزا اس بات کو
 ”ازالہ اوہام“ صفحہ ۲۹ میں لکھتا ہے:
 دجال مشرق کی طرف سے خروج کرے گا یعنی ملک ہند سے۔ کیونکہ یہ ملک ہند زمین
 کے مشرق کی طرف ہے۔ (متن علیہ ازالہ اوہام)

حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ دجال ہندوستان سے نکلے گا۔

(ازالہ اوہام صفحہ ۲۸)

فقیر کہتا ہے کہ یہ بات بھی ظاہر ہے کہ مرزا کا قادیان ملک ہند میں حجاز سے
 ”اب“ ہے اور کسی حدیث میں یہ بات نہیں کہ امام مہدی صاحب ملک مشرق یا ہندوستان
 سے نکلے گا بلکہ دجال ہی کے بارے میں وارد ہے کہ ملک عرب سے پورب کے ملک
 دجال ہوگا۔ جس کو مرزا خود بھی مانتا ہے تو اب ثابت ہو گیا کہ مرزا خود ہی دجال ہے
 ”ادجال نہ ہو مگر خلیفہ دجال تو ہے۔“ جب مرزا نے رسالہ ”انجام آتھم“ بنایا تو اس
 ۱۸۹۱ء تھا اور ہذا خلیفۃ الدجال کے اعداد ابجدی سے بھی ۱۸۹۶ء پورے نکلتے
 ہیں ”انجام آتھم“ کے بنانے کے وقت ہی سے خلیفہ دجال ہوا کیونکہ رسالہ ”انجام
 آتھم“ اس سنہ میں بنایا گیا۔

اصلاً ہر دو بر فناختہ در چین جاہا سپر انداختہ

خیال کرنا چاہیے مرزا جو صفحہ ۴۱، ضمیمہ میں لکھتا ہے۔ خدا اس مہدی کی تصدیق کرے گا۔

اقول: کیا مرزا کے ہاتھ پر مکہ معظمہ کے لوگوں نے رکن یمانی پر بیعت کر لی ہے؟ جیسا کہ امام مہدی صاحب کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا آپکا ہے۔ بلکہ مکہ معظمہ تو خواب یا الہام میں بھی دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ کیا ابدال شامی مرزا کے پاس حاضر ہو گئے ہیں؟ جیسے کہ امام مہدی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوں گے بلکہ ابدال سے مرزا ہزاروں کوں بھاگتا تھا۔ کیا غیب سے آواز آئی ہے؟ کہ ہذا خلیفۃ اللہ المہدی فاسمعوا لہ واطیعوا۔ ”یہ خلیفہ اللہ تعالیٰ کا مہدی ہے اس کی بات سنو اور تابعداری کرو“ بلکہ غیب سے تو یہی ارشاد ہو رہا ہے کہ ہذا خلیفۃ الشیطان فلا تسمعوا لہ ولا تطیعوا۔ (یہ خلیفہ ہے شیطان کا نہ اس کی بات سنو اور نہ اس کی تابعداری کرو) یہی آواز ہر طرف سے آرہی ہے ہر طرف سے مرزا کی تکذیب اور تکفیر کے فتاوے اور رسالے آرہے ہیں۔ جب مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ ہی کے لوگوں نے صاف حکم کفر کا مرزا پر کر دیا تو اب اور کس جگہ کا اعتبار ہوگا؟

دیکھو! مرزا خود لکھتا ہے۔ مکہ اسلام کا مرکز اور لاکھوں صلحاء اور علماء اور اولیاء اس میں جمع ہوتے ہیں اور ایک ادنیٰ امر بھی جو مکہ میں واقع ہوئی الفور اسلامی دنیا میں مشہور ہو جاتا ہے۔ (ملاحظہ صفحہ ۲۲ مرزا کی کتاب ست چہن)

جب مرزا بڑے گھر سے نکالے جا چکے اور کسے سے دھکے لگے تو اب دنیا بھر میں کیوں نہ مشہور ہو کہ مرزا غلام احمد قادیانی کذاب اور دجال ہے۔ افسوس مہدی بننا چاہتا ہے اور ایک بات بھی مہدی کی اس میں نہیں پائی جاتی۔ (اوستا بل فضل رحمان)

مرزا کا الہام دروغ ہوا صفحہ ۴۱، ضمیمہ انجام آتھم“ میں لکھا ہے۔ دور دور سے اس کے (مہدی کے) دوست جمع کرے گا جن کا شمار اہل بدر کے شمار کے برابر ہوگا یعنی تین سو

(۳۱۲) ہوں گے اور ان کے نام بتید مسکن و خصلت چھپی ہوئی کتاب میں درج ہوں۔ نہ ملوئی میرے حق میں پوری ہوئی۔ ملاحظہ

۱۹۰۱ء مرزا کے وہی تین سو تیرہ (۳۱۳) دوست ہیں جن میں انہوں نے سترہ (۱۷) آدمی اس سے فوت شدہ و لکھ کر تعداد پوری کی ہے۔ کیا عمدہ فخر کی بات ہے کہ چورانوے کروڑ لاکھوں مقبولہ سے مرزا کے صرف تین سو تیرہ ہی دوست ہیں وہ بھی بعض تنخواہ لینے والے۔ آپ صاحبوں کو معلوم ہوگا کہ مسیلمہ کذاب جس نے حضرت ﷺ کے زمانے میں نبی کا کاذب دعویٰ کیا تھا اس کے ساتھ لاکھ آدمی سے زیادہ معتقد تھے اور مہدی سوڈانی نے اس میں بھی جو مرزا کے یوم ولادت میں برابر تھا، تین لاکھ فوج جان نثار محض مفت سر دیتے ہیں، جو دھڑی۔ ابھی تھوڑا عرصہ ہوا کہ ملک ایران میں ایک شخص جس کا نام ”باب“ تھا میٹھار کے پاس موجود تھے پھر ذرا رام سنگھ کو کہہ دو۔ کچھ کو کہہ دو کہ تو اس کے ساتھ ولادت پاؤ تو ادنیٰ ہو گیا تھا اب بھی ہزاروں کو کہے اس کی عدم موجودگی میں موجود ہیں مرزا و تین سو تیرہ معتقد پر کیا فخر ہونا چاہیے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی محمد احمد سوڈانی سے مطابقت

چونکہ مہدی سوڈانی محمد احمد نامی کا تذکرہ درمیان میں آچکا ہے جس کی مطابقت ان کی تاریخ پیدائش و ظہور و دعویٰ وغیرہ امورات میں ٹھیک ٹھیک ہوتی ہے۔ اس لیے اب ”داوی محمد فضل الدین صاحب مالک مطبع“ ”اخبار وفادار“ کی مرتبہ کتاب سے ہدیہ دین لڑتا ہوں۔ وہو ہذا۔

۱۱۱۱ء ہے ایک کافر کا اور کو اس کی ذات اور تمہی ۱۱۱۱ء

ان کے یعنی مہدی سوڈانی کے عالم وجود میں آنے کا زمانہ سن ۱۲۵۹ ہجری اور سن ۱۸۴۲ عیسوی اور ان کے ظہور مہدویت کی تاریخ اگست مطابق رمضان ۱۸۸۱ء سے محسوب ہوتی ہے اور ان کے اعلان مہدویت کا خلاصہ یہ تھا کہ ”میں ہی وہ مہدی موعود ہوں جس کا تمہیں دس (۱۰) گزشتہ صدیوں سے انتظار تھا اور میں ہی وہ آخر الزمان ہوں جو اس مشکل مسئلہ کو حل کروں گا کہ مسلمانوں کے پولیٹیکل نفاق کو دور کروں اور ان کو ایک ہی سچی راہ شریعت پر چلاؤں اور حشر و نشر کی سہولتوں کے لیے تیار کروں اور مخالفان اسلام کا دشمن اور مہتان اسلام کا دوست اور حامی بنا رہوں“۔ (صفحہ ۵) اور اس نے اپنا نام محمد احمد لکھا جو غالباً زیادہ اعتبار کے لائق ہے۔ بہر حال وہ بھی تمام قرائن کی رو سے کاذب تھا مگر بھر بھی ایک نہایت درجہ کا محتاط، پرہیزگار، عالم، فاضل، اسلام پرست تھا جس کی علمی اور تمدنی لیاقتوں کا اس سے زیادہ کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ آج ان کے پاس کم و بیش تین لاکھ جانثار خدا واسطے لڑنے کو موجود ہیں۔ (لفظ صفحہ ۹) ان کے تین ہم عصر اور بھی مہدی کہلاتے ہیں۔ مخلصاً صفحہ ۹ کتاب ”کلمہ فضل رحمانی“ میں ہے کہ راقم آثم کے دل میں پروردگار نے فتنہ پیدائش قادیانی کا یوں القاء کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تبارک اسمہ سپارہ ﴿وَاغْلُظْ﴾ میں فرماتا ہے ﴿اَلَا فِي الْفِتْنَةِ مَسْقُطٌ﴾ یعنی (آگاہ ہو جاؤ وہ فتنے میں گرے) گویا عوام کو ان کے فتنہ سے آگاہی دی گئی ہے۔ اس آیت شریفہ سے بحساب الجبر ۱۲۵۹ سن پیدائش مرزا کا نکالا اور یہی ۱۲۵۹ مہدی سوڈانی کی پیدائش کا سن بھی ہے مرزا خود اپنی کتاب ”آئینہ کمالات اسلام“ میں لکھتا ہے کہ سوئیک سن ۱۲۷۵ ہجری جو آیت ”وَاٰخِرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ“ کے حروف کے اعداد سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس عاجز کی بلوغ اور پیدائش غانی اور تولد روحانی کی تاریخ ہے بلفظ۔ یعنی ۱۲۷۵ کو مرزا جوان اور بالغ ہوا اور یہی ۱۲۷۵ء شباب ظلم کا بھی ہے اس کے اعداد بھی ۱۲۷۵ ہیں۔ جب پندرہ سال بلوغت کے اس سے نکال دیئے جائیں تو ۱۲۵۹

۱۲۵۹ سو اٹھ پیدائشی سال مرزا کا رہتا ہے جس کی خبر باری تعالیٰ نے ”اَلَا فِي الْفِتْنَةِ مَسْقُطٌ“ میں دی ہے اور یہی تاریخ مہدی کاذب سوڈانی کی بھی ہے۔ مہدی سوڈانی کی تاریخ ظہور ۱۸۸۲ء ہے وہی تاریخ مرزا کی مہدویت اور مثیل مسیح وغیرہ کی ہے جیسا اس نے ”دراہین احمدیہ“ کے حصہ سوم میں لکھا ہے۔ مرزا لکھتا ہے کہ ”میں تیرہویں صدی پر ہو ا۔ میرے نام کے اعداد بھی پورے تیرہ سو (۱۳۰۰) ہیں۔ غلام احمد قادیانی۔ اسی واسطے میں نبی داور مسیح موعود ہوں“۔ مرزا اس کو اپنے دعویٰ پر بڑی قوی دلیل جانتا ہے۔

اے حضرات ذرا خیال کرنا چاہیے کیا اگر اور کسی کے نام کے بھی اعداد پورے تیرہ سو (۱۳۰۰) نکل آئیں تو کیا وہ بھی تیرہویں صدی کا مجدد ہوگا؟ ہم نہ مانیں گے مگر مرزا اور مرزائیوں کو ضرور ماننا چاہیے۔ لیجئے سینے چند آدمیوں کے پورے تیرہ سو اعداد میں نکال دیتا، ان کو بھی مجھ دکھنا ہوگا حالانکہ مرزا ان میں سے بعض کو سخت گالیاں دے چکا ہے۔

۱۔ مہدی کاذب محمد احمد برم (عاجز) سوڈانی۔ ۱۳۰۰

مرزا کا بھائی جو خاکروبوں کا پیغمبر موجود ہے یعنی

۲۔ مرزا امام الدین ابو او تار لال بیکیان قادیانی۔ اس کے نام کے اعداد بھی تقریباً تیرہ سو

۳۔

مرزا کا فاضل حواری نور الدین موجود ہے یعنی

۳۔ مولوی حکیم نور الدین مستہام (حیران) بمیروی۔ ۱۳۰۰

مرزا کے ایک دوست بھی آپ کے ساتھ ہیں یعنی

۴۔ مولوی کامل سید نذیر حسین دہلوی۔ ۱۳۰۰ علی ہذا القیاس۔

مرزا کا مدعی بن کر اب سخت حیرانی میں ہے۔ حیدر اعظمی ہے ۱۲۔

اور جس قدر نام چاہوں نکالوں ان کے عدد تیرہ سو پورے کرتا چلا جاؤں لیکن کیا اس سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ فلاں مجدد یا مسیح موعود اور مہدی مسعود ہے؟ ہرگز نہیں مرزا کا اپنے نام کے اعداد نکال کر دعویٰ پیغمبری کرنا محض بیہودہ اور بیچ و بچ باز سچے طفلان ہے۔ (کلمہ رضی رحمانی)

اقول: سب سے لطیف تر بلکہ قرآنی معجزہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ ﴿تَنْزِيلُ عَلَى كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ﴾ (شیطان اترتے ہیں ہر بڑے بہتا نہائے گنہگار پر) یہ پوری آیت کریمہ ہے اور اس کے عدد پورے تیرہ سو (۱۳۰۰)۔ بلاشبہ مرزا پر شیطان اتر کر تے تھے اور انہیں کے دوسووں کو مرزا وحی جانتا تھا۔

مرزا کی نحوست کا بیان

جب سے مرزا پیدا ہوا اس کی موت تک ملک پر تگی اور قحط اور بلایا اور فتن ہی جوش زن رہے۔ کیا مہدی موعود ایسا ہی ہوگا جو تمام عالم کے لیے رحمت اور محنت ہوگا؟ سنیے مرزا کی تاریخ بلوغ ۱۲۳۳ھ مطابق ۱۸۵۷ء زما نہ غدر گزرا ہے اور لوگوں کو یہ دے کہ کیا کیا حالتیں مخلوقات کی ہوئیں جو ناگفتہ بہ ہیں حتیٰ کہ سلطنت اسلامی کی رہی سہی رونق کا بھی ستیا ناس ہو گیا۔ بہادر شاہ کو جلاوطن کر کے وہی سے رنگوں میں پہنچایا اور ان کے دو بیٹے اور ایک پوتا دہلی کے فتح ہوتے ہی گولی سے مار ڈالے گئے۔ (دیکھو "واقعات ہند" ص ۳۱)۔ پھر جب ۱۸۹۶ء و ۱۸۹۷ء میں دعویٰ مہدی مسعود ہونے کا کیا تو تمام جہان کو قحط و اساک باران دو بائے طاعون اور زلزلوں نے برباد کر دیا یہ اثر مرزا کی نحوست کا اب تک باقی ہے۔ (نعوذ باللہ) ایسے مہدی مردود ہے۔

مرزا نے اپنے اعتقاد میں جو جو غلط اور جھوٹ بکا ہے وہ تحریر کرتا ہوں:

الف۔ سنت جماعت کا مذہب ہے کہ امام مہدی فوت ہو گئے آخر زمانے میں انہیں کے نام پر ایک اور امام پیدا ہوگا لیکن محققین کے نزدیک مہدی کا آنا کوئی امر یقینی نہیں ہے۔ (بلفظ الخیر، صفحہ ۳۵، از لکھنؤ، ۱۳۵۷ھ)

ب۔ امام مہدی کا آنا بالکل صحیح نہیں ہے جب مسیح بن مریم آئے گا تو امام مہدی کی کیا ضرورت ہے؟ (بلفظ الخیر، صفحہ ۵۱۸، از لکھنؤ، ۱۳۵۷ھ اور انجام آتھم) میں تو عیسیٰ علیہ السلام کے آنے سے بھی منکر ہو گیا تھا۔

ع مگر در غلو را حافظ نباشد

دیکھو! رسالہ "انجام آتھم" مرزا کی تصنیف صفحہ ۶۹ میں لکھتا ہے کہ من بآمدن

ھیج مسیح خونی و مہدی خونی قاتل نمی باشم۔

فقیر کہتا ہے کہ مرزا کا دعویٰ کہ میں مہدی موعود ہوں علاوہ اس بحث اور دلائل کے بد پیچھے گزر چکے ہیں ان کی اپنی ہی تحریرات الہامی سے باطل ہو گیا۔ اور باطل بھی ایسا کہ تاویل کی بھی گنجائش نہیں رہتی۔ مرزائیوں کے لیے شرم کرنے اور ذوب مرنے کا مقام ہے کہ مرزا خود ہی لکھتا ہے کہ مہدی کا آنا بالکل صحیح نہیں ہے ابن مریم کے آنے سے مہدی کی کوئی ضرورت نہیں پھر اسی مہدی کا ادعا کی جاتا ہے کہ حدیث کے مطابق میں ہی مہدی ہوں اور کسی جمہور کی مخالفت کر کے سیدھے مسلمانوں کو دھوکا دیا کہ اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے کہ مہدی فوت ہو گئے۔ ناظرین کتب حدیث اور سیر کو ملاحظہ کریں کہ یہ کسی کا مذہب نہیں۔ مگر سچ ہے کہ جب کسی کے دماغ میں نور آ جاتا ہے تو اس کو اگلی جھلکی باتیں یاد نہیں رہا کرتیں۔ اشرف الانبیاء اور دو جہاں کے سردار رسول اللہ ﷺ کی باتوں میں چون و چرا کرنا

سخت گستاخی اور بے ادبی ہے جس کا نتیجہ خراب ہے۔ حضرت ﷺ حضرت عیسیٰ اور امام مہدی علیہ السلام دونوں کا آنا قیامت کی علامات سے بیان فرماتے ہیں اور صد ہا احادیث میں مذکور ہوا اور مرزا کہتا ہے کہ کیا ضرورت ہے؟ مسلمانوں کی خدمت میں عرض ہے کہ اللہ عزوجل کے کاموں کے لیے ضرورت و علت تلاش کرنی عجب گروہی ہے جبکہ رسول کریم ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ ”امام مہدی آئیں گے“۔ تو اب مسلمان کو ضرورت اور علت تلاش کرنے کی کیا حاجت ہے؟ دل اور جان سے ماننا چاہیے بمقابلہ روشن نص جلی وانی کافی کے اپنے قیاس اور عقل کو دخل دینا شیطانی کام ہے۔ یعنی جلد ۴ صفحہ ۶۰۸ میں ہے وفیہ قول عمر رضی اللہ عنہ التسليم للشارع في امور الدين وحسن الاتباع فيما لم يكشف عن معانيها وقال الخطابي فيه تسليم الحكمة وترك طلب العلل وحسن الاتباع فيما لم يكشف لنا عنه من المعنى وامور الشريعة على ضربين ما كشف عن علته ومالم يكشف وهذا ليس فيه الا التسليم۔ اہی

قولہ: میں ایک مسلمان ہوں امنت باللہ وملائکتہ وکتابہ ورسلہ والبعث بعد الموت۔ (ملفوظ صفحہ ۶۰۸، ازالہ اوہام)

اقول: قبل اس سے ”توضیح المرام“ کی عبارت میں مرزا نے بکا تھا کہ فرشتے کوئی چیز نہیں ارواح کو اکب اور تاثیرات کو اکب سے عبارت ہے۔ اور اب ملائکہ پر ایمان لایا اس کا باعث بھی وہی حافظہ کا فور ہے۔ ورنہ اگر یاد ہوتا کہ میں پہلے فرشتوں کا انکار کر چکا ہوں تو اب کبھی اقرار نہ کرتا۔ مگر اس میں دو باتیں اور مرزا کی قباحت اعتقاد پر پائی گئیں کہ وہ قیامت اور قدر پر ایمان نہیں رکھتا والیوم الآخر والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ۔ پر ایمان ضروری ہے۔

اعتقاد: پایہ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ مسیح دجال جس کے آنے کی انتظاری تھی یہی پادریوں کا کردہ جوئڈی کی طرح دنیا میں پھیل گیا ہے۔

(ملفوظ الخیر ص ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۱۴، ۱۶۱۵، ۱۶۱۶، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲، ۱۶۲۳، ۱۶۲۴، ۱۶۲۵، ۱۶۲۶، ۱۶۲۷، ۱۶۲۸، ۱۶۲۹، ۱۶۳۰، ۱۶۳۱، ۱۶۳۲، ۱۶۳۳، ۱۶۳۴، ۱۶۳۵، ۱۶۳۶، ۱۶۳۷، ۱۶۳۸، ۱۶۳۹، ۱۶۴۰، ۱۶۴۱، ۱۶۴۲، ۱۶۴۳، ۱۶۴۴، ۱۶۴۵، ۱۶۴۶، ۱۶۴۷، ۱۶۴۸، ۱۶۴۹، ۱۶۵۰، ۱۶۵۱، ۱۶۵۲، ۱۶۵۳، ۱۶۵۴، ۱۶۵۵، ۱۶۵۶، ۱۶۵۷، ۱۶۵۸، ۱۶۵۹، ۱۶۶۰، ۱۶۶۱،

اعتقادِ دوکان سے مراد قُطْعِ عظیم و شدید ہے۔ (بلفظ صفحہ ۵۱۳، ارادہِ اوہام)

اقول: مطلب مرزا کا یہ ہے کہ دُخان جو صحیح حدیث میں وارد ہے وہ کچھ نہ ہوگا۔ یہ صحیح حدیث سے انکار ہوا۔

اعتقاد: مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنی رکھتا ہے کہ ممالک مغربی آفتاب سے منور کیے جائیں گے اور ان کو اسلام سے حصہ ملے گا۔ (بلفظ صفحہ ۵۱۵، ارادہِ اوہام)

اقول: یہ بھی صحیح حدیثوں سے انکار ہے اور جب آفتاب مغرب سے طلوع کرے گا تو بد کا دروازہ بند ہوگا کافر اسلام لائے تو قبول نہیں، فاسق توبہ کرے تو قبول نہیں، قال اللہ تعالیٰ ﴿يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ﴾ اسلام پھیلنے کی اچھی برکت ہوئی کہ اسلام ہی قبول نہیں۔ پھر مرزا ہدایتِ عبث کرنا اور اپنی دعوت میں قرآنِ عظیم کا مخالف تھا جب ایمان قبول ہی نہیں تو دعوت کس لیے؟ مرزا کا نبی بنا نے والا بھی جب احمق تھا کہ مردود چیز مانگنے کے لیے مرزا کو مقرر کیا۔

اعتقاد: کئی قبر میں سانپ اور بچھو دکھاؤ۔ (ملخصاً صفحہ ۴۱۵، ارادہِ اوہام)

اقول: اب عذابِ قبر سے بھی انکار کر دیا۔ جب نہ دیکھے تھے اب تو ہر وقت انہیں سے پالا پڑتا ہوگا۔ جو چیز نظر نہ آئے اس پر ایمان نہ لانا ہی لحد و ہر یہ کاشمہ ہے کہ ”خدا ہے تو دکھاؤ“۔

اعتقاد: هفصد و هفتاد قالت دیدہ ام، بارہا چون سبزہ ہا روئیدہ ام۔ (بلفظ صفحہ ۸۱، کتابِ ست بچہ مرزا کی تالیف)

اقول: اب تنازع بھی اعتقاد کر لیا جو ہندو اور کھڑک کا اعتقاد ہے۔ اور کیوں نہ ہو کہ مرزا جی مہاراج کرن اوتار بھی تو ہیں۔

اعتقاد: (اہم) ہم نے تم کو بخش چھوڑا ہے جو جی چاہے سو کر۔ (بلفظ ملخصاً صفحہ ۵۶۰، براہین)

(اہم) اصل عبارت عربی یہ ہے اعمل ما شئت فانی قد غفرت لک۔

اعتقاد: (اہام) ہم نے تجھے کھلی کھلی فتح دی ہے یعنی کھلی کھلی فتح دیں گے تاکہ تیرا خدا (ماجی) تیرے اگلے پچھلے گناہ بخش دے۔ (بلفظ صفحہ ۵۷، ہمراہِ انجامِ آخر)

فقیر کہتا ہے کہ چونکہ مرزا کو حسبِ دلخواہ عمل کرنے کا حکم خدا سے ہو چکا ہے اسی واسطے پیغمبروں کو گالیاں دیتا ہے اور آیات اور احادیث اور ضروریاتِ دین سے انکار کرتا ہے جب کہ پہلے ہی سے معافی کی دستاویز مل چکی ہے تو اب کس بات کا خوف رہا البتہ یہ دستاویز دینے والا عاجی خدا ہوگا۔ ہاتھی دانستہ کا یا گوبر کا۔

اعتقاد: قوله ”ومن دخله سكان اعنا“ ہم نے تیرا سینہ نہیں کھولا؟ ہم نے ہر ایک بات میں تیرے لیے آسانی نہیں کی؟ تجھ کو بیتِ الفکر اور بیتِ الذکر عطا کیا۔ ”بیتِ الفکر“ سے اس جگہ وہ پوچھا مراد ہے جس میں یہ عاجز کتاب کی تالیف کے لیے مشغول رہا ہے اور رہتا ہے اور ”بیتِ الذکر“ سے مراد وہ مسجد ہے جو اس پوچھا کے پہلو میں بنائی گئی ہے اور وہ من دخلہ کان اعنا اس مسجد کی صفت میں بیان فرمایا ہے۔ (بلفظ لُغِیۃً منقطاً صفحہ ۵۵۸، براہین احمدیہ)

اقول: وعلى اعتقاد ذلك المهدى الضال المضل۔ یہ آیت شریفہ مسجدِ حرامِ بیتِ اللہ شریف کے حق میں وارد ہوئی ہے یہاں تک کہ مسجدِ نبوی ﷺ اور مسجدِ بیتِ المقدس کے بارے میں ایسا فرمان نہ آیا مگر مرزا کی مسجدِ قادیان میں اس کے حق میں یہ فرمان وارد ہوا۔ مرزا کے خدا عاجی نے اس کے سارے گناہ بھی بخش دیئے۔ جو اس کا جی چاہے وہی کرے اور پھر اس کی مسجد میں جو کوئی داخل ہوا وہ پروردگار کے عذاب سے امن میں ہوا۔ قادیان کو مکہ بنایا اور اپنی مسجد کو مسجدِ حرام اور بیتِ اللہ بنایا۔ پس اسی واسطے حج کو نہیں گیا۔ اب عرب کے ملک کو شقت کر کے حج کی کیا ضرورت رہی۔ مرزا کے بھائی مرزا امام الدین اوتار لال بیکیاں نے بھی قادیان میں چوہڑوں کا حج مقرر کیا تھا۔ (دیکھو کتاب ”دیوبند“ مؤلف مرزا امام الدین)

اعتقاد: مرزا مسلمانوں کے دشمن جانی ہیں۔

قولہ: جو شریر بد باطن نالائق نام کے مسلمان جمعہ کی نماز نہ پڑھیں گے وہ گورنمنٹ برٹش انڈیا کے باغی ہیں ان کو سزا ملنی چاہیے۔ اسی دیکھو اشتہار جمعہ کی تعطیل کا مورنہ کیم جنوری ۱۸۹۶ء۔

اقول: پس دیہاتی مسلمان جہاں نماز جمعہ نہیں پڑھی جاتی سب باغی ہوئے۔ (نعوذ باللہ)
اعتقاد: مرزا اپنی کتابوں میں تصویریں بھی بناتا تھا، تصویر یسوع کی شکل پر مجسم بیٹا، تصویر کبوتر کی شکل پر مجسم روح القدس، تصویر آدم کی شکل پر مجسم باپ۔ (ملفوظ سنہ ۱۲۳۵، انجم آہم)

(تین تصویریں کبوتر، آدم، یسوع کی بنائی ہیں)
اقول: پس مرزا کا عمل احادیث صحیحہ کے خلاف پر پایا گیا۔ کیا یہی مہدی ہے؟ نہیں نہیں بلکہ صاف ضال مضل کا زب ہے۔ اور یہ تین لیے تو نصاریٰ کے باپ کیوں بدل لیا وہی اپنے گوبر والے کی تصویر دی ہوتی۔

اعتقاد: مرزا کا کوئی پیرو مرشد نہیں ہے۔

قولہ: میرا کوئی والد روحانی نہیں ہے کیا تم ثبوت دے سکتے ہو کہ تمہارے سلاسل اربعہ نقشبندی، قادری، چشتی، سہروردی میں سے کسی سلسلہ میں داخل ہے؟

(ملفوظ صفحات ۵۶۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۱۴، ۱۶۱۵، ۱۶۱۶، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲، ۱۶۲۳، ۱۶۲۴، ۱۶۲۵، ۱۶۲۶، ۱۶۲۷، ۱۶۲۸، ۱۶۲۹، ۱۶۳۰، ۱۶۳۱، ۱۶۳۲، ۱۶۳۳، ۱۶۳۴، ۱۶۳۵، ۱۶۳۶، ۱۶۳۷، ۱۶۳۸، ۱۶۳۹، ۱۶۴۰، ۱۶۴۱، ۱۶۴۲، ۱۶۴۳، ۱۶۴۴، ۱۶۴۵، ۱۶۴۶، ۱۶۴۷، ۱۶۴۸، ۱۶۴۹، ۱۶۵۰، ۱۶۵۱، ۱۶۵۲، ۱۶۵۳، ۱۶۵۴، ۱۶۵۵، ۱۶۵۶، ۱۶۵۷، ۱۶۵۸، ۱۶۵۹، ۱۶۶۰، ۱۶۶۱، ۱۶۶۲، ۱۶۶۳، ۱۶۶۴، ۱۶۶۵، ۱۶۶۶، ۱۶۶۷، ۱۶۶۸، ۱۶۶۹، ۱۶۷۰، ۱۶۷۱، ۱۶۷۲، ۱۶۷۳، ۱۶۷۴، ۱۶۷۵، ۱۶۷۶، ۱۶۷۷، ۱۶۷۸، ۱۶۷۹، ۱۶۸۰، ۱۶۸۱، ۱۶۸۲، ۱۶۸۳، ۱۶۸۴، ۱۶۸۵، ۱۶۸۶، ۱۶۸۷، ۱۶۸۸، ۱۶۸۹، ۱۶۹۰، ۱۶۹۱، ۱۶۹۲، ۱۶۹۳، ۱۶۹۴، ۱۶۹۵، ۱۶۹۶، ۱۶۹۷، ۱۶۹۸، ۱۶۹۹، ۱۷۰۰، ۱۷۰۱، ۱۷۰۲، ۱۷۰۳، ۱۷۰۴، ۱۷۰۵، ۱۷۰۶، ۱۷۰۷، ۱۷۰۸، ۱۷۰۹، ۱۷۱۰، ۱۷۱۱، ۱۷۱۲، ۱۷۱۳، ۱۷۱۴، ۱۷۱۵، ۱۷۱۶، ۱۷۱۷، ۱۷۱۸، ۱۷۱۹، ۱۷۲۰، ۱۷۲۱، ۱۷۲۲، ۱۷۲۳، ۱۷۲۴، ۱۷۲۵، ۱۷۲۶، ۱۷۲۷، ۱۷۲۸، ۱۷۲۹، ۱۷۳۰، ۱۷۳۱، ۱۷۳۲، ۱۷۳۳، ۱۷۳۴، ۱۷۳۵، ۱۷۳۶، ۱۷۳۷، ۱۷۳۸، ۱۷۳۹، ۱۷۴۰، ۱۷۴۱، ۱۷۴۲، ۱۷۴۳، ۱۷۴۴، ۱۷۴۵، ۱۷۴۶، ۱۷۴۷، ۱۷۴۸، ۱۷۴۹، ۱۷۵۰، ۱۷۵۱، ۱۷۵۲، ۱۷۵۳، ۱۷۵۴، ۱۷۵۵، ۱۷۵۶، ۱۷۵۷، ۱۷۵۸، ۱۷۵۹، ۱۷۶۰، ۱۷۶۱، ۱۷۶۲، ۱۷۶۳، ۱۷۶۴، ۱۷۶۵، ۱۷۶۶، ۱۷۶۷، ۱۷۶۸، ۱۷۶۹، ۱۷۷۰، ۱۷۷۱، ۱۷۷۲، ۱۷۷۳، ۱۷۷۴، ۱۷۷۵، ۱۷۷۶، ۱۷۷۷، ۱۷۷۸، ۱۷۷۹، ۱۷۸۰، ۱۷۸۱، ۱۷۸۲، ۱۷۸۳، ۱۷۸۴، ۱۷۸۵، ۱۷۸۶، ۱۷۸۷، ۱۷۸۸، ۱۷۸۹، ۱۷۹۰، ۱۷۹۱، ۱۷۹۲، ۱۷۹۳، ۱۷۹۴، ۱۷۹۵، ۱۷۹۶، ۱۷۹۷، ۱۷۹۸، ۱۷۹۹، ۱۸۰۰، ۱۸۰۱، ۱۸۰۲، ۱۸۰۳، ۱۸۰۴، ۱۸۰۵، ۱۸۰۶، ۱۸۰۷، ۱۸۰۸، ۱۸۰۹، ۱۸۱۰، ۱۸۱۱، ۱۸۱۲، ۱۸۱۳، ۱۸۱۴، ۱۸۱۵، ۱۸۱۶، ۱۸۱۷، ۱۸۱۸، ۱۸۱۹، ۱۸۲۰، ۱۸۲۱، ۱۸۲۲، ۱۸۲۳، ۱۸۲۴، ۱۸۲۵، ۱۸۲۶، ۱۸۲۷، ۱۸۲۸، ۱۸۲۹، ۱۸۳۰، ۱۸۳۱، ۱۸۳۲، ۱۸۳۳، ۱۸۳۴، ۱۸۳۵، ۱۸۳۶، ۱۸۳۷، ۱۸۳۸، ۱۸۳۹، ۱۸۴۰، ۱۸۴۱، ۱۸۴۲، ۱۸۴۳، ۱۸۴۴، ۱۸۴۵، ۱۸۴۶، ۱۸۴۷، ۱۸۴۸، ۱۸۴۹، ۱۸۵۰، ۱۸۵۱، ۱۸۵۲، ۱۸۵۳، ۱۸۵۴، ۱۸۵۵، ۱۸۵۶، ۱۸۵۷، ۱۸۵۸، ۱۸۵۹، ۱۸۶۰، ۱۸۶۱، ۱۸۶۲، ۱۸۶۳، ۱۸۶۴، ۱۸۶۵، ۱۸۶۶، ۱۸۶۷، ۱۸۶۸، ۱۸۶۹، ۱۸۷۰، ۱۸۷۱، ۱۸۷۲، ۱۸۷۳، ۱۸۷۴، ۱۸۷۵، ۱۸۷۶، ۱۸۷۷، ۱۸۷۸، ۱۸۷۹، ۱۸۸۰، ۱۸۸۱، ۱۸۸۲، ۱۸۸۳، ۱۸۸۴، ۱۸۸۵، ۱۸۸۶، ۱۸۸۷، ۱۸۸۸، ۱۸۸۹، ۱۸۹۰، ۱۸۹۱، ۱۸۹۲، ۱۸۹۳،

آسمان پر اٹھانے کا ارادہ کیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مکان میں جو چشمہ تھا۔ اُس سے باہر نکل کر اس حال میں کہ آپ کے سر مبارک سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ اپنے بارہ (۱۲) حواریوں کے پاس تشریف فرما ہوئے اور فرمایا کہ بے شک تم میں سے ایک شخص مجھ پر ایمان لانے کے بعد بارہ (۱۲) مرتبہ کافر ہوگا۔ بعد ازاں فرمایا کہ کون شخص ہے تم میں سے جس پر میری شہادت ڈالی جائے اور وہ میری جگہ مقتول ہو اور میرے درجے میں میرے ساتھ رہے؟ پس ایک نوجوان شخص نے کھڑے ہو کر عرض کی کہ میں ہوں یا رسول اللہ! تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کو فرمایا کہ تو بیٹھ جا۔ اور آپ نے دوبارہ پھر اسی لفظ کا اعادہ فرمایا۔ پھر وہی شخص کھڑا ہوا غرض چوتھی مرتبہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تو ہی وہ شخص ہے پھر عیسیٰ علیہ السلام کی شہادت اس پر ڈالی گئی یعنی بعینہ مثل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہر ایک چیز میں ہو گیا باذن پروردگار۔ اور عیسیٰ علیہ السلام مکان کے روشندان سے آسمان کی طرف اٹھائے گئے۔ بعد ازاں یہود کے جاسوس آئے اور اس شبیہ کو پکڑا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سمجھ کر مقتول اور مصلوب کیا۔ پھر بعض لوگ بارہ مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پھر گئے بعد ایمان کے۔

اور اس کے بعد تین فرقے ہو گئے۔ ایک فرقہ اس امر کا قائل ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام ہمارے درمیان میں خدا ہو کر رہا، جب تک اس نے چاہا، پھر آسمان کی طرف چڑھ گیا۔ اس فرقے کو ”یعقوبیہ“ کہتے ہیں۔ دوسرے فرقے نے کہا کہ خدا کا بیٹا تھا جب تک اس نے

۱۔ حواریوں میں اختلاف ہے کہ یہ کون لوگ تھے؟ بعض نے کہا مصلیٰ کپڑے والے تھے۔ بعض نے کہا رگمیز۔ بعض نے کہا اول میں اور تو تھی بعد کو۔ لوگ کپڑے دھونے والے ہو گئے۔ بعض نے کہا بادشاہ تھے اور یہ بھی جائز ہے کہ بعض رگمیز ہوں۔ بعض کپڑے دھونے والے بعض مائی گیر بعض بادشاہ۔ بارہ (۱۲) تھے و حیرہ (۱۳) یا زائد کہ کیر ۱۲۔

چاہا ہم میں رہا، خداوند کریم نے اپنی طرف اس کو اٹھا لیا۔ اس گروہ کا نام ”نسطوریہ“ ہے۔ دوسرے فرقے کا یہ مذہب تھا کہ خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہمارے گروہ میں رہا۔ جب خداوند کریم نے چاہا، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھا لیا۔ اس گروہ کو ”مسلمان“ کہتے ہیں۔ پھر دونوں فرقے کافروں کے مسلمانوں کے فرقے پر غالب آئے اور قتل کر ڈالا پھر امام معدوم رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ اور یہ اسناد صحیح ہے۔ ابن عباس کی طرف۔ اور روایت کیا اس اثر کونسا ئی نے ابی کریم سے انہوں نے ابی حاد یہ سے مثل طریق مذکور کے اور اسی طرح ذکر کیا بہت علمائے متقدمین نے اور روایت کیا عبد بن حمید اور ابن مردویہ اور ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت مجاہد سے کہ یہود نے دار چڑھایا عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ کو اس حال میں کہ گمان کرتے تھے اس شبیہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حالانکہ مسیح علیہ السلام کو پروردگار نے زندہ آسمان پر اٹھا لیا۔ اور قادیان شاگرد اُس ﷺ سے بھی ایسا ہی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دشمن یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کرنے پر فخر کرتے تھے، مگر ان کا گمان غلط ہے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور ان کی شبیہ ایک شخص پر ڈالی گئی اور وہی قتل کیا گیا۔ اور روایت کیا ابن جریر نے سدی تابعی شاگرد ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہ فرمایا سدی نے کہ محاصرہ کیا یہود نے عیسیٰ علیہ السلام کا مع ان کے مدگاریوں کے ایک مکان میں۔ پس فرمایا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو کہ تم میں سے کون قبول کرتا ہے صورت میری تاکہ قتل کیا جائے میری جگہ اور اگلے اس کے جنت ہو؟ پس قبول کیا ایک نے ان میں سے اور اٹھائے گئے عیسیٰ علیہ السلام

۲۔ چار فرقے ہوئے تھے۔ یعقوبیہ، نسطوریہ، مائی مائی حق۔ مائی کا یہ مذہب تھا کہ خدا تین ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور بی بی سریم۔ ۳۔ آجی ”کتاب السعیدات“ لاء امام ابی نصر محمد بن عبدالرحمن الہمدانی۔ صفحہ ۳۹

طرف آسمان کے۔ یہی ہے مضمون پروردگار کے قول کا ﴿وَمَكْرُؤًا وَّمَكْرًا لِلَّهِ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ﴾

واخرج ابن جریر عن ابی مالک ﴿وَأَنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا كَيْفَ مَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ قال ذلك عند نزول عيسى ابن مريم لا يبقى احد من اهل الكتاب الا امن به. اور اخرج کیا ابن جریر نے ابی مالک سے صحیح تفسیر قول باری تعالیٰ ﴿وَأَنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ...﴾ کے فرمایا انہوں نے یہ بات نزدیک نزول عیسیٰ ابن مریم کے ہوگی یعنی اس زمانے میں جو اہل کتاب ہوگا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے گا، قبل موت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے۔ اور اخرج کیا عبد بن حمید اور ابن منذر نے شہر بن حوشب سے کہ روایت ہے محمد بن علی بن ابی طالب سے آیت مذکورہ کی تفسیر میں کہ ہر ایک اہل کتاب کو ملائکہ موندھ اور چوتڑ پر ماریں گے اور کہیں گے کہ تم جھوٹ بولے تھے کہ مسیح خدا ہے بلکہ عیسیٰ علیہ السلام تو روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہے۔ وہ فوت نہیں ہوئے اور اٹھائے گئے ہیں آسمان پر پھر نازل ہوں گے قیامت سے آگے۔ پس کل اہل کتاب ایمان لائیں گے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے، قبل موت عیسیٰ علیہ السلام کے۔ اور انہیں محمد بن حنفیہ یعنی محمد بن علی بن ابی طالب سے روایت ہے کہ قوم یہود ملعون باوجودیکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بڑے بڑے معجزے دیکھ چکے تھے اور پھر ان کی تکذیب اور مخالفت اور ایذا رسانی میں اس قدر کوشش کرتے تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام کسی بستی میں یہود کے ہمراہ رہ نہیں سکتے تھے اور اپنی والدہ ماجدہ کو ہمراہ لے کر سیر کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ بیت المقدس میں تشریف لے گئے پس یہود ملعون نے وہاں کے کافر ستارہ پرست بادشاہ سے جا کر کہا کہ بیت المقدس میں ایک شخص فتنہ گر لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ پس بادشاہ نے غصہ ہو کر اپنے نائب کو قدس میں لکھا کہ کوشش کر کے اس شخص کو پکڑ کر دار پر چڑھا دے اور اس کے سر پر کاٹنا رکھ دے اور لوگوں کو

سے بچالے۔

پس بیت المقدس یہودی جماعت ہمراہ لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس مکان میں آئے، کیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو مع ان کے اصحاب کے جو تعداد میں بارہ (۱۲) تھے یا (۱۱) یا سترہ (۱۷) بند کر دیا۔ بعد عصر کے جمعہ کے روز ہفتہ کی رات میں، پس عیسیٰ علیہ السلام جان چکے کہ یہود آ کر مجھ کو پکڑیں گے اور باہر نکالیں گے۔ پس اپنے حواریوں سے کہا کہ تم میرے قبضے میں سے قبول کرتا ہے کہ وہ میری صورت بن جائے اور میرے شبے میں اٹھ جائے اور جنت میں میرا رفیق ہو۔ پس قبول کیا اس بات کو ایک جوان نے، مگر عیسیٰ علیہ السلام نے اس پر اعتبار نہ کیا یہاں تک کہ تین بار عیسیٰ علیہ السلام نے وہی بات لوائی، پس اس نے ان قبول کرنا گیا۔ پس عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ بے شک تم ہی ہو۔ پس پروردگار نے اس شخص کی شاہت اس پر ڈال دی۔ جیسا کہ بعینہ عیسیٰ علیہ السلام ہی ہو گیا اور ایک شخص ان ہیبت سے کھل گیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو اٹکھ آئی، یعنی مقدمہ نوم جو پوری نیند آنے پہلے آنکھیں نیم بندی ہو کر بدن میں سستی آجایا کرتی ہے۔ پس اٹھائے گئے طرف راستہ کی۔ اور یہی معنی ہیں باری تعالیٰ کے قول کے ﴿يُعِيسِي اِنِّي مُتَوَقِّيكَ﴾ اور معنی اے عیسیٰ علیہ السلام میں تجھ کو نیند لا کر اپنی طرف اٹھانے والا ہوں، پھر وہ بند شدہ اصحاب عیسیٰ علیہ السلام کے نکلے۔ پس جب کہ یہود نے اس جوان کو دیکھا، ان مان کر کے پکڑ کر رات کو سولی دیدی، یعنی دار پر چڑھا دیا۔ اور یہود نے مشہور کر دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو کوشش کر کے قتل کر دیا اور نصاریٰ کے چند گروہ نے بہسب بے وقوفی اس کو سندا پکڑ لیا۔

سوائے چند آدمیوں کے جو مکان بند تھے اور انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کا چڑھ جانا دیکھا تھا۔ لیکن باقی کے لوگ سب یہودی طرف ظن اور گمان میں رہے کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا۔ یہاں تک مشہور کر دیا کہ اس وقت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ بی بی مریم

صاحب دار کے نیچے بیٹھی رو رہی تھیں اور مصلوب نے بی بی مریم صاحبہ کو پکارا بھی تھا۔ اور یہ کل باری تعالیٰ کا امتحان تھا۔ ﴿وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ﴾ ای راو شبہہ فظنوا انه اياه ولهذا قال ﴿وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ﴾ یعنی بذلک من ادعی انه قتله من اليهود ومن سلمه اليهم من جهال النصارى کلهم فی شک من ذلک وحيرة وضلال وسعر ولهذا قال ﴿وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا﴾ ای وما قتلوه متیقنین انه هو بل شاکیں متوهمین ﴿بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا﴾ ای منیع الجناب لایلام جنابه ولا یضام من لا ذیبابہ ﴿حَکِيمًا﴾ ای فی جمیع ما یقدره وبقضیہ۔ امن جریر نے کہا کہ حدیث پہنچی مجھ کو ابن ہشام سے، وہ لیتے ہیں عبدالرحمن سے، وہ سفیان سے، وہ ابی حصین سے، وہ سعید بن جبیر سے، وہ ابن عباس سے اس بات کی کہ کوئی اہل کتاب باقی نہ رہے گا مگر عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے گا قبل موت عیسیٰ علیہ السلام کے۔ اور عوفی نے بھی ایسا ہی ابن عباس سے بیان کیا اور ایسا ہی بیان کیا ابو مالک نے۔

ابن جریر نے جو حدیث حسن سے روایت کی بواسطہ ابو رجاء اور ابن علیہ اور یعقوب کے اس میں اتنا زیادہ ہے۔ واللہ انه لحي الان عند الله ولكن اذا نزل امنوا به اجمعون۔ یعنی قسم ہے پروردگار کی کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام اب اس وقت زندہ ہیں، باری تعالیٰ کے پاس اور جب اتریں گے ان پر سب لوگ ایمان لائیں گے، بدکار اور نیک اور ایسا ہی ابن ابی حاتم اپنے باپ سے وہ علی بن عثمان لاحقی سے وہ جویریہ بن بشر سے روایت کرتے ہیں یہ جملہ حضرات اور سوا ان کے جس قدر ثقافت مفسرین اور محققین ہیں، سب کے سب متفق ہیں کہ مرجع ضمیر مضاف الیہ کا جو ﴿قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ میں ہے عیسیٰ علیہ السلام ہیں الامن شذ، شمس الہدایہ متواتر احادیث سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے زمین پر نزول فرمائیں گے آخر زمانے میں قیامت سے آگے۔ اور لوگوں کو پروردگار وحدہ

ہر ایک لہ کی عبادت کی طرف بلائیں گے۔

امام بخاری نے کتاب ذکر الانبیاء میں اپنی صحیح میں حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے۔ ”قسم ہے اس پروردگار کی مجھ کو جس کے ہاتھ میں ایمان ہے البتہ قریب ہے کہ نازل ہوگا تمہارے اندر عیسیٰ ابن مریم حاکم اور عادل صلیب (صلیب کو توڑے گا) و یقتل الخنزیر (خنزیر کو قتل کرے گا) و یضع یدہ (جزیہ موقوف کر دے گا کسی سے سوائے اسلام کے جزیہ وغیرہ کچھ قبول نہ کرے گا) و یصل المال حتی لا یقبلہ احد (اتنا مال لوگوں کو دیں گے یعنی ان کے زمانے میں نہ ترقی برکت اور دولت کی ہوگی کہ بہ سبب استغناء کے کوئی قبول نہ کرے گا) یہاں عبادت کا شوق ہوگا کہ ایک سجدہ کرنا اس وقت دنیا اور دنیا کے اسباب سے بہتر جانیں اور ہر ایک اہل کتاب عیسیٰ علیہ السلام پر قبل ان کی موت کے ان پر ایمان لائے گا اور عیسیٰ علیہ السلام ان پر روز قیامت کے گواہی دیں گے۔ اور ایسا ہی روایت کیا ہے امام مسلم نے بھی امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام حج اور عمرہ کا احرام باندھیں گے روجاء کی وادی میں۔“

(وکنز داو مسلم)

اور امام احمد نے چند طریقوں سے بھی اس حدیث کو بیان کیا اور ایسا ہی امام مسلم ابو داؤد وغیرہ نے متعدد طریق سے اخراج کیا ہے اور امام مسلم نے ایک اور طریق سے ابی ہریرہ سے روایت کی۔ حدیث لمبی ہے اس کی آخر میں یہ ہے کہ لوگ نماز کی تیاری کرتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور ان کو امام کریں گے جب ان کو اللہ تعالیٰ کا دشمن

ان قلت وضع الجزية مشروع في هذه الامة فلم لا يكون المعنى تقرر الجزية على الكفار من غير حجة فان ذلك يكثر المال قلنا مشروع الجزية مقبلة بنزل عيسى وقد قلنا ان عيسى لا يقبل الا الاسلام وقال ابن بطال وانما قبلنا هاجل نزول عيسى للحاجة الى المال وفي زمانه يكثر المال حتى لا يقبل احد۔ (بخاری، جلد ۲، صفحہ ۳۵۲) ۱۲

دیکھے گا نمک کی طرح پگھل جائے گا یعنی اگر اس کو چھوڑیں گے تو نمک کی طرح پگھل جائے گا مگر اس کو اپنے ہاتھ سے تھل کر کے اپنے نیزہ میں اس کا خون لوگوں کو دکھائیں گے۔ تفسیر کبیر میں ہے ﴿وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَمِنَ الصَّالِحِينَ﴾ کے متعلق امام حسین بن فضل بن جلی نے کہا کہ کھل ہوگا بعد اترنے کے آسمان سے اور اس وقت لوگوں سے کلام کرے گا اور دجال کو مارے گا اور اس آیت میں نص ہے اس بات پر کہ عیسیٰ علیہ السلام قریب ہے کہ نازل ہوں گے طرف زمین کی۔ اچھی (صفحہ ۴۵)

اب صرف دو تین حدیثیں عربی زبان میں بھی واسطے تسکین ناظرین کے نقل کیے دیتا ہوں۔ قال الامام احمد اخبرنا عبد الرزاق اخبرنا معمر عن الزهري عن عبد الله بن ثعلبة الانصاري عن عبد الله بن زيد الانصاري عن مجمع بن جارية قال سمعت رسول الله ﷺ يقول يقتل ابن مريم المسيح الدجال بباب لد او الي جانب لد۔ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ”جب دجال احد پہاڑ کے پیچھے آئے گا تو فرشتے اس کا منہ ملک شام کی طرف لوٹا دیں گے اور وہاں جا کر ہلاک ہوگا۔“ چون کہ باب لد بھی ملک شام ہی میں ہے۔ لہذا دونوں روایتوں میں مطابقت ہوگئی۔ رواہ احمد ایشاعن سفیان بن عیینة من حديث الليث والارزاعي ثلاثتهم عن الزهري عن عبد الله بن عبيد الله بن ثعلبة عن عبد الرحمن بن يزيد عن عمه مجمع بن جارية عن رسول الله ﷺ قال يقتل ابن مريم الدجال بباب لد۔ وكذا رواه الترمذي عن قتيبة عن ليث به وقال هذا حديث صحيح قال وفي الباب عن عمران بن حصين ونافع بن عيينة وابي برزة وحذيفة بن اسيد وابي هريرة وكيسان وعثمان بن ابي العاص وجابر وابي امامة وابن مسعود وعبد الله بن عمرو وسمره بن جندب والنواس بن سمعان وعمرو بن عوف وحذيفة بن اليمان ؓ ومراده برواية هؤلاء ما فيه ذكر

السماع وقتل عيسى ابن مريم ؑ له۔ فاما احاديث ذكر الدجال فقط فلهذه وهي اكثر من ان تحصى لانتشارها وكثرة روايتها في الصحاح والحسان والمسانيد وغير ذلك۔

حدیث اخر قال الامام احمد حدثنا سفیان عن فرات عن ابی العاصم عن حذيفة بن اسيد الغفاري قال اشراف علينا رسول الله ﷺ من دابة ونحن نتذاكر الساعة فقال لا تقوم الساعة حتى تروا عشر آيات النوع الشمس من مغربها والدخان والدابة وخروج ياجوج وماجوج وول عيسى بن مريم والدجال وثلاثة خسوف خسف بالمشرق وخسف بالمغرب وخسف بجزيرة العرب ونار تخرج من قعر عدن تسوق الناس للناس تبیت معهم حيث باتوا وتقبل معهم حيث قالوا۔ وهكذا رواه مسلم واهل السنن من حديث القزائبي۔ ورواه مسلم ايضا من رواية عبد العزيز بن رفيع عن ابی الطفيل عن ابی شريحة عن حذيفة بن اسيد الغفاري موقوفاً والله اعلم۔ فهذه احاديث متواترة عن رسول الله ﷺ من رواية ابی هريرة وابن مسعود وعثمان بن ابی العاص وابی امامة والنواس بن سمعان وعبد الله بن عمرو بن العاص ومجمع بن جارية وابی شريحة وحذيفة بن اسيد ؓ وفيها بيان صفة نزوله ومكانه انه بالشام بل بدمشق عند المنارة الشرقية وان ذلك يكون عند اقامة صلاة الصبح وقد بنيت

یاد رہے احادیث متواترہ ہیں رسول اللہ ﷺ سے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اترنے کی جگہ ملک شام ہے بلکہ دمشق شہر میں لی جاوے۔ وقت قائم ہونے نماز جمعہ کے اور اب جو منارہ ہے یہ اس وقت کا نہیں ہے بلکہ اس وقت کے موجودہ منارہ صاف ہی نے جگہ یا تھا بہت آگ لگا دینے کے کہ اس منارہ سے عیسیٰ علیہ السلام نازل ہو کر خیر کو قتل کریں گے اور عیسیٰ کو قتل کر کے اور کفار نصاریٰ اور یہود و نصاریٰ سے جزیہ قبول کریں گے سوائے اسلام کے۔ جس اس منارہ کے عوض میں ۱۱۰۰۰۰ دینار دیے گئے تھے یہ منارہ تخریب کر دیا گیا اور منارہ قائم کیا گیا۔ تاریخ ۱۲ ص ۱۲

فی هذه الاعصار فی سنة احدى واربعین وسبع مائة منارة للجامع الاموی بیضاء من حجارة منحوتة عوضا عن المنارة التي هدمت بسبب الحریق المنسوب الی صنیع النصارى وكان اکثر عما راتها من اموالهم وقویة الظنون انها هی التي ينزل علیها المسیح ابن مریم علیهما السلام فیقتل الخنزیر ویكسر الصلیب ویضع الجزية فلا یقبل الا الاسلام كما تقدم فی الصحیحین وغیرهما وهذا من اخبار النبی ﷺ بذلک وتشریع وتسویغ له علی ذلک فی هذا الزمان حیث تنزاح علیهم وترتفع شبهتهم من انفسهم ولهذا کلهم یدخلون فی دین الاسلام ومتابعین لعیسی ﷺ وعلی یدیه ولهذا قال تعالیٰ ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ وهذه الایة کقولہ تعالیٰ ﴿وَإِنَّهُ لَعَلَّمَ لِّلنَّاسِ الْفُرْقَانَ﴾ وقری لعلم بالتحریک ای امارۃ ودلیل علی اقتراب الساعة وذلك لانه ینزل بعد عروج المسیح الدجال فیقتله اللہ علی یدیه كما ثبت فی الصحیح ان اللہ لم یخلق داء الا انزل له شفاء ویبعث اللہ فی ایامہ یاجوج وماجوج فیہلکهم اللہ تعالیٰ بركة دعائه وقد قال تعالیٰ ﴿حَتَّىٰ إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ.....﴾ (الابۃ)

حاصل اس عبارت عربی کا طریق اختصار اور نیز پہلے مضمون احادیث کا جو اردو میں بیان ہوا یہ ہے کہ قتل کرنا اور سولی دینا عیسیٰ ﷺ کا ہرگز نہیں ہوا جیسا کہ زعم یہود اور اکثر نصاریٰ کا تھا بلکہ اس حواری نوجوان کا جس پر شہادت مسیح ﷺ کی ڈالی گئی تھی اور عیسیٰ ﷺ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور دونوں ضمیریں ”بہ“ اور ”موتہ“ کی عیسیٰ ﷺ کی طرف ہیں ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ﴾ میں۔ کیونکہ ما قبل میں ذکر عیسیٰ ﷺ ہی کا ہے اور آثار صحابہ و تابعین مثل ابن عباس و ابن ہریرہ و عبد اللہ بن مسعود و مجاہد و قتادہ وغیرہم کے

اس پر دال با کمال ہیں اور ضمیر ”بہ“ کی محمد ﷺ یا عیسیٰ ﷺ کی طرف پھیرنی اور ”موتہ“ کی اہل کتاب کی طرف۔ اگرچہ یہ احتمال واقع میں درست ہے کیونکہ اس وقت یعنی نزول عیسیٰ ﷺ کے وقت جو کافر موجود ہوگا اہل کتاب وغیرہ قتل اپنی موت کے حضرت عیسیٰ ﷺ پر ایمان لائے گا اور ان پر ایمان لانا بعینہ ایمان لانا ہے محمد ﷺ پر۔ لیکن آیت مذکورہ سے اس مقام میں یہ مراد نہیں۔ اور عیسیٰ ﷺ اتریں گے آسمان سے قتل قیامت کے حاکم، مال۔ تو اتریں گے صلیب کو یعنی دین اسلام کے سوا اور دینوں کو باطل کریں گے، قتل کریں گے خنازیر کو یعنی حکم قتل کا دیں گے تاکہ کوئی اہل کتاب بوجہ ایمان کے بعد میلان اور عادت نہ ہو۔ کہ ان خنازیر کی طرف دل میں رغبت تک بھی نہ کر سکے لقمع مادة الفتنة صبح کی نماز کی اقامت ہوتی ہوگی کہ دمشق کے منارہ شرقی سے اتریں گے اور نصاریٰ نے اس منارہ کو کر دیا تھا۔ پھر ۳۱۰ء میں دوسرا سفید منارہ اس جگہ بنایا گیا ہے۔ اہل کتاب سے سوائے دین اسلام کے اور کچھ قبول نہ کریں گے۔ مال اس قدر ہوگا کہ کوئی قبول نہ کرے گا۔ لذت و بات کی ایسی ہوگی کہ ایک سجدہ کل دنیا سے زیادہ لذیذ ہوگا۔ حسد، بغض، عداوت اور بوقا رفات ذمیرہ نہ رہیں گے۔ شیر، اونٹ، چننا، گائے، بھیریا، بکری، سانپ، لڑکے ایک دوسرے کے ساتھ چریں گے اور کھیلیں گے اور ایک دوسرے کو ضرر نہ دیں گے۔ عیسیٰ ﷺ حج و عمرہ ادا کریں گے۔ حضرت مسیح سے قبل دجال کے زمانے میں سخت قحط سالی ہوگی۔ اس زمانے میں طعام کی جگہ تہلیل، تکبیر، تسبیح سے حیات بسر کریں گے۔ جب آسمان سے نازل ہوں گے تو امام مہدی ﷺ کو نماز میں آگے کھڑا کریں گے اور خود بھی بعد کو امام ہوں گے۔ قتل کریں گے دجال کو جو ایک شخص معین ہے اور ہلاک ہوگی قوم یا جوج ماندن ان کی برکت سے۔

اس کی تسلیل آگے آتی ہے۔ *

”حیوة النبی“ میں بھی ابو داؤد سے اس مضمون کی حدیث کو نقل کیا ہے اور اس میں تصریح ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بطرف زمین کے نازل ہوں گے۔ پس اس سے لڑو! معلوم ہو گیا کہ آسمان سے بطرف زمین کے نازل ہوں گے ورنہ الی الارض کا لفظ بے معنی ہو جاتا ہے۔ ونصہ هذا وفي سنن ابی داؤد من حدیث عبدالرحمن بن آدم و لیس له عنده سواه عن ابی هريرة ان النبی ﷺ قال ينزل عیسی بن مریم ﷺ الی الارض وکان رأسه یقطر ولم یصبه بلل (الی ان قال) ثم یبقی فی الارض اربعین سنة ثم یموت ویصلی علیه المسلمون ویدفنونہ (ج ۱، ص ۲) و اخرج البخاری فی تاریخہ والطبرانی عن عبد اللہ بن سلام قال یدفن عیسی بن مریم ﷺ مع رسول اللہ ﷺ وصاحبه فیکون قبرہ رابعا۔ اخرج کیا امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور طبرانی نے عبد اللہ بن سلام سے۔ فرمایا عبد اللہ بن سلام نے ”دفن کیے جائیں گے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ساتھ محمد ﷺ اور صاحبین کے پس ہوگی قبر ان کی چوتھی“۔ اور ایسا ہی روایت کیا ہے ترمذی نے بھی عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت قلت یارسول اللہ ﷺ انی اری انی اعیش بعدک فتاذن لی ان ادفن الی جنبک قال وانی لی بذالک الموضع مافیہ الا موضع قبری وقبر ابی بکر وعمر وعیسی بن مریم۔ فرمایا حضرت عائشہ نے کہ ”میں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت مبارک میں عرض کی کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میں آپ کے بعد زندہ رہوں گی اگر اجازت ہو تو میں آپ کے پاس مدفون ہوں فرمایا آنحضرت ﷺ نے کہ کیسے دے سکتا ہوں میں یہ جگہ میرے پاس تو ابو بکر اور عمر اور عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کے سوا اور جگہ نہیں ہے۔“

اور روایت کیا ابن جوزی نے اپنی کتاب ”وفاء“ کے اندر، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ

عالم ہمارے کہا انہوں نے کہ فرمایا رسول کریم ﷺ نے ”اتریں گے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام آسمان سے پس نکاح کریں گے اور صاحب ولد ہوں گے۔ جب فوت ہوں گے مدفون ہوں گے ساتھ میرے پاس، کھڑے ہوں گے ہم دونوں ایک قبر سے (یعنی ایک مقبرے سے) درمیان ابو بکر اور عمر کے۔“

سوال: کیا حکمت ہے عیسیٰ علیہ السلام کے اترنے میں زمین پر؟

جواب: یہود کا رد کرنا منظور ہے کہ وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل لیا اور سولی دیا ہے۔ پس جب خود آکر یہود کو قتل کریں گے تو ان کی تکذیب ہوگی۔

۱۔ ان کی موت کا زمانہ قریب ہوگا تا کہ زمین پر فوت ہو کر زمین میں دفن ہوں کیونکہ مٹی کی پیدائش کو مٹی میں دفن ہونا چاہیے۔

۲۔ جب رسول اللہ ﷺ کی صفت عیسیٰ علیہ السلام نے دیکھی تو دعا کی تھی کہ پروردگار ان کو حضرت ﷺ کی امت سے کرے۔ پس دعا ان کی اللہ تعالیٰ نے قبول کی اور ان کو باقی رکھا یہاں تک کہ آخر زمانے میں نازل ہوں گے اور اسلام کو تازہ کریں گے جو کہ مست ہو چکا ہوگا اور وہ وقت خروج دجال کا بھی ہوگا پس اس کو قتل کریں گے۔

۳۔ عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت ہے ان چند باتوں سے۔ کیونکہ حضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ انا اولی الناس بابن مریم لیس بینی و بینہ نسی و ہوا قرب الیہ من غیرہ۔ (یعنی بخاری، ج ۷) اور روایت کیا امام ترمذی نے بعض اس حدیث کا وفد بقی فی البیت موضع قبر یعنی قبر مبارک کے پاس جگہ خالی ہے واسطے عیسیٰ علیہ السلام کے۔ محقق ابن جزری فرماتے ہیں کہ پاس عمر کے دفن ہوں گے کیونکہ خردی ہم کو بہتروں نے حجرہ شریف کے اندر جانے والوں میں سے کہ خالی جگہ عمر کے جب میں ہے۔ روایات در بارہ

مرفوع ہونے جسم مسج کے۔ اور احادیث نزول عیسیٰ علیہ السلام ان کے جو بیان کر چکا ہوں اور بھی بکثرت موجود ہیں جس کا جی چاہے تفسیر ابن کثیر اور تفسیر درمنثور اور تفسیر ابن جریر کو ملاحظہ فرمائے۔ اگر ان سے بھی اطمینان نہ ہو تو کنز العمال و مسند امام احمد وغیرہ کتب احادیث کا مطالعہ کرے۔ مگر مومن منصف کے لیے تو اس قدر بس ہیں ان روایات متکاثرہ اور احادیث متواترہ سے نزول مسج کا جو مستزہم ہے رفع کو سب میں اتفاق ہے۔

زیادہ بیان ہونا افعال اور صفات کا بعض حدیثوں میں اور بعضوں میں کم۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جس قدر اوصاف بذریعہ وحی نبی ﷺ کو معلوم ہوئے ان کو بیان فرمایا سامع نے ان کو یاد رکھا پھر جب اور معلوم ہوئے ان کو پھر بیان فرمایا علیٰ هذا القیاس ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۚ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ﴾ یہی وجہ ہے کہ بعض روایات بعض سے صفات اور افعال کے بیان میں کم و بیش ہوا کرتی ہیں۔ اب میں ایک حدیث شیخ اکبر کی بیان کرتا ہوں جن کی جلالت شان اور تحریفی الکشف اور غوثیت اور صدق کو خود مرزا بھی مانتا ہے اور ان سے بعض مواضع میں نقل بھی کیا ہے۔ مرزا انہیں کی عبارت پر ایمان لائے اس حدیث میں بھی تاویل بہ مثیل عیسیٰ ممکن نہیں۔ جیسا کہ گزشتہ احادیث و روایات میں خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی مراد تھے، نہ مثیل ان کا۔

قال الشيخ الاکبر قدس سره الاظهر فی الباب السادس والثلاثين من الفتوحات بعد سوق الاسناد مرفوعا عن ابن عمر قال كتب عمر بن الخطاب الى سعد بن ابی وقاص وهو بالقادسية ان وجه نضلة من معاوية الانصارى الى حلوان العراق فليغر على نواحيها فوجهه مع جماعة فاصابوا غنيمة وسببا وانقلبوا يسوقون الغنيمة والسبي حتى زهقت بهم العصر وكادت الشمس تغرب فاجأ نضلة السبي والغنيمة الى صفح

الجبل ثم قام فاذا فقال الله اكبر الله اكبر فقال مجيب من الجبل كبرت كبيرا يا نضلة ثم قال اشهد ان لا اله الا الله فقال هي كلمة الاخلاص يا نضلة ثم قال اشهد ان محمدا رسول الله فقال هذا هو الذي بشر نابه عيسى بن مريم وانه على راس امته تقوم الساعة ثم قال حي على الصلاة فقال طوبى لمن مشى اليها وراظب عليها ثم قال حي على الفلاح قال قد الفلاح من اجاب محمدا ﷺ وهو البقاء لامته ثم قال الله اكبر الله اكبر قال كبرت كبيرا ثم قال لا اله الا الله قال اخلصت الاخلاص يا نضلة حرم الله جسدك على النار قال فلما فرغ من اذانه قمنا فقلنا من انت يرحمك الله ملك انت ام ساكن من الجن ام من عباد الله اسمعتنا صوتك فارنا شخصك فانا وفد الله ووفد رسول الله ﷺ ووفد عمر بن الخطاب قال فانطلق الجبل عن شخص هامته كالرحى ابض الراس واللحية عليه طمران من صرف فقال السلام عليكم ورحمة الله وبركاته فقلنا وعليك السلام ورحمة الله وبركاته من انت يرحمك الله فقال انا زريب بن برتملا وصي العبد الصالح عيسى بن مريم اسكتني بهذا الجبل ردعا لي بطول البقاء الى نزوله من السماء فيقتل الخنزير ويكسر الصليب و يتبرأ مما تحلته النصراني ثم قال ما فعل يبي الله ﷺ قلنا قبض فبكي بكاء طويلا حتى خضبت لحيته بالدموع ثم قال فمن قام فيكم بعده قلنا ابوبكر قال ما فعل به قلنا قبض قال فمن قام فيكم بعده قال عمر قال اذن فاتني لقاء محمد ﷺ فافرق واعمر مني السلام وقلوا له يا عمر سدد وقارب فقد هذا الامر واخبروه بهذه الخصال التي اخبركم بها وقلوا يا عمر اذا ظهرت

هذه الخصال في امة محمد ﷺ فالهرب الهرب اذا استغنى الرجال بالرجال والنساء بالنساء وانتسبوا في غير مناسبتهم وانتموا الى غير مواليهم ولم يرحم كبيرهم صغيرهم ولم يوقر صغيرهم كبيرهم وترك الامر بالمعروف فلم يومر به وترك النهي عن المنكر فلم ينه عنه وتعلم عالمهم العلم ليجلب به الدنيا والدرهم وكان المطر قيظا وطولوا المنابر وفضضوا المصاحف وزخرفوا المساجد واطهروا الرشى وشيدوا البناء واتبعوا الهوى وباعوا الدين بالدنيا واستسفحوا الدماء وانقطعت الارحام وبيع الحكم واكل الربا وصار التسلط فخرا ولغنى عزاء وخرج الرجل من بيته وقام اليه من هو خير منه وركبت النساء السروج قال ثم غاب عنا فكنت بذلك نضلة الى سعد وكتب سعد الى عمر فكتب عمر اليه اذهب انت ومن معك من المهاجرين والانصار حتى تنزل بهذا الجبل فاذا لقيت فاقراه مني السلام فان رسول الله ﷺ قال ان بعض اوصياء عيسى بن مريم نزل بهذا الجبل بناحية العراق فنزل سعد في اربعة الاف من المهاجرين والانصار حتى نزل بالجبل وبقي اربعين يوما ينادي بالاذان في وقت كل صلاة فلم يجده ترجمه: فرمايا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہ ”میرے والد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ نعلہ انصاری کو حلوان عراق کی جانب روانہ کرو تا کہ اس کے گرد و نواح میں لوٹ مار کریں۔ پس روانہ کیا سعد نے نعلہ انصاری کو جماعت مجاہدین کے ساتھ پس ان لوگوں نے وہاں پہنچ کر بہت سال غنیمت کا حاصل کیا اور آدمیوں کو تیز کیا اور ان سب کو لے کر واپس ہوئے تو آفتاب غروب ہونے کے قریب تھا پس نعلہ انصاری نے گھبرا کر ان سب کو پہاڑ کے کنارے ٹھہرایا اور خود کھڑے

اور اذان دینی شروع کی۔ جب اللہ اکبر اللہ اکبر کہا۔ تو پہاڑ کے اندر سے ایک عجیب نے جواب دیا کہ اے نعلہ تو نے عظمت والے کی بڑائی کی، پھر نعلہ نے اشهد ان لا اله الا اللہ۔ کہا تو اسی عجیب نے جواب میں کہا کہ اے نعلہ یہ اخلاص کا کلمہ ہے۔ اور جس وقت خدا نے اشهد ان محمدا رسول اللہ۔ کہا تو اسی شخص نے جواب دیا کہ یہ نام پاک اس ذات کا ہے جس کی بشارت عیسیٰ بن مریم نے ہم کو دی تھی۔ اور یہ بھی فرمایا تھا۔ کہ اس نبی کی امت کے اخیر میں قیامت قائم ہوگی۔ پھر نعلہ نے حی علی الصلوٰۃ کہا تو اس نے جواب دیا کہ خوشخبری ہے اس شخص کے لیے جس نے ہمیشہ نماز ادا کی۔ پھر جس وقت خدا نے حی علی الفلاح کہا۔ تو عجیب نے جواب دیا۔ کہ جس شخص نے محمد ﷺ کی اطاعت کی اس شخص نے نجات پائی۔ پھر جب نعلہ نے اللہ اکبر اللہ اکبر کہا۔ تو وہی پہلا باب عجیب نے دیا۔ جب نعلہ نے لا اله الا اللہ پراذان ختم کی۔ تو عجیب نے فرمایا تم نے اخلاص کو پورا کیا۔ تمہارے بدن کو خداوند کریم نے آگ پر حرام کیا۔ جب اذان سے نعلہ فارغ ہوئے تو صحابہ کرام نے کھڑے ہو کر دریافت کرنا شروع کیا کہ اے صاحب! آپ کو ان ہیں؟ فرشتہ یا جن یا انسان جیسے آواز اپنی ہم کو آپ نے سنائی ہے۔ اسی طرح اپنے آپ کو اکھائیے اس واسطے کہ ہم خدا پاک اور رسول اللہ اور عمر بن الخطاب کی جماعت ہیں۔ پس پہاڑ پھٹا اور ایک شخص باہر نکلا جس کا سر مبارک بہت بڑا بچی کے برابر تھا۔ اور سر اور داڑھی کے بال سفید تھے اور ان پر دو پرانے کپڑے صوف کے تھے اور السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ کہا صحابہ نے وعلیک السلام ورحمة اللہ کہہ کر دریافت کیا کہ آپ وہ ہیں؟ فرمایا کہ میں زریب بن حرملا وصی عیسیٰ بن مریم ہوں۔ مجھ کو عیسیٰ علیہ السلام نے اس پہاڑ میں ٹھہرایا ہے اور اپنے ”نزول من السماء“ تک میری درازی عمر کے لیے دعا فرمائی۔ جب وہ اتریں گے تو خنزیر کو قتل کریں گے اور صلیب کو توڑیں گے اور پزار ہوں گے

نصاری کے اختراع سے۔ پھر دریافت کیا کہ وہ نبی صادق محمد ﷺ بالفعل کس حال میں ہیں؟ ہم نے عرض کی کہ آپ ﷺ کا وصال ہو گیا۔ اس وقت بہت روئے یہاں تک کہ آنسوؤں سے تمام داڑھی بھیگ گئی۔ پھر پوچھا کہ ان کے بعد تم میں کون خلیفہ ہوا؟ ہم نے جواب دیا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ پھر فرمایا کہ وہ کیا کرتے ہیں؟ اور کس حال میں ہیں؟ ہم نے کہا کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ فرمایا کہ ان کے بعد تم میں کون خلیفہ ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ۔ پھر فرمایا کہ محمد ﷺ کی زیارت تو مجھے نصیب نہ ہوئی پس تم لوگ میرا اسلام عمر رضی اللہ عنہ کو پہنچاؤ اور کہو کہ اے عمر انصاف کیجئے اور عدل کیجئے، کہ قیامت قریب آگئی ہے اور یہ واقعات جو میں تم سے بیان کروں گا، ان سے عمر کو خبردار کیجئے۔ اور کہو کہ اے عمر جس وقت یہ خصلتیں محمد ﷺ کی امت میں ظاہر ہو جائیں، تو کنارہ کشی کے سوا مغر نہیں۔ جس وقت مرد شہوت رانی میں مردوں پر قانع ہوں اور عورتیں عورتوں پر اور لوگ اپنا نسب بدل کر اور نسب بنائیں۔ مثلاً کوئی سید بن جائے اور سید نہ ہو، قرشی بن جائے اور قرشی نہ ہو، اور آزاد شدہ غلام اپنے آزاد کنندہ کے سوا اور قوم کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے اور بڑے چھوٹوں پر رحم نہ کریں اور چھوٹے بڑوں کی توقیر و عزت نہ کریں اور امر بالمعروف ممتروک ہو جائے کہ کوئی بھلائی کا حکم نہ کرے اور نہی عن المنکر چھوڑ دیں کہ کوئی برائی سے نہ روکے اور عالم بغرض حصول دنیا کے علم سیکھے، اور مینہ کا موسم گرم و خشک ہو یعنی بارش کا قحط ہو، اور بڑے بڑے منبر بنائیں اور قرآن مجید کو نفرتی و طلائی کریں اور مسجدوں کی از حد زینت کریں۔ یعنی قرآن عظیم و مساجد کی عظمت دلوں سے گھٹ جائے یہاں تک کہ ظاہر زینت سے ان کی نگاہوں میں وقعت پیدا کرنے کی حاجت ہو۔ اور رشوت علانیہ لیں اور پختہ پختہ مکانات بنائیں اور خواہشات کا اتباع کریں اور دین کو دنیا کے بدلے بچیں اور خونریزیاں کریں اور صلہ رحم منقطع ہو جائے اور حکم دام لے کر ہو اور بیاج کھایا جائے اور حکومت فخر ہو جائے اور

اداری عزت بن جائے اور ادنی شخص کی تعظیم اعلیٰ کرے اور عورتیں گھونڈوں پر سوار ہوں۔ ہم سے غائب ہو گئے۔ پس اس قصہ کو نھلنے نے سعد کی طرف لکھا اور سعد نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف، پھر حضرت عمر نے سعد کو لکھا کہ تم اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لے کر اس پہاڑ کے اترو، جس وقت ان سے ملو تو میرا سلام ان کو پہنچاؤ۔ اس واسطے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعض وصی عراق کی طرف اس پہاڑ میں اترے ہوئے ہیں۔ پس پھر ہزار مہاجرین اور انصار کے ہمراہ اس پہاڑ کے قریب جا اترے اور چالیس (۴۰) روز تک ہر نماز کے وقت اذان کہتے ہیں، مگر ملاقات نہ ہوئی۔ اس کے بعد حضرت شیخ قدس سرہ نے فرمایا کہ اگرچہ ابن ازہر کی وجہ سے اسناد حدیث میں محدثین کے نزدیک کچھ کلام ہو۔ مگر اسباب کشف کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔

پھر شیخ نے ۳۶۰ باب میں حدیث ”نواس بن سمعان“ کی ذکر فرمائی ہے جس میں بنزل عیسیٰ بن مریم بالمناوۃ البیضاء شرقی دمشق..... الخ ہے اور جاہل شیخ اس سرہ فتوحات مکہ میں نزول عیسیٰ بن مریم کا ذکر فرماتے ہیں اور پھر اسی فتوحات میں فرماتے ہیں۔ کہ میں ان مضامین کی تحریر میں بالکل خالی اور معراہوں پروردگار عالم ان مضامین کا عطا فرمانے والا ہے اور نیز فرمایا ہذا ما حدیثی رسول اللہ ﷺ یعنی یہ وہ بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو عطا فرمائی۔

سوال مرزا: افتخار الناس ابن عباس نے ﴿مُتَوَفِّيكَ﴾ کے معنی ”ممیتک“ کے لیے ہیں بناء علیہ ﴿بِعِیْسٰی اِنِّی مُتَوَفِّيكَ﴾ کے معنی یہ ہوئے کہ اے عیسیٰ میں تجھے مارنے والا ہوں۔ اسی طرح ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ اَنْتَ الرَّقِیْبُ عَلَیْهِمْ﴾ میں بھی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کو افتخار اس کہ مرزا کا اختراع ہے۔ افتخار الناس خلفائے اربعہ ہیں پھر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی کافی مرۃ علی

ناری ۱۲۷

اس سے جب وفات مسیح بن مریم ثابت ہو چکی تو بالضرور ﴿بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ﴾ میں ”رفع“ سے رفع روحانی مراد لینا پڑے گا اور احادیث نزول مسیح واجب التاویل ہوں گی کیونکہ مرنے کے بعد ارواح مقرنین بشہادت ﴿فَبَلَّغْنَا الْخَلْقَ الْمُسْتَضِیِّ﴾ اور ﴿فَإِذَا خَلَّیٰ فِیْ عِبَادِیْ وَآذْخَلَّیٰ جَنَّتِیْ﴾ اور بشہادت احادیث صحیحہ کے جنت میں داخل ہوتی ہیں بعد ازاں ہو جب آیت ﴿وَمَا هُمْ مِنْهَا بِخَارِجِیْنَ﴾ جنت سے نکالی نہیں جاتی۔ بناء علیہ مسیح بن مریم بعد مر جانے کے دوبارہ دنیا میں ہرگز نہیں آ سکتے۔

جواب: افتہ الناس ابن عباس کا فیصلہ ہم کو بسرو چشم منظور ہے مگر پہلے مرزا اور مرزائی علی رؤس الاشهاد اقرار کر لیں کہ ہم بھی افتہ الناس کے قول سے منحرف نہ ہوں گے۔ انسان معاملہ سے پہچانا جاتا ہے۔ ناظرین بالانصاف مرزا کی کتاب ”ازالہ اوہام“ اور ”ایام الصلح“ سے معلوم کر سکتے ہیں۔ کیا مرزا نے قصہ عود ایلیا سے جو کتاب سلاطین میں مذکور ہے اپنے دعویٰ پر تمسک نہیں پکڑا؟ اور اسی کتاب میں صعود ایلیا بحمدہ العصری جو مذکور ہے۔ پھر اس سے منحرف نہیں ہوا؟ یا مسیح کے مصلوب ہونے میں پہلے اناجیل اربعہ سے کام لے کر بعد ازاں رفع جسمی سے جو کتاب ”اعمال“ میں صراحتہ مذکور ہے منحرف نہیں ہوا؟ یا ﴿تَوَفَّی﴾ کے معنی موت لینے میں ابن عباس کو علم بالقرآن سمجھ کر مقتدا بنا کر اور ان کے اتباع کا دم بھر کر بعد ازاں آیت ﴿بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ﴾ اور ایسا ہی ﴿وَلَكِنْ شِبْهَ لَهُمْ﴾ اور ایسا ہی ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي﴾ اور ایسا ہی ﴿فَبَلَّغْنَا الْخَلْقَ الْمُسْتَضِیِّ﴾ کے معنی میں جو ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ﴾ میں مذکور ہے اور ایسا ہی ﴿وَأَنَّهُ لَعَلَّمَهُ الْكِتَابَ﴾ ان سب میں قول افتہ الناس ابن عباس کو سلام نہیں کیا؟ اور احادیث نزول اور ظہور دجال کو پہلے بعض کو ضعیف اور بعض کو مضطرب اور بعض کو مخالف تو حیدر ٹھہرا کر بعد ازاں کیا انہیں کا مصداق خودی نہیں بن گیا؟

بعد اس کے مرزا کو اگر عقل سے مس ہوتا، کوچہ علم کی کبھی ہوا لگی ہوتی تو کبھی ایسے استدلال نہ لاتا۔ تمام علماء اہل زبان کا اتفاق ہے کہ ”واذ عاطفہ“ متقاضی قریب نہیں۔ یہی زید و عمرو سے صرف اتنا مفہوم ہوگا کہ آنا زید و عمرو دونوں کے لیے ثابت ہے۔ اس پر ہرگز دلالت نہ ہوگی کہ دونوں ایک ساتھ نہ آئے، آگے پیچھے آئے، ان میں ایک کا آگے آنا تو دوسری بات ہے اور آیت ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي﴾ تو روز قیامت کا بیان ہے اس سے پہلے تو موت واقع ہونا ضرور ہے اس کا کسے انکار ہے؟ کلام تو اس میں ہے ”رفع“ سے پہلے موت واقع ہوئی آیت میں اس کا کیا ذکر ہے؟ تو مرزائی استدلال سے ان فرط الفتاد۔ پھر بھی زیادت ایلام کے لیے معروض:

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے خود مروی کہ عیسیٰ علیہ السلام قریب قیامت نزول فرمائیں گے۔ قوم شعیب علیہ السلام بنی جذام میں نکاح کریں گے۔ ان کے اولاد ہوگی۔

روی ابو نعیم فی کتاب الفتن من حدیث ابن عباس ان اذ ذاک روح فی الارض فیقیم بها تسع عشرة سنة الى ان قال وعن ابن عباس روح الی قوم شعیب وختن موسیٰ علیہ السلام وھم جذام فیولد له فیھم ویقیم تسع عشرة سنة لایکون امیرا ولا شرطیا ولا ملکا وعن یزید بن ابی حبیب روح امرأة من الازد لیعلم الناس انه لیس باله وقیل یتزوج ویولد له بمکث خمساً واربعمین سنة ویدفن مع النبی ﷺ فی قبره ولیس فی ایامہ علم ولا قاض ولا مفت وقد قبض الله العلم وخلا الناس عنه فینزل وقد علم من الله فی السماء ما یحتاج الیہ من علم هذه الشریعة للحکم بین الناس العمل فیہ فی نفسه فیجتمع المؤمنون ویحکمونه علی انفسهم اذ لا

یصلح لذلك غيره هـ. (یعنی بخاری، جلد ۷)

اب یاتو "امامت" بمعنی "انامت" لیس یا تسلیم کریں کہ بعد موت نزول و نزول و ولادت سب کچھ ہوگا یہ مرزا کی ساری عمارت و ہادے کا جملہ تمام احادیث نزول مرویہ ابن عباس اور ان کے آثار صحیحہ و معتبرہ متعلق کریمہ ﴿بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ﴾ و کریمہ ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ﴾ و کریمہ ﴿وَإِنَّهُ لَعَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾ ضلالت مرزا کے مبطل ہیں ان سے آنکھ بند کر کے ایک محفل لفظ پر سرمنڈانا کیا ایمان داری ہے؟

ثانیاً اگر ابن عباس کا مذہب بھی مانا جائے تاہم عقیدہ اجماعیہ اسلامیہ کو مضرت نہیں کیونکہ ابن عباس لمحاظ نص ﴿بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ﴾ جس میں موت طبعی کے معنی لینا ممکن نہیں جیسا کہ آتا ہے ﴿يُعِيسِي إِيَّايَ مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ﴾ میں بعد ارادہ معنی "ممیتک" کے قائل بہ تقدیم و تاخیر ہیں اسحق بن بشر و ابن عساکر من طریق جویری عن الضحاک عن ابن عباس فی قوله ﴿إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ﴾ یعنی رافعک ثم متوفیک فی اخر الزمان۔ (درمثور)

اور ایسا ہی تفسیر عباسی میں بھی ہے اور ظاہر ہے کہ کوئی باعث قول تقدیم و تاخیر کا آیت مذکورہ میں سوائے تطبیق کے مابین نصوص کے نہیں۔ شواہد تقدیم و تاخیر کے آیات قرآنیہ میں یہ ہیں قول باری تعالیٰ ﴿فَقَالُوا آوِنَا اللَّهُ جَهَنَّمَ﴾ میں بھی ابن عباس سے تقدیم و تاخیر مروی ہے یعنی انہوں نے یوں تفسیر کی فقالوا جہنم آوِنَا اللَّهُ اور حضرت مجاہد سے مروی ہے ﴿قَالَ قَوْلُ بَارِي تَعَالَى﴾ ﴿أَنْزَلَ عَلَى عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ عِوَجًا قَبِيحًا﴾ یعنی انزل علی عبدہ الكتاب قبیحا ولم يجعل له عوجا اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے روایت کی ہے ﴿قَالَ تَعَجَّبُكَ أَمْوَالُهُمْ﴾

﴿لَا ذَهَبَ إِلَّا يَرْبُدَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ مادہ تقدیم و تاخیر کے لئے پر لینی مقصود یہ ہے فلا تعجبک اموالہم ولا اولادہم فی الحیوة الدنیا لیربدا الله لیعذبہم بہا فی الاخرۃ۔ اور قتادہ سے روایت ہے ﴿قَالَ قَوْلُ بَارِي تَعَالَى﴾ ﴿يُعِيسِي إِيَّايَ مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ﴾ اس طور پر انہی رافعک الی اور فیک اور عمرہ سے باری تعالیٰ کے قول ﴿لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ﴾ حساب ﴿مِنْ لَهُمْ عَذَابٌ يَوْمَ الْحِسَابِ﴾ بما نسوا مروی ہے۔

اور اگر اس سے زیادہ روایات صحابہ کرام و تابعین عظام کی دربارہ تقدیم و تاخیر ملے تو بتو بالانفصیل "تفسیر اتقان" سے ملاحظہ فرمائیں اور جیسے کہ قول باری تعالیٰ ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ﴾ کا مقصود یہ ہے۔ فکان کفایہ قوس او ادنی۔ اور قول باری تعالیٰ ﴿فَقَاطِرُ السُّمُونِ وَالْأَرْضِ﴾ ﴿يَبْدِئُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ ﴿خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ ﴿كَذَلِكَ يُوجِي إِلَيْكَ وَإِلَىٰ مَنْ مِنْ قَبْلِكَ﴾ میں معطوف باعتبار تحقق خارجی کے معطوف علیہ سے مقدم ہے یونہی اس مثال میں موجود ہیں جن میں معطوف معطوف علیہ سے تحقق میں مقدم ہے۔ الغرض اقول ابن عباس ؓ کا ﴿مُتَوَفِّيكَ﴾ کے معنی میں "ممیتک" ہرگز مفید نہیں۔

اب ہم قول ابن عباس کا متعلق ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي﴾ کے جوہال ہو ارادہ معنی غیر بیان کرتے ہیں۔ اخرج ابو الشیخ عن ابن عباس ﴿إِنْ تُعَذِّبُهُمْ فَإِنَّهُمْ﴾ ﴿يَقُولُ عَبْدُكَ قَدْ اسْتَوْجَبُوا الْعَذَابَ بِمَقَالَتِهِمْ﴾ ﴿وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ﴾ میں ترک منہم وعد فی عمرہ (یعنی عیسیٰ السلام علیہ) حتی اہبط من الی الارض یقتل الدجال فنزلوا عن مقاتلتهم و وحدوک و اقروا انا

عبید ﴿وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ﴾ حیث رجعوا عن مقاتلتهم ﴿فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ (جلال الدین سیوطی درمنثور)

اور ایسا ہی تفسیر عباسی میں ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي﴾ کے معنی ”رفعتنی“ مذکور ہے۔ اگر آپ کو ابن عباس کا مسلک اور طریقہ لینا ضروری ہے تو قبول کریں۔ یہ نہ ہو کہ جیسا کہ تارک الصلوٰۃ نے آیت ﴿لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ﴾ سے سند پکڑی۔ دوسرے نے کہا میاں ابھی مضمون پورا نہیں ہوا ﴿وَأَنْتُمْ سُكَارَى﴾ کو بھی ساتھ ملاحظہ کرو جس کا مضمون یہ ٹھہرا کہ حالت نشہ میں نماز مت پڑھو۔ تو تارک الصلوٰۃ نے کہا کہ سارے قرآن شریف پر تمہارا باب عمل کرتا ہوگا ہم سے اگر ایک آیت پر بھی عمل ہو سکے تو بڑی بات ہے۔

پس قول ابن عباس اگر قابل احتجاج ہے تو اس کو اول سے آخر تک ملاحظہ کرو پھر دیکھو کہ رفع جسمی کس طرح بشہادت تفسیر ابن عباس کھلے کھلے طور پر ثابت ہوتا ہے۔ اب ناظرین بالنصاف سمجھ چکے ہوں گے کہ تفسیر ابن عباس کا متبع کون ہے ہم لوگ یا مرزا اور اس کے اذناب؟ ابن عباس کا اتباع تو بجائے خود چھوڑا بلکہ ان پر الٹا بہتان باندھا جیسا کہ امام بخاری کے اوپر کہ وہ بھی حدیث نزول ابن مریم میں مثیل ابن مریم مراد لیتے ہیں بلکہ کہا کہ سب ائمہ سلف کا یہی اعتقاد تھا۔

سوال: مرزا نے ”ازالہ اوہام“ میں غلامی اہل سنت و جماعت پر بڑے زور شور سے اعتراض کیا ہے کہ بخاری کی حدیث والذی نفسی بیدہ الخ میں مولوی صاحبان فقرہ یکسر الصلیب اور یقتل الخنزیر میں تو تاویل کرتے ہیں اور اصلی معنی مراد نہیں لیتے یعنی قتل کرے گا نساؤ کی کو جو اسلام قبول نہ کریں گے اور خنزیر کی حرمت کا حکم دیں گے اور خنزیروں کو بھی مار دلائیں گے تاکہ بوجہ پہلی محبت اور رغبت کے ان کی طرف میلان پیدا نہ

الجمع مادة الفساد“ اور ابن مریم میں مثیل ان کا مراد نہیں لیتے اور تاویل کرنے والا فراور لکھ قرار دیتے ہیں۔

اب جب کہ علماء نصوص قرآنیہ اور تفسیر ابن عباس وغیرہ احادیث و آثار کے اقتضاء کے مطابق رفع جسمی اور نزول مسیح صاحب انجیل پر ایمان لا چکے ہیں اور پیشین گوئیاں حتمی اور قطعی طور پر اسی مسیح کے بارہ میں آنحضرت ﷺ سے بطریق تو اتر معنوی سن چکے جس کا کان تاویل بہ مثیل گنجائش نہیں رکھتا تو اب مرزا کے خانہ زاد اصولوں پر کیسے ایمان لیں؟ تفسیر خازن اور درمنثور اور ابن کثیر اور مسند امام احمد میں ہے کہ ”شب معراج میں آپ ﷺ حضرت محمد ﷺ کی ملاقات ہوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تو قیامت کے قائم ہونے کے بارے میں کہا کہ مقرر وقت تو میں کہہ نہیں سکتا مگر میرے ساتھ میرے رب نے عہد کیا کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تو زمین پر اتر کر قوم یا جوج ماجوج اور دجال کو ہلاک نہ کرے گا۔“ اور اس حدیث کو ابن ماجہ نے بھی ذکر کیا ہے دوسری اسناد سے۔ یہ وعدہ کا بیان حضرت محمد ﷺ سے بات چیت شب معراج میں شاید کہ مرزا ہی نے کیا ہوگا۔ پس مولوی صاحبوں کو کیا غرض ہے کہ ابن مریم سے مثیل اس کا مراد لے کر اپنا دین برباد کریں؟ اور مرزا کا تاویل فائدہ ہوا کہ دنیا میں چند سادہ لوحوں کے آگے شان عیسویت اور مہدویت تو دکھائی دے گی ایمان گیا تو گیا۔ فقرہ یکسر الصلیب اور یقتل الخنزیر میں اس واسطے تاویل کی گئی کہ معنی حقیقی معذور ہے اور تعذر حقیقت دلیل ہے ارادۂ مجازی کی۔ شاید کہ مرزا کے نزدیک ہم کے ایک فقرہ میں مجاز کا واقع ہونا دلیل ہے کلام کے سب فقرات مجاز لینے کی۔ واہ واہ۔

خانہ زاد اصولوں کے ایسے ہی نتائج ہوا کرتے ہیں۔

سوال: آیت ﴿يُعِيسِي إِبْنِي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِبْنِي﴾ میں تقدیم تاخیر کہنا اور

ترتیب قرآنی کو بگاڑنا۔ اور ایسا ہی ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي﴾ سے معنی رفع کے مراد لینا یہ الحاد اور تحریف ہے۔ قرآن شریف میں اول سے آخر تک بلکہ صحاح ستہ میں بھی انہیں معنی موت کا التزام ہے۔ ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۰۱ اور صفحہ ۹۲۲ کا خلاصہ یہ ہے۔ اور ”ازالہ اوہام“ صفحہ ۳۰۳ میں کہتا ہے کہ غرض یہ بات کہ مسیح جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر چڑھ گیا اور اسی جسم کے ساتھ اترے گا نہایت لغو اور بے اصل بات ہے صحابہ کا ہرگز اس پر اجماع نہیں۔ بھلا اگر ہے تو کم از کم تین سو یا چار سو صحابہ کا نام لیجئے جو اس بارے میں اپنی شہادت ادا کر گئے ہوں ورنہ ایک یا دو آدمی کے بیان کا نام اجماع رکھنا سخت بددیانتی ہے۔

جواب: جس ابن عباس کو افتہ الناس جانا تھا اس کو اب مع دیگر مفسرین اہل اسلام کے محرف اور ملحد کہہ دیا یہ مرزا کا ایمان اور یہ وعدہ اور اسلام ہے۔ آیات قرآنیہ میں جس جس جگہ میں تقدیم و تاخیر مذکور ہے وہ سب واجب التسليم ہے بوجہ سیاق معنی کے اور لفظ ﴿تَوَفَّي﴾ سے معنی ”رفع“ اور ”قبض“ کا لینا، شہادت قرآن کریم جب ثابت ہے تو پھر بے اصل اور لغو بات کس طرح ہوئی؟ قرآن پاک اور احادیث صحیحہ متواترہ اور اجماع امت تو خبر دے رہے ہیں مگر جس کے نصیب میں ازلی ہدایت نہ ہو ان کو وعظ اور ہدایت کچھ کارگر نہیں ہوتی۔

مرزا اور مرزائی پہلے کسی مسئلہ اجماعیہ میں روایات صحابہ باسانید و قید اسامی تین چار سو تک بیان کریں بعد ازاں ہم تین چار ہزار تک بیان کر دیں گے۔ ارے مکار غدار تم نے ایسے مغالطے اور دھوکے دینے سے اردو خوانوں کو اور عوام کو گمراہ کرنا سمجھا ہے صحابہ کرام کے نام فارسی رسالہ ”ہدیۃ الرسول“ میں تم خود دل بھر کے دیکھ چکے ہو اور اس میں بھی دیکھ لو گے۔ پھر جب تک تم آٹھ، دس کا انکار ثابت نہ کرو گے تو اجماع منقوض نہ ہوگا اور بہت

ہر کرام سے جو رفع جسمی کی تصریح نہ ہوئی اس کی وجہ بہت ظاہر اور باہر ہے وہ یہ کہ صحابہ کرام کو قرآن کریم کے واقعات منصوصہ پر ایمان تھا پختہ طریق پر اور وہ حضرات اہل لسان تھے۔ اس مضمون کو آیت مذکورہ سے بااتکلف اور بلا احتمال غیر رفع جسمی کے سمجھ چکے تھے تو یہ لیا ضرورت تھی جو اختلافیات کی طرح ذکر رفع جسمی کا مابین صحابہ کے ہونا؟ بلکہ ذکر نہ کرنا ہی بڑی دلیل ہے اس کے مجمع علیہ ہونے پر۔ مرزا اور مرزائی ہی کسی قصہ میں جو قصص قرآنیہ سے صریح طور پر سمجھا گیا ہو مثلاً قصہ اصحاب کہف میں اقوال صحابہ کے دس تک بھی ذکر کریں، پانچ سو کی بات تو بڑی ہے۔ اسی لیے آج تک ذکر نزول مسیح نص محکم قرآنی سے مانائے کرام تلاش کرتے آئے بخلاف صعود جسمی کے کہ وہ تو صراحتہ مذکور تھا اور امر بہت ظاہر ہے۔ جس کسی کو ادنیٰ مہارت علمیہ ہو وہ بھی واقف ہو سکتا ہے مگر ہدایت باری تعالیٰ کے ہدایت قدرت میں ہے۔

سوال: ہم نے مانا کہ ابن عباس آیت ﴿يُعِيسِي ابْنِي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ﴾ میں تقدیم اور تاخیر کے قائل ہیں مگر وجہ تقدیم ماحقہ التاخیر کی کیا ہے؟ یعنی مقدم ذکر کرنا ”متوفی“ کا جس کا وقوع بعد نزول کے اور نزول بعد ہے رفع کے پس ”متوفی“ فی الواقع رفع اور نزول دونوں کے بعد ہے۔

جواب: وجہ اس کی یہ ہے کہ یہود مردود نے جب کہ باہم مشورت کی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیں اور قتل کے سامان مہیا کیے اور دن رات اسی کی فکر میں رہتے تھے یہاں تک کہ عیسیٰ علیہ السلام کو مع چند مسلمانوں کے ایک مکان میں بند کر دیا تو عیسیٰ علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ میری موت یہودیوں ہی کے ہاتھ سے ہوگی اور میری رسوائی اور ذلت یہودی ہی کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے اس دہم عیسیٰ علیہ السلام کو دور کرنے کے لیے ان سے محقق کر کے

ضمیر متکلم کو مستدلیہ اور لفظ ”متوفی“ کو مستد بنا کر فرمایا۔ ﴿يُعِيسِي اِنِّي مُتَوَفِيكَ﴾
 ”اے عیسیٰ میں ہی تجھ کو وفات دینے والا ہوں“ نہ کوئی غیر اور پھر ﴿وَاَفْعَكَ﴾ سے تلی
 بخشی بلاغت کا یہی مقتضی ہے کہ موافق حال مخاطب کے کلام چلایا جائے اور اگر
 ”ساتوفک“ فرماتے تو مطابق حال مخاطب کے نہ ہوتا کیونکہ فعل مضارع فقط حدوث
 فعل ”توفی“ سے خبر دیتا ہے بخلاف صیغہ اسم فاعل ”متوفی“ کے کہ مزید براں صفت
 قصصہ پر حسب محاورہ دلالت کرتا ہے۔ یعنی تمہارا وفات دینا میرا ہی کام اور صفت ہے۔ مثلاً
 یہ قول کہ میں ہی تجھ کو دوں گا اور یہ قول کہ میں ہی تیرا دینے والا ہوں، دونوں میں فرق ہے
 کیونکہ قول اول فقط وعدہ دینے پر مشتمل ہے اور دوسرا مزید براں افادہ اس مضمون پر مشتمل
 ہے کہ دینا تمہیں میرا ہی کام ہے۔

الغرض ﴿اِنِّي مُتَوَفِيكَ﴾ سے جو اطمینان اور تلی مستفاد ہوتی ہے وہ اور
 صیغوں سے نہیں ہوتی اور ایسا ہی یہود کا کہنا ﴿اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَىٰ بَنَ مَرْيَمَ
 رَسُوْلَ اللّٰهِ﴾ یعنی ”تحقیق ہم نے ہی قتل کیا ہے مسیح کو جو کہ عیسیٰ ہے بیٹا مریم کا اور وہ جو
 رسول ہے اللہ تعالیٰ کا“۔ سمجھو کہ ﴿اِنَّا قَتَلْنَا﴾ مفید حصر ہے جو ان کے زعم کے مطابق ان
 کے فخر اور تکبر کا باعث ہے یعنی اتنا بڑا کام کہ قتل ہے یہ ہم ہی سے ہوا ہے نہ کسی دوسرے سے
 ولہذا خالی فعل ”قتلنا“ پر بس نہ کی اور پھر ”قتلنا“ کے مفعول کو معرا اور ساوہ ذکر نہ کیا بلکہ
 موصوف کر کے۔ اور ﴿اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ﴾ پر اکتفا نہ کیا یہ دلیل ہے اس بات پر کہ مناظ
 افترا اور موجب خوشی ان کا فقط صدور فعل یعنی قتل ہی نہیں بلکہ قتل شخص خاص کا جو موصوف
 برسالت خداوندی ہے۔ پس باری تعالیٰ نے اس کی تردید اور تکذیب کے لیے فرمادیا ﴿وَمَا
 قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَّوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ﴾ ماہر ذہین پر پوشیدہ نہ رہے گا کہ اس آیت نفی کی

مناظ بھی اسی نسبت وقوع پر ہے۔ یعنی مسیح کو انہوں نے قتل نہیں کیا نہ نسبت صدور ہی پر یعنی
 صدور نفس قتل پر۔

پس دفع ہو گیا مرزا کا کہنا ”ازالہ اوہام“ میں وما قتلوه وما صلبوه کے
 ”معلق جو بیان لکھا ہے کیونکہ اس نے مناظ تردید کا نسبت صدور ہی کو سمجھا ہے نیز آیات مذکورہ
 کی تفسیر میں روایات ان لوگوں سے لی ہیں جن کی تکذیب اور تفسیل قرآن شریف انہیں
 آیات سے فرما رہا ہے۔

سوال: بیضاوی، تفسیر کبیر، تفسیر ابن کثیر، معالم التنزیل، کشاف وغیرہ نے ”توفی“ سے
 ”موت“ کے لیے ہیں جیسا کہ مرزا نے ”ازالہ اوہام“ صفحہ ۳۴۱ میں استشہاداً ذکر کیا ہے۔

جواب: مشتق نمونہ خردارے یہ استشہاد مرزا کا دیا ہی ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس کی
 تفسیر سے کیا تھا اور آخر کار اس سے فرار در فرار کیا اس دھوکے کا بیان بھی عرض کیا جاتا ہے کہ
 ان سب تفاسیر کے ملاحظہ کرنے سے یہ چالاکی مرزا کی بھی معلوم ہو جائے گی۔ ان سب کا
 خلاصہ یہ ہے کہ یہ سب صاحب مفسرین آیت ﴿بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ کے حکم کو زیر نظر رکھ کر
 ﴿اِنِّي مُتَوَفِيكَ وَرَاَفْعَكَ اِلٰی﴾ کے معنی میں دو مسلک اختیار کرتے ہیں۔

ایک تو ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یعنی تقدیم تاخیر بر تقدیر ثبوت ارادہ معنی ”ممینک“
 کے لفظ ﴿مُتَوَفِيكَ﴾ سے مطلب یہ ہوا اس مسلک پر ”اے عیسیٰ میں تجھے بالفعل اٹھانے
 والا ہوں اور بعد نزول تجھے مارنے والا ہوں“۔

دوسرا لفظ ﴿مُتَوَفِيكَ﴾ سے معنی قبض اور رفع کے لینا۔ اور اس بنا پر یہ مطلب
 ہوا کہ ”اے عیسیٰ میں تجھے پکڑنے والا ہوں اور اٹھانے والا ہوں“۔ اور بعض مثل صاحب
 کشاف کے ﴿مُتَوَفِيكَ﴾ کو کنایہ شہراتے ہیں عصمت اور بچا لینے سے۔ اور اس بنا پر یہ

مطلب ہوا کہ ”اے عیسیٰ میں تجھے یہود کی ایذا سے بچانے والا ہوں“۔ پس مرزا نے قول باری تعالیٰ ”ممیتک“ کو جو تفسیر معنی کنائی کے ضمن میں صاحب کشف کے قول میں واقع ہے معنی ”متوفیک“ کا سمجھ لیا ہے اور یہ خیال نہ کیا کہ اس احتمال کو یعنی ﴿مُتَوَفِّیکَ﴾ سے معنی ”ممیتک“ لینے کو تو خود صاحب کشف بعد اس کے تضعیف کر رہا ہے اور عبارت کشف کی یہ ہے۔ ﴿مُتَوَفِّیکَ﴾ ای مستوفی اجلک ومعناہ انی عاصمک من ان یقتلک الکفار ومؤخرک الی اجل کتبہ لک وممیتک حتف انفک لاقتلا بایدیہم ﴿وَرَأْفِعُکَ اِلٰی﴾ الی سمانی ومقر ملائکتی ﴿وَمُطَهِّرُکَ مِنَ اللَّدِیْنِ کَفَرُوْا﴾ من سوء جوارہم وحبث صحبتہم وقیل ﴿مُتَوَفِّیکَ﴾ قابضک من الارض من توفیت مالی علی فلان اذا استوفیتہ وقیل ممیتک فی وقتک بعد النزول من السماء ورافعک الآن وقیل متوفی نفسک بالنوم من قوله ﴿وَالَّذِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِہَا﴾ ﴿وَرَأْفِعُکَ﴾ وانت نانم حتی لا یلحقک خوف وتستیقظ وانت فی السماء۔ آج۔

اب عرض ہے کہ رفع جیسی کا چونکہ قولہ تعالیٰ ﴿بَلْ رَفَعُوْهُ اِلَیْہِ﴾ سے صراحتاً اور ﴿وَاِنْ مِنْ اَہْلِ الْکِتٰبِ﴾ الخ اور ﴿وَاِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ اور احادیث صحیحہ متواترہ سے استلزاماً ثابت اور مومن بہ اہل اسلام کا سلف سے خلف تک ہو چکا اور بظاہر آیت ﴿یُعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیکَ وَرَأْفِعُکَ اِلَیْ﴾ منانی اس کے معلوم ہوتی تھی کیونکہ مفاد اس آیت کا یہ نکلتا ہے کہ ”اے عیسیٰ میں تجھ کو مار کر بعد ازاں اٹھانے والا ہوں“۔ لہذا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے رفع منافات یوں فرمائی کہ آیت میں تقدیم و تاخیر کا قول کیا یعنی ”اے عیسیٰ میں تجھ کو اول اٹھانے والا ہوں آسمان کی طرف اور بعد ازاں نازل کر کے زمین پر تجھ کو

مارنے والا ہوں“ اور باقی مفسرین کسی نے تو ”توفی“ سے معنی قبض کے لیے اور کسی نے نبذ کے۔ سب کا مقصود یہی تھا کہ یہ آیت مخالف نہ ہو اس نص ﴿بَلْ رَفَعُوْهُ اِلَیْہِ﴾ کے۔ پس کا مدلول آنحضرت ﷺ سے بوضاحت تامہ استلزاماً بیان ہو چکا ہے ”صاحب کشف“ نے ان سب مسائل کو ضعیف سمجھ کر حتیٰ کہ ”ممیتک“ کو بھی جیسا کہ قبیل ممیتک فی وقتک الخ سے تریض اور تضعیف اس کی ظاہر ہے ایک اور راستہ لیا۔ وہ کیا ”انہی متوفیک“ کتنا یہ ہے عاصمک سے۔ یعنی میں ”تمہارا بچانے والا ہوں شر یہود سے“۔ کیونکہ استیفاء اجل اور عصمت لازم ہیں ”توفی“ کو بعد ملاحظہ حصر کے جو مستفاد ہے ضمیر متکلم کے مسند الیہ اور مشتق کے مسند بنانے سے یعنی جب اللہ ہی انکا مارنے والا ہے بغیر مداخلت یہود اور ان کی ایذا کے تو ضرور معنی استیفاء اجل اور عصمت کے متحقق ہوں گے۔ اس معنی کنائی کی تشریح میں ”صاحب کشف“ نے ومعناہ انی عاصمک ذکر کیا۔

اب قول اس کا وممیتک حتف انفک یہ معنی کنائی کے ضمن میں داخل ہوا نہ یہ کہ مراد متوفیک سے ممیتک ہے۔ اس کی تو خود ”صاحب کشف“ وقیل ممیتک فی وقتک الخ سے تضعیف کر رہا ہے اور وجہ تضعیف کی یہ ہے کہ استیفاء اجل بسبب مشتمل ہونے اس کے تاخیر اجل پر منافی حیات اور مسیح کے آسمان پر زندگی کر کے کا نہیں ہے بخلاف ”ممیتک“ کے کہ بغیر انفہام قیود خارج عن المدلول کے یعنی الآن اور بعد النزول دفع منافاة میں مفید نہ ہوگا۔

پس معنی اس بناء پر بھی یہ ہوئے کہ ”اے عیسیٰ میں ہی تجھ کو بچانے والا ہوں کفار کے ہاتھ سے تا تمام ہونے تیری عمر کے اور بعد ازاں میں تجھ کو تیری طبعی موت سے مارنے والا ہوں بعد نزول کہ آسمان سے اور بعد قتل کرنے دجال کے“۔ ”متوفیک“ کا لفظ کچھ

اسی بات کی خواہش نہیں کرتا کہ جس وقت متوفیک فرمایا گیا اسی وقت میں عیسیٰ (علیہ السلام) کو وفات دے دیتا بلکہ اگر بعد دو ہزار، چار ہزار، دس ہزار، لاکھ برس کے ہو تو بھی ”متوفیک“ کے معنی صادق آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ تو نہیں فرمایا کہ یعیسیٰ انی متوفیک الآن اوبعد سنة وغير ذلك اللہ تعالیٰ نے یہ تو نہیں فرمایا کہ ”اے عیسیٰ میں تجھ کو مارنے والا اب یا دس دن یا برس سو برس کے بعد“، بلکہ مطلق فرمایا۔ پس جب اللہ تعالیٰ ان کو مارے گا۔ ”انی متوفیک“ صادق ہو جائے گا، اور یہ بات تو خوب ظاہر ہے ہر شخص جان سکتا ہے۔ اگرچہ منصف کو اس تقریر سے کفایت ہے مگر تائید اور تاکید اور تجدید فوائد کے لیے ایک اور تفسیر سے بھی بیان کیا جاتا ہے۔ ﴿وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾

نقل از تفسیر کبیر الامام الرازی رحمہ اللہ تعالیٰ قال اللہ تعالیٰ ﴿يُعِيسٰى اِنِّى مُتَوَفِّىكَ وَرَافِعُكَ اِلٰى وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا.....﴾ المسئلة الاولی اعترفوا بان اللہ تعالیٰ شرف عیسیٰ فی هذه الایة بصفات (الصفة الاولی) ﴿اِنِّى مُتَوَفِّىكَ﴾ ونظيره قوله تعالى حکایة عنه ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ اَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ﴾ واختلف اهل التاویل فی ہاتین الآتین علی طریقین. (احدهما) اجراء الایة علی ظاہرہ من غیر تقدیم ولا تاخیر فیہا. (والثانی) فرض التقديم والتاخير فیہا اما الطريق الاول فیہا من وجہ الاول معنی قوله تعالى ﴿اِنِّى مُتَوَفِّىكَ﴾ ای انی متم عمرک فحينئذ اتوفاک فلا اترکهم حتی يقتلوك بل انا رافعک الی سمانی ومقربک بملائکتی واصونک عن ان يتمکنوا من قتلک.

وهذا تاویل حسن۔ (اقول) لانه ليس فيه دلالة على الوفاة بمعنى الموت واتمام العمر وقت الرفع بل فيه اظهار ان الرفع قبل اتمام العمر وهذا لا يخفى على اولى النهی (الوجه الثانی) ﴿مُتَوَفِّىكَ﴾ ای ’ممیتک‘ وهو مروی عن ابن عباس ؓ ومحمد بن اسحاق قالوا والمقصود ان لا یصل اعداؤه من اليهود والی قتله ثم انه بعد ذلك اكرمه بان رفعه الی السماء ثم اختلفوا فی هذا الوجه علی وجهین. (احد هما) قال وهب توفي ثلاث ساعات من النهار ثم رفع ای بعد احیائه (وثانیها) قال محمد بن اسحق توفي سبع ساعات من النهار ثم احیاه اللہ تعالیٰ ورفعه الیه ومن الوجوه فی تاویل الایة ان الواو فی قوله ﴿مُتَوَفِّىكَ وَرَافِعُكَ اِلٰى﴾ لا تنفید الترتیب فالآیة تدل علی انه تعالیٰ یفعل به هذه الافعال فاما کیف یفعل ومتی یفعل فالامرفیه موقوف علی الدلیل وقد ثبت بالدلیل انه حی وورد الخبر عن النبی ﷺ انه سینزل ویقتل الدجال ثم انه تعالیٰ یتوفاه بعد ذلك۔

غرض کہ نفس واقعہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کا سچا ہے کہ ایسا ہوگا باقی یہ کہ کیسا ہوگا اور کب؟ یہ بطرف پروردگار کے اس روایت کے بموجب پر دیکھا جائے اور اس کی تفصیل سے بحث نہ کی جائے بہت ایسی باتیں ہیں کہ ان کا ہونا حق ہوتا ہے اور وجہ کیفیت اور تعیین زمان و مکان و اسم میں احتمال اور اختلاف ہو جایا کرتا ہے۔ جیسے کہ ”یعنی“ جلد ساتویں صفحہ ۳۱ میں ہے کہ ہابیل کا قاتل آدم (علیہ السلام) کا بیٹا تو ہے مگر اس کے نام میں اختلاف ہے کہ قابیل ہے یا کہ قین بن آدم (علیہ السلام) یا کہ قان بن آدم۔ اور ایسا ہی نقل کرنے کے سبب

میں بھی اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ قاتیل کے ساتھ کے بطن کی ہمشیرہ جس کا نام اقلیم یا اقلیم تھا وہ ہاتیل کو شادی ہو گئی اور ہاتیل کے ساتھ کے بطن کی ہمشیرہ اس کی جس کا نام لیوڈایا دیا یا لیوڈا تھا وہ قاتیل کو شادی ہو گئی اور اس وقت اس قدر جائز تھا بسبب ضرورت کے کہ ایک بطن کی لڑکی دوسرے بطن کے لڑکے کو شادی ہو جاتی تھی کیونکہ دنیا میں اور کوئی عورت اور مرد نہ تھا۔

اور بعض نے کہا کہ یہ بہن اور بھائی کا نکاح ہونا آدم علیہ السلام کی اولاد میں غلط بات ہے بلکہ اصل یہ ہے کہ جیسا کہ حکایت کیا ثعلبی نے معاویہ بن عمار سے کہ میں نے سوال کیا صادق رحاشہ سے اس بات کا کہ کیا حضرت آدم علیہ السلام اپنی بیٹی کا نکاح اپنے بیٹے سے کیا کرتے تھے؟ اس نے کہا کہ پناہ ہے اللہ تعالیٰ کی اس بات سے وہ بلکہ ایسا ہوا کہ جب آدم علیہ السلام اترے طرف زمین کی تو اماں کے ایک بیٹی پیدا ہوئی اس کا نام رکھا 'عناق' اور اسی نے سب سے اول زمین پر بغاوت اور بدکاری اور گناہ شروع کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس پر ایسا کوئی مقرر کر دیا جس نے اس کو قتل کر ڈالا۔ پھر اس کے بعد قاتیل پیدا ہوا جب وہ جوان ہوا تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ظاہر کر دی ایک عورت جنہی قوم جن میں سے اس کا نام 'ہمامہ' تھا۔ پس آدم علیہ السلام نے بحکم پروردگار قاتیل سے اس کا نکاح کر دیا اور جب ہاتیل جوان ہوا تو اس کے لیے جنت سے حور آئی نام اس کا بذلہ تھا۔ پس بحکم پروردگار اس کا نکاح

۱۔ یہ روایت باطل ہے اور ثعلبی د طب البیّن نے فرماں عظیم اس کے ابطال پر شاہد ہے کہ ﴿خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَكُمْ﴾ (جنہیں ایک جان (آدم علیہ السلام) سے پیدا کیا اور اس کا جوڑا (حضرت حوا) اسی سے بنایا۔ صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت حوا حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں ہاتھ سے بنائی گئیں تو ہر طرح سلسلہ تخلیق بنی آدم صرف سیدنا آدم علیہ السلام پر ختمی ہوا جیسا کہ فرمایا کہ جنہیں ایک ہی جان سے پیدا کیا اور یوں بنی آدم کا نسب مادری جیہ یا حور سے جائے گا تو وہ دونوں سے تخلیق ہو جائے گی نہ صرف ایک سے ۱۲۔

اس سے کر دیا۔ پس قاتیل خفا ہوا آدم علیہ السلام پر اور کہا کہ میں ہاتیل سے عمر میں بڑا ہوں اس میں اس سے بہتر ہوں پس میرا نکاح 'بذلہ' کے ساتھ کیوں نہ کیا؟ جو کہ جنت کی حور ہے۔ اس آدم علیہ السلام نے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ایسا ہی تھا پس تم دونوں قربانی کرو کہ کس کی قربانی اللہ کی قبول کرتا ہے دیکھا جائے۔

پس بعض نے کہا کہ قاتیل کے قتل کرنے کا سبب ہاتیل کو یہ تھا کہ اس کی ہمشیرہ ادما سے جو خوبصورت تھی ہاتیل کا نکاح ہو گیا تھا۔ پس آسمان سے سفید آگ نے آکر ہاتیل کی قربانی کو جلا دیا اور کھالیا اور یہ قبول ہونے قربانی کی نشانی تھی اور قاتیل کی قربانی کو نہ پایا اور نہ کھایا۔ پس قاتیل نے ہاتیل کو قتل کر دیا۔ اور بعض نے کہا کہ وجہ حسد کی دوسری بات ہے یعنی ہاتیل کو جنت کی حور مل گئی تھی اور اس کو جنہی عورت ملی تھی۔ اور ایسا ہی اختلاف ہے اس میں کہ وہ قربانی ان دونوں کی کس جگہ میں ہوئی تھی؟ اکثر علماء کہتے ہیں کہ ہندوستان میں ملی۔ بعض کہتے ہیں منی کے پہاڑ میں ہوئی تھی اور بعض اور جگہ بتاتے ہیں۔ اور ایسا ہی اختلاف ہے اس میں کہ کس طریقہ سے ہاتیل کو مارا؟ ابن جریر نے کہا کہ قاتیل اسی فکر میں تھا کہ سو گیا اور شیطان ایک صورت بن کر آیا اور اس نے ایک پرندہ پکڑ کر ایک پتھر پر اس کا دل کھا اور دوسرے پتھر سے اس کو ریزہ ریزہ کر ڈالا۔ پس قاتیل نے ہاتیل کے ساتھ ایسا ہی کیا۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ پتھر مار کر مار ڈالا۔

اور مجاہد سے روایت ہے کہ سخت ڈھیلوں سے یعنی مٹی کے کلوخ سے سر اس کا پھل ڈالا۔ اور ربیع سے روایت ہے کہ دھوکا دے کر اس کو قتل کر دیا۔ اور بعض نے کہا کہ اس کا گلا گھونٹ ڈالا۔ اور بعض نے کہا کہ اس کو لوہے کے ساتھ قتل کر ڈالا۔ اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ کس جگہ پر اس کو قتل کیا؟ پس ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جبل ثور پر قتل کیا۔ اور

جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ بصرہ کی جامع مسجد میں۔ اور امام طبری سے روایت ہے کہ حراء کی وادی میں۔ اور مسعودی سے روایت ہے کہ دمشق میں۔ اور ایسا ہی کہا ہے ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں جس میں دمشق کا بیان ہے پس کہا کہ قاتیل باہر رہا کرتا تھا باب جابیہ سے اور اس نے قتل کیا اپنے برادر کو جبل قاسیوں پر نزدیک 'مغارة الدم' کے۔ اور کہا حضرت کعب نے کہ جو خون قاسیوں کے پہاڑ پر ہے وہ خون آدم علیہ السلام کے بیٹے ہابیل کا ہے۔

اور کہا ابن جوزی کے پوتے نے کہ عجب ہے ان اقوال سے اور حالانکہ متفق ہیں تواریخ اور صحابہ اور انبیاء علیہم السلام کے حالات بیان کرنے والے لوگ اس بات پر کہ یہ قتل کا واقعہ ہندوستان میں ہوا ہے۔ اور قاتیل نے غنیمت جانا کہ میرا باپ مکہ میں ہے۔ پس ہند میں اس کو قتل کر ڈالا اور جبل ثور اور حراء پر اس کو کون لایا وہ دونوں پہاڑ تو مکہ میں ہیں اور بصرہ شہر کی تو خود اس وقت بنیاد تک بھی نہ تھی اور کہاں تھا ہند اور دمشق اور باب جابیہ؟ اے میرے پروردگار میں ایسی باتوں سے پناہ مانگتا ہوں اور میں کہتا ہوں کہ روایت ہے ابن عباس سے کہ قتل کیا ہے اس نے ہابیل کو جبل ثور یا پر ہند میں اور یہی قول صحیح ہے۔ اچھی

(مافی الصغی کلام بدرالدین علی البخاری جلد ۷)

خیال کرو کہ واقعہ سچا مگر اس کے اسباب و وجوہ میں کس قدر خلاف ہے۔ پس ایسا ہی عیسیٰ علیہ السلام کا واقعہ کہ ضرور نازل ہوں گے زمین پر اور مرے گے۔ مگر کس طور پر اور کب؟ سو اس کی بحث ضروری نہیں ہے۔ یہ بیان اس وجہ تاویل میں تھا کہ آیت کریمہ میں ترتیب مفید نہ مانی جائے۔ ومنہا فی التاویل ما قالہ ابو بکر الوسطی وھو ان المراد ﴿إِنِّي مُتَوَفِّيكَ﴾ عن شہواتک وحوظوظ نفسک۔ ثم قال

﴿فَعَبَّكَ إِلَيَّ﴾ وذلك لان من لم يصرفانيا عما سوى الله لا يكون له دخول الى مقام معرفة الله تعالى وايضا فعيسى لما رفع الى السماء صار له كحال الملكة في زوال الشهوة والغضب والاخلاق الذميمة ومنها الدفلى اخذ الشيء واقفا ولما علم الله ان من الناس من يخطر بباله ان الله رفع الله هو روحه لاجسده كما زعمت النصارى ان المسيح رفع الله انه يعني روحه وبقي في الارض ناسوته يعني جسده فرد الله عليهم له ﴿إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ﴾

جیسا کہ صفحہ ۴۷۳، طبع مصر تفسیر کبیر، جلد ۳ میں ہے۔ ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ مِنَ الرَّقِيبِ عَلَيْهِمْ﴾ والمراد منه وفاة الرفع الى السماء من قوله ﴿إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ﴾ اور جیسا کہ تفسیر خازن جزء اول صفحہ ۵۰۹ میں ہے۔ ﴿فَلَمَّا رَافَعْتَنِي﴾ یعنی فلما رفعتني الى السماء فالمراد به وفاة الرفع لا الموت في هذا الكلام ليدل على انه عليه الصلوة والسلام رفع بتمامه الى السماء بروحه وجسده ويدل على صحة هذا التاويل ﴿وَمَا يَصْرُؤُنَكَ مِنْهُ﴾ ومنها ﴿إِنِّي مُتَوَفِّيكَ﴾ ای اجعلک کالمتوفی لانہ اذا رفع الی السماء وانقطع خبره واثره عن الارض کان کالمتوفی واطلاق اسم الشئ علی ما يشابه فی اکثر خواصه وصفاته جائز حسن ومنها ان التوفی هو نفس يقال وفانی فلان در اہمی ووفانی وتوفیتھا منہ کما يقال سلم فلان اہمی الی وتسلمتھا منہ. وقد یکون ایضا توفی بمعنی استوفی وعلی الاحتمالین کان اخر ارجہ من الارض واصعاده الی السماء توفیالہ. فان

قيل فعلى هذا الوجه كان التوفى عين الرفع اليه فيصير قوله ﴿وَرَأَيْتُكَ إِلَيَّ﴾ تكرر قلنا في متوفيك يدل على حصول التوفى وهو جنس تحت انواع ولم يكن تكرار بعضها بالموت وبعضها بالاصعاد الى السماء فلما قال بعد ﴿وَرَأَيْتُكَ إِلَيَّ﴾ كان هذا تعيينا للنوع ولم يكن تكرار.

ومنها ان يقدر فيها حذف المضاف والتقدير متوفى عملك بمعنى مستوفى عملك ﴿وَرَأَيْتُكَ إِلَيَّ﴾ اى ورافع عملك الى وهو كقوله تعالى ﴿إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ﴾ والمراد من هذا الاية انه تعالى بشره بقبول طاعته واعماله وعرفه ان ما يصل اليه من المتاعب والمشاق في تمشية دينه واظهار شريعة من الاعداء فهو لا يضيع اجره ولا يهدم ثوابه. ومنها المراد من التوفى النوم ومنه قوله عز وجل ﴿اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَاقِبِهَا﴾ فيجعل النوم وفاة وكان عيسى عليه السلام قد نام فرفعه الله وهو نائم لئلا يلحقه خوف فمعنى الاية اني منيكم ورافعك الى فهذه الوجوه المذكورة على قول من يجرى الاية على ظاهرها الطريق الثانى وهو قول من قال لا يد فى الاية من تقديم وتأخير تقديره انى رافعك الى ومظهرك من الذين كفروا ومتوفيك بعد انزلك الى الارض وقيل بعضهم هل تجد نزول عيسى الى الارض فى القرآن قال نعم قوله تعالى ﴿وَكَهَلًا﴾ وذلك لانه لم يكنهل فى الدنيا وانما معناه وكهلا بعد نزوله من السماء ومثله من التقديم التأخير كثير فى القرآن. واعلم الرجوه الكثيرة التى قدمنا ها تغنى عن التزام مخالفة الظاهر. والله اعلم

الصفة الثانية من الصفات التى ذكرها الله تعالى لعيسى عليه السلام ﴿وَرَأَيْتُكَ إِلَيَّ﴾ والمشبهة يتمسكون بهذه الاية فى اثبات المكان والعالى وانه تعالى فى السماء وقد دللنا فى المواضع الكثيرة من هذا الكتاب بالدلائل القاطعة على انه يمتنع كونه تعالى فى المكان فوجب حمل اللفظ على التاويل وهو من وجوه :

(الاول) ان المراد الى محل كرامتى وجعل ذلك رفعا اليه عظيم والتعظيم ومثله قوله "انى ذاهب الى ربى" وانما ذهب ابراهيم عليه السلام من العراق الى الشام. وقد يقول السلطان ارفعوا هذا الامر الى العالى. وقد يسمى الحاج ذوار الله تعالى ويسمى المجاورون جيران الله والمراد من كل ذلك التفضيم والتعظيم فكذا ههنا

(الوجه الثانى) فى التاويل ان يكون قوله ﴿وَرَأَيْتُكَ إِلَيَّ﴾ معناه ارفع الى مكان لا يملك الحكم عليه فيه غير الله لان فى الارض قد اولى الخلق انواع الاحكام. فاما السموات فلا حاكم هناك فى الحقيقة والظاهر الا الله تعالى

(الوجه الثالث) ان بتقدير القول بان الله فى مكان لم يكن ارتفاع عيسى الى ذلك سببا لارتفاعه وفرحه بل انما ينتفع بذلك. لو وجد هناك مطلوبة من الثواب والروح والراحة والريحان فعلى كلا القولين حمل اللفظ على ان المراد ورافعك الى محل ثوابك ومجازا لك واذا كان لابد من اضمار ما ذكرناه لم يبق فى الاية دلالة على اثبات ان الله تعالى. وبقي من مباحث هذه الاية موضع مشكل. وهو ان نص

القرآن دل على انه تعالى حين رفعه القى شبهه على غيره على ما قال ﴿وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ﴾ والاعبار ايضا وارادة بذلك الا ان الروايات اختلفت. فتارة يروى ان الله تعالى القى شبهه على بعض الاعداء الذين دلو اليهود على مكانه حتى قتلوه وصلبوه. وتارة يروى انه عليه الصلوة والسلام رغب بعض خواص اصحابه في ان يلقي شبهه عليه حتى يقتل مكانه وبالجمله فكيف ما كان ففى القاء شبهه على الغير اشكالات.

الاشكال الاول: انا لو جوزنا القاء شبه انسان على انسان آخر لزم السفسطة. فاني اذ ارايت ولدي ثم رأيت ثانيا فحينئذ جوز ان يكون هذا الذى رايته ثانيا ليس بولدى بل هو انسان القى شبهه عليه وحينئذ يرتفع الامان عن المحسوسات وايضا فالصحابه الذين راوا محمد ﷺ يامرهم وينهاهم وجب ان لا يعرفوا انه محمد لاحتمال انه القى شبهه على غيره وذلك يفضى الى سقوط الشرائع وايضا فمدار الامر فى الاخبار المتواترة على ان يكون المخبر الاول انما اخبر عن المحسوس فاذا جاز وقوع الغلط فى المبصرات كان سقوط خبر التواتر اولي وبالجمله ففتح هذا الباب اوله سفسطة وآخره ابطال النبوات بالكلية.

والاشكال الثانى: وهو ان الله تعالى كان قد امر جبرئيل عليه السلام بان يكون معه فى اكثر الاحوال هكذا قاله المفسرون فى تفسير قوله تعالى ﴿إِذْ أُنْزِلَتْ بُرُوجُ الْقُدُسِ﴾ ثم ان طرف جناح واحد من اجنحة جبرئيل عليه السلام كان يكفى العالم من البشر فكيف لم يكف فى

١- وقال بعض المفسرين كان معه لازما فى جميع الاحوال رفع مع شئ القى الى السماء كما فى التفسير الحسيني والعزبي والمظهرى والمعالم وابن كثير دفع البيان ١٢ امه حفظه ربه

١- اولئك اليهود عنه. وايضا انه عليه السلام لما كان قادرا على احياء الموتى واداء الأكمة والأبرص فكيف لم يقدر على امانة اولئك اليهود بس قصوده بالسوء وعلى اسقامهم والقاء الزمانة والفلج عليهم حتى يصبر واعاجزين عن التعرض له.

والاشكال الثالث: انه تعالى كان قادرا على تخليصه من اولئك الاعداء بان يرفعه الى السماء فما الفائدة فى القاء شبهه على غيره بل فيه لفاء مسكين فى القتل من غير فائدة اليه.

والاشكال الرابع: انه اذا لقي شبهه على غيره ثم انه رفع بعد ذلك الى السماء. فالقوم اعتقدوا فيه انه هو عيسى مع انه ما كان عيسى وهذا كان القاء لهم فى الجهل والتليس وهذا لا يليق بحكمة الله تعالى.

والاشكال الخامس: ان النصارى على كثرتهم فى مشارق الارض ومغاربها وشدة محبتهم للمسيح عليه السلام وغلوهم فى امره اخبروا هم شاهدوه مقتولا مصلوبا فلوانكرنا ذلك كان طعنا فيما ثبت بالتواتر والطعن فى التواتر يوجب الطعن فى نبوة محمد عليه السلام ونبوة موسى عليه السلام بل فى وجودهما ووجود سائر الانبياء عليهم الصلوة والسلام وكل ذلك باطل.

والاشكال السادس: انه ثبت بالتواتر ان المصلوب بقى حيا ما طويلا فلو لم يكن ذلك عيسى بل كان غيره لاطهر الجزع ولقال من لست بعيسى بل انما انا غيره ولبالغ فى تعريف هذا المعنى ولو ذكر لك لاشتهر عند الخلق هذا لمعنى فلما لم يوجد شئ من هذا علمنا ان

ليس الامر على ما ذكرتم فهذا جملة ما في الموضوع من السوالاات.
والجواب عن الاول: ان كل من اثبت القادر المختار مسلم انه تعالى قادر على ان يخلق انساناً آخر على صورة زيد مثلاً ثم ان هذا التصوير لا يوجب الشك المذكور فكذا القول فيما ذكرتم.

والجواب عن الثاني: ان جبريل عليه السلام لو دفع الاعداء عنه او اقدر الله تعالى عيسى عليه السلام على دفع الاعداء عن نفسه لبلغت معجزته الى حد الالغاء وذلك غير جائز

وهذا هو الجواب عن الاشكال الثالث: فانه تعالى لو رفعه الى السماء وما لقي شبهه على الغير لبلغت تلك المعجزة الى حد الالغاء.

والجواب عن الرابع: ان تلامذة عيسى كانوا حاضرين وكانوا عالمين بكيفية الواقعة وهم كانوا يزيلون ذلك النليس.

والجواب عن الخامس: ان الحاضرين في ذلك الوقت كانوا قليلين ودخول الشبهة على الجمع القليل جائز والتواتر اذا انتهى في آخر الامر الى الجمع قليل لم يكن مفيداً للعلم.

والجواب عن السادس: ان بتقدير ان يكون الذي القي شبه عيسى عليه السلام عليه كان مسلماً وقبل ذلك عن عيسى عليه السلام جائز ان يسكت عن تعريف حقيقة الحال في تلك الواقعة ليثبت العزم والصبر على البلاء. وكذلك العزم على الصبر والكف عن اظهار المحن من طريقة الكبراء من محبي الله تعالى وبعيد بل ابعد عن شكاية الله لدى العباد وليس فيه

مع للشاكي. وبالجملة فالاسئلة التي ذكروها امور تنطرق الاحتمالات اليها من بعض الوجوه ولما ثبت بالمعجز القاطع صدق محمد عليه السلام في كل ما اخبر عنه امتنع صيرورة. هذه الاسئلة المحتملة معارضة للنص القاطع والله ولي الهداية انتهى ما في التفسير مفاتيح الغيب للامام الرازي مخلوطا معاني بعض المواضع.

وانا المقيير الحقير اقول: في تمته الجواب عن الاشكال الخامس ان ادعاءهم قتل عيسى عليه السلام واصلبهم اياه واثباته بالتواتر وانتهاء التواتر الى امر محسوس وهو القتل والصلب في حق عيسى عليه السلام ادعاء مجرد واشتباه وهمي ناش من الاجتماع على حمية قومية ونصرة دينية وتحفظ مسلكي كما ادعى الشيعة تواتر نص جلي من حضرة الرسالة على خلافة امير المؤمنين سيدنا علي ابن ابي طالب يوم غدير خم مع انه لم يثبت باخبار الاحاد ايضاً فضلاً عن المشاهير فضلاً عن المتواتر على ان التجربة والتواتر من قوم لا يكون حجة ملزمة على قوم آخروا لم يصل اليهم على ذلك النمط كما تقرر في موضعه ولمنع هذا التواتر وجود:

(الاول) ان من شرائط التواتر وجود هذا المبلغ المحيل للكذب في كل طبقة ولذا قالوا له اوله كاخروه واوسطه كطرفيه ووقت حدوث تلك الواقعة لم يتجاوز عدد المخبرين سبعة انفار الذين دخلوا عليه وزعموا انهم صلبوه كانوا ستة اوسبعة والغالب في هذا العدو عدم بلوغهم حد العلم والقطع بخبرهم.

(والثانی) ان دعوی اہل الاسلام لیس نفی مطلق المصلوبیۃ والمقتولیۃ بل مدعاہم ان المصلوب ہومن صور علی صورۃ عیسیٰ علیہ السلام فی اللون والشکل وتوجہ لانفس جثۃ المقدسۃ ﴿بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ﴾ والثابت بالتواتر لو سلم مصلوبیۃ من ہو علی صورته وهو کلی یصدق علیہ وعلى غیرہ فهو غیر مضر لنا لان الدلیل اعم من دعواہم فلا یتم التقرب فمبني الامر علی غلط الحس او علی عدم تمیزہ او علی عجزہ وکلالہ عن ادراک الشخص الواقعی وهذا واقع کثیر فی المتشابهات کما یوردہ اہل المعقول فی نقض الکلیۃ ببذلۃ البیضات.

(والثالث) انه قد انقطع عرق اليهود فی عہد بخت نصر فانه قتلہم واعدم عن الارض بذرہم وکسر اصنامہم فلم یبق الا واحد بعد واحد غیر بالغ حد التواتر وکان ملکا قبل البغۃ قابضاً لمشارك الارض ومغاربہا فانقطعت الطبقة الوسطی فلا یصدق حد التواتر علی قولہم ﴿اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ﴾.

(والرابع) ان من شرائط التواتر ان لا یكون معارضاً لامر قطعی وهو قول اللہ تبارک وتعالی ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَاِنَّ الْبٰدِیْنَ اَخْتَلَفُوْا فِیْهِ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا تَبَاعُ الظَّنِّ﴾ انتخبہ ہذا من کلام الفاضل محمد حسن السنہلی من تعلیقاتہ علی العقائد السعد التفزازانی مزیداً منا بمواضع للامضاح.

تفسیر خازن میں سورہ یسین شریف کے اس قول پاک پر ہے ﴿وَاضْرِبْ لَهُم

جدا اصحاب القریۃ اذ جاءها المرسلون﴾ آخر آیت تک ایک قصہ طول طویل اس آیت کریمہ کے متعلق ذکر کیا اور آخر میں کہا کہ کھل گئے دروازے آسمانوں کے اور انہا میں نے ایک جوان خوبصورت ان تینوں شمعوں اور دو قاصدوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں دعا کر رہا ہے..... الخ اس جوان سے مراد عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ کیونکہ اوّل قصہ میں ان علیہ السلام کی کا ذکر ہے۔ پورا قصہ دیکھنے سے اشتباہ نہیں رہتا۔

دلیل: جانے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آسمان پر۔ حضرت شیخ امام اجل ابو نصر محمد بن عبدالرحمن مدانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مستطاب سبعیات میں فرمایا ہے کہ ”یوم السبت“ یعنی سبت کے روز سات شخص نے ساتھ شخصوں کے ساتھ مکر کیا ہے نوح علیہ السلام سے ان کی قوم کا مکر، صالح علیہ السلام سے ان کی قوم کا مکر، یوسف علیہ السلام سے ان کے بھائیوں کا مکر، موسیٰ علیہ السلام سے ان کی قوم کا مکر، عیسیٰ علیہ السلام کی قوم کا مکر ان سے، قریش کے سرداروں کا مکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، بنی اسرائیل کا مکر پروردگار کے منع کرنے کے ساتھ شکار کرنے سے، بروز ہفتہ کے یعنی شنبہ کے روز اور بیان کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی قوم کے مکر کے سبب سے پروردگار نے بواسطہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے آسمان پر بلالیا اور عبارت اس امام اجل کی یہ ہے اقلہم ان صاحب البراق وسید یوم الميثاق ورسول الملك الخلاق لم یسم یوم السبت یوم مکر وخدیعة وانما سماہ یوم المکر والخدیعة لان سعة نفر مکروا فی هذا الیوم بسبعة نفر.

الاول قوم نوح علیہ السلام مکروا بنوح علیہ السلام قوله تعالی ﴿وَمَكُرُوا مَكْرًا کَبَارًا..... الاية﴾ فاستحقوا الطوفان والمحنة قوله تعالی ﴿فَقَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُّنْهَمِرٍ..... الاية﴾ الثانی قوم صالح علیہ السلام مکروا بصالح علیہ السلام

قوله تعالى ﴿وَمَكْرُؤٌ مَّكْرُؤٌ مَّكْرُؤٌ مَّكْرُؤٌ﴾ لا يشعرون ﴿الثالث اخوة يوسف عليه السلام﴾ مكرؤا بيوسف عليه السلام قوله تعالى ﴿فَيَكِيدُوا لَكَ كَيْدًا﴾
الرابع قوم موسى عليه السلام مكرؤا بموسى عليه السلام قوله تعالى ﴿فَاجْمَعُوا كَيْدَكُمْ ثُمَّ اتَّصَفُوا﴾ الخامس قوم عيسى عليه السلام مكرؤا بعيسى عليه السلام ﴿وَمَكْرُؤٌ مَّكْرُؤٌ مَّكْرُؤٌ مَّكْرُؤٌ﴾
السادس صناديد قريش مكرؤا برسول الله صلى الله عليه وسلم قوله تعالى ﴿وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا..... الآية﴾ السابع بنو اسرائيل مكرؤا بنهى الله تعالى قوله تعالى ﴿وَاسْأَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ﴾ وهى ايلة التى كانت حاضرة اى مجاورة البحر بحر القلزم ﴿إِذْ يَغْدُونَ﴾ اى يعتدون فى السبت فاستحقوا المسخ واللعة.

پھر رد (۲) ورق کے بعد ہر ایک قوم کے سر کو جو تفصیلاً بیان کرنا شروع کیا تو قوم یہود کا جو کر عیسیٰ علیہ السلام سے ہوا اس کا قصہ بیان فرمایا (وقصة) ان اليهود قالوا عیسیٰ ساحر واحیاء الموتی وغیر ذلک کله من السحر فسمع عیسیٰ علیہ السلام ذلک فاغتم وقال الہی انک اعلم بافتراءہم فانہم المسخ فجعلہم اللہ القردة والخنزیر فبلغ الخبر ملک الیہود فخاف ان یدعو علیہ ابضاً فامر بقتل عیسیٰ علیہ السلام فاجتمع الیہود وجاؤا الی عیسیٰ وکان فی البیت فادخلوا علیہ واحداً منہم لیقتلہ فنزل جبرئیل علیہ السلام فصعد بعیسیٰ الی السماء من سقف البیت وحول اللہ صورة الرجل الذی دخل علیہ علی صورة عیسیٰ علیہ السلام فاخذ الیہود ذلک الرجل وقتلوه فظنوا انہم قتلوا عیسیٰ علیہ السلام ﴿وَمَا قَتَلُوهُ﴾ کما قال اللہ تعالیٰ ﴿وَمَا قَتَلُوهُ یَقِیْنًا بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ

الایہ ویقال ان اسم الرجل الذی شبه بعیسیٰ السلام اشبوع..... الخ

مطلب یہ ہے کہ یہودی قوم نے جو کہ عیسیٰ السلام کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا تو
 لی دہ بیٹھی کہ جب کہ عیسیٰ السلام کا مردوں کو زندہ کرنا اور سخت بیماروں کو شفا دینا وغیرہ
 بڑے معجزے دیکھے تو یہودیوں نے کہا کہ عیسیٰ السلام جادوگر ہے۔ پس عیسیٰ السلام
 بددعا سے وہ یہودی خنزیر اور بندر بن گئے۔ جب یہ خیران کے بادشاہ کو پہنچی تو وہ ڈرا کہ
 شاید میرے اوپر بھی عیسیٰ السلام بددعا کریں گے۔ پس اس نے قتل کا حکم دیا اور قتل کے
 اٹلے ایک مکان میں ان کو بند کیا۔ پس جب ایک شخص کو اسے قتل کرنے عیسیٰ السلام کے
 جان کے اندر داخل کیا۔ جس کا نام اشبوع تھا۔ اس پر عیسیٰ السلام کی صورت ڈالی گئی اور
 یہودی نے اس کو عیسیٰ السلام جان کر قتل کر دیا اور عیسیٰ السلام کو پروردگار نے آسمان پر طلب

لر لیا..... الخ

لیل: ہونے عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانوں پر یعنی بخاری، جلد گیا رہو، صفحہ ۳۷۱ میں ہے وہ ان عیسیٰ یقتله بعد ان ينزل من السماء فيحكم بشريعة المحمدية۔ الخ یعنی جہاں کی باتوں سے ایک یہ بات ہے کہ اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل کریں گے، آسمان سے نازل ہونے کے بعد، پھر حکم کریں گے ساتھ شریعت محمدی ﷺ کے۔

یعنی بخاری نے جلد ۴، صفحہ ۵۹۸ میں حضرت ابو ہریرہ کی حدیث (ان النبی ﷺ قال یخرب الکعبہ ذوالسویقتین من الحبشة) کے متعلق فرمایا کہ کعبہ کے خراب ہونے کے ذکر میں جو جو احادیث وارد ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ابو اؤد طہاسی نے صحیح سند کے ساتھ فرمایا کہ حبشی لوگ آ کر خانہ کعبہ کو ایسا خراب کریں گے کہ بعد اس کے پھر اس مکان متبرک کی تعمیر نہ ہوگی اور وہی لوگ نکالیں گے خزانہ اس کا۔ اور ذکر کیا جلیبی نے کہ یہ

بات عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہوگی اور ایک حبشی ذوالسویقتین آئے گا اور بیت اللہ شریف کو گرائے گا۔ پس اس کے آنے کے بعد آٹھویں برس سے نویں برس کے درمیان میں عیسیٰ علیہ السلام بھیجے گا اس کی طرف ایک جماعت کو ذوالسویقتین کے معنی صاحب دو چھوٹی پنڈلیوں کا یہ اشارہ بطرف باریک ہونے پنڈلیوں کے ہے۔ کیونکہ قوم حبش کی پنڈلیاں باریک ہوتی ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ خانہ کعبہ کو خراب کرے گا ایسا ایک شخص جو کہ قوم حبشہ کا ضعیف ہے۔ اور وہ عبارت عربی یہ ہے یعنی کی۔ ومنها ما رواه ابو داؤد الطیالسی بسند صحیح فی بیایع لرجل بین الرکن والمقام واول من يستحل هذا البيت اهله فاذا استحلوه فلا تسال عن هلكة العرب ثم تجنى الحيشه فيخربونه خرابا لا يعمر بعده وهم الذين يستخرجون كنزه وذكر الحلیمی ان ذلك فی زمن عیسیٰ علیہ السلام وان الصریح یاتیہ بان ذاللسویقتین قدسار الی البيت یهدمه فیبعث الیه عیسیٰ علیہ السلام طائفه بین الثمان الی التسع..... الخ

اور ”اسی یعنی“ کے دوسرے صفحہ میں ہے کہ امام غزالی سے مذکور ہے کہ ہر روز مغرب کے وقت طواف کرتا ہے ایک شخص ابدال میں سے خانہ کعبہ کا اور ہر صبح کو طواف کرتا ہے اس کا ایک شخص اوداد سے جب یہ بات تمام ہو جائے گی تو یہ سب ہوگا خانہ کعبہ کے اٹھ جانے کا زمین سے۔ پس ایک روز ایسا ہوگا کہ جب صبح کو لوگ اٹھیں گے تو خانہ کعبہ کا کوئی نام و نشان اس جگہ اپنی پر نہ ہوگا اور یہ امر اس کے غائب ہو جانے کا اس وقت ہوگا کہ پہلے سے سات برس تک کوئی شخص حج اس کا نہ کرے گا۔ پھر قرآن شریف اٹھ جائے گا اپنی تختیوں سے، (یعنی لوگوں کو اس کے لکھنے اور خریدنے کا شوق نہ رہے گا) پھر قرآن شریف دلوں سے

انہ جائے گا۔ (یعنی نہ کوئی عمل کرے گا اور نہ کوئی پڑھے گا) پھر لوگ متوجہ ہو جائیں گے طرف شعرا شعرا اور غزل خوانی اور مرثیہ خوانی اور گانے بجانے اور جاہلیت کے قصوں کے۔ پھر نکلے گا دجال اور نازل ہوگا عیسیٰ علیہ السلام اور امام قرطبی نے فرمایا کہ اٹھ جانا قرآن شریف کا سینوں سے اول ہوگا اور خراب ہونا خانہ کعبہ کا بعد اس کے ہوگا اور یہ بعد موت حضرت علیہ السلام کے ہوگا اور یہی بات صحیح ہے..... الخ من المعنی۔ غرض کہ عیسیٰ علیہ السلام کا آنا اس وقت ضرور ہے۔ خراب ہونا خانہ کعبہ کا بعد ہورفع قرآن شریف کے یا قبل ہو۔ اور پہلی روایتوں میں مطلق جمع مراد ہے سوائے ترتیب مذکور کے یعنی یہ سارے امور ہوں گے قطع نظر تقدیم و تاخیر مذکور فی العبارة سے۔ پس ان روایات میں تطبیق بھی ہوگی اور بالتبع گانے بجانے کی برائی اور اس کا موجب النہی ہوتا بھی پایا گیا۔

”یعنی، بخاری، جلد ثانی ۲۱۰“ میں ہے کہ جب جبرائیل علیہ السلام جنت سے رسول اللہ ﷺ کے واسطے براق لائے اور حضرت محمد ﷺ براق پر سوا ہونے لگے تو گھوڑے نے تیزی کی۔ پس جبرائیل علیہ السلام نے گھوڑے سے کہا! کہ کیا تو محمد ﷺ ہی سے سختی کرتا ہے؟ یہ حصر کے کلمہ کے ساتھ اس واسطے کہا کہ پہلے انبیاء علیہم السلام بھی اس براق پر سوار ہو چکے ہیں۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وجہ یہ تھی کہ ”پہلے انبیاء علیہم السلام سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک زمانہ بہت گزر چکا تھا۔ اس پر کسی نے سواری نہ کی تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک تو خود زمانہ دراز تھا“..... الخ پس اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم ﷺ سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اس گھوڑے پر مثل انبیائے سابقین کے سواری کی تھی۔ مگر رسول اللہ ﷺ تک زمانہ چونکہ بہت گزر چکا تھا لہذا وہ گھوڑا موافق دنیا کے گھوڑوں کے ذرا تیزی کرتا تھا جیسے کہ دنیا کے گھوڑے کہ اگر زمانہ دراز تک ان

پر سواری نہ کی جائے تو ذرا تیزی دکھاتے ہیں اور سوار کے آگے سوار ہونے کے وقت اچھلتے کودتے ہیں۔ وھذا ظاہر جدا۔

”یعنی بخاری، جلد دوم، صفحہ ۲۰۷“ میں ہے بطور سوال و جواب کے۔ سوال: یہ ہے کہ کیا وجہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فقط پانچ انبیاء آدم وادریس و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام یا آٹھ انبیاء اور یحییٰ و یوسف و ہارون علیہم السلام ہی کا نام لیا؟ کہ ان سے میری ملاقات ہوئی اور حالانکہ بقیہ انبیاء علیہم السلام سے بھی ملاقات ہوئی تھی شب معراج میں۔ پس جواب: سب کے نام لینے اور خاص کرنے کے وجوہ بیان کیے کہ ان حضرات کو نبی کریم ﷺ سے مناسبت زیادہ تھی بہ نسبت دیگر انبیاء علیہم السلام کے اور حضرت ادریس علیہ السلام کے بیان میں فرمایا کہ ادریس علیہ السلام آسمان چہارم پر اٹھائے گئے جب کہ ان کی عمر ۳۶۵ برس کی تھی اور عیسیٰ علیہ السلام جب کہ ارادہ کیا ان کے قتل کا یہود نے۔ پس پروردگار نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا ایسا ہی نبی ﷺ کو جب کہ یہود نے بکری میں زہر ملا کر قتل کرنے کا ارادہ کیا تو پروردگار نے حضرت کو نجات دیدی..... وغ

اسی ”یعنی“ کے اسی جلد، اسی صفحہ میں ہے سوال: انبیاء علیہم السلام کی جائے قرار زمین میں ہے۔ پس کس طور پر رسول اللہ ﷺ نے ان کو آسمان میں دیکھا؟

کسی نے جواب: اس کا اس طرح دیا ہے کہ ان انبیاء کی ارواح کو پروردگار نے جسم کی شکل پر متشکل کیا تھا ذکرہ ابن عقیل و کذا ذکرہ ابن التین اور ابن التین نے کہا ہے کہ ارواح بدن کی طرف بروز قیامت لوٹیں گی مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہ وہ زندہ ہیں اور نہیں مرے اور وہ حضرت نازل ہوں گے بطرف زمین کے۔ چونکہ ابن التین کے کلام سے فقط عیسیٰ علیہ السلام ہی کی حقیقی حیات معلوم ہوتی تھی اور باقی انبیاء علیہم السلام کی حیات اس

ان کی ارواح طیبہ متشکل بشکل اجسام ہو گئی تھیں اور ان کی اصلی حقیقی حیات اور جسم ان کی ارواح روز ہوگا کہ جب بروز قیامت ان میں روح ڈالی جائے گی۔ پس علامہ مینی نے فرمایا کہ سارے انبیاء کو رسول اللہ ﷺ نے حقیقتہً دیکھا ہے چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاتے تھے اور موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے اور دیکھا ان کو ششم آسمان پر ملکہ مثل دیگر اہل اسلام کے ابن التین بھی اس کا قائل ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہی ہوئے بلکہ زندہ تشریف لے گئے ہیں..... الخ (مفصل)

قادیانی دجال اور بھال نے جس جلیل الشان پیغمبر اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی محمد ﷺ کو حضرت عیسیٰ روح اللہ کو گالیاں دی ہیں اور طرح طرح کے عیب اور طعن ان پر اور والدہ ماجدہ عابدہ متقیہ بی بی مریم علیہا السلام پر لگائے ہیں، میں تھوڑا قدر ان کے اوصاف حمیدہ سے ہدیہ اہل اسلام کرتا ہوں تاکہ جان لیں کہ قادیانی مسلمان تھا یا کیا؟ اور اوصاف کے ذکر کو اپنی نیک بختی ذریعہ شمار کرتا ہوں۔ پس بعد حمد رب الغلین اور صلوة علیہم السلام عرض کرتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم صاحبہ حضرت زینب بنت جحش کی اولاد میں سے ہیں درمیان حضرت سلیمان علیہ السلام اور بی بی آمنہ کی ۲۳ پشتیں ہیں۔ بی بی مریم کے باپ کا نام عمران بن ماثان، اور بعض نے کہا کہ اس کا نام عمران بن داؤد علیہ السلام کی اولاد سے ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے باپ کا نام بھی عمران ہے مگر وہ بن قاہت بن لاوی بن یعقوب علیہ السلام ہے اور ہر دو عمران کے بیابان مدت ایک ہزار آٹھ سو برس کی تھی۔ (خازن صفحہ ۲۲۹)

حدیث شریف میں ہے کہ بی بی مریم جب پیدا ہوئیں تو ان کی والدہ حنہ نے مسجد النقدس کی خدمت کے لیے مسجد میں ان کو دے دیا اور ایک ساعت بھی اپنی والدہ نے

ان کو خوراک نہیں دی بلکہ مسجد کے چوبارہ میں جنت سے بے موسم میوہ ان کے پاس آیا کر تھا۔ اور اکثر علماء نے کہا ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام ان کی پرورش کا انتظام کیا کرتے تھے۔ خور و سالی میں بی بی مریم صاحبہ نے پروردگار سے سوال کیا ایسے گوشت کھلانے کا جس میں خون نہ ہو۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو طعام کھلایا نڈی، ملخ۔ بی بی مریم کی صفات میں سے یہ بھی ہے کہ ان کو پروردگار نے اپنی عبادت کے لیے خاص کر لیا دن رات بیت المقدس میں مسجد کی خدمت کرتی تھیں اور رو برو اس کو فرشتوں نے کلام سنایا۔ یہ بات اور کسی عورت کو نہیں حاصل ہوئی اور باوجود کہ مردوں سے بیت المقدس میں اختلاط نہ تھا مگر باجماعت نماز ہر وقت ادا کرتی تھیں یہ بات بھی کسی دوسری عورت کو نہیں ہاتھ آئی اور جماعت کی نماز کا ان کو امر تھا اس آیت کریمہ کے ساتھ ﴿وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ﴾ مع الراجحین جب یہ کلمات فرشتوں سے بی بی مریم نے سنے رو برو ہو کر تو کھڑی ہوئیں نماز میں یہاں تک کہ ورم کر گئے قدم ان کے اور خون اور پیپ ان سے جاری ہو گیا۔ اور بی بی مریم ہر روز اتنی بڑھا کرتی تھیں جس قدر کہ برس روز میں اور لڑکے بڑھتے ہیں۔ اور جب کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے بے موسم میوہ مریم کے پاس دیکھ کر کہا کہ ”اے مریم کہاں سے یہ میوہ آتا ہے؟“ تو اس وقت بی بی مریم تو صغیرہ تھیں کہا ﴿هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ﴾ یہ میوہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ پس مریم صاحبہ نے بھی عیسیٰ علیہ السلام کی طرح مہد میں بحالت طفلی کلام کیا اور اس وقت قابل بات کے نہ تھیں اور بے خاوند کے ان کو پروردگار نے بیٹا دیا اور کسی عورت کو یہ بات حاصل نہیں ہوئی۔ (تفسیر خازن، جلد چہارم)

عرائس میں ذکر کیا ہے کہ بی بی مریم صاحبہ اور ایک شخص یوسف نام تھا اور مریم کا چچا زاد بھائی تھا دونوں مسجد میں جو کہ جبل صہیون کے پاس تھی نوبت بہ نوبت پانی ڈالا کرتے

یہ یوسف مریم کا چچا زاد بھائی ہے بعد ضعیف ہو جانے زکریا بغیر کے مریم اسی کی نگرانی میں رہی۔ بوجہ قحط سالی کے کوئی شخص بنی اسرائیل سے مریم کو نہیں لیتا تھا اور قرعہ الا تو کا قرعہ نکلا۔ پس مریم کی دعا سے اس کو رزق کافی ملتا گیا۔ (خازن) ایک روز بی بی مریم کے گھر کے گریبان میں جبرائیل علیہ السلام نے آدمی کی صورت بن کر وہ مٹی پھونک دی کہ آدم علیہ السلام کے قالب سے بچی تھی۔ اس مٹی کے لگنے کے سبب حمل قرار پا گیا تھا جس پر روزہ یعنی پیدائش اولاد کا درد جب شروع ہوا تو گئیں جامع مسجد میں اپنی ہمشرہ کے پاس اور برا جانا اس بات کو اس یوسف نجار نے اور کہا کہ اے مریم کیا کھیتی بغیر بیج کے ہوتی ہے؟ فرمایا بی بی صاحبہ نے کہ ہاں ہوتی ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے کھیتی کو پیدا کیا تھا تو بغیر بیج کے پیدا کیا تھا۔ اور ان کی ہمشرہ زوجہ تھی حضرت زکریا علیہ السلام کی اور وہ بھی اس وقت حاملہ تھیں ساتھ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے جن کو ”یوحنا“ بھی کہتے ہیں۔ اس نے کہا کہ ”اے مریم سے پیٹ میں جو ہے تیرے پیٹ والے کو سجدہ کرتا ہے مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے“ ابن عباس نے کہا ہے کہ بی بی صاحبہ کو حمل اور وضع عیسیٰ علیہ السلام کا ایک ہی ساعت میں ہوا تھا۔ ”تفسیر کبیر“ میں ابن عباس کا قول ۹ ماہ کا ذکر گیا ہے اور ایک ساعت کا بھی ذکر کیا ہے۔ ”سرا قول عیسیٰ علیہ السلام“ کے حمل میں ۸ ماہ ہے۔ تیسرا قول ”عطاء اور ابوالعالیہ“ اور ضحاک ۷ ماہ کا ہے۔ چہارم ۶ ماہ کا۔ پانچواں قول تین ساعتوں کا ہے ایک ساعت میں حمل ہوا اور ۱۱ مری ساعت میں صورت بنی اور تیسری ساعت میں پیدا ہوئے۔ (تفسیر کبیر، صفحہ ۵۳۲، جلد ۵)

عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے ہیں بعد زوال کے ایسا کہا ہے علامہ نیشاپوری نے۔ اور بی بی صاحبہ حیض و نفاس سے پاک رہیں کمافی الکبیر لفخر الرازی وغیرہ۔ اور بی بی مریم کے ساتھ فرشتوں نے رو برو ہو کر باتیں کی ہیں یہ بزرگی کسی دوسری عورت کو نہیں دی گئی۔ اور

پردہ گارنے بی بی کو برگزیدہ کیا اپنے زمانہ کی ساری عورتوں پر کہ عیسیٰ علیہ السلام ان کو عنایت کیا بغیر باپ کے۔ حدیث شریف میں ہے کہ چار عورتیں بڑے مرتبہ والی ہیں۔ مریم اور فرعون کا فری عورت آسیہ جو موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائی تھی اور حضرت محمد ﷺ کی بی بی خدیجہ الکبریٰ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

فرمایا ”امام رازی“ نے کہ قرآن شریف کی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ بی بی مریم صاحبہ سب عورتوں سے افضل ہیں۔ ”امام برماوی“ نے صحیح بخاری کی شرح میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حمل کے وقت بی بی مریم کی عمر تیرہ برس کی تھی اور عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر چلے جانے کے بعد ۳۶ سال تک زندہ رہیں اور اپنی موت کے وقت عمر بی بی صاحبہ کی ایک سو بارہ (۱۱۲) برس کی تھی۔ مگر یہ روایت تفصیل چاہتی ہے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ماں کا نام الیشاء اور خالہ کا نام حنہ بنت فاوذا ہے۔ اور بی بی مریم روزہ کی حالت میں سجدہ میں گری پڑی تھیں کہ انتقال ہوا۔ بعد کو عیسیٰ علیہ السلام نے خواب میں والدہ اپنی کو دیکھا کہ جنت دارالسلام میں اکرام اور عزت کے تخت پر بیٹھی ہوئی ہے۔ پس کہا کہ ”اے میرے بیٹے جنت میں آکر پردہ گار کے انعام کی شراب پر میں نے افطار کیا ہے۔“ اور عیسیٰ علیہ السلام اپنے والدہ کی ناف مبارک سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور ”تفسیر حسینی“ میں ہے کہ بعد تولد کے ملائکہ نے ان کو غسل دے کر بہشت کے ریشم میں لپیٹ کر بی بی مریم کے کنار میں رکھ دیا۔ ہر مولود کو اس کی پسلی میں شیطان دو انگلیوں سے دبا کر درد دیتا ہے اور جب عیسیٰ علیہ السلام کو درد پہنچانے لگا تو وہ انگلیوں سے دبا نا اس کا حجاب میں پایا گیا۔

”امام علائی“ نے اپنی تفسیر میں کہا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام تولد ہوئے بیت لحم میں۔ اور بعض نے فرمایا کہ پیدا ہوئے ناصرہ میں جو قریہ ہے صحیون کے قریوں میں سے اور چونکہ

یا علیہ السلام بی بی مریم کے پاس آیا جایا کرتے تھے لہذا قوم یہود نے ان کو زنا کی دہلی اور کہا کہ یہ لڑکا تمہارا ہے اور یہود نے ذکر یا علیہ السلام کو جب پکڑنا چاہا تو ملائکہ بھاگ کر ایک درخت کی طرف دوڑے اور وہ درخت پھٹ گیا اور ذکر یا علیہ السلام اس کے اندر گھس گئے۔ پس شیطان نے قوم یہود کو بتایا کہ وہ درخت میں ہے۔ پس ۴۰۰ نے آ رہ رکھ کر چیرنا شروع کیا اس درخت کو۔ یہاں تک کہ ذکر یا علیہ السلام کے جسم سے خون تہہ چیرتے چیرتے جانچے۔ پس یہود نے ذکر یا علیہ السلام کے دو ٹکڑے کر کے چیر ڈالا۔ حضرت شعیب علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا بعد اس کے پردہ گار کے حکم سے ملائکہ نے اس کو اور کفن کر کے مقام نابلس میں دفن کر دیا۔

”امام قرطبی“ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ بعد پیدا ہونے عیسیٰ علیہ السلام کے یہود نے کہا کہ بی بی مریم کو آ کر طعن و تشنیع کرنا شروع کیا تو بی بی صاحبہ نے کہا کہ اس لڑکے کو مارا حال دریافت کرو۔ کفار نے کہا کیا ہم اس سے دریافت کریں جو کہ مہد میں بچہ پڑا ہے؟ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دودھ پینا ترک کر کے بائیں کروٹ پر تکیہ کر کے ان طرف ہو کر اپنے دہنے ہاتھ کی نرائگی سے اشارہ کیا اور کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔ پھر با کلام ان کا یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو کتاب دی ہے اور مجھ کو نبی کیا ہے یعنی روز ازل میں مجھ کو نبی کر دیا ہے۔ اور بعض نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو لڑکپن ہی میں اسی ساعت میں کتاب پڑھائی گئی اور آپ علیہ السلام نے ۵ سالان فرمایا۔ ”تفسیر حسینی“ میں شاہی سے منقول ہے کہ والدہ کے شکم میں اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل کی تعلیم دے دی۔ اور نیز فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو نماز اور زکوٰۃ کا راز بتا دیا۔ جب کہ میں مکلف لائق نماز اور زکوٰۃ کے ہو جاؤں اور اتنے کلام کے بعد پھر اور

کوئی کلام نہیں کیا جب تک کہ اتنی عمر کو پہنچے ہیں کہ لڑکے جتنی عمر میں باتیں کرنا شروع کرتے ہیں۔ ابوالمسعود فی قولہ تعالیٰ انی عبد اللہ وخصیر خازن اور اس کو ابن عباس سے روایت کیا ہے اور ”اسی خازن“ میں اس کے متصل یہ بھی ہے کہ کہا مریم صاحبہ نے کہ جب میں اور عیسیٰ تنہا ہوتے تو مجھ سے باتیں وہ کرتے اور میں ان سے کرتی تھی اور جب کسی اور سے میں مشغول ہوتی تو اس وقت عیسیٰ علیہ السلام تہنیت کرتے تھے اور جب کہ نو ماہ کے ہوئے تو بی بی صاحبہ نے ان کو مکتب میں داخل کیا واسطے تعلیم کے۔

فائدہ: مہد میں سات لڑکوں نے باتیں کی ہیں:

۱..... عیسیٰ علیہ السلام اور

۲..... یوسف علیہ السلام کا شاہد جو لڑکا تھا۔

۳..... اور وہ لڑکا جس نے اپنی والدہ، بیٹی فرعون سے کہا تھا کہ آگ پر صبر کر جب کہ فرعون نے اس کو ڈالنا چاہا۔

۴..... اور اصحاب اخذ دو کے قصہ میں ایک لڑکا۔

۵..... اور یحییٰ علیہ السلام۔

۶..... اور ایک عورت نے ایک چرواہے سے زنا کیا تھا اور کہا کہ یہ لڑکا جرتیج کا ہے اور وہ عابد تھا مگر والدہ اپنی کو نماز پڑھتے جواب نہیں دیا تھا اس واسطے ماں کی بددعا سے تہمت زنا کی اس پر لگائی گئی تھی اس لڑکے نے کہا کہ میں چرواہے کا بیٹا ہوں جرتیج کا نہیں ہوں۔

۷..... اور ساتواں وہ کہ بنی اسرائیل کی عورت لڑکے کو دودھ دے رہی تھی اور ایک سوار گزرا عورت نے کہا ”یا اللہ میرے لڑکے کو ایسا کر دے“۔ لڑکے نے مونہ سے پستان نکال کر کہا کہ ”یا اللہ مجھ کو ایسا نہ کر“ پھر ایک باندی کنیز گزری عورت نے کہا ”یا اللہ میرا لڑکا اس کی مثل

نے کہا ”یا اللہ مجھ کو اس کی مثل کر“۔ پس ماں نے سبب دریافت کیا تو کہا کہ وہ لڑکا اور اس کنیز کو چوری اور زنا کی تہمت دیتے ہیں حالانکہ یہ اس سے پاک ہے۔

(یعنی بخاری، جلد ساتویں، صفحہ ۴۴۲، مصری)

امام دشتری نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام سب لڑکوں سے زیادہ دانا اور عاقل تھے۔

۸..... کہا کہ اے عیسیٰ علیہ السلام کہو بسم اللہ، تو عیسیٰ علیہ السلام نے کہا بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

۹..... مام نے کہا کہ کہو ابجد، عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اس کے معنی جانتے ہو؟ معلم

کہا کہ نہیں جانتا ہوں تو فرمایا عیسیٰ علیہ السلام نے کہ:

۱۰..... مراد اللہ ہے۔

۱۱..... مراد بہجت اللہ کی۔

۱۲..... مراد جلالت اور بزرگی اللہ کی۔

۱۳..... مراد دین اللہ کا۔

۱۴..... ہا سے مراد ہاویہ جہنم۔

۱۵..... مراد ویل اور فسوس اہل دوزخ کا۔

۱۶..... مراد زہیر اور آواز جہنم کی۔

۱۷..... علی حطت الخطایا عن المستغفرین، دور کیے گئے گناہ تو بہ کرنے والوں سے

۱۸..... کلام اللہ کی تدبیر غیر مخلوق ہے۔

۱۹..... صاع بدلہ صاع کا یعنی زیادہ سود ہے۔

۲۰..... است: ای تحشورہم جمیعاً، اٹھائے گا اے پروردگار تو سب لوگوں کو۔ پس معلم نے

۲۱..... اے بی بی صاحبہ اپنے لڑکے کو لے جا اس کو استاد معلم کی ضرورت نہیں ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جب بی بی صاحبہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو معلم کے پاس روانہ کیا تو معلم نے کہا کہ کہو بسم اللہ۔ کہا عیسیٰ علیہ السلام نے کیا معنی ہیں بسم اللہ کے؟ معلم نے کہا کہ میں نہیں جانتا۔ کہا عیسیٰ علیہ السلام نے الباء بھاء اللہ والسین سناء اللہ والمیم ملک اللہ۔

حکایت: حضرت عیسیٰ علیہ السلام چھوٹی عمر میں اپنی والدہ کے ساتھ ایک شہر کے پاس پہنچے وہاں کے لوگ بادشاہ کے دروازہ پر جمع تھے۔ انہوں نے سب پوچھا۔ کسی نے کہا کہ بادشاہ کی عورت پر لڑکا پیدا ہونے کی سختی ہے۔ اپنے بتوں سے یہ لوگ آسانی کے لیے سوال کر رہے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اگر میں اس عورت کے پیٹ پر ہاتھ رکھوں تو لڑکا جلدی نکلے گا۔ پس لوگ بادشاہ کے پاس ان کو لے گئے۔ بادشاہ سے عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر میں خبر دوں کہ عورت کے پیٹ میں کیا ہے تو تو ایمان لائے گا؟ اس نے کہا کہ ہاں۔ فرمایا عیسیٰ علیہ السلام نے کہ اس کے شکم میں لڑکا ہے جس کے رخسارہ پر سیاہ داغ ہے اور اس کی پشت پر سفید نشان ہے۔ پھر فرمایا کہ اے لڑکے میں تم کو پروردگار کی قسم دیتا ہوں کہ جلدی نکل آ۔ پس پیدا ہوا لڑکا اور ویسا ہی تھا جیسا کہ بتایا تھا عیسیٰ علیہ السلام نے۔ پس بادشاہ نے ایمان لانا چاہا مگر اس کی قوم نے اس کو منع کر دیا اور کہا کہ مریم جادوگر عورت ہے اس کو بیت المقدس سے لوگوں نے نکال دیا ہے یعنی اس کے بیٹے کا خیر دینا تا ثیر ہے جادو کی۔

حضرت وہب نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا اول معجزہ یہ ہے کہ مصر میں ایک شخص والدہ مسکین سے محبت کرتا تھا اور غریب لوگ اس کے پاس آیا کرتے تھے۔ پس اس کا مال چوری ہو گیا اور اس نے مسکینوں کو ملا مت کیا۔ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ سے کہا کہ اس کو کہو کہ سارے مسکینوں کو جمع کرے اپنے مکان میں۔ پس جب اس نے سب کو جمع کیا تو

اس شخص نے ایک شخص سے دست و پا یعنی لنگڑے لوے، شل کو ایک مردانہ سے کہا کہ اس پر شہادہ دیا اور اندھے سے کہا کہ اس کو اٹھا، اس نے کہا کہ میں ضعیف کمزور ہوں۔ پس عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ گزشتہ رات میں اس پر کیسے قوی ہو گیا تھا۔ یعنی اے اندھے اس شل رات کے وقت کیسے اٹھا کر اپنے ہمراہ کر کے چوری کر لی؟ اور حالانکہ ان دونوں نے مل چوری کی تھی۔ بعد ازاں اس صاحب خانہ نے لڑکے کی خوشی اور شادی شروع کی مگر پیٹنے والی چیز نہ تھی اس وجہ سے وہ غمناک تھا۔ پس عیسیٰ علیہ السلام اس کے مکان میں جا کر جس ان پر ہاتھ لگاتے وہی برتن شربت سے پُر ہو جاتا اور اس وقت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر بارہ برس کی تھی۔ اے باری تعالیٰ نے فرمایا قرآن پاک میں ﴿وَإِذْ نَادَىٰ بِرُوحِ الْقُدُسِ﴾ اور ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو مضبوط کیا ساتھ جبرائیل علیہ السلام کے۔ تفسیر حسین مظہری و تفسیر عزیزی عالم داہن کثیر نے لکھا ہے کہ روح القدس یعنی جبرائیل علیہ السلام ہر وقت قرین اور رفیق عیسیٰ علیہ السلام کے ہوتے تھے۔ ”فتح البیان“ میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام سے ایک دم می جدا نہیں ہوتے تھے یہاں تک کہ ان کے ساتھ ہی آسمان کو گئے۔

حکایت: حضرت کلاباذی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ ایک بار عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے میطان آیا رستہ میں ابلق وادی میں قریب بیت المقدس کے۔ پس ابلیس نے کہا کہ کون ہے تو؟ فرمایا کہ میں بندہ اللہ کا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی کنیز اور اس کی ہندی کا بیٹا ہوں۔ یعنی بابی مریم کا فرزند ہوں۔ شیطان نے کہا کہ نہیں بلکہ تو ساری زمین کا خدا ہے کیونکہ تو مردوں کو زندہ کرتا ہے اور مریضوں کو اچھا کرتا ہے اور کوڑھی اور اندھے مادر زاد کو اچھا کرتا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے سب فخر اور شان اور بڑائی ہے جس نے مجھ کو پیدا کیا۔ میں اس کے اذن اور حکم سے بیماروں کو اچھا کرتا ہوں میرا کوئی اختیار نہیں وہ اگر چاہے

تو مجھ کو مریض کر دے۔ شیطان نے کہا کہ صبر کریں میں شیطانوں کو تیرے آگے سجدہ کروانا ہوں۔ پس بنی آدم بھی دیکھ کر تم کو سجدہ کریں گے اور تو زمین کا خدا ہو جائے گا۔ پس عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی صفت کرنا شروع کر دی اور شیطان کی بات کو رد کر دیا۔ بعد ازاں حضرت جبرائیل اور میکائیل علیہم السلام تینوں فرشتے آئے عیسیٰ علیہ السلام کی مدد کرنے کے لیے۔ پس میکائیل علیہ السلام نے شیطان کو پھونک مار کر ایسا مشرق کی طرف اڑایا کہ سورج سے جا لگا اور اس کی گرمی اور تپش سے جل گیا۔ بعد ازاں اسرافیل علیہ السلام نے شیطان کو مغرب کی طرف پھونک مار کر ایسا اڑایا کہ جس چشمہ میں سورج جا گرتا ہے وہاں جا پڑا۔ جب نکلتا تھا جبرائیل علیہ السلام اس کو پھر اسی میں دھکیل دیتے تھے اس طور پر سات روز اس میں رہا۔ پس بعد اس کے عیسیٰ علیہ السلام سے بہت خوف کرتا تھا۔

حکایت: لڑکپن کی عمر میں عیسیٰ علیہ السلام کو خبر دیا کرتے تھے کہ ان کے ماں باپ نے ان کے لیے کیا کیا رکھا ہے۔ پس لڑکے آ کر مکان میں وہ چیزیں طلب کیا کرتے تھے۔ ماں باپ دریافت کرتے تھے کہ تم سے کس نے یہ کہا ہے؟ تو وہ کہتے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے۔ پس لوگوں نے اپنے لڑکوں کو عیسیٰ علیہ السلام سے الگ کر کے ایک مکان کشادہ میں کر دیا تاکہ ان کی ملاقات لڑکوں سے نہ ہو کرے اور لڑکے ان سے حال اپنے گھر کی چیزوں کا سن کر ماں باپ کو تنگ نہ کیا کریں۔ پس عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کہ تم لوگوں کے لڑکے کیا اس مکان میں ہیں؟ ان لوگوں نے عذر کیا اور کہا کہ اس میں تو بندر اور سورج ہیں اور کچھ نہیں۔ تو فرمایا عیسیٰ علیہ السلام نے کہ ایسے ہی ہوں گے۔ پس جب لوگوں نے دروازہ کھولا تو بے شک بندر اور سورج ہی تھے۔ ”کبیر و ابوالسعود خازن“ نے کہا کہ ایسی خبریں دینا عیسیٰ علیہ السلام کا اس سبب سے تھا کہ پروردگار نے ان کو اپنا برگزیدہ نبی کر کے بعض امور کا علم غیب عطا

کر دیا تھا جیسا کہ انبیاء علیہم السلام و اولیاء اللہ کو ساتھ بتانے پروردگار کے ہوا کرتا ہے۔ کما صرح بہ غیر واحد۔ نہ اس سبب سے کہ جیسا کہ بعض نصاریٰ کا اعتقاد ہے کہ وہ اقنوم تھا اقنوم ثانیہ سے۔ یعنی بخاری، جلد اول، صفحہ ۶۵ میں ہے والنصارى لا يقولون فى عيسى انه نبي ياتيه جبرئيل عليه السلام وانما يقولون ان اقنوما من الاقنيم الثلاثة اللاهوتية حل بنا سبت المسيح على اختلاف بينهم فى ذلك الحلول وهو اقنوم الكلمة والكلمة عندهم عبارة عن العلم فلذلك كان المسيح لى زعمهم يعلم الغيب ويخبر بما فى الغد فى زعمهم الكاذب... الخ. لفظ زعم کا تعلق اعتقاد عدم اتیان جبرائیل اور حلول اقنیم سے ہے نہ اخبار بالغیب سے۔ فانہ صحیح

”امام رازی“ نے سورہ آل عمران میں کہا کہ سب سے اول عیسیٰ علیہ السلام ایمان لائے حضرت یحییٰ علیہ السلام۔ اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے چھ ماہ بڑے تھے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے مسیح نام ہونے کی وجہ:

اول: تو یہ کہ جب پیدا ہوئے تھے تو بدن پر ان کے تیل ملا ہوا تھا۔ دہن مبارک سے جس تیل کے ساتھ انبیاء لوگ ملے جاتے تھے خاص اور یہ تیل علامت ہوگا اس بات کی کہ ملائکہ جانیں کہ جو تیل ملا ہوا پیدا ہوتا ہے۔ وہ نبی ہوتا ہے پس مسیح بمعنی ’ممسوح‘ ہوا فاعیل بمعنی ’مشمول‘۔ (تفسیر کبیر)

دوم: قہمیوں کے سر پر ہاتھ پھیرا کرتے تھے۔

ہم اور یابہ کہ وقت پیدا ہونے کے جبرائیل علیہ السلام نے اپنے پروں سے ان کو ملا تھا شیطان نے بچنے کے لیے۔

چہارم: اور یابہ کہ زمین کی سیاحتی کیا کرتے تھے اور مقیم نہ ہوتے تھے۔

پنجم: اور فقیر کو بعض دوسری کتابوں میں یاد ہے کہ پیاروں پر تندرستی کے لیے ہاتھ پھیرنا بھی ایک وجہ ہے۔

”تفسیر کبیر، رازی“ میں ہے کہ لفظ مسیح اسم مشتق ہے یا موضوع۔ پس اس میں دو قول ہیں۔ ابو نعیمہ اور لیث نے کہا کہ اصل اس کا مشیحا ہے عبرانی زبان میں اور عرب والوں نے مسیح بن الیا اور عیسیٰ علیہ السلام کا اصل یثوع ہے جیسا کہ موسیٰ کا اصل موسیٰ اور یشا ہے عبرانی میں۔ فعلى هذا القول لا يكون له اشتقاق. اور دوسرا قول اشتقاق کا ہے۔ پانچ وجوہ توبہ جو گزرے ہیں۔

ششم: یہ کہ انہ مسیح من الاوزار والاقام یعنی گناہوں سے پاک تھا۔

ہفتم: یہ کہ بوجہ ننگے پاؤں چلنے کے ان کے قدم ملے گئے تھے۔ چہارم معنی پریمم زائد ہے مسیح بمعنی ’سیاح‘ ہے۔ وعلى هذا المعنى يجوز ان يقال عيسى مسيح بالتشديد على المبالغة كما يقال للرجل فسيق وشرب اور دوسرے معنی پر مسیح بمعنی ’ماج‘ ہے، فعيل بمعنى فاعل ہے جیسے رحيم بمعنی راحم۔ (تفسیر کبیر)

اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ’وجیہ‘ فرمایا ہے جیسا کہ سورہ احزاب میں موسیٰ علیہ السلام کو ’وجیہ‘ فرمایا اور وجیہ کے معنی صاحب جاہ کے۔ اور دجال کو بھی مسیح کہتے ہیں مگر اس معنی سے کہ وہ مسوح العین ہے یعنی ایک آنکھ اس کی میٹھی ہوئی ہے یا یہ کہ اس کی ناک نہیں ہے۔ پس وہ امسح الوجہ والانف۔ اور سوائے اس کے ہزاروں معجزات ان کے کتابوں میں مذکور ہیں اور پھر اس سے بڑھ کر کیا فخر ہوگا کہ جن کے بارے رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ ”کیسے ہلاک ہوگی وہ امت کہ جس کے اول میں ہوں اور آخر میں مسیح ہوں

”۔ (قوت القلوب لابی طالب المکی) اور امام یافعی کے ”روض الریاحین“ میں ہے۔ ”کس خوف کروں میں اس امت پر کہ اول اس کے میں ہوں اور آخر اس کے عیسیٰ علیہ السلام کے“۔ الخ هذا الكل من الكتاب المستطاب نزهة المجالس ومنتخب الفانس للشيخ عبدالرحمن الصفوري رحمة الله تعالى عليه۔ خوشخبری امت محمد ﷺ کہ دونوں جلیل الشان پیغمبروں کے درمیان میں ہے اور دونوں کو برحق نبی مانتی ہے۔ بحان اللہ باوجود اتنے بڑے مرتبہ کے پھر بھی محمد ﷺ کے تابع اور پیرو ہی ہوں گے۔ وصلى الله عليه وعلى سائر النبيين والهم واصحابهم اجمعين۔

علامات امام مہدی علیہ السلام

سب مسلمانوں کو واضح ہو کہ کاذب مکار مہدی بہت گزر چکے۔ ابن ماجہ کے ماثیہ میں لکھا ہے کہ ۸۲ یا ۸۳ شخصوں نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور بعض بعض کو لوگوں نے خوب مانا اور لاکھوں خلقت تابع ہو گئی مگر آخر امر میں پر وہ کھل گیا اور جب کہ سچا مہدی آئے گا تو روز بروز اسلام کا چرچا، کفر کی تباہی ہوتی جائے گی۔ جمیع روئے زمین کی بادشاہی کرے گا اور ہر کس و ناکس اس سے خبردار ہوگا نہ ایسا کہ قادیانی غلام احمد مرزا چند روز کے بعد قبر میں چپ چاپ جا گھسا اور کوئی کام مہدی کا نہ کیا۔

پس فقیر کتب اسلام سے ان کے اوصاف اور علامات ذکر کرتا ہے۔ امام مہدی صاحب خوبصورت جوان عمدہ بال والا، بال ان کے لٹکتے ہوں گے دونوں شانوں پر، قد ان کا میانہ ہوگا، ناک انکی دراز اور بلند، کشادہ پیشانی، دہنے رخسارہ پر سیاہ خال ہوگا۔ ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مہدی کی پیشانی فراخ اور بنی بلند اور دراز ہوگی، پر کروئے گا زمین کو عدل اور انصاف سے جیسا قبل اس سے ظلم کے ساتھ پر

حضرت ابو عبد اللہ نے روایت کیا ہے اپنی کتاب میں علیؑ سے مرفوع کر کے کہ اگر زمانہ کا ایک روز باقی رہے گا جب بھی امام مہدی میرے اہل بیت سے آئے گا اور زمین کو عدل سے ایسا پُر کرے گا جیسا کہ ظلم سے ہوگئی تھی۔ (ابوداؤد) سات برس تک بادشاہی کرے گا۔ اور ”نظم الفرائد بر شرح عقائد“ صفحہ ۲۵۴ میں ہے کہ بیس برس تک بادشاہی کرے گا۔

ابو نعیم نے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ ”جس وقت تم دیکھو کہ ملک خراسان سے کالے جھنڈے اور نشان ظاہر ہوئے ہیں تو تم آؤ ان نشانوں میں اگرچہ گھٹنوں کے زور پر۔ کیونکہ وہ نشان اللہ تعالیٰ کے خلیفہ امام مہدی کے ہوں گے۔“ حضرت حذیفہؓ سے دیلمی نے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ”امام مہدی میرے قبیلہ سے فاطمہ کی اولاد سے ہوگا۔“ حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ ”امام مہدی جس قریہ سے ظاہر ہوں گے اس کا نام کریمہ ہے۔“ (رواہ ابو نعیم) اور امام مہدیؑ اس وقت موجود نہیں ہیں بلکہ اسی زمانہ میں پیدا ہوں گے۔ شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ امام مہدی وہ ابوالقاسم محمد مجتبیٰ بن حسن عسکری ہے۔ ۲۵۵ میں پیدا ہوئے ہیں سرمن رانی میں اور ان کے باپ کے دوسرا سوال ان کے بیٹا نہیں تھا۔ جب ان کا باپ فوت ہوا تو عمر امام مہدی کی پانچ برس کی تھی اس کو اللہ تعالیٰ نے حکمت دی ہے جیسے کہ حضرت یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کو۔ اور وہ مدینہ میں دشمنوں کے خوف کے سبب سے پوشیدہ ہو گیا ہے۔ اس فرقہ شیعہ کا یہ اعتقاد ہے کہ شریعت کے نطقاء ساتھ ہیں یعنی سات پیغمبر ہیں جو کہ ناطق بالشریعت ہیں۔ آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ، محمد و محمد مہدی علیہم السلام اور ہر دو نطقاء کے درمیان میں سات امام ہوتے ہیں۔ جو

بیت کی ہر زمانہ میں تحمیم کرتے ہیں اور اس اعتقاد والے فرقے کو اسماعیلیہ اور سبعیہ کہتے ہیں۔ (شرح المواقف ۷۵۴)

اور غیبیہ بت دو قسم ہے ایک صغریٰ دوسری کبریٰ۔ مگر یہ صاف غلط ہے کیونکہ علامہ نے جمہور شیعہ سے نقل کیا ہے کہ وہ اس بات کے قائل ہیں کہ حسن عسکری کا کوئی ولد نہیں باقضاء صوب کر کے اس کی اولاد ثابت کر رہے ہیں۔

حاصل یہ کہ شیعہ لوگوں کے میں قول ہیں اس میں کہ بعد حسن عسکری کے کس کا امام ہے؟ اور کون کون امام ہے؟ اور شیعہ غیر امامیہ اس بات کے قائل ہیں کہ جس کو امامت کے لقب سے مشہور کیا ہوا ہے وہ مہدی نہیں سوائے مہدی کے کوئی اور ہے اور ہم امامت و الجماعۃ سے شیعہ لوگوں کا چند باتوں میں اختلاف ہے۔ اول یہ کہ ہمارے نزدیک امام مہدی امام حسن کی اولاد سے ہیں اور امام حسینؑ کی اولاد سے کہنا بڑی داہیہ روایت ہے۔ دوسرا یہ کہ وہ ابھی تک پیدا نہیں ہوا۔ تیسرا یہ کہ امام عسکری کے اولاد ہی نہ تھی کیونکہ ان کے بھائی جعفر نے ان کے ترکہ سے میراث لی ہے۔ واما نفس وجود الامام المہدی الخلیفۃ الحق فمتفق علیہ تواترت بہ الاخبار اخرجھا احمد والخمسة والحاکم ونسیر بن حماد وابو نعیم والروایانی والطبرانی وابن حبان وغیرہم عن جماعة من الصحابة بطرق كثيرة امام الطبرانی اور رویانی غیر ہمانے کہا! کہ فرمایا ”رسول اللہ ﷺ نے کہ مہدی میری اولاد سے ہوگا۔ اس کا مونہ آٹھ ہونے کا مثل ستارہ روشن کے۔ رنگ اس کا عربی ہوگا اور بدن اس کا اسرائیلی ہوگا۔ اس کی بادشاہی اور خلافت پڑ زمین اور آسمان اور ہوا کی چیزیں راضی ہوں گی۔“ اور ابن عساکر نے علیؑ سے روایت کیا ہے کہ ”جب مقیم ہوگا لوگوں میں وہ شخص جس کا لقب قائم

ہے (مہدی) آل محمد ﷺ سے، تو اللہ تعالیٰ مشرق اور مغرب کے لوگ سارے جمع کر دے گا۔ رفقاء ہوں گے اہل کوفہ سے اور ابدال لوگ اہل شام سے۔ قال الطبرانی مرفوعاً قالوا لفاطمة نبینا خیر الانبیاء ہوا بک وشہیدنا خیر الشہداء وهو عم ابیک حمزة ومعنا من لد جناحان یطیر بہما فی الجنة حیث شاء وهو ابن عم اسک جعفر ومناسطہ هذه الامة الحسن والحسین وهما ابناک ومن المہدی وفيہ اخبار کثیرة متواترة المعنی. واما کونہ من العباسیین او خیر لامہدی الا عیسیٰ بن مریم فضعیف لا یسمع نظم الفرائد۔

بعض لوگ بے علم کہتے ہیں کہ امام مہدی کوئی نہیں بلکہ فقط عیسیٰ ہی ہوں گے حدیث میں ہے ”لامہدی الا عیسیٰ“ مگر اس کا جواب چند وجہ سے ہے۔ اول تو یہ کہ یہ حدیث ضعیف اور مضطرب ہے۔ دوسرا کہ محتمل التأویل ہے بلکہ بعد صحت اخبار مہدی کے یقیناً ماوٰل ہے کیونکہ امام مہدی اور عیسیٰ علیہما السلام کے اوصاف میں تقارن ظاہر ہے تو معنی حقیقی اس کا معذور ہے یعنی نفی وجود امام مہدی ﷺ کی اور وقت تغذر معنی حقیقی کسی لفظ کے معنی مجازی لیے جاتے ہیں پس یہاں مجاز متعین ہوا اور وہ معنی اول ہیں۔ پس بعض تاویل کرنے والوں نے مہدی کو معنی منسوب الی الہد پر محمول کیا ہے اور یہ حصر بہ نسبت انبیاء علیہم السلام کے ہے اور ابن جریج کی حدیث سے اب یہ معنی مخدوش نہ ہوں گے اور بعض علماء نے مہدی سے مہدی لغوی مراد لیا ہے چونکہ مطلق مہدی کا ذکر ہے لہذا اس سے فرد کامل مراد ہوگا لان المطلق اذا اطلق یراد بہ الفرد الکامل اور مہدی ہونے میں فرد کامل نبی اور پیغمبر ہی ہوتا ہے لہذا معنی یہ ہوئے، نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ میرے بعد پورا اور کامل مہدی اور ہدایت یافتہ ہوگا مگر حضرت عیسیٰ ﷺ ہوں گے۔

توضیح اس کی یہ ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا ”لانی بعدی“ اس عموم سے کہ ”انا تھا کہ حضرت محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا۔ اگرچہ انبیاء سابقین میں پس حضور اس وہم کی نفی فرماتے ہیں کہ میرے بعد نبی جو نہ آئے گا تو مراد یہ ہے کہ یہاں یہ نبوت کسی کو نہ دی جائی گی نہ مستقلہ، نہ تابعہ ہاں انبیاء سابقین میں سے ایک نبی کی شریعت کا تابع ہو کر آئے گا، وہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ آیت کریمہ یا احادیث متواترہ یا امت یا مسئلہ ضروریہ دینیہ کہ حضور ﷺ کا ختم نبوت ان چاروں وجوہ سے آفتاب کی مانند بلکہ اس سے ہزار ہا درجہ زیادہ واضح و روشن ہے اس سے اس قدر ثابت ہے کہ اب کسی کو امت و طاہر کے جانے کا دروازہ بند فرما دیا گیا۔ اصلاً مطلقاً ہرگز اب کوئی نیا نبی نہیں ہو سکتا۔ چہ وہ کیسا ہی تابع وغیر مستقل ٹھہرایا جائے۔

ہم پوچھتے ہیں وہ نبی کی شریعت جدید نہ رکھتا ہو شرائع میں دوسرے نبی کا تابع ہو، حضرت حاملان تو راست تھے علیم الصلوٰۃ والسلام وہ نبی ہیں یا نہیں؟ اگر نبی نہیں تو ہمارا طالب حاصل کہ اب کوئی نبی نہیں ہو سکتا نہ تابع، نہ مستقل۔ اور اب اسے نبی کہنا غیر نبی کو نبی بنانا اور اللہ عزوجل پر افتراء ہوگا اور اگر نبی ہے تو قرآن مجید نے جملہ نبیین کا ہی خاتم فرمایا ہے استقلال کی قید نہ قرآن میں ہے، نہ حدیث میں، نہ اجماع میں، نہ ضروریات دین میں۔ تو جدید نبی تابع کا آنا ان سب کے خلاف ہوا۔

ہاں کسی سابق کا تشریف لانا وہ ختم نبوت کے منافی نہیں ہو سکتا کہ اس کو نبوت پہلا مل چکی، نہ کہ جدید۔ اور ”فتاویٰ کا ملیہ“ میں کہا ہے کہ اگرچہ حضرت محمد ﷺ کی امت میں سے ہوں گے۔ مگر درجہ ان کا اول سے زیادہ ہوگا بوجہ زندہ کرنے کے دین محمدی ﷺ کو۔ کہ اس وقت دین میں بہت کمزوری اور ضعیف ہوگا اور یا تو آسمان سے احکام شریعت کے سیکھ

آئے گا یا یہاں آ کر قرآن شریف اور حدیث کو معائنہ کرے گا اور پوری مراد شریعت پر واقف ہو جائے گا اور تجابات علیہ دور ہو جائیں گے اور یا اپنے اجتہاد سے حکم کرے گا یا بواسطہ وحی کے، جو جو نبی ﷺ کی شریعت سے جانتے ہیں اس پر حکم کریں گے اور یا رسول ﷺ سے علم شریعت کا حاصل کریں گے اور یہ جو بعض جاہلوں نے مشہور کیا ہے غلط ہے کہ حکم کریں گے امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذہب پر۔ اور خواجہ خضر نے امام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے علم سیکھا ہے بارہ برس میں اور ان سے امام ابوالقاسم قشیری نے سارے علوم تین برس میں جان کر بہت سی کتابیں تصنیف کر کے صندوق میں رکھ کر اپنے کسی مرید سے دریائے جیحون میں ڈالوا دی ہیں۔ تاکہ عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان سے نازل ہوں گے تو ان کتابوں کا نکال کر ان کے مسائل پر عمل کریں گے۔ پس یہ کلام بالکل باطل ہے اور بے اصل ہے اس کا نقل کرنا بھی درست نہیں سوائے رد کرنے کے۔ اول تو اس میں علامہ قہستانی صاحب جامع الرموز نے سخت غلطی کی اور بعد کے لوگ اس کی متابعت کرتے گئے۔ یہ کوئی ماننے کی بات ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نبی ہو کر مجتہد غیر نبی کی تقلید کریں گے اور خواجہ خضر علیہ السلام جن کا مرتبہ امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے چند مرتبہ زیادہ ہے یقیناً اور وہ استاد موسیٰ علیہ السلام کے ہیں۔ انہوں نے کیسے بارہ برس امام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پڑھا؟ اور پھر اسی علم کو خواجہ خضر علیہ السلام سے امام ابوالقاسم نے تین برس میں حاصل کر لیا۔ پس شاگرد استاد سے زیادہ ذہین ہے اور اس بناء پر تو عیسیٰ علیہ السلام امام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگرد کے شاگرد ہوئے۔ بہت لوگوں نے اس بات کو سخت رد کیا ہے۔

فتاویٰ کا ملیہ میں ہے: سئل عن السيد عيسى ابن مريم اذا نزل اخر الزمان هل يكون كواحد من هذه الامة واذا قلتم انه يكون كواحد من

الامة هل ينزل عن مرتبة الرسالة الجواب: مافي حواشی شیخ علی وسطی الشیخ السنوسی وهذا نصه قوله كواحد من امة. يكون كواحد منهم في المشي على شريعة ﷺ. وأما نزوله عن مرتبة له فلا بل يزيده الله تعالى ورفع درجات وعلوم مقامات حيث احبى الله له هذا الدين وكاد يضمحل لما يقع في هذا الدين من محو آثار الحق والدم الحن وزلازل الضلال فيكون عيسى عليهما السلام حاكما بنصوص كتاب والسنة ويكشف الله له الغطاء عن المراد من احكام كتاب الله ورسول الله ﷺ وبهذا تعلم بطلان ما تقول بعض الجهلة من الاحناف من ان من ان عيسى عليهما السلام اذا نزل يحكم بمذهب الامام الاعظم ابي حنيفة رحمۃ اللہ تعالیٰ. وقد رد ذلك القول محققا المتأخرين من الحنفية احمد احمد الطحطاوى والسيد محمد امين في حواشيهما على المختار وشنعوا على القائل بذلك. اقول: قال الشامي على قول المختار في مدح الامام الاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ وقد جعل الله الحكم بحاب الامام الاعظم واتباعه من زمنه الى هذه الايام الى ان يحكم الله عيسى عليهما السلام فيه القهستاني. لكن لا دليل في ذلك على ان الله عيسى علي نبينا وعليه الصلوة والسلام يحكم بمذهب ابي حنيفة رحمۃ اللہ تعالیٰ وان كان العلماء موجودين في زمنه فلا بد له من دليل ولهذا الحافظ السيوطي في رساله سماها الاعلام ما حاصله ان ما يقال انه بمذهب من المذاهب الاربعة باطل لا اصل له وكيف يظن بنبي انه

یقلد مجتهدا مع ان المجتهد من آحاد هذه الامة لا يجوز له التقليد والما الحكم بالاجتهاد أو بما كان يعلمه قبل من شريعتنا بالوحي او بما تعلمنا منها. وهو في السماء او انه ينظر في القرآن. فيفهم منه كما كان يفهم نبيا ﷺ الخ. واقتصر السبكي على الاخير.

وذكر ملا علي القاري ان الحافظ ابن حجر العسقلاني سنل هل ينزل عيسى ﷺ حافظاً للقرآن والسنة. او يتلقاها عن علماء ذلك الزمان فاجاب لم يتقل في ذلك شي صريح. والذي يليق بمقامه ﷺ انه يتلقى ذلك عن رسول الله ﷺ فيحكم في امته كما تلقاه منه لانه في الحقيقة خليفة عنه اه. وما يقال ان الامام المهدي يقلد اباحيفة رواه ملا علي القاري في رسالة المشرب الوردی في مذهب المهدي وقرر فيها انه مجتهد مطلق ورد فيها ما وضعه بعض الكذابين من قصة طويلة حاصلها ان خضر ﷺ تعلم من ابي حنيفة الاحكام الشرعية ثم علمها للامام ابي القاسم القشيري وان القشيري صنف فيها كتباً وضعها في صندوق وامر بعض مریدی بالقائه في جيحون. وان عيسى ﷺ بعد نزوله يخرج منه من جيحون. وبحكم بما فيه. وهذا كلام باطل لا اصل له. ولا يجوز حکایتہ الاثرده كما اوضحه الطحطاوی واطال في رده وابطاله فراجعہ... الخ

(شای جلد اول)

چونکہ مستقل نبی میں ہادی ہونے کی شان غالب ہے اور تابع نبی میں مہدی ہونے کی شان غالب ہے۔ حتی کہ اس کا ہادی ہونا خود ناشی ہوگا مہدی ہونے کی شان سے

انہ انوان مہدی تعبیر فرمایا پس معنی یہ ہوئے کہ میرے بعد میرے تابع ہو کر حضرت عیسیٰ ﷺ تشریف لائیں گے۔ تیسری تاویل اس حدیث کی یہ ہے کہ ایسی ترکیب دو کمال اتحاد پر مشعر ہوتی ہے۔ گویا معنی یہ ہوئے کہ مہدی اور عیسیٰ ﷺ ایک ہوں مہدی موضوع اور عیسیٰ ﷺ محمول ٹھہرا اور موضوع و محمول میں اتحاد کا حکم ہدایتہ بارتحقیقت کے ہوتا ہے اور کبھی بابتہارجاز کے مثلاً دو چیزوں کا زمانہ آپس میں بہت بے ہوا اور ایک چیز کے واقع ہونے سے دوسری چیز کا واقع ہونا سمجھا جاتا ہو تو اس لحاظ ان دونوں کو موضوع و محمول بنا کر حکم اتحاد کا کیا جاتا ہے۔ اس کے نظائر کتب عربیہ میں ملت موجود ہیں اور خود حضرت معاذ بن جبل کی حدیث میں موجود ہیں۔ جو ابو داؤد وغیرہ میں وارد ہیں عن معاذ بن جبل قال قال رسول الله ﷺ عمران بیت المقدس اب یثرب وخراب یثرب خروج الملحمة وخروج قسطنطنیة امح قسطنطنیة خروج الدجال ثم ضرب بیده علی فخذ الذی حدثہ و سکبه ثم قال ان هذا ملحق کما انک ههنا او کما انک قاعد یعنی معاذ جبل... الخ

غور کرو کہ اس حدیث میں اسی صورت کے چار قضایا ایسے ہیں کہ جن میں ثبوت اول لدو موضوع اسی معنی سے ہے۔ فتح الودود حاشیہ ابو داؤد میں ہے اس حدیث کے متعلق المعنی ان کل واحد من هذا الامور امارة لوقوع ما بعده وان وقع هناك مهلة. پس مانحن فیہ کا مطلب یہ ہوا کہ امام مہدی کے آتے ہوئے تھوڑا زمانہ گزرے گا۔ حضرت عیسیٰ ﷺ تشریف لے آئیں گے۔

المناح امام مہدی ﷺ کے ظہور کی خبر پر اجماع جمہور ہے اور خلاف جمہور کے نہایت اشد

اور اندر اور نقل ہیں اور پُر ظاہر کہ غیر جمہور کا قول بمقتابلہ جمہور کے قابل اعتبار نہیں ہوتا۔ چنانچہ ابتدا سے لے کر آج تک برابر بڑے بڑے علمائے مستندین و آئمہ معتبرین فقہاء و محدثین و مفسرین اسی پر متحد ہیں اور کسی نے مخالفت نہ کی۔ ابو ہریرہ و انس سعید الخدری و ثوبان و ام سلمہ و ام حبیبہ و ابن عباس و ابن مسعود و ابن عمر و حضرت طلحہ امام بزار و ابن ماجہ و الحاکم و ابویعلیٰ الموصلی و طبرانی نے بطریق مختلفہ نقل کیا۔

سوال: صحیح بخاری میں امام مہدی کے ظہور کی حدیث نہیں۔ پس یہ نہ ہونا صحیحین میں موجب ضعف ہے اور قادیان اجماع ہے۔

جواب: بخاری اور مسلم میں مذکور نہ ہونا اس خبر کا اجماع کو مضرب نہیں ہے۔ دودھ سے اول تو یہ کہ ہم نہیں مانتے کہ بخاری اور مسلم دونوں میں یہ خبر مذکور نہیں بلکہ مسلم میں یہ خبر موجود ہے۔ اگرچہ مبہم طور پر ہے۔ ونصہ فیئزل عیسیٰ بن مریم فیقول امیرہم تعال صل لنا البیع مگر مبہم کہ جب کہ مفسر پر محمول کیا جاتا ہے تو وہ اس کا عین ہو جاتا ہے۔ پس صحیحین خبر مہدی سے خالی نہ ہیں۔ دوسری وجہ یہ کہ کسی امر کے اجماع کے لیے ہر ایک کا قول جدا جدا نقل ہونا شرط نہیں۔ بلکہ کسی قول کا مشہور ہو جانا اور اس میں کسی کا انکار منقول نہ ہونا اس کے مجمع علیہ کے لیے کافی ہے۔ جیسا کہ محدثین اور اصولیین نے اس پر تصریح کر دی ہے پس جب تک کہ امام مسلم اور امام بخاری سے اس خبر مہدی کا انکار نقل نہ ہوا اجماع میں کوئی خرابی نہیں آتی۔ علاوہ یہ کہ یہ خبر امام بخاری اور امام مسلم سے بیشتر متقدمین میں مشہور بلکہ مشہور تھی اور کسی نے اس کا انکار نہ کیا۔ پس اجماع منعقد ہو گیا اور یہ مسئلہ کتب فقہ شافعی، بحر جوی و علم اصول میں مبرہن ہے کہ ”خلاف متاخر نافع اجماع متقدم کا نہیں ہوتا۔“

ایضا اگرچہ اہل اصول علم حدیث نے حدیث متواتر کے متعین ہونے میں کلام کیا

بعض نے تین حدیثیں صرف اتنی لاکھوں احادیث سے معین کیں اور بعض علماء نے اہل ہذا مگر کتب احادیث کو پورے طور پر معائنہ کیا جائے اور بتائے تلاش کی جائے اور احادیث کے طرق اور اسانید مختلفہ متعددہ کو دیکھا جائے۔ تو بہت احادیث ایسی نظر آئیں گی کہ متواتر ہوں گی۔ کما حق بہ المحققون و صرحوا بہ۔ پس اگر اسی خبر مہدی کا انکار کو دیکھا جائے کہ اس کی طرق مختلفہ اور اسانید متکثرہ اور رداۃ متوفرہ ہیں۔ تو بے شک متواتر کی مصداق ہے اور کسی حدیث کے متواتر ہونے میں یہ بھی شرط نہیں کہ سارے اہل اس کے عادل ہی ہوں۔ کما ہو مسلم۔ پس اگرچہ بعض راویوں کی وجہ سے بعض طریقوں میں ضعف معلوم ہوتا ہے مگر ضعف اختلافی ہے اور محدثین نے تصریح کر دی ہے اتفاقی ضعف بھی کثرت طرق سے محصور ہو جاتا ہے۔ پس ضعف مختلف فیہ کا انبار بطریق اولیٰ ہوگا۔ اس میں ایسی کثرت، کہ حد تو اتر تک ہو۔

سوال: امام مہدی کی خبر میں جو راوی ہیں ان میں سے بعض راویوں کو بعض نقاد حدیث نے ضعیف و مجرد کہا ہے۔

جواب: اگرچہ بعض علماء سے ان کی تضعیف نقل ہے۔ مگر دوسرے آئمہ نے ان کی توثیق کر دی۔ پس یہ جرح ضعیف مختلف فیہ ہوئی۔ اور حالانکہ متواتر میں رداۃ کا ثبوت عادل ہونا کی شرط نہیں، اگرچہ یہ جرح قوی ہو۔ پس جس جگہ میں کہ جرح قوی بھی مضرب نہ ہو وہاں پر جرح ضعیف مختلف فیہ کیا ضرر دے گی؟

سوال: کیوں ضرر نہ دے گی حالانکہ جرح مقدم ہے تعدیل پر؟ پس متیقن کی توثیق اور دلیل کا کوئی اعتبار نہ رہا۔

جواب: جرح کا مقدم ہونا تعدیل پر یہ قاعدہ خود ظنی ہے۔ دوسرا یہ کہ اس میں کلام طویل

ہے۔ تیسرا یہ کہ مسلمان میں اصل عدالت ہے اور یقینی امر ہے اور جبکہ اختلاف ہو کسی شخص میں کہ عادل ہے یا غیر عادل۔ تو بقاعدہ الیقین لایزول بالشک تعدیل کو مقدم کرنا مسوغ ہے۔ **دوسرا جواب:** یہ کہ خبر مہدی میں جو کہ بعض راویوں پر جرح کی گئی ہے وہ جرح مضمر نہیں۔ کیونکہ اس جرح کا انجبار ہو چکا ہے تو اثر اور اجماع سے۔

سوال: امام مہدی کی ایک حدیث میں ایک راوی سلیمان بن عبید بھی ہے اور اس سے صحاح ستہ میں کسی نے روایت نہیں کی۔

جواب: یہ استخراج نہ کرنا علت قاعدہ نہیں ہے کیونکہ کسی راوی کے مجروح ہونے کی عدت کسی نے آج تک یہ نہیں بیان کی کہ اس کی حدیث فلاں محدث نے نہیں لی۔ بلکہ سلیمان بن عبید ثقہ ہے، اس کو ذکر کیا ہے ابن حبان نے ثقات میں اور کہیں مذکور نہیں کہ اس میں کسی ثقہ نے کلام کیا ہو۔

سوال: بعض اخبار مہدی میں عمار ذہبی ہے اور اس میں تشیع کا شبہ ہے۔

جواب: یہ امام مسلم کا راوی ہے اور یہ بات مسلم ہے کہ امام مسلم کی روایات صحیح ہیں اور امام مسلم اعلیٰ درجہ کے منقذ ہیں علم حدیث کے مجروح لوگوں سے روایت نہیں کرتے۔ پس جب کہ امام مسلم نے عمار ذہبی سے روایت کی تو معلوم ہوا کہ وہ اس کی جرح کو صحت حدیث کا قاعدہ نہیں سمجھتے تھے۔ ایسے لوگ جب کسی سے حدیث نقل کرتے ہیں تو اس کے صدق اور حفظ پر پورا اطمینان کر کے نقل کرتے ہیں اور بڑا مدد اس باب میں صدق اور حفظ ہی پر ہے۔ پس عمار ذہبی کے سبب سے صحت حدیث میں کوئی قدر نہ ہوا۔ بشر بن مروان نے فقط تشیع کا قول اس میں کیا ہے۔ ورنہ احمد اور ابن معین اور ابو حاتم اور نسائی نے اس کو ”ثقہ“ کہا ہے اور امام حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ مطین نے کہا ہے کہ ۳۳۱ میں فوت ہوا ہے یہ

امامین معاویہ ذہبی ہے اور اس کو ابن ابی معاذ یہ اور ابن صالح بھی کہتے ہیں اور اس سے بڑے زبردست فاضلوں نے روایت کیا ہے۔ (تہذیب احمدیہ، صفحہ ۲۰۶)

سوال: امام مہدی کے بارے میں امام طبرانی نے حدیث نقل کی اور آخر اس کے کہا ہے (راہ جماعة عن ابی الصدیق ولم یدخل احد منهم بینہ و بین ابی سعید احد الا بالواصل فانہ رواہ عن الحسن بن یزید عن ابی سعید۔ اور ابن عساکر نے اپنے مقدمہ میں امام ذہبی ناقد حدیث سے نقل کیا ہے کہ حسن بن یزید مجہول ہے اس سبب سے اس حدیث میں ضعف ہوا۔

جواب: یہ جرح مبہم ہے اور جرح مبہم پر تعدیل مقدم ہے اور وہ تعدیل اس جرح کے متصل ہے۔ خود مورخ مذکور کے کلام میں مذکور ہے لکن ذکرہ ابن حبان فی الثقات۔ نیز کہ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ ثانی علیہ نے حدیث ”خمر بالرطب“ میں فرمایا تھا کہ زید بن عیاش مجہول ہے تو تمام محدثین اور نقاد حدیث نے جواب میں کہا کہ زید بن عیاش کذا و کذا فان لم یعرفہ ابو حنیفہ فقد عرفہ غیرہ۔ اور ابوالواصل سے اگرچہ صحاح ستہ میں روایت نہ ہو اسی مقدمہ میں مذکور ہے۔ مگر اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو یہ وجہ جرح نہیں ہو سکتا۔ دوسرا یہ کہ وہ ثقات میں سے ہے جیسے کہ خود مورخ نے کہا ہے و ذکرہ ابن حبان فی الثقات فی الطبقة الثانية۔

ثم اقول بڑے بڑے محققین علماء اور مدققین فضلاء نے ثابت کیا ہے کہ کوئی شخص مجتہد اگر کسی حدیث سے استدلال کرے تو یہ اس حدیث کی صحت کا حکم ہے۔ مگر اقل الشامی فی غیر موضع۔ اور اگر مجتہد کسی بات کا امر کرے یا نفی اخبار کسی شے سے دے تو وہ بھی مانی جاتی ہے، چہ جائے کہ حدیث سے سند پکڑنا۔ وجہ یہ ہے کہ مجتہد کا امر اور اخبار شارع کے امر اور اخبار سے ناشی ہوتا ہے شامی ج ۱، صفحہ ۳۷۶، فصل و سبیر الامام میں ہے ولا یخفی ان

امرالمجتہد ناشی عن امرالشارع فکذا اخبارہ..... الخ اور آخر زمانہ میں اگر کسی وجہ سے اس حدیث میں ضعف لاحق ہو گیا ہو تو وہ ضعف استدلال مستند کو مضرت نہیں ہے۔ پس جب کہ متقدمین نے ان روایۃ مجروحین سے اس حدیث کو نقل کیا اور اس کے مضمون کے کہ امام مہدی علیہ السلام کا آنا فلاں فلاں صفت کے ساتھ ہے، معتقد رہے تو انہوں نے حدیث الباب کی صحت کا حکم کر دیا اور ضعف سند میں بعد اس کے عارض ہوا اور یہ ضعف احتجاج متقدم کو مضرت نہیں ہو سکتا۔ اب علمائے متاخرین کے لیے اس حدیث کا قابل استدلال ہونا وہ اس اس طور پر ہے کہ متقدمین کا اس حدیث کو بنا بر قاعدہ صحیح کہہ دیا۔ اور اس تصحیح کی ان کی طرف نسبت متواتر ہونا مثل تعلیقات امام بخاری کے حجت ہو گیا کہ بخاری بعض احادیث کو بلا سند ذکر کرتے ہیں۔ مگر بوجہ اس کے کہ انہوں نے التزام صحت کا کر لیا ہے۔ لہذا لوگ ان کی سند نہیں ڈھونڈتے۔ اور بخاری کی اس تصحیح ضمنی پراکتفا کرتے ہیں۔ فکذا فیما نحن فیہ۔

دوسرا یہ کہ متاخرین کو متقدمین کی اتباع ضروری و واجب ہے۔ کیونکہ ہر دور والوں پر اپنے ماقبل کا اتباع ضروری ہے الباطح احکام و تفصیل اجمال میں اور ہر دور کے علماء کے کلام میں جو جو اجمال ہوگا ان کے بعد والے اس اجمال کی تفصیل اور اس مبہم کی تفسیر کر دیں گے۔ پس لوگوں کو ان کی تفصیل اور تفسیر پر عمل کرنا ہوگا جیسا کہ اس مطلب کو کتاب ”انوار ساطعہ“ میں معتبر کتابوں کے حوالے دے کر واضح طور پر مع عبارات کے لکھا ہے۔ اور حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امام مہدی ہم اہل بیت سے ہوں گے یا غیر کسی سے۔ فرمایا حضرت علیہ السلام نے کہ ہم سے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ اس دین کو ختم کر دے گا۔ (رواہ الطبرانی)۔ ورواہ ابو نعیم فی الحلیۃ فتاویٰ حدیثیہ میں ہے کہ مہدی علیہ السلام جب ظاہر ہوں گے ان کے سر پر ستار ہوگی۔ اور ان کے ساتھ منادی ہوگا اور یہ آواز دے گا کہ یہ مہدی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں۔ ان کی تابعداری کرو اور یہ منادی فرشتہ ہوگا۔

خطیب ابو نعیم اور طبرانی نے روایت کیا کہ حضرت علیہ السلام نے حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ اس کی پشت سے ایسا جوان پیدا ہوگا جو زمین کو عدل اور انصاف سے پر کر دے گا۔ پس جب تم اس کو دیکھو تا بعداری کرو۔ اور تحقیق یہ کہ وہ مشرق سے آئے گا اور یہی مہدی ہوگا۔ (رواہ الطبرانی) اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس وقت تم دیکھو کہ سیاہ نشان خراسان کے ملک سے ظاہر ہوئے ہیں تو تم بھی ان لوگوں میں آملو۔ اگرچہ تم کو برف پر چلنا پڑے ہاتھ اور شکم سے، کیونکہ ان نشانوں میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ مہدی ہوگا۔ روایت کیا ہے اس کو ابو نعیم اور حاکم اور امام احمد اور نعیم بن داؤد نے اور جب امام مہدی کی شہرت ہوگی۔ اس وقت سفیانی کا فر بہت لشکر جمع کر کے ان کے مقابلہ کے لیے لائے گا اور لشکر اس کا خشک زمین میں دھنس جائے گا اور یہ خوشخبری امام صاحب کو پہنچے گی، ماہ شعبان کے نصف میں سورج سیاہ ہو جائے گا اور آرمینہ میں چاند سیاہ ہو جائے گا۔ برخلاف اپنی عادت کے اور حالانکہ نجومیوں کا حساب یہ ہے کہ چاند سیاہ نہیں ہوتا۔ مگر تیرھویں تاریخ یا چودھویں یا پندرھویں میں وقت تقابل نیرین کے ہیئت مخصوصہ پر اور سورج سیاہ نہیں ہوتا مگر مہینہ کی ۲۷ یا ۲۸ یا ۲۹ تاریخ میں، یمانی کا فوج اور مغربی کا ظہور مصر میں، مشرق سے ایسا ستارہ نکلے گا جس کی روشنی چاند کی طرح ہوگی اور دوہرا ہو جائے گا ایسے کہ دونوں طرفیں اس کی قریب ملنے کی ہو جائیں گی۔ آسمان میں سرخی ظاہر ہو کر دیر تک رہے گی، آسمان کے اطراف میں اور پورب سے ایک آگ ظاہر ہوگی، لمبی اور باقی رہے گی درمیان زمین اور آسمان کے، تین روز یا سات روز تک عرب کے لوگ خروج کریں گے عجم کی بادشاہی سے، اور مالک ہو جائیں گے عرب کے لوگ ان شہروں کے قتل کرنا اہل مصر کا اپنے امیر کو، قیس اور عرب کے نشان چلیں گے بطرف مصر کے اور ساٹھ کذاب نکلیں گے جو پیغمبری کا دعویٰ کریں گے،

اور ذریعہ کی موت، ملک شام کے دیہات میں سے قریہ جابیہ کا خشک زمین میں غرق ہو جانا۔

روایت کیا ابو نصر نے ابو عبد اللہ سے کہ خارج ہوگا امام مہدی طاق برسوں پر مثلاً پہلا، تیسرا، پانچواں، ساتواں، نوواں۔ شاید کہ صدی کے طاق برس مراد ہیں اور رمضان کی تیسویں رات میں ندا کرے گا ساتھ اسم قائم کے اور محرم کی دسویں تاریخ عاشورا کے روز مکہ شریف میں خانہ کعبہ میں درمیان رکن اور مقام ابراہیم کے کھڑا ہوگا اور ندا کرے گا ایک شخص کہ اس کے ہاتھ پر بیعت کرو اس وقت زمین کی رگیں کھینچی جائیں گی اور زمین تنگ ہو کر لپٹ جائے گی۔ پھر ہر ملک سے مددگار مسلمان آکر اقرار کریں گے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کریں گے اور مکہ سے کوفہ تک آئیں گے اور وہاں سے لشکر کو تقسیم کر کے ملکوں کی طرف روانہ کر دے گا اور کوفہ کی مسجدوں کو کشادہ کرے گا اور دور کرے گا ہر گناہ کو اور بدعت کو، اور قائم کرے گا سنت کو اور فتح کرے گا قسطنطنیہ کو اور صین اور پہاڑوں کو اور دہلم کو اور نیز اسی ابو نصر نے ابو عبد اللہ سے روایت کیا کہ مہدی علیہ السلام قیام کرے گا سات برس اور جب خارج ہوگا اس وقت خانہ کعبہ کے ساتھ تکیہ لگا کر بیٹھے گا اور جمع ہوں گے اس وقت ان کے پاس تین سو تیرہ (۳۱۳) آدمی ان کے تابع اور اول کلام ان کا یہ آیت ہوگی ”بقیۃ اللہ خیر لکم ان کنتم موہنین۔“ یعنی میں خلیفہ پروردگار اور حجت اس کی ہوں اور بہتر ہوں تمہارے لیے اگر تم لوگ ایماندار ہو۔ اور جو کوئی امام مہدی علیہ السلام دے گا۔ تو اس طور پر کہہ گا السلام علیکم بقیۃ اللہ فی الارض جب کہ وہاں ہزار مسلمان جمع ہوں گے اس وقت کوئی یہودی اور نصرانی سوائے ایمان کے باقی نہ رہے گا اور اس کو سچا جانے گا۔ اہی۔

(لعراس الواضح)

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ زوراء میں ایک واقعہ ہوگا لوگوں نے عرض کی کہ اللہ ﷺ زوراء کیا ہے؟ فرمایا کہ پورب کے ملک میں دریاؤں کے درمیان میں ایک ہے کہ اس میں بڑے شریر اور سرکش لوگ میری امت کے ہوں گے۔ ان کو اللہ تعالیٰ چار میں بتلا کرے گا۔ ”تلوار میں اور خشک غرق ہو جانا زمین میں اور پتھر پڑانا پر اور صورت ان کی بدل جانا۔“ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جس وقت خارج ہوں گے سودان اور تلاش کریں گے عرب کو اور وہ ظاہر ہوں گے۔ پس ناگاہ ایک بادشاہ ظاہر ہوگا تین سو ساٹھ (۳۶۰) سواروں میں اور دمشق کو آئے گا۔ پس قبل گزرنے ایک ماہ کے قبیہ بنی کلب کے تیس ہزار آدمی ان کے تابع ہو جائیں گے اور بعد اس کے روانہ کریں گے لشکر کو طرف عراق کے اور قتل کریں گے زوراء میں ایک لاکھ آدمی کو اور ان کو خارج کر دیں گے اور کوفہ کے قیدی لوگ ان کے ہاتھ سے نجات پائیں گے۔ اور خارج ہوگا ایک اور بادشاہ سفیانی لشکر لے کر بسوئے مدینہ منورہ کے۔ پس غرق کر دے گا زمین میں ان کو اللہ تعالیٰ فقط دو (۲) آدمی غرق ہونے سے باقی رہیں گے جو کہ سفیانی کو ایک ان میں سے جا کر اس بات کی خبر دے گا اور دوسرا امام مہدی کو۔ اور قریش کے لوگ بھاگ کر قسطنطنیہ کو چلے جائیں گے، اور سفیانی روم کے سردار کو لکھے گا، کہ ”یہ لوگ میری طرف روانہ کر دو۔ پس وہ سردار روم کا ان کو سفیانی کی طرف روانہ کر دے گا اور زیادہ اجتماع کریں گے یہ لوگ دروازہ دمشق پر۔

کہا حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہ اس وقت آسمان سے آواز آئے گی، کہ اے لوگو ظالموں اور منافقوں کا ظلم تم سے اللہ تعالیٰ نے دور کر دیا ہے اور تمہارا مددگار ایسے شخص کو کیا ہے کہ جو اس وقت امت محمدی میں سے بہتر ہے۔ جاؤ مکہ میں اور اس سے مل جاؤ کہ وہ

مہدی ہے اور نام اس کا احمد بن عبد اللہ ہے۔ حذیفہ نے کہا کہ عمران بیٹا حصین کا کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ ہم کس طور پر اس کو شناخت کریں گے؟ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ ”وہ ایک مرد ہے میری اولاد میں سے۔ بنی اسرائیل کے لوگوں سے مشابہ ہے۔ اس پر دو چادریں صوف کی ہوں گی۔ مونہ اس کا ستارہ کی طرح چمکتا ہوگا۔ اس کے مونہ پر دائیں رخسار پر کالا تلس ہوگا اور اس کی چالیس (۴۰) برس کی عمر ہوگی۔ شام کے ملک سے ابدال اور مصر سے نجباء وغیرہ اس کی قسم بزرگی اور غوثیت کے مرتبے والے لوگ اور مشرق وغیرہ ملکوں سے لوگ اس کے پاس آکر بیعت کریں گے۔ مکہ شریف میں درمیان رکن اور مقام ابراہیم علیہ السلام کے بعد شام کی طرف جائے گا۔ اور حضرت خولید بن خالد غزوہ بدر کے سپہ سالار ہوں گے اور میکائیل علیہ السلام اس لشکر کے ساتھی ہوں گے۔ پس خوش ہوں گے اس سے اہل آسمان و زمین اور پرندے اور جنگلی وحشی جانور اور دریا میں مچھلیاں۔ اور ان کی حکومت میں پانی بہت ہوگا اور زمین سے خزانے خارج کرے گا۔ بعدہ ملک شام میں جا کر سفیان کا فر کا ذبح کرے گا۔ اس درخت کے نیچے جس کی شاخیں بچیرہ طبریہ کی طرف کو ہیں اور قتل کرے گا قبیلہ کلب کو۔۔۔۔۔ الخ

اور روایت کیا ابو نعیم نے کہ فرمایا نبی ﷺ نے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو امام مہدی علیہ السلام لوگوں کے سردار کہیں گے کہ آئیے اور امامت کیجیے۔ تو عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے کہ خبردار ہو جاؤ کہ تم ہی آپس میں ایک دوسرے کے سردار ہو، اس امت کی کرامت کے سبب سے۔ یعنی تمہارے اوپر دوسرا آدمی سرداری اور پیشوائی نہیں کر سکتا۔ ابو عمر الدارانی نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ میری امت سے ایک قوم حق پر اس

لی رہے گی کہ عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے وقت طلوع فجر کے بیت المقدس میں امام مہدی سے پاس۔ پس اس سے کہا جائے گا کہ اے نبی اللہ کے آگے ہو کر نماز پڑھا کیجئے۔ پس میں گئے کہ اس امت کے بعض لوگ امیر ہیں بعض کے اوپر۔ ایک روایت میں آیا ہے امام مہدی علیہ السلام کی ایک علامت یہ ہے کہ منابزار کے حاجی لوگ سخت لوثے جائیں گے

اب روایت میں عصر کا وقت مذکور ہے، جیسا کہ فقیر یہاں ہوگا اور نبی قوی ہے، اور امام نماز کی جگہ سیدھے بیٹھے ہو پیرے رجعت فخری کریں گے۔ مگر عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے امام مہدی کے کانہوں پر ہاتھ رکھ کر آپ ہی نماز پڑھیں۔ آپ کے لیے اقامت کی گئی ہے۔ پس امام مہدی علیہ السلام نماز پڑھائیں گے۔ اور بعض روایت میں ہے کہ اس وقت امام مہدی علیہ السلام ان کے ان سے پڑھائیں گے اور پھر امام مہدی امامت کریں گے اور عیسیٰ علیہ السلام حضرت محمد ﷺ کی امت ہونے کا فخر کریں گے۔ ایسا کتب سیر حدیث میں ہے اور بعض کتابوں میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام پچاس وقت کی نماز پڑھائیں گے۔ مگر صحیح یہی ہے کہ پانچ وقت نماز پڑھیں گے اور شریعت محمدیہ کی تابعداری کریں گے۔ کیونکہ ان کی اپنی شریعت نہ تھی ہے۔ شرح عقائد ہے لکنہ بنایع محمد ﷺ لا ن شریعہ فہ نہ سحت فلا یكون الیہ وحی ونصب لا حکام بل یكون خلیفۃ رسول اللہ ﷺ الاصح انہ یصلی بالناس ویوہبهم ویقتدی بہ المہدی لانہ الفضل ونامہ اولی۔۔۔۔۔ الخ میں کہتے ہیں کہ بے شک عیسیٰ علیہ السلام کی طرف کسی حکم جدید خارج از شریعت مصطفویہ کی وجہ نہ ہوگی اور اصل طور پر بطریق نبوت جدیدہ کوئی حکم نہ دیں گے مگر عیسیٰ علیہ السلام کا امامت کرنے پر ان کے افضل ہونے کی یہ قول ضعیف ہے۔ کیونکہ قیاس اور نص کے ہوتے تو قیاس بے کار ہے۔ کما قالہ صاحب نظم الفرائد قولہ ثم الاصح۔ الخ

هذا النص صحیح من طریق القیاس لکنہ یشترک اذا لاح الاثر۔ فالاحادیث کثرت علی خلافہ منها، حدیث ابی سعید رعدہ ما الذی یصلی عیسیٰ بن مریم خلفہ اخرجه نعیم فی مسنده و منها حدیث جابر رعدہ مطلقا فی آخرہ، لعل عیسیٰ بن مریم فیقول امیرہم صل لنا فیقول لان بعضکم عنی بعض امیر اخرجه ابو نعیم و منها حدیثہ منہصر اکیف النعم اذ نزل عیسیٰ ابن مریم و امام کم منکم اخرجه احمد و مسلم و ابن جریر و ابن حبان و منها حدیث ابی امامۃ الباہلی مطلقا مرفوعا فی آخرہ، و امامہم المہدی و جل صالح اخرجه ابن ماجہ و الترمذی و ابن حزمۃ و ابو عوالہ و النحاکم فی صحاحہم و ابو نعیم فی المحبۃ و منها حدیث حذیفۃ مرفوعا و منها حدیثہ ماہر مرفوعا اخرجه ابو عمرو و الدارانی فی منبہ و منها ابو نعیم و ابن سیرین اخرجه ابن ابی شیبہ فی مصنفہ فقی کثیرا تصریح امامۃ المہدی فی الصلوۃ و انکار عیسیٰ بن مریم، و منها اثر کعب مطلقا و فیہ انہام الصلوۃ فیرجع امام المسلمین المہدی فیقول عیسیٰ نقدم لک القیمۃ الصلوۃ فیصلی بہم تلک الصلوۃ ثم یكون اماما بعدہ و بہذا وفق علی الغازی بن قول الشارح الآثار و فیہ، اولاً انہ لا یعارض المرفوعات و لیس حدائق صحابیہا، وثانیاً ان المظنہ اخبار صحیحۃ الاسانید، وثالثاً ان کما مشہور بالاحذ عن الاسانیدات فلا تقوم بہ حجة کاملہ، و رابعاً ان ضعیف بعدہ فی قولہ اما بعدہ، یرجع الی المہدی ای بعد موثوقہ لابی الصلوۃ و یزیدہ تعلیات المسیح بقولہ لک القیمۃ و بعضکم علی بعض امیر، و خامساً انہ لم یسلم الکلام فی الصلوۃ عند نزولہ لایمما بعدہ انہی بتغیر ۱۲۰

اور قبائل جنگ آپس میں زور سے ہوگا اور اس قدر خون جاری ہوگا کہ حرمت پر پڑے گا۔
پس امام مہدی علیہ السلام کو لوگ خلیفہ وقت اور بادشاہ بنائیں گے درمیان رکن اور مقام ابراہیم
کے اور وہ انکار کریں گے یہاں تک کہ ایک منادی غیب سے ندا کرے گا کہ یہ اللہ کا خلیفہ
مہدی ہے اس کی اتباع کرو اس وقت آپ بیعت لیں گے اور ابوامامہ علیہ السلام نے روایت کی
ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک روز خطبہ پڑھ کر ذکر دجال کا کیا اور فرمایا کہ مدینہ سے شر اور
پلیدی اس طور پر نکالی جائے گی جیسے کہ لوہار کی بھٹی میں لوہے کا میل دور کیا جاتا ہے اور اس
روز کو ”روز خلاص“ کہا جائے گا۔ ام شریک نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اس روز عرب لوگ
یہاں ہوں گے فرمایا کہ وہ تھوڑے ہوں گے اور اکثریت المقدس میں جا رہے ہیں گے اور ان کا
امام اور بادشاہ ایک مرد صالح ہوگا جو مہدی ہے۔ (بخاری مختصر)

ابن جوزی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سارے روئے زمین کے بادشاہ چار شخص
ہوئے ہیں۔ دوسمں اور دو کا فر ہیں مومن سکندر ذوالنورین اور حضرت سلیمان علیہ السلام اور
کا فر عمرو اور بخت نصر۔ اور قریب ہے کہ مالک ہوگا ساری زمین کا پانچواں میری اولاد سے
یعنی امام مہدی۔ اچھی

ترمذی اور ابوداؤد نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی کہ فرمایا نبی ﷺ نے
دنیا ختم نہ ہوگی جب تک کہ مالک نہ ہو لے عرب کا ایک مرد میرے اہل بیت سے اس کا نام
میراثام ہوگا اور اس کے باپ کا میرے باپ کا نام ہوگا زمین کو عدل سے پر کر دے گا جیسے کہ
ظلم سے پر تھی قبل اس کے جب مہدی علیہ السلام کا ظہور ہوگا تو اس پر ایک شخص اپنا لشکر جنگ کے
لیے روانہ کرے گا اور اس شخص کے ماموں، نانا قبیلہ بنی کلب سے ہوں گے اور امام مہدی
علیہ السلام بھی اس پر لشکر روانہ کریں گے۔ پس مہدی علیہ السلام اس پر غالب ہوں گے اور مہدی

اللہ ﷺ کی سنت پر عمل کریں گے اور ان کے وقت میں اسلام آرام لے گا۔ اور
امات پائیں گے تو مسلمان ان پر نماز جنازہ پڑھیں گے اور دفن کریں گے اور مہدی
بیشمار مال و دونوں ہاتھ سے تقسیم کریں گے اور ان کے زمانہ میں مال بہت ہوگا سب
دلت مند ہوں گے مالدار زکوٰۃ کا مال دے گا اور فقیر قبول کرنے والا نہ ملے گا۔ (صحیح
بخاری و دیگرہ) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی علامات رسالہ میں جا بجا ذکر ہو چکے ہیں اور
اس پر چنداں بیان کی ضرورت نہیں کہ ان کا آنا موقوف ہے بعد آنے امام مہدی کے۔

مؤلف رسالہ کی طرف سے آخری عرض مسلمانوں کی خدمت میں یہ ہے کہ امام
مہدی علیہ السلام کا زمانہ خروج بے شک قریب ہے مگر یہ بات کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور کوئی آج
کے موجودہ لوگوں سے امام مہدی ہونے کا دعویٰ کرے یا کوئی شخص امام مہدی ہو چکا
ہے یہ سب غلط اور خطبہ ہے اور یہ اعتقاد خلاف شرع ہے۔ صاحب ”مجمع بحار الانوار“
فرماتے ہیں کہ بڑے بے قوف اور نادان اور نقصان کار ہیں وہ لوگ جو کہ اپنے دین اسلام کو
ملاح سمجھتے ہیں اور بے علموں کو پیشوا بناتے ہیں اور جب کوئی مسافر غریب الوطن مثلاً دعوے
کرتا ہے کہ میں امام مہدی ہوں تو اس کو بلا تامل تسلیم کر لیتے ہیں اور امام مہدی علیہ السلام کے
اصناف اور خواص اور علامات اس میں نہیں ہوا کرتے بلکہ بعض ایسے بے دین ہوتے ہیں
کہ اس کو رسول اللہ ﷺ پر افضل جانتے ہیں اور اس کے ساتھ والوں کے ایک کا نام ابو بکر
صدیق اور حضرت عمر و حضرت عثمان اور حضرت علی علیہ السلام اور بعض کو مہاجرین اور بعض کو انصار
اور عائشہ اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رکھتے ہیں اور بعض بے قوفوں نے ملک سندھ کے ایک شخص
کا زب غدار کو عیسیٰ مقرر کر لیا۔ پس اس فقیر کی کوشش سے بعض جلاوطن کیے گئے اور بعض قتل
کیے گئے اور بعضوں نے اس اعتقاد بد سے توبہ کر لی اور عبارت ”مجمع بحار الانوار“ کی یہ

ہے۔ ومنہ مہدی آخر الزماں راى الذی فی زمن عیسیٰ علیہ السلام ویصلیٰ معہ
 ویقتلان الدجال ویفتح القسطنطنیة ویملک العرب والعجم ویملأ
 الارض عدلا وقسطا ویولد بالمدينة ویكون بیعته بین الرکن والمقام
 کرها علیہ ویقاتل السفیانی ویلجأ الیہ ملوک الهند مغفلین الی غیر
 ذلک وما اقل حیاء واستخف عقلا واجهل دینا وديانة قوما انخذوا دینهم
 لہوا ولعبا کلعب الصبیان بالخذف والحصا فیجعل بعضها امیرا وبعضها
 سلطانا ومنها فیلاء افراسا وجنودا فہکذا ہولاء المجانین جعلوا واحدا
 من غرباء المسافرین مہدیا بدعواہ الکاذبۃ بلا سند وشبہہ جاہلا متجہلا
 بلا خفاء لم یشم نفحة من علوم الدین والحقیقة فضلا من فنون الادب
 یفسرلہم معانی الکلام الربانی ویترابہ مقاعد فی النار ویسفہہم با
 لاحتجاج بایات المثانی بحسب ما یأولہا لہم فیما شرع لہم عن عقائد
 ظہرت فسادھا عند الصبیان واذا اقیم الحجج النبویۃ الدالۃ علی شروط
 المہدوی بقول ہی غیر صحیح ویعلل بان کل حدیث یوافق اوصافہ ہو
 صحیح وما یخالفہ فغیر صحیح وقولہ انہمفتاح الامان ہدی فکل من
 یصدقنی بالمہدویۃ فہو مو من ومن ینکرھا فہو کافر ویفضل ولایتہ علی
 نبوة سید الانبیاء علیہ السلام وینسبہ الی اللہ عزوجل ویستحل قتل العلماء واخذ
 الجزیۃ وغیر ذلک من خرافاتہم ویسمون واحدا ابابکر الصدیق وایسر
 بآخر وبعضہم المهاجرین والانصار وعائشہ وفاطمہ وغیر ذلک وبعض
 اغبیانہم جعلوا شخصا من السند عیسیٰ فہل هذا الا لعب الشیطان

اور علی ذلک مدوا کثیرہ وقتلوا فی ذلک من العلماء عدیدۃ الی ان
 اللہ علیہم جنود لم یروھا فاجلی اکثرھا وقتل کثیر وتوب اخرین
 وافرأ ولعل ذلک بسیعی هذا المذنب الحقیرواستجابة لدعوة
 اللہ الموفق لكل خیر فالحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات۔ آمین
 (صفحہ ۱۸۰، تذکرہ مجمع بحار الانوار)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے کے اولہ

قوله تعالى: ﴿وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ﴾ جملہ اقسام قصر الموصوف
 کے ایک قسم ہے یعنی قصر قاب۔ کلمہ بل کا مفرد میں اضراب یعنی اعراض کے لیے
 ہے اگر بعد امر یا اثبات کے واقع ہو تو اثبات حکم کا مابعد کے لیے کرے گا اور معطوف
 کا اسکاوت عنہ کر دے گا اور بعض لفظ یا نہی کے حکم اول یعنی منفی یا منہی کو بحال خود رکھے
 اور ضد اس حکم کی مابعد کے لیے ثابت کرے گا۔ قام زید بل عمرو۔ لیقم بکر بل
 خالد نمر

اور اکن فی مربع بل فیہا لا تضرب زیدا بل عمرو
 اور جس صورت میں مابعد بل کے جملہ ہو تو ابطال جملہ اولی اور اثبات جملہ ثانیہ
 لیے ہوگا۔ قوله تعالى: ﴿بَلْ عِندَ مُكْرِمُونَ﴾ یا انتقال من غرض الی غرض آخر پر وال
 کا۔ قوله تعالى: ﴿بَلْ تُوْتِرُونَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا﴾ نیز یہ بھی معلوم ہو کہ ﴿بَلْ﴾ دونوں
 رتوں یعنی مفرد اور جملہ میں عطف کے لیے ہوتا ہے۔ بنا بر تحقیق اور مشہور عند انخافہ عاقلہ
 اس کا مختص بالمفرد ہی ہے یعنی جس صورت میں کہ بعد اس کے مفرد واقع ہو۔ اور جملہ
 اس حرف ابتدا کا ہوگا۔ بنا بر مشہور ﴿بَلْ﴾ مشترک ٹھہرا عطف اور ابتدا میں اور ظاہر ہے زکی

ماہر پر کہ عدم اشتراک صحیح ہے بہ نسبت اشتراک کے۔ فقط بودے لوگ سرسری جوتما
درمیان معنی وضعی اور اس کے افراد میں نہیں کر سکتے جب استعمال لفظ کا افراد میں بھی
وضع مطلق کی طرف پاتے ہیں تو ان کو دھوکا اشتراک اللفظ بین المطلق والافراد کا لگ جاتا
ہے۔ بلکہ فرد معین ہی کو بلحاظ کثرت استعمال کے موضوع نہ سمجھ لیتے ہیں۔ جیسا کہ آج کل
اردو خوانوں کو لفظ ”نوفی“ میں دھوکا لگا ہوا ہے بیان اس کا عنقریب آئے گا۔ کلمہ ”ہل“
موضوع نہ فقط اعراض ہے پہلے کا مسکوت عنہ کرنا یا تقریر اس کی علیٰ ہذا القیاس۔ ابطال ذات
یکہ کی یا انتقال غرض سے یہ سب انواع ہیں اعراض کے لیے جو معنی وضعی ہیں۔ (۱۲) غلام

الفرض کلمہ ﴿بَل﴾ کا بنا بر تحقیق ہذا آیت مذکورہ میں حرف عطف تھبر ابطال جملہ
اولیٰ یعنی ”قتلوہ“ کے لیے اور مجملہ طرق قصر کے قصر بالعطف بھی ہے جس میں متکلم پر
واجب ہے کہ نص علی المثبت والمضی کرے کیونکہ مطلق کلام قصری کو متکلم تمیزا بین الخطاء
والصواب کے بولتا ہے تاکہ مخاطب کے اعتقاد میں جو غلط بین الصواب والخطاء ہے نکل
جائے اور بالخصوص قصر بالعطف میں کسی طرح ترک کرنا تصریح کا جائز نہیں۔ مانحن فیہ
میں یہود کا افتراء دو وجہ سے تھا۔ ایک مسیح کا بذریعہ صلیب کے مقتول کہنا دوسرا اس مقتولیت
کو محقق بولنا۔ یعنی ﴿إِنَّا قَتَلْنَاهُ﴾ سے تعبیر تاکید کرنی۔ وجہ اول کو متکلم بلغ نے ﴿وَمَا
قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ﴾ سے رد کیا۔ وجہ دوسری کو ﴿وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ﴾
سے۔ اب اگر ﴿بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ﴾ کو کتنا یہ اعزاز و اکرام سے کہا جائے جیسا کہ مرزا
قادیانی ورافعک الہی میں کہتا ہے تو بمقتضائے قصر قلب کے چاہیے کہ ما بعد ”ہل“ یعنی
اعزاز اور ما قبل یعنی مقتولیت مجتمع نہ ہوں مع آنکہ مقتول مؤمنین میں سے ظلاً اعلیٰ درجہ کا معزز

مذکورہ ہوتا ہے۔ قصر قلب میں اگر چہ تقاضی بین الوصفین بنا بر تحقیق ضروری نہیں۔ مگر
مذکورہ کا مؤرد نہ ہونا دوسرے وصف کے لیے نہایت ضروری ہے تاکہ مخاطب کا اعتقاد
مذکورہ المتکلم کے متصور ہو اور اگر رفع سے مراد موت طبعی بعد واقعہ صلیب بعرضہ
مذکورہ مرزا کے لی جائے تو بحسب مضمون بالا کے تصریح بہ بل بقی حیثاً ثم توفہ
بعد الیہ کے ضروری ہے ورنہ فصاحت اور بلاغت قرآن کریم میں جو اعلیٰ وجوہ اعجاز
ہے، خلل واقع ہوگا۔ متکلم بلغ کی شان سے بالکل بعید ہے کہ مقتضائے مقام
پر ضروری کو چھوڑ کر مزید براں ایسے کلام بولے جس کا معنی بحسب التبادر مخالف ہوں
مراد سے کیونکہ ﴿بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ﴾ سے تحقیق رفع در واقعہ صلیب یا قبل اس کے
ب محاورہ قرآنیہ وغیرہ منہوم ہوتا ہے۔ دیکھو بل جاء ہم بالحق۔ کو جو بعد ام
لہ لہ الفقراہ کے ہے۔

اور ارادہ رفع روح کا موت طبعی کے طور پر مستلزم بین التحقیقہ والجاز کا ہو مرزوم
ایانی۔ کیونکہ مرزا بصورت ہونے کلمہ الہی کے صدر رفع کا اس ترکیب کو مجاز فی القرب
ماتا ہے۔ پس یہ ارادہ مرزا کا قول باری تعالیٰ بل رفعة الله الیہ سے مع زعم تحقیق اس
قبل از واقع صلیب مستلزم ہے وقوع کذب کو کلام الہی میں والعیاذ باللہ۔ لانشاء الخکی عنہ
لہ ما اخطہ ماضویت اضافیہ کے یعنی بہ نسبت ما قبل ”ہل“ کے اور ظاہر کہ ماضویت بالاضافہ
لی زمان النزول نخل ہے فصاحت میں بعد از قطع احتمالات مذکورہ آیت ﴿بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ
إِلَيْهِ﴾ کی محکم ٹھہری رفع جسمی مسیح میں لہذا اہل لسان اور محاورہ داں صحابہ اور سلف سے رضوان
غائی بیہم زمین رفع جسمی کو آیت ہذا سے ایسے سمجھے ہوئے تھے کہ کسی سے اس آیت کے معنی
مختلف مروی نہیں اور اسی وجہ سے یعنی چوں کہ محکم ہے رفع جسمی میں تو تخصص ہوگی

واسطے ان آیات اور احادیث کے جو باعتبار عموم اپنے کے دال ہیں وفات مسیح پر مثل ﴿فَذَخَلْتُ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلَ﴾ اور ما من نفس منقوسة..... الخ وغیرہ وغیرہ اور یہی آیت قرینہ صارفہ ہے ارادہ کرنے معنی موت کے ”توفیتی“ سے اور ”متوفیک“ سے بر تقدیر عدم تقدیم و تاخیر کے۔ اور یہی آیت باواز بلند کہہ رہی ہے کہ ﴿شَهِدْنَا مَا دُمُتُمْ فِيهِمْ﴾ میں حیا ملحوظ نہیں ہے اور یہی آیت قرینہ ہے حدیث فاقول كما قال العبد الصالح..... الخ میں ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي﴾ سے معنی غیر موت کا لینے کے۔ اور یہی آیت قرینہ ہے حدیث لو كان موسى وعيسى حيين..... الخ میں بر تقدیر صحت کے حیات حیات فی الارض مراد لینے کے۔ اور یہی آیت بعد از قطع احتمالات مذکورہ کے استبعاد عقل انسانی کو جو در بارہ مرفوع ہونے جسم مسیح کے بحسدہ العصری آسمان پر تھا زائل کر رہی ہے۔

هذه الآية تكفي جوابا لجميع السؤالات وان اجبنا عن كل سوال نبرعنا من بعده اور نیز معلوم ہو کہ مرزا جو بڑے زور شور سے کہتا ہے کہ ”انی متوفیک“ سے معنی ”ممیتک“ کا شہادت محاورہ قرآنیہ لیا جائے گا اور ایسا ہی ”فلما توفیتی“ میں بھی معنی موت کا تحقق یعنی ”انی متوفیک“ سے وعدہ موت اور ”فلما توفیتی“ سے تحقق موت کا اور بل رفعہ اللہ الیہ سے رفع روحانی مراد ہوگا جیسا کہ ”ازالہ اوہام“ میں کہا ہے۔ لفظ ”توفی“ میں مرزا اور اس کے اذنا ب کو سخت دھوکا لگا ہوا ہے لہذا اس میں قدر بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے تاکہ مرزائی جان لیں کہ ”توفی“ کے معنی سوائے موت کے قرآن اور لغت سے ثابت ہے اور اسی سے تطبیق بین الایات بھی ہاتھ آئے گی۔

توفی ماخوذ ہے وفا سے وفا کے معنی پورا ہونا۔ کہتے ہیں فلانی چیز دانی و کافی ہے۔ ایفا کے معنی پورا کرنا اور توفی تفعیل ہے بمعنی استعمال کے۔ یعنی استیفاء جس کا ترجمہ

الینا۔ لغت کی کتابیں مثل صحاح، صراح، قاموس وغیرہ اور ایسا ہی تفاسیر سب اس معنی پر اتق ہیں اور یہ بھی واضح ہو کہ لغت اور تفاسیر میں معنی مستعمل فیہ کو بیان کرتے ہیں اگرچہ نہ درج نہ بھی ہو۔ بلکہ فرد ہی اس موضوع لہ کا ہو یا کسی نوع کا علاقہ معنی موضوع لہ سے ملتا ہو۔ جیسا کہ لفظ ”الہ“ جس کا معنی معبود مطلق ہیں واجب ہو یا ممکن اور ”الہیہ“ بمعنی ”بودات مطلقہ کو اکب ہوں یا بت یا آدمی حالانکہ بہت جگہ اہل لغت اور مفسرین لفظ ”الہیہ“ کی تفسیر اصنام کے ساتھ کر دیا کرتے ہیں۔ جیسا کہ کتب لغت میں ظاہر ہے اور تفسیر ابن عباس میں متعلق اموات غیر احياء کے لکھا ہے ”اموات اصنام“۔ وہیں پر ظاہر ہے کہ اصنام یعنی بت لفظ ”الہیہ“ کے معنی وضعی نہیں ہیں بلکہ اس معنی موضوع لہ کا ایک فرد ہے جو کہ ”بودات مطلقہ ہیں۔ بے علم مولوی اردو خواں زعی مولوی ایسے الفاظ کو دیکھ کر دھوکا کھا جاتے ہیں یعنی یہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ بیان معنی وضعی کا ہے بلکہ اسی کو حصر کے طور پر نسبت اس مطلق لے موضوع لہ قرار دیتے ہیں بوجہ اس کے کہ مطلق کو فرد سے ممتاز نہیں کر سکتے۔

الغرض الفاظ مشفقہ میں معنی حقیقی کبھی اور ہوتے ہیں اور معنی مستعمل فیہ اور ہوتے ہیں۔ پس مانحن فیہ میں بھی مرزا اور اس کے اذنا ب کو یہی دھوکا لگا ہوا ہے۔ لغت کی کتابوں میں جو دیکھا کہ توفی کے معنی موت کے بھی ہیں اور صحیح بخاری میں ”متوفیک“ کی تفسیر ”ممیتک“ کے ساتھ کی ہے تو اس اشتباہ مذکور میں پڑ گئے۔ میں جانتا ہوں کہ یہ ”الہ“ اور اموات کے معنی اصنام ہی خیال کرتے ہوں گے ورنہ توفی سے معنی موت کی لینے میں ایسے مستحکم نہ ہوتے۔

تفصیل یہ ہے کہ ”توفی“ نے جس سے تعلق پکڑا ہے وہ شے کیا ہے یا روح آدمی یا غیر روح؟ اگر روح ہے تو پکڑنا روح کا پھر منقسم ہے دو قسموں پر ایک تو اس کا پکڑنا

مع الامساك یعنی پکڑنے کے بعد نہ چھوڑنا۔ اس کا نام تو موت ہے۔ پس موت کے مفہوم میں دو امر توفی کے مفہوم سے زیادہ اعتبار کیے گئے ایک روح دوسرا امساك۔ اور دوسری قسم پکڑنے کی نیند ہے۔ جس کے مفہوم میں قید روح اور ارسال یعنی چھوڑ دینا ماخوذ ہے۔ الحاصل موت اور نیند دونوں فرد ہیں توفی کے۔ (تفسیر کبیر تفسیر ابن کثیر شرح کرمانی، صحیح بخاری)

اور متعلق توفی کا اگر غیر روح ہو تو وہ بھی یا جسم مع الروح ہوگا جیسا کہ "انہی متوفیک" یا اور چیز ہوگی جیسا کہ توفیت عالمی (قاموس بیان اس امر کا جو مذکور ہو چکا ہے یعنی "توفی" کا معنی فقط کسی شے کا پورا لے لینا ہے عام ہے اس سے کہ وہ شے روح ہو یا غیر روح اور بتحدیر روح ہونے کے مقید بار سال ہو یا امساك۔ نص سے بھی ثابت ہے یعنی قرآن کریم کی آیت سے پروردگار اپنی قدرت کا تصرف ظاہر فرماتا ہے اس طور پر کہ ارواح کو بعد القبض کہیں تو بند کر رکھتا ہے اور کبھی چھوڑ دیتا ہے۔ ﴿اللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا.....﴾ الخ ﴿اللّٰهُ تَعَالَى قَبْضُ فَرَمَاتَا ہے ارواح کو حالت موت اور نیند میں۔ فقط فرق اتنا ہے کہ موت میں امساك اور نیند میں ارسال ماخوذ ہے اس آیت میں تو استعمال لفظ "توفی" کا مشترک میں ظاہر ہے یعنی فقط قبض۔ اور ارواح مدلول ہے لفظ "انفس" کا اور آیت ﴿وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّىٰكُمْ بِاللَّيْلِ.....﴾ الخ میں مستعمل ہے نیند میں جو فرد ہے مفہوم توفی کا یعنی قبض کا اور آیت ﴿وَالَّذِينَ يَتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ.....﴾ الخ وغیرہ آیات میں مدلول اس کا موت ہے جو جملہ افراد اسی توفی کے ہے۔ پس ﴿يُعِيشُنِي اِنِّی مُتَوَفِّکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ﴾ میں اور ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کُنْتُ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ﴾ میں بھی معنی موت کے مطابق بعض نظائر قرآنیہ وغیرہ قرآنیہ جیسا کہ توفی اللہ زیدا۔ توفی اللہ بکرا۔ وغیرہ وغیرہ لیا جاتا بشرطیکہ نص ﴿بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ﴾ کی رف

یٰ عِیْسٰی النَّصْلَ پر شہادت نہ دیتی یا آیت ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ.....﴾ الخ اور ﴿وَإِنَّهُ لَعَلَّمَ لِدَاغِیَةِ﴾ اور احادیث صحیحہ رفع جسمی پر استلزاماً وارد نہ ہوتیں اسی واسطے "موت" کے نہیں لیے جاسکتے۔ کیونکہ جب ایک شخص کا مخصوصہ کسی نص سے حکم معلوم ہو جائے تو جو آیات کہ برخلاف اس کے عام ہوتی ہیں ان میں داخل نہیں ہوتا اور نہ اس لفظ کو پھر اپنے نظائر پر محمول کیا جاتا ہے۔

مثال اس کی سنو! حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کا حال جب کہ نص ﴿خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ﴾ سے معلوم ہو چکا تو پھر ﴿أَلَمْ نَخْلُقْكُمْ مِنْ مَّاءٍ مَّهِینٍ﴾ اور ایسا ہی ﴿خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ ذَافِقٍ یَخْرُجُ مِنْ بَیْنِ الْمَصْلَبِ وَالْفَرْأِبِ﴾ سے مستثنیٰ ہے اور قول قائل کا خلق اللہ آدم محمول نہ ہوگا اپنے کردار یا نظائر پر خلق اللہ زیدا۔ خلق اللہ بکرا۔ خلق اللہ خالد۔ وغیرہ پر یعنی یہ نہ کہا جائے گا کہ کیفیت خلقت آدم وغیرہ بنی نوع یکساں ہے۔ ایک معنی کا بکثرت مستعمل فیہ ہونا یہ دلیل نہیں ہو سکتا کہ بروقت قائم ہونے قرینہ مانع اس معنی کے بھی وہ معنی مستعمل فیہ مراد ہو۔ جیسا کہ متوفی اور ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي﴾ میں معنی موت کے نہیں لے سکتے ہیں بوجہ اس کے کہ آیت ﴿بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ﴾ بوجہ افادہ دینے اس کے رفع جسمی کو معنی موت سے روک رہی ہے۔ پس اب منصف ایماندار پر ظاہر ہو گیا ہوگا کہ ﴿يُعِيشُنِي اِنِّی مُتَوَفِّکَ﴾ اور ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي﴾ میں معنی موت کے لے کر اس پر بطور شہادت کے ﴿وَالَّذِينَ يَتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ﴾ وغیرہ وغیرہ کو پیش کرنا محض عناد و ضد یا جہالت ہے۔ مرزا اپنے ازالہ میں اور اپنی کتاب "ایام الصلح" میں لفظ توفی بحسب محاورہ قرآن شریف کے موت ہی کے معنی میں منحصر کہتا ہے اور کسی جگہ وجہ اطلاق توفی کے نیند پر النوم اخ الموت کو قرار دیتے ہیں ایک تو یہ دھوکا کھایا کہ موضوع لہ کے فرد کو عین

موضوع نہ سمجھ گیا اور دوسرا یہ دھوکا کھایا کہ اطلاق المطلق علی بعض افرادہ کو از قبیل اطلاق الثر علی الفرد ہم کر لیا اور پھر بعد دعوائے حصر مذکور کے قائل بھی ہوا کہ توفی کے معنی باستعمال محاورہ قرآن شریف نیند ہے۔ واہ واہ

پس صاف معلوم ہوا کہ اگر کسی لفظ کا ایک معنی میں استعمال زیادہ ہو تو بوقت قیام قرینہ مانعہ و صارفہ استعمال اس کا دوسرے معنی میں بھی کیا جائے گا اگرچہ وہ قرینہ صارفہ حدیث ہے اخبار احاد میں سے یا کوئی اور۔

خیال کر دو قرآن شریف میں ہر جگہ ”اسف“ کے معنی غم ہیں مگر غضب کے معنی بھی آئے ہیں۔ فلما اسفونا کے معنی فلما اغضبونا ہیں۔ انہوں نے غضب دلا یا ہم کو۔ اور ہر جگہ قرآن کریم میں بعزل کے معنی زوج ہیں مگر باری تعالیٰ کے قول اندعون بعلا میں بت ہے۔ اور ہر جگہ قرآن پاک میں مصباح کے معنی کوکب ہیں مگر سورہ نور میں مصباح سے مراد چراغ ہے اور ہر جگہ قرآن شریف میں فنوت سے مراد طاعت ہے مگر قولہ تعالیٰ کل له فانتون میں مراد اقرار کرنے والے ہیں اور ہر جگہ بروج سے مراد کوکب ہیں مگر قولہ تعالیٰ فی بروج مشیدہ میں مراد کل پختہ ہے قرآن شریف میں صلوة سے مراد رحمت یا عبادت ہے مگر بیع وصلوات ومساجد میں مراد صلوات سے مقامات ہیں۔ ہر جگہ قرآن شریف میں کنز سے مراد مال ہے مگر سورہ کہف میں جو لفظ کنز ہے اس سے مراد صحیفہ علم کا ہے۔ نظائر ان کے اور بھی موجود ہیں تفسیر انتقان میں ملاحظہ کرو۔ علی ہذا لقیاس اکثر جگہ قرآن شریف میں توفی کے معنی موت یا نیند ہیں مگر فلما توفیتی میں قبضتني یا رفعتني یا اخذتني وافیما مراد ہے بقرینہ بدل رفعہ اللہ الیہ کے اور ایسا ہی متوفیک سے بر تقدیر عدم تقدیم و تاخیر کے۔ (مس الدریہ)

الغرض آیہ یعیسیٰ انی متوفیک میں بعد تقدیم و تاخیر کے معنی موت کے لیے جائیں اور فلما توفیتی سے رفع کے معنی ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرح پر لینا پڑے گا اور یا ہر دو جگہ میں معنی قبض کے یس گے سوائے موت کے اور اس دوسری صورت پر تقدیم و تاخیر کی ضرورت نہ پڑے گی۔ واضح ہو کہ یہ مطلب عام فہم کرنے کے لیے کئی بار صراحتہ اور ضمناً بیان ہو چکا۔

اب مرزا اور مرزا کے بڑے مددگار فاضل حکیم نور الدین کے معنی بھی اس آیت کے متعلق سناؤں۔ فاضل نور الدین اپنی کتاب ”تصدیق براہین احمدیہ“ میں لکھتا ہے۔ اذ قال اللہ یعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی..... الخ ”جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عیسیٰ میں لینے والا ہوں تجھ کو اور بلند کرنے والا ہوں اپنی طرف“۔ (ملاحظہ صفحہ ۸، کتاب تصدیق ”براہین احمدیہ“) اور خود مرزا لکھتا ہے۔ انی متوفیک ورافعک الی اے عیسیٰ میں تجھے کامل اجر بخشوں گا یا وفات دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا۔ (ملاحظہ صفحہ ۵۵۵، براہین احمدیہ)

اور اسی کتاب کے صفحہ ۵۱۹ میں لکھتا ہے انی متوفیک ورافعک الی میں

تجھ کو پوری نعمت دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا۔ ملاحظہ

اب خیال کرنا چاہیے کہ مرزا نے دو دفعہ یہ ترجمہ الہام کے ذریعے سے لکھا ہے کون سے ترجمہ کو صحیح کہا جائے گا؟ پس خود ہی اس نے فیصلہ تو کیا ہوا ہے عیسیٰ علیہ السلام کی موت پر تو خود اس کو جزم اور یقین نہیں ہے مگر بیچارہ ایک بار جو کہہ چکا ہے اسی کو شرم کے مارے چھوڑ نہیں سکتا۔ اور ”براہین احمدیہ“ صفحہ ۳۶۱ میں خود اقرار کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں میں ہیں میرے بعد ایک دوسرا آنے والا ہے وہ سب باتیں کھول دے گا اور علم دین کو برتر بہ کمال پہنچا دے گا۔ سو حضرت مسیح تو انجیل کو ناقص کی ناقص ہی چھوڑ کر آسمانوں میں جا بیٹھے۔

اور "برائین احمدیہ" صفحہ ۳۹۸ و ۳۹۹ میں لکھتا ہے "هو الذی ارسل رسولہ بالہدی و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ" یہ آیت جسمانی اور سیاست مکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کا مدد دین و اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے۔ وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا اور جب حضرت مسیح (علیہ السلام) دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔ بلنظہ

خیال کرو کہ اب عیسیٰ (علیہ السلام) کا دوبارہ آنا دنیا میں اظہار من الخس بیان کر دیا۔ پس کونسی بات اس کی مانی جائے؟ موافق دین و اسلام کے یہی بات ہے۔ ہم یہی مانتے ہیں۔ الحمد للہ کہ حق بات اس کی زبان پر جاری ہوگی۔ پس مرزائیوں کو بدل و جان یہ فیصلہ مرزائی کا ماننا چاہیے۔ غرض کہ ایسے تناقض ہزاروں اس مجنون اور بے غم کے کلام میں موجود ہیں۔ عوام کا خیال کر کے چند ورق اس کے رد میں لکھ گئے۔ ورنہ اہل علم کے مخاطبہ کے قابل نہیں ہے۔ وہ بس مسلمان اس کی ہر ایک بات کو ایسا ہی بے قرار جانیں۔ فقط و فیہ کفایۃ لذوی الدرایۃ واللہ یمہدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

احوال قیامت اور اس کی نشانیاں

قیامت کے علامات دو قسم کے ہیں۔ چھوٹے اور بڑے۔ پس چھوٹے علامات یہ ہیں کہ علم اٹھ جائے گا اور جہالت زیادہ ہو جائے گی اور علم کے ہوتے ہوئے علماء اس پر عمل نہ کریں گے۔ زنا اور شراب بہت ہوگا۔ عورتیں بہت ہوں گی اور مرد کم۔ یہاں تک کہ ایک

مرد بیس عورتوں کی پرورش کرے گا۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہے کہ جاہل لوگ سردار ہوں گے اور حکم کریں گے۔ خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو گمراہ کریں گے۔ امام احمد وغیرہ آئمہ محدثین نے زیادہ بن لبید سے روایت کی کہ وہ کہتے ہیں کہ کہا میں نے یا رسول اللہ (ﷺ) علم کیسے نہ ہوگا؟ ہم قرآن شریف پڑھتے ہیں اور اپنے بیٹوں کو پڑھاتے ہیں اور وہ پھر اپنے بیٹوں کو پڑھائیں گے۔ پس قیامت تک ایسا ہی رہے گا۔ پس حضرت محمد (ﷺ) نے مجھ کو فرمایا کہ میں تم کو دانا مرد جانتا تھا۔ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ یہود اور نصاریٰ توریت اور انجیل کو پڑھتے ہیں؟ اور اس پر عمل نہیں کرتے۔ یعنی ایسا ہی میری امت میں ہوگا کہ لوگ علم پڑھیں گے مگر اس پر عمل نہ کریں گے۔ نالائق لوگوں کے ذمہ لیاقت کے کام سپرد کیے جائیں گے اور بوجہ خنثی اور مصیبت کے لوگ موت کی آرزو کریں گے۔ ترقی شریف میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ (ﷺ) نے کہ اللہ تعالیٰ کے مال کو یعنی غنیمت کے مال کو جو غازیوں اور فقیروں کا حصہ ہے سردار اور امیر لوگ اپنا مال سمجھیں گے، امانت میں خیانت کریں گے، زکوٰۃ دینے کو نادران اور نقصان جانیں گے، علم دنیا کمانے کے لیے سیکھیں گے، مرد اپنی عورت کی تابعداری ہر بات میں کریں گے، دوست اور یار کو نزدیک اور ماں باپ کو دور کریں گے، مسجدوں میں زور سے آواز بلند کریں گے، بد معاش فاسق لوگ سرداری کریں گے، رذیل اور کمینے لوگ بڑے مرتبے میں جائیں گے اور بد معاش لوگوں کی عزت کریں گے، بوجہ خوف کے، ڈھول طبلہ، باجا، دوتارا، سارنگی، ستار، رباب، چنگ وغیرہ اسباب گانے بجانے کے ظاہراً استعمال کریں گے، اس امت کے لوگ پچھلے اگلے لوگوں کو ملامت اور طعن کریں گے، لواطت بہت ہوگی، بے حیائی بہت ہوگی، سود حرام خوری بہت ہوگی، مسجدیں بہت ہوں گی اور پختہ خوبصورت مگر لوگ ان کو عبادت کے ساتھ آباد نہ کریں گے اور جھوٹ بولنا ہنر سمجھا جائے گا۔

غرض کہ اس قسم کی علامات قیامت کی بہت ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایسے وقت میں ایسے عذابوں کے منتظر رہو کہ سرخ آندھی آئے اور بعض لوگ زمین میں دفن جائیں اور آسمان سے پتھر برسیں اور صورتیں آدمی کی سوز، کتے کی ہوجائیں اور بہت سی آفتیں پے در پے جلدی آنے لگیں۔ جیسے کہ بہت سے دانے کسی تانگے اور ڈورے میں پر در رکھے ہوں اور وہ تانگا ٹوٹ جائے اور سب دانے اوپر تانے گرنے لگیں۔ کفار کا سب طرف زور ہو جائے گا اور جھوٹے جھوٹے طریقے نکلتے لگیں گے۔ ان نشانیوں کے بعد اس وقت میں سب ملکوں میں نصاریٰ لوگوں کی عملداری ہو جائے گی اور اسی زمانہ میں ابوسفیان کی اولاد سے ایسا ایک شخص پیدا ہوگا کہ بہت سیدوں کا خون کرے گا۔ ملک شام اور ملک مصر میں اس کے احکام چلنے لگیں گے۔ اس عرصہ میں روم کے مسلمان بادشاہ کی نصاریٰ کی ایک جماعت سے لڑائی ہو جائے گی اور نصاریٰ کی ایک جماعت سے صلح بھی ہو جائے گی۔ پس دشمن کی جماعت شہر قسطنطنیہ پر چڑھائی کر کے اپنا داخل کر لے گی۔ اور وہ روم کا مسلمان بادشاہ اپنا ملک چھوڑ کر شام کے ملک میں چلا جائے گا اور نصاریٰ کی جس جماعت سے صلح اور محبت ہوگی۔ اس جماعت کو ہمراہ کر کے اس دشمن کی جماعت سے بھاری لڑائی ہوگی۔ مگر اسلام کے لشکر کو فتح ہوگی۔

ایک دن بیٹھے بٹھلائے جو نصاریٰ کی جماعت موافق ہوگی۔ اُس میں سے ایک نصرانی ایک شخص مسلمان کے سامنے کہنے لگے گا کہ ہماری صلیب یعنی دین عیسوی کی برکت سے فتح ہوئی ہے اور مسلمان اس کے جواب میں کہے گا کہ اسلام کی برکت سے فتح ہوئی ہے اسی میں بات بڑھ جائے گی یہاں تک کہ دونوں آدمی اپنے اپنے طرف وادوں اور مذہب والوں کو جمع کر لیں گے اور آپس میں لڑائی شروع ہو جائے گی۔ اس میں اسلام کا بادشاہ شہید ہو جائے گا اور شام کے ملک میں بھی نصاریٰ کا عمل ہو جائے گا اور نصاریٰ اس دشمن کی

جماعت سے صلح کر لیں گے اور باقی رہے سب مسلمان مدینہ منورہ کو چلے جائیں گے اور گیر کے قریب تک نصاریٰ کی عمل داری ہو جائے گی۔ اس وقت مسلمانوں کو فکر ہوگی کہ امام مہدی تلاش کریں تاکہ ان مصیبتوں سے امن پائیں۔ اُس وقت حضرت امام مہدی ﷺ مدینہ منورہ میں ہوں گے اور اس دور سے کہ کہیں مجھ کو حاکم اور بادشاہ نہ بنادیں مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کو چلے جائیں گے اور اس زمانے کے بزرگ ولی لوگ جو ابدال کا درجہ رکھتے ہیں۔ سب امام مہدی ﷺ کی تلاش کریں گے اور بعض اس وقت جھوٹے مہدی بننا شروع ہوں گے غرض کہ امام مہدی خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوں گے اور رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان میں ہوں گے۔ کہ بعض نیک لوگ ان کی شناخت کر لیں گے۔ اور ان کو زبردستی گھیر کھار کر حاکم بنادیں گے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کریں گے اور اسی بیعت میں ایک آواز آسمان سے ایسی آئے گی، جس کو سب لوگ جتنے وہاں موجود ہوں گے، سنیں گے۔ وہ آواز یہ ہوگی کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کا خلیفہ اور حاکم بنایا ہوا، امام مہدی ﷺ ہے۔ اور اس وقت سے بڑی بڑی نشانیاں قیامت کی ظاہر ہوں گی اور جب امام مہدی ﷺ کی بیعت کا قصہ مشہور ہوگا تو مسلمانوں کے لشکر کی جو فوجیں مدینہ منورہ میں ہوں گی وہ مکہ معظمہ کو چلی آئیں گی اور ملک شام اور یمن اور عراق والے ابدال، نجباء، غوث لوگ سب امام مہدی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور ملک عرب کی فوجیں اور جگہ سے بھی بہت آجائیں گے جب یہ خبر مسلمانوں میں خوب مشہور ہوگئی تو ملک خراسان یعنی افغانستان جس میں کابل، سوات، ہیر غزنی، قندھار وغیرہ ہیں۔ ایک بڑی فوج لے کر امام مہدی ﷺ کی مدد کے لئے روانہ ہوگا اور اس کے لشکر کے آگے چلنے والے کا نام منصور ہوگا اور وہ راہ میں چلتے چلتے بہت بد دینوں کی صفائی کرتا جائے گا اور وہ ظالم جو ابوسفیان کی اولاد میں سے ہوگا اور سید لوگوں کا قاتل ہوگا چونکہ امام مہدی ﷺ بھی سید ہوں گے۔ رسول اللہ ﷺ کی اولاد سے ان کے

لڑنے کے لیے ایک فوج روانہ کریں گے یہ فوج مکہ اور مدینہ کے درمیان جنگل میں پہنچے گی اور ایک پہاڑ کے تلے ڈیرا لگائے گی پس سب فوج اس زمین میں دھنس جائے گی صرف دو آدمی بچیں گے ان میں سے ایک تو امام مہدی علیہ السلام کو خوشخبری جا کر سنا دے گا اور دوسرا اس ظالم سفیانی کو جا کر خبر دے گا۔ پھر نصاریٰ لوگ ہر ملک سے لشکر جمع کر کے مسلمانوں سے لڑنا چاہیں گے۔ اس لشکر میں اس روز تعداد سی (۸۰) جھنڈے ہوں گے اور ہر جھنڈے کے ساتھ بارہ ہزار آدمی ہوں گے۔ پس کل آدمی لشکر کا نو لاکھ ساٹھ ہزار ہوگا۔ امام مہدی علیہ السلام مکہ سے چل کر مدینہ منورہ تشریف لائیں گے اور وہاں رسول اللہ ﷺ کے مزار مبارک کی زیارت کر کے ملک شام کی طرف روانہ ہوں گے اور شہر دمشق تک پہنچے پائیں گے کہ دوسری طرف سے نصاریٰ کی فوج مقابلہ میں آجائے گی۔ پس امام مہدی علیہ السلام کی فوج تین حصہ ہو جائے گی ایک حصہ تو بھاگ جائے گی اور ایک حصہ لڑ کر شہید ہو جائے گی اور ایک یہاں تک لڑے گی کہ اس کو نصاریٰ پر فتح ملے گی اور اس فتح کا قصہ یہ ہوگا کہ جب حضرت امام مہدی علیہ السلام نصاریٰ سے لڑنے کے لیے لشکر تیار کریں گے تو بہت سے مسلمان آپس میں قسمیں کھائیں گے کہ بے فتح کیے ہوئے ہرگز نہ بنیں گے۔ پس سارے آدمی شہید ہو جائیں گے صرف تھوڑے سے رہیں گے ان کو لے کر امام مہدی علیہ السلام اپنے لشکر میں چلے آئیں گے دوسرے دن پھر اسی طرح سے قسم کھا کر لڑائی شروع کریں گے اکثر آدمی شہید ہو جائیں گے اور تھوڑے آدمی بچ جائیں گے اور تیسرے روز پھر ایسا ہی ہوگا آخر چوتھے روز یہ تھوڑے سے آدمی مقابلہ کریں گے اور اللہ تعالیٰ فتح دے گا اور بعد اس کے کافروں کے دماغ میں حکومت کا شوق نہ رہے گا۔ پس اب امام مہدی علیہ السلام ملک کا بندوبست کرنا شروع کریں گے اور سب طرف کو مسلمانوں کی فوجیں روانہ کریں گے اور خود امام مہدی علیہ السلام ان سب کاموں سے فراغت پا کر قسطنطنیہ کے فتح کرنے کو چلے جائیں گے جب کہ دریائے روم کے

پر پہنچیں گے اس وقت بنو اسحاق قبیلہ کے ستر ہزار (۷۰۰۰۰) آدمیوں کو کشتیوں میں بٹھائیں گے اور ان کے ساتھ ایک فوج بھیجیں گے کہ ان کو مدینہ منورہ کی طرف روانہ فرمائیں گے جب یہ لوگ قسطنطنیہ کے قریب پہنچیں گے اللہ اکبر اللہ اکبر بلند آواز سے کہنا شروع کریں گے اس نام کی وجہ سے شہر پناہ کے سامنے کی دیوار پھٹ جائے گی اور گر پڑے گی اور مسلمان لوگ حملہ کر کے اندر گھس پڑیں گے اور لڑ کر کفار کو قتل کریں گے اور عمدہ طور سے ملک کا انتظام کریں گے اور ابتدائی بیعت سے لے کر اس شہر کی فتح تک چھ یا سات سال کی مدت گزری گی۔ امام مہدی علیہ السلام اس طرف انتظام کرتے ہوں گے کہ یکا یک ایک بے اصل اور فانی خبر مشہور ہو جائے گی کہ یہاں کیا میٹھے ہو وہاں شام کے ملک میں تو دجال آ گیا ہے اور دنیا دار تمہارے خاندان میں کر دکھا ہے۔ اس خبر کے سننے سے امام مہدی علیہ السلام شام کی طرف جا کر اس حال کے معلوم کرنے کے لیے پانچ یا نو سو اوروں کو اپنے آگے روانہ کر دیں گے ان میں سے ایک شخص واپس آ کر خبر دے گا کہ وہ بات دجال کے آنے کی غلط ہے امام مہدی علیہ السلام کو سن کر تسلی ہو جائے گی اور پھر خوب بندوبست کے ساتھ درمیان کے ملکوں اور ان کا حال دیکھتے بھالتے تسلی کے ساتھ ملک شام جا پہنچیں گے بعد پہنچنے کے تھوڑے روز کریں گے کہ دجال ظاہر ہو جائے گا اور دجال یہودیوں کی قوم میں سے ہوگا۔

دجال سے پہلے تین برس سخت قحط ہوگا۔ اول برس میں تیسرا حصہ بارش کا آسمان پر نہ دے گا اور زمین تیسرا حصہ زراعت کا کم کر دے گی۔ دوسرے برس سے زمین و آسمان میں دو حصے کم کر دیں گے اور تیسرے برس میں آسمان سے ایک قطرہ بارش کا نہ برے گا اور زمین سے کوئی سبزی نہ ہوگی، مال مویشی ہلاک ہوں گے اور مسلمان لوگوں کے لیے طعام نہ ملے گا اللہ کی تسبیح، تہلیل، حمد و ثناء ہوگی اور دجال کی صورت مثل عبدالعزیز بن قطن کے ہوگی

اور دجال کے مال باپ کے گھر میں قبل پیدا ہونے دجال کے تیس برس تک اولاد نہ ہوگی۔ شرح السنۃ وغیرہ کتب حدیث اور صحیح مسلم میں تمیم داری کے قصے سے معلوم ہوتا ہے کہ دجال موجود ہے مگر دریائے شام یا دریائے یمن کے جزیرے میں بند ہے۔ باذن پروردگار اول شام اور عراق کے درمیان میں سے نکلے گا اور پیغمبری کا دعویٰ کرے گا۔ جب شہر اصغہان میں جا پہنچے گا وہاں کے ستر ہزار (۷۰۰۰۰) یہودی مرد اور عورت اس کے ساتھ ہو جائیں گے اور مسلمان طرف وادی النیق کے چلے جائیں گے پھر خدائی کا دعویٰ شروع کر دے گا۔ حلیہ اس کا یہ ہے کہ اس کی دائیں آنکھ اندھی ہے اور بعض روایت میں بائیں آنکھ کا ذکر ہے۔ دونوں آنکھوں کے درمیان میں کافر لکھا ہوگا اس کو ہر مسلمان پڑھ لے گا منشی ہو یا غیر منشی اور دجال جوان ہوگا پریشاں بال ہوں گے چالیس (۴۰) روز زمین پر رہے گا۔ ایک روز برس کی مثل، ایک روز مہینہ کی مثل اور ایک روز ہفتہ کی مثل اور سوائے ان تین دنوں کے باقی دن ہمارے دنوں کی طرح ہوں گے ان دنوں میں جو سال اور ماہ اور ہفتہ کے برابر ہوں گے نازوں کا حساب کر کے پڑھنا ہوگا فقط پانچ ہی نمازیں کافی نہ ہوں گی۔ آسمان سے کہے گا بانی برساتو برسائے گا جب زمین سے کہے گا کہ بھری نکال تو زمین بھری نکالے گی۔ جو لوگ اس کے تابع ہوں گے ان کا مال کھیتی خوب ہوگا اور بیل گائے موٹے ہوں گے اور جو اس کے مخالف ہوگا اس کا مال و اسباب خراب ہوگا، غیر آباد زمین سے نرنا نہ نکالے گا، جنت اور دوزخ کی صورت اس کے پاس ہوگی فی الواقع اس کی جنت دوزخ اور دوزخ جنت ہے۔ ایک شخص سے کہے گا کہ مجھ کو خدا جان۔ وہ انکار کرے گا پس آ رہے کے ساتھ دو ٹکڑے کر دے گا پھر دونوں پارے کے درمیان سے گزرے گا اور اس سے کہے گا کہ زندہ ہو جا اور اٹھ۔ بن وہ زندہ ہوگا پھر اس سے وہی بات کہے گا۔ وہ کہے گا کہ تو دجال ہے اب مجھ کو خوب یقین

اس کو ذبح کرنا چاہے گا مگر اس کی گردن تانبے کی ہو جائے گی تلوار اس پر تا ثیر نہ کرے گی۔ پس اس کو پاؤں سے پکڑ کر پھینکے گا لوگ جانیں گے کہ دوزخ میں پھینک دیا مگر وہ نہیں چلا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص شہادت کے درجہ میں نزدیک دجال کے بہت بزرگ ہوگا۔ صحابی لوگ سمجھتے تھے کہ وہ شخص عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہوں گے اب وہ فوت ہو گئے تو وہ گمان جاتا رہا اور بعض حضرت خضر علیہ السلام کو کہتے تھے۔ اسی بہت ملکوں سے پھرتا ہوا ملک یمن کے کنارے پر جا پہنچے گا اور ہر جگہ سے بد دین، بد معاش، شیطانی کام کرنے والے ساتھ ہوتے جائیں گے اور تند باد کی طرح تیز آئے آتے آتے مکہ معظمہ سے باہر قریب جاحضہرے گا لیکن فرشتوں کی چوکیداری کے سے شہر مکہ معظمہ کے اندر نہ جاسکے گا۔ فرشتے تلوار لے کر آگے ہو جایا کریں گے۔ پھر ان سے مدینہ منورہ کا ارادہ کرے گا وہاں پر فرشتوں کی حفاظت کی وجہ سے اندرون شہر نہ گورہ کے جانے نہ پائے گا بلکہ کوہ احد کے بعد قیام کرے گا۔ مگر پروردگار کی یہ آزمائش ان کی مدینہ منورہ کو تین روز لے ہوں گے جتنے آدمی کمزور اور ست دین میں ہوں گے وہ ان کے سبب سے ڈر کر باہر مدینہ سے جا کھڑے ہوں گے اور دجال کے جال اور مکر میں گرفتار ہو جائیں گے اس وقت مدینہ منورہ میں کوئی بزرگ نیک شخص ہوں گے وہ دجال سے اب بھٹ کریں گے۔ دجال آ کر ان کو قتل کر دے گا پھر زندہ کر کے پوچھے گا کہ اب بھی خدا ہونے پر قائل ہوتے ہو یا نہیں؟ وہ بزرگ صاحب جواب میں کہیں گے کہ اب یادہ میرا یقین ہو گیا ہے کہ تو دجال العین ہے۔ پھر اس بزرگ صاحب کو مارنا چاہے گا مگر اس کی ہمت نہ ہوگی اور اس بزرگ پر کچھ تا ثیر نہ کر سکے گا۔ پس وہاں سے دجال ملک شام کو روانہ ہوگا جب دمشق شہر کے قریب جا پہنچے گا اور امام مہدی رضی اللہ عنہ تو آگے ہی سے وہاں پہنچ

چکے ہوں گے اور جنگ و جدال کا سامان کرتے ہوں گے۔ کہ عصر کی نماز کے لیے مواءن اذان کہے گا اور نماز کی تیاری میں لوگ ہوں گے کہ اچانک حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور فرشتہ کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے، آسمان سے اترتے دکھائی دیں گے۔ جب سر نیچے کریں گے تو اس سے قطرے نکلیں گے اور جب سر کو بلند کریں گے تو مروارید موتی کی طرح داغ کریں گے اور صورت ان کی مثل صورت عروہ بن مسعود صحابی کے ہوگی۔ (مسلم) اور سینہ اور کاچوڑا ہوگا۔ (بخاری) اور جامع مسجد کے مشرق کی طرف کے منارے سفید پر آکر ٹھہریں گے اور وہاں سے زینہ لگا کر نیچے تشریف لائیں گے۔ حضرت امام مہدی علیہ السلام لڑائی کا سارا سامان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سپرد کرنا چاہیں گے مگر عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے کہ لڑائی سامان اور انتظام آپ ہی رکھیں میں فقط دجال کے قتل کرنے کو آیا ہوں۔ جب رات گزر کر صبح ہوگی امام مہدی علیہ السلام لشکر کو تیار کریں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک گھوڑے پر سوار ہو کر ایک نیزہ ہاتھ میں لے کر دجال کی طرف جائیں گے اور مسلمان لوگ دجال کے لشکر پر حملہ کریں گے اور بہت بڑی جنگ ہوگی اور اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سانس یعنی وہ کی یہ تاثیر ہوگی کہ جس جگہ تک نظر جائے گی اس جگہ تک سانس بھی جائے گی اور جس کا فرہ ان کے سانس کی ہوا جا پہنچے گی اسی وقت وہ کا فر ہلاک ہو جائے گا۔ دجال عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر بھاگے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے تشریف لے جائیں گے۔ لد کے دروازہ شرقی پر جا کر اس کو نیزہ مار کے قتل کر دیں گے۔ یہی روایت کیا کہ گدھے پر سوار ہوگا اس کے دونوں کانوں میں فاصلہ دو سو اسی (۲۸۰) گز ہوگا اس قدر بڑا وہ خرد جال ہوگا۔ پس اگر قتل نہ کرتے جب بھی ان کو دیکھ کر ایسا پانی ہو جاتا جیسا کہ پانی میں نمک گھل جاتا ہے مگر لوگوں کو اس کا خون نیزے پر دکھائیں گے اس لیے قتل کریں گے۔

”لد“ وہاں ایک جگہ کا نام ہے۔ ایک گاؤں ہے قریب بیت المقدس کے اور بعض نے کہا کہ ملک شام میں ایک پہاڑ کا نام ہے اور بعض نے کہا کہ موضع فلسطین ہے۔ الف الکتاب عرض کرتا ہے کہ بہر صورت وہ ”لد“ مخفف لدھیانہ کا نہیں پنجاب میں، مرزا قادیانی نے کہا ہے۔ بعد قتل ہونے دجال کے مسلمان لوگ اس کے لشکر کو قتل کریں گے اور حضرت شہر بھر تشریف لے جائیں گے اور مسلمانوں کو تسلی دیں گے اور بہشت کی خوشخبری سنائیں گے۔ پس اس وقت کا فر کوئی باقی نہ رہے گا۔ پھر حضرت مہدی علیہ السلام کا انتقال ہو جائے گا اور سب بند و بست حضرت عیسیٰ علیہ السلام کریں گے۔ پھر دجال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پیغام روانہ کرے گا کہ اب میں نے اپنے ایسے ناپاہر کیے ہیں کہ کسی کو لڑائی کرنے کی طاقت ان کے ساتھ نہیں۔ اے عیسیٰ علیہ السلام۔ ہندوں کو تو کوہ طور میں لے۔ جا پس خارج ہوں گے یا جوج و ما جوج اور ان کے بے کی جگہ شمال کی طرف کی آبادی ختم ہونے سے بھی آگے ساتھ ولایت سے باہر ہے اور زیادہ سردی کے اس طرف کا دریائی سمندر ایسا جا ہوا ہے کہ کشتی جہاز بھی اس پر نہیں چل سکتی۔ یا جوج و ما جوج میں سے کچھ لوگ جو آگے ملک شام میں طبریہ بستی کے دریا پر آئیں گے اس کا سارا پانی پی جائیں گے بعد والے جب آئیں گے تو کہیں گے کہ جیسا بھی اس دریا میں پانی نہیں ہوا تھا، ایسا خشک ہوگا۔ پس وہ کیچڑ چائیں گے اور ان کی موت کی صورت یہ ہے کہ ہر ایک کی اولاد جب ایک ہزار پوری ہوتی ہے جب مرنا شروع ہوتے ہیں بعض کا قد بقدر یک بالشت کے اور بعض بلند مثل آسمان کے، کون ان کے اتنے درخت یا پورے پتھر یا درخت جس چیز کے پیچھے کا فر ہوگا وہ چیز کے ہی کرے مومن کا فر یہاں پر ہے اس قتل کر عمر غرقہ۔ تم کا درخت ہے یہ وہ کے درختوں میں سے وہ نہ بولے گا۔ ۱۲

بڑے ہوں گے کہ ان کو بچھا کر سویا کریں گے۔ پس سیر کرتے ہوئے بیت المقدس کے قریب ”جبل غمر“ ایک پہاڑ ہے اس کے پاس جا پہنچیں گے اور کہیں گے کہ اہل زمین کو قتل چکے۔ اب اہل آسمان کو قتل کریں گے۔ پس آسمان کی طرف تیر پھینکیں گے اللہ تعالیٰ ان کے تیروں کو خون سے آلودہ کر کے نیچے ڈال دے گا وہ اس سے خوش ہوں گے کہ واقعی آسمان کے رہنے والوں کو ہم نے قتل کر دیا ہے اور اس حال میں عیسیٰ علیہ السلام کو لے کر طور پہا پر بند ہوں گے۔ ایک سرنبل، گائے کا ان لوگوں کو بوجھ بھوک کے سو (۱۰۰) اشرفی سے بہتر ہوگا۔ پس عیسیٰ علیہ السلام سے التماس کریں گے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھ والوں کو لے کر دعا کریں گے۔ پس اللہ تعالیٰ ان کی گردن میں کیڑا پیدا کرے گا اس سبب سے سب مرجائیں گے۔ بعدہ عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کو لے کر پہاڑ سے نیچے اتریں گے مگر یاجوج ماجوج کی بدبودار مردار کے سبب سے ایک بالشت زمین بھی خالی نہ ہوگی۔ پس عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی دعا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ایسے جانور پرندے بھیجے گا جن کی گردنیں تختی خراسانی اونٹوں کی طرح بڑی بڑی ہوں گی وہ جانور ان مرداروں کو اٹھا کر کوہ قاف کے پیچھے ڈال دیں گے اور ان کے تیر و کمان اس قدر باقی رہیں گے کہ مسلمان لوگ سات برس تک جلاتے رہیں گے۔ پس پروردگار بارش برسائے گا۔ کوئی جگہ زمین، پتھر، جامہ، لباس اس بارش سے خالی نہ رہے گا۔ پس تمام زمین کو دھو کر صاف کر کے مثل آئینہ کے صاف کر دے گا۔ پس پروردگار زمین کو ایسی برکت دے گا کہ سیوہ غلہ بکثرت ہوگا۔ ایک ایک اناڑ اتنا بڑا ہوگا کہ آدمیوں کی ایک جماعت اس سے پیٹ بھر کر کھائے گی اور اس کے پوست کے سایہ میں بیٹھ سکے گی اور چار پایوں میں ایسی برکت ہوگی کہ ایک اونٹنی یعنی شتر مادہ کا دودھ ایک چنڈ

امت کو کافی ہوگا اور ایک گائے کا دودھ ایک بڑے قبیلہ کے لوگوں کو بس ہوگا اور بکری کا دودھ پھوٹے قبیلہ کو کفایت کرے گا اور عیسیٰ علیہ السلام حضرت شعیب بن یحیٰی کے خاندان میں پالے گئے اور ان کی اولاد بھی ہوگی ۲ بعد چالیس (۴۰) برس کے انتقال فرمائیں گے مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کے روضہ پاک میں دفن ہوں گے۔ تفسیر درمنثور میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی قبر حضرت ﷺ کے مقبرہ میں ہوگی اور عبارت تفسیر ”درمنثور“ کی یہ ہے۔ اخرج الترمذی وحسنہ عن محمد بن یوسف بن عبد اللہ بن سلام عن ابیہ عن جدہ قال مکتوب فی التوراة صفۃ محمد وعیسیٰ بن مریم علیہم السلام یدفن معہ۔ وقال ابو داؤد وقد بقی فی البیت موضع قبرہ۔ اور مرقات میں ہے قال ابن جوزی عیسیٰ بن مریم ای الارض فینزوج ویولد ویمکت خمساً واربعین سنة۔ ثم یموت فیدفن معی فی قبری ای مقبرتی وعبر عنها بالمقبر لقرب قبرہ بقبرہ فکانہما فی قبر واحد۔ اور ابن جوزی ”کتاب الوفاء“ میں بھی لایا ہے اور سوائے ان کے اور کئی کتابوں میں ہے۔ طبرانی اور امام بخاری نے

محمد وکھوڑا تھوڑے روپیہ کے ساتھ ملے گا بوجہ نہ ہونے لڑائی کے کھوڑا بہت مستحکم ہوگا اور تیل کی قیمت زیادہ ہوگی بوجہ کثرت

۱ کی محنت کے۔ ایک من ختم سے سات سو سن غلہ ہوگا۔ ۱۲

۱۱ اصل روایت میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام چالیس برس نماز پڑھا کریں گے دن رات میں۔ مگر قوی یہ بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ ۴۰ شریعت پر غلط پانچ وقت کی نماز پڑھا کریں گے۔ اور مکھلوہ خریف وغیرہ میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام چالیس سال زمین میں کافی کریں گے۔ ”مرقات“ میں ہے کہ جب آسمان پر گئے تو حمران کی ۳۳ برس کی تھی اور بعد اترنے کے سات برس کافی کریں گے۔ سات برس کا ذکر ”صحیح مسلم“ میں ہے۔ اگر چہ اس حساب سے چالیس برس ہوتے ہیں مگر فی الواقع چالیس برس زمین پر پورے ہوں گے اور جس نے چالیس برس کو بیان کیا ہے اس نے کسر کو بیان نہیں کیا جو کہ پانچ برس الیٰٰذکر یعنی اور ابو نعیم نے ذکر کیا ہے کہ بعد نزول کے ۱۹ برس رہیں گے۔ جیسا کہ مرزا کے جواب و سوال میں ہر امر مرزا نے۔ پس اس حساب سے مجموعہ ۵۲ برس ہوتا ہے۔ ۱۳

تاریخ کبیر میں اور جلال الدین سیوطی نے تفسیر درمنثور میں عبد اللہ بن سلام سے روایت کی ہے یدفن عیسیٰ بن مریم مع رسول اللہ ﷺ وصاحبہ فیکون قبرہ رابعاً۔ مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کے گنبد میں بافضل تین قبریں ہیں۔ حضرت ﷺ کی قبر مبارک اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی دو قبریں اور چوتھی قبر کی جگہ باقی ہے اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب فوت ہوں گے تو دفن ہوں گے اور ان کی جگہ پر ایک شخص ججاء نامی ملک یمن کا رہنے والا بیٹھے گا اور وہ قبیلہ قحطان کا ہوگا اور بہت انصاف اور عدل کے ساتھ حکومت کرے گا اور ان کے بعد یکے بعد دیگرے کئی اور بادشاہ ہوں گے۔ پھر رفتہ رفتہ نیک باتیں کم ہونا شروع ہوں گی اور بری باتیں زیادہ ہوتی جائیں گی۔ اب قیامت کی بڑی نشانیوں کا بیان ہے۔

بیان قیامت کی بڑی بڑی نشانیوں کا

امام مسلم نے حضرت حذیفہ بن اسد غفاری سے روایت کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ قیامت برپا نہ ہوگی جب تک کہ دس (۱۰) نشانیاں ظہور میں نہ آجائیں:

۱..... دخان

۲..... دجال

۳..... وابت الارض

۴..... طلوع آفتاب کا مغرب سے

۵..... اترنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا

۶..... نکلنا یاجوج ماجوج کا

۷..... اور تین بار زحف یعنی دب جانا زمین میں ایک بار مشرق میں

۸ دوسری بار مغرب میں

۹ تیسری بار جزیرہ عرب میں اور

۱۰ آخر سب سے ایک آگ ملک یمن سے نکلے گی جو کہ لوگ کو بطرف محشر کے ملک شام

کی زمین میں لے جائے گی۔ اور ایک روایت میں دسویں نشانی باد سخت کا ذکر آیا ہے جو کہ

لوگوں کو دریا میں پھینک دے گی۔ اور ابو ذر نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ بعد

ماہر ہونے دجال اور دابۃ الارض اور طلوع آفتاب کے مغرب سے کافر کا ایمان اور کسی کی تو

قول نہ ہوگی۔ اور امام بغوی وغیرہ نے حضرت حذیفہ سے روایت کیا ہے کہ جو آگ کہ

لوگوں کو چلا کر بطرف محشر کے لے جائے گی وہ عدن شہر کے غار سے نکلے گی۔ حذیفہ رضی اللہ

نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ دخان کیا ہے؟ فرمایا حضرت ﷺ نے اس آیت کو

فارتقب یوم تاتئ السماء بدخان مبین یغشی الناس هذا عذاب الیم

منظر ہوا اس روز کا کہ لائے گا آسمان ایک دھواں ظاہر جو کہ ڈھانک لے گا لوگوں کو یہ

عذاب درد دینے والا ہے۔ اور فرمایا کہ وہ دھواں مشرق سے مغرب تک ہو جائے گا اور

پالیس دن رات تک رہے گا۔ مسلمانوں کو زکام کی طرح پھپھے گا اور کافروں کو بیہوشی دے گا

اور ان کی ناک اور کان اور پاخانہ کے رستے سے نکلے گا۔ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ

نے کہا ہے کہ دخان ہو چکا ہے اس وقت میں جب کہ کفار قریش نے حضرت ﷺ کے ساتھ کمال

ان کی اور بے ادبی کی تو حضرت نے بددعا کی۔ پس ایسا قحط ہوا کہ لوگ ہڈیاں کھاتے تھے اور

ہوک کے سبب سے ان کو زمین سے آسمان تک دھواں نظر آتا تھا۔

ابن مسعود رضی اللہ کا مطلب یہ ہے کہ فی الواقع دھواں نہیں ہے لیکن حضرت حذیفہ

وغیرہ حضرات سے معلوم ہوتا ہے کہ جو دخان ہے فی الواقع وہ علامات کبریٰ قیامت سے

ہے اور یہی ہے نزدیک عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر اور امام حسن بصری رحمہم اللہ کے اور وہ قحط کا واقعہ دوسرا ہے۔ بعد چالیس (۴۰) روز کے آسمان صاف ہو جائے گا اور اسی زمانہ کے قریب بقر عید کے مہینے میں دسویں تاریخ کے بعد دفعۃً ایک رات ایسی لمبی ہوگی کہ لوگوں کا دل گھبرا جائے گا اور بچے سوتے سوتے دق ہو جائیں گے اور چار پائے جانور جنگل میں جانے کے واسطے شور مچائیں گے اور کسی طرح صبح ہی نہ ہوگی اور تمام آدمی بیہوش اور پریشانی سے بے قرار ہو جائیں گے۔

جب بقدر تین راتوں کے وہ ایک رات ہو چکے گی اس وقت سورج مغرب کی طرف سے نکلے گا اور روشنی اس کی تھوڑی سی ہوگی۔ جیسے کسوف یعنی گہن لگنے کے وقت روشنی تھوڑی ہوتی ہے اس وقت جو لوگ موجود دنیا پر ہوں گے کسی کافر کا ایمان لانا قبول نہ ہوگا اور مسلمان جو کوئی گناہ سے توبہ کرے گا اس کی توبہ قبول نہ ہوگی۔ پس سورج اتنا اونچا آئے گا جیسا کہ دوپہر سے ذرہ قدر پہلے بلند ہوتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے مغرب کی طرف لوٹ جائے گا اور دستور کے موافق غروب ہوگا۔ پھر ہمیشہ پہلے کی طرح روشن اور صاف اپنے قدیمی دستور کے موافق نکلتا رہے گا۔ اس کے بعد بہت تھوڑے دنوں میں قریب دایۃ الارض نکلے گا۔ جیسا کہ پروردگار نے فرمایا ہے۔ ﴿وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ﴾ یعنی ”جس وقت واقع ہوگا حکم اللہ تعالیٰ کا ساتھ قائم ہونے قیامت کے یعنی قیامت نزدیک پہنچے گی تو خارج کریں گے ہم لوگوں کے لیے چار پایہ زمین سے کہ لوگوں سے باتیں کرے گا اس امر میں کہ ہماری آیتوں کے ساتھ وہ لوگ یقین نہیں رکھتے تھے۔“

اور ایک متواتر آیت میں ”تکلمہم“ ساتھ سکون کاف اور تخفیف لام کے بھی

آچکا ہے۔ یعنی لوگوں کو زخمی کرے گا اس بات کے لیے کہ ہماری آیات کے اوپر یقین نہ رکھتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ دونوں باتیں ہو سکتی ہیں یعنی مسلمانوں سے کلام کرے گا اور کافروں کو زخم پہنچائے گا۔ اور احادیث کی روایات میں اختلاف ہے بعض میں ذکر ہے کہ منہ اس کا مثل انسان کے منہ کے ہوگا اور دوسری اس کی ہوگی اور باقی سارا بدن اس کا پرندے کے بدن کی طرح ہوگا اور اکثر روایات میں آیا ہے کہ چہار پایہ ہوگا کہ صفا کے پہاڑ سے نکلے گا۔ حضرت ابن عباس رحمہم اللہ نے اپنا عصا حج کے موسم میں صفا کے پہاڑ پر مارا اور کہا کہ دایۃ الارض اس میرے عصا مارنے کی آواز سنتا ہے۔ پس مکہ شریف میں زلزلہ پیدا ہوگا اور صفا پہاڑ پھٹ جائے گا اور اس جگہ وہ دایۃ الارض جانور نہایت عجیب صورت کا نکلے گا۔ قداس کا بہت بڑا ہوگا۔

عبداللہ بن عمر رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ سر اس کا ابر کے ساتھ لگے گا اور پاؤں اس کے ابھی زمین میں ہوں گے۔ اور امام بغوی نے ابو شریح انصاری سے روایت کی ہے کہ دایۃ الارض تین بار خارج ہوگا۔ اول باریمن میں خارج ہوگا اور بات چیت اس کی فقط جنگل میں پہنچے گی اور مکہ شریف میں ذکر اس کا نہ پہنچے گا۔ دوسری بار مکہ شریف کے قریب ایک جنگل میں سے نکلے گا اور چرچا اس کا مکہ شریف میں جا پہنچے گا۔ تیسری بار خاص مکہ شریف سے نکلے گا اور سر اپنے کو چھڑا دے گا اور بہت جلدی سے لوگوں پر گزرے گا اور اس سے کوئی بھاگ نہ سکے گا اور بات کرے گا۔ مسلمان کو کہے گا ”یا مومن“ اور کافر کو کہے گا ”یا کافر“۔ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ اس کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہوگا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ہوگی ایمان والوں کی پیشانی پر اس عصا کے ساتھ سفید نقطہ لگے گا اس سے لفظ مومن کا لکھا جائے گا اور سارا چہرہ اس کا روشن ہو جائے گا مثل ستارہ چمکنے والے کے اور بے ایمان

کافر کی پیشانی پر اس انگوٹھی سے سیاہ نقطہ لگائے گا جس سے لفظ کافر لکھا جائے گا اور مونہ اس کا کالا ہو جائے گا۔ بعد اس کے لوگ ایک دوسرے کو شناخت کر لیا کریں گے یہاں تک کہ بازار میں کہیں گے مومن سے کہ اے مومن اپنی فلاحی چیز کتنی قیمت پر بیچتا ہے؟ اور بعض روایات میں آیا ہے کہ دلبہ الارض حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے زمانہ میں خارج ہوگا کہ زمین کانپ جائے گی اور صفا پہاڑ پھٹ جائے گا اور دلبہ الارض نکلے گا۔ لیکن قوی بات یہی ہے کہ بعد عیسیٰ (علیہ السلام) کے نکلے گا۔

جلال الدین سیوطی نے کہا کہ بعد دلبہ الارض کے نیک کام کا امر کرنا اور برے کام سے منع کرنا باقی نہ رہے گا اور بعد اس کے کوئی کافر ایمان نہ لائے گا۔ پس دلبہ الارض یہ کام کر کے غائب ہو جائے گا۔ اس کے بعد جنوب کی طرف سے ایک ہوا نہایت فرحت دینے والی چلے گی اس ہوا سے سب ایمان والوں کی بغل میں کچھ نکل آئے گا جس سے وہ سب مرجائیں گے۔ جب سب مسلمان مرجائیں گے اس وقت کافر حضیوں کا ساری زمین میں عمل دخل ہو جائے گا اور وہ لوگ خانہ کعبہ کو شہید کریں گے اور حج بند ہو جائے گا اور قرآن شریف دلوں سے اور کافروں سے اٹھ جائے گا اور خدا کا خوف اور خلقت کی شرم سب اٹھ جائے گی اور کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے گا۔ اس وقت شام کے ملک میں غلہ کی بہت ارزانی ہوگی بہت لوگ سوار یوں پر اور پا پیادہ اس طرف کو روانہ ہو جائیں گے اور جورہ جائیں گے ایک آگ پیدا ہوگی جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے وہ آگ سب لوگوں کو ہانکتی ہوئی شام کے ملک میں پہنچا دے گی اس واسطے کہ قیامت کے دن ساری مخلوقات کو اسی جگہ ملک شام میں کھڑا ہونا ہوگا۔ پھر وہ آگ غائب ہو جائے گی اور اس وقت دنیا کو بڑی ترقی ہوگی۔ تین، چار برس اسی حال میں گزریں گے کہ دفعۃً جمعہ کے دن محرم کی دسویں تاریخ صبح کے وقت

سب لوگ اپنے اپنے کام میں لگے ہوں گے کہ اسرائیل (علیہ السلام) فرشتہ جو کہ صور لیے کھڑا ہے اس صور کو پھونک دے گا۔ صور کی شکل سینک کی طرح ہوتی ہے۔ اول ہلکی ہلکی آواز ہوگی پھر اس قدر بڑھے گی کہ اس کی ہیبت سے حاملہ عورتوں اور جانوروں کے حمل گر جائیں گے۔ کھانے والے کے مونہ سے لقمہ گر جائے گا۔ جس جگہ میں جو کوئی ہوگا وہیں رہ جائے گا۔ زمین و آسمان پھٹ جائیں گے اور دنیا فنا ہو جائے گی اور جب کہ آفتاب مغرب سے نکلا تھا صور کے پھونکنے تک ایک سو بیس (۱۲۰) برس کا زمانہ ہوگا۔ پس اب یہاں سے قیامت کا دن شروع ہو گیا۔ فقط۔

یا اللہ اس فقیر حقیر بچہ اس قاضی غلام گیلانی اور اس کے والدین وغیرہ خویش و اقارب اور پیروں اور استادوں اور دوستوں اور جملہ اہل سنت و جماعت کو خاتمہ بالایمان روزی فرما اور صغیرہ و کبیرہ کل گناہ بخش دے ساتھ برکت اپنے حبیب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے۔

قاضی غلام گیلانی پنجابی حنفی نقشبندی

سیاح بنگال بقلم ۱۳۳۳ ہجری



جوابِ حَقَّانی در دری بنگالی قادیانی

تصنیف لطیف

عالم جلیل، فاضل نبیل، حامی سنت، ماحی بدعت
حضرت علامہ قاضی غلام گیلانی چشتی حنفی رحمہ اللہ علیہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله حمد الشاكرين كحمد اهل السموات والارضين من الجنة والناس اجمعين والصلوة والسلام على رسوله محمد وآله واصحابه اجمعين. اللهم اغفر لنا ولوالدينا ولأساتذنا ولأحبائنا ولتلامذنا ولاقاربنا ولمن له حق علينا ولجميع المؤمنين والمؤمنات والمسلمين والمسلمات لا حياء منهم والاموات انك سميع قريب مجيب الدعوات يا خالق الارضين والسموات. آمين ثم آمين ثم آمين الى يوم الدين بجاه سيد المرسلين.

اما بعد! بخدشت اہل اسلام عموماً و اہل بنگال ضلع پترہ مقام برہمن برہہ خصوصاً عرض ہے کہ ملک پنجاب موضع قادیان ضلع گورداسپور میں مسیحی غلام احمد پشیمشت کاری قوم مثل نے پہلے بزرگی کا دعویٰ کیا رفتہ رفتہ مہدی مطلق ہوا بعد کو یہ کہا کہ میں وہ مہدی موعود ہوں جس کا تم لوگ انتظار کر رہے ہو۔ حضرت عیسیٰ بن مریم مر گیا۔ اب وہ دنیا میں نہ آئے گا بلکہ اس کی روح میرے پر آگئی ہے۔ غرض کہ کبھی کبھار کچھ بکا اور کبھی کچھ۔ جیسا موقع اور لوگ دیکھے بکتا رہا۔ اور اپنی زبان اور تحریر میں ایسے کفریات بکتا رہا کہ شیطان پر بھی سبقت لے گیا۔ عیسیٰ علیہ السلام کو گالیاں دیں۔ حضرت مریم علیہا السلام وغیرہ پر وردگار کے محبوبوں کو گالیاں دیں۔ جب یہ کہ جس کا مثیل بننا چاہتا ہے۔ اس میں طرح طرح کے ناشائستہ گناہ کے کام اپنے گمراہ اعتقاد کے موافق ثابت کرتا ہے۔ علماء نے ہر طرف سے سمجھایا بچھایا مگر وہ باز نہ آیا آخر الامر علماء ربانیین نے مجبوراً ایسے الفاظوں پر کفر کا حکم دیا۔ خود تو وہ مر گیا مگر بعض جگہ اس کے تعلیم یافتہ گمراہ بے دین خلیفے اور چیلے رہ گئے ہیں جو کہ مسلمانوں کو کافر کرنا چاہتے ہیں۔

اور دن رات رسول اللہ ﷺ کے دینِ متین کے خراب کرنے کے درپے ہیں۔ مگر الحمد للہ کہ نتیجہ برعکس ہوتا جاتا ہے۔ چنانچہ اہل اسلام کے علماء کے وعظ و نصیحت کی تاثیر سے صد ہا قادیانی مسلمان ہو گئے۔ اور اب بھی ہمیشہ تو بہر کر مسلمان ہوتے جاتے ہیں۔ اور قادیانی چونکہ اپنے دعویٰ کو ثابت نہیں کر سکتے۔ اور قیامت تک بھی ثابت نہ کر سکیں گے کیونکہ باطل چیز کا ثبوت ہی کیا ہوگا۔ لہذا علماء نے ان کو لا جواب جان کر ان سے خطاب و عتاب ترک کر دیا تھا۔

ع جواب جاہلانِ باشندِ خموشی

لیکن ملک بنگالہ ضلع پتہ مقام برہمن بڑیہ میں ایک ملا عبد الواحد نامی مسجد کا خطیب قدرے اردو فارسی لکھا پڑھا ہوا نصیب کی شامتوں سے قادیانی ہو کر دائرہ اسلام سے خارج ہو کر مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے آمادہ ہوا۔ اور مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی کہنے لگا۔ اور جن باتوں کے سبب سے اس پر علماء نے کفر کا حکم دیا تھا۔ انہی باتوں کو برحق کہنے لگا۔ اور اسی اپنے پیغمبر کی کتابوں سے چند باتیں پرانی نکال کر ایک رسالہ بنایا۔ اور اس کا نام ”ہدایۃ المہتدی“ رکھا۔

ع برعکس نہند نام زنگی کا فور

اس رسالہ کا نام ”ضلالۃ المہتدی“ ہونا چاہیے اور جاہل نے اتنا نہ سوچا کہ ان باتوں کا جواب دندان شکن بارہا دیا گیا ہے۔ جس کے سبب سے قادیانی بھر خموشی اور چاہ مرگ میں غرق ہو چکے ہیں۔ مگر برہمن بڑیہ اور اطراف کے بعض جاہل بے وقوف لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے بظاہر ایک صورت نکالی کہ کتاب کا نام سن کر عوام الناس دام فریب میں آئیں گے۔ اور اہل اسلام کے علماء اس کی کتاب کو قابل جواب نہ سمجھ کر اپنے دین

عام کی اشاعت میں سرگرم رہتے ہیں۔ اس طرف قادیانیوں کو بے علم لوگوں کے ماننے کا خوب موقع ہاتھ آیا۔ گاؤں بگاؤں جکتے ہیں کہ اگر اس رسالے کی باتوں کا کوئی جواب نہ دیا جائے تو مسلمان علماء جواب کیوں نہ دیتے۔ معلوم ہوا کہ قادیانیوں کا اعتقاد حق ہے۔ اہل روئے زمین کے مسلمانوں کا اعتقاد باطل ہے۔ چونکہ اس میں بعض سیدھے سادھے مسلمانوں کے گمراہ ہوجانے کا احتمال ہے۔ لہذا میں نے اس ملا عبد الواحد خطیب کے رسالہ کی بعض موٹی موٹی غلطیوں کا رد لکھا۔ تاکہ اگر پروردگار اپنا فضل کرے تو لوگ اس کے مکر سے ایم میں نہ آئیں۔ اور وہ ملا خود اور اس کے ہم مذہب لوگ اگر بغور اس کتاب کو اور میری دوسری کتاب کو جس کا نام ”تنقید غلام گیلانی بر گردن قادیانی“ ہے، مطالعہ کریں اور کسی مسلمان عالم ذہین سمجھ دار سے پڑھیں۔ تو امید ہے کہ اپنے کفری اعتقاد سے توبہ کریں اور کم علم اتنا تو ہو کہ اپنی بے علمی اور جہالت پر خبردار ہوں۔

لفظِ قولہ کے بعد عبد الواحد برہمن بڑیہ کے خطیب کی عبارت ہے۔ اور لفظ جواب کے بعد اس فقیر کا جواب ہوگا۔

قولہ: ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر دنیا میں آئے۔ (ص ۱۰۲)

الجواب: انبیاء علیہم السلام کی تعداد میں مشہور ہے کہ روایات مختلفہ وارد ہیں۔ ایک روایت میں ایک لاکھ چوبیس ہزار۔ دوسری روایت میں دو لاکھ چوبیس ہزار۔ تیسری روایت میں تیس لاکھ۔ (رواہ اکب الاحبار) چوتھی روایت میں دس لاکھ چوبیس ہزار ہیں۔ (رواہ حقائق)

پس درست بات یہی ہے کہ کوئی تعداد مقرر نہ کرنی چاہئے بلکہ پروردگار کے علم سے پردہ کرے اور کہے کہ سب انبیاء پر میرا ایمان ہے۔ جس قدر بھی ہوں۔ کیونکہ اگر خاص ایک عدد اور ایک مقدار کو لے لیا تو یہ خرابی لازم آئے گی کہ کسی غیر نبی کو نبی کہنا ہو گا یا نبی کو غیر

نبی کہنا ہوگا۔ واقعی مقدار سے اگر تھوڑے کہے تو بعض انبیاء کو نہ مانا۔ اور اگر واقعی عدد سے زائد کہہ دیئے تو جو نبی نہ تھے ان کو نبی کہا۔ اور یہ دونوں باتیں کہ نبی کو غیر نبی کہے یا غیر نبی نبی کہے، کفر کی ہیں بناء علی ان اسم العدد اسم خاص فی مدلولہ لا یشتمل الزیادۃ والنقصان۔ (دیکھو شرح معانی وغیرہ) مگر مرزا نیوں کے لئے یہ دونوں باتیں پہلے معلوم ہوتی ہیں۔ کہ اگر کسی موقع میں کسی نبی اللہ کو درجہ نبوت سے نکال کر عدد کو درست کر دیا ہو تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مثلاً طرح طرح کے طعن، کذب اور زنا اور مکاری و دغا بازی و شراب خوری کے اس میں ثابت کر کے نکال دیں گے اور کسی غیر نبی کو نبی بنانا ہوا واسطے پورا کرنے کسی خاص عدد کے تو مرزا غلام احمد قادیانی یا اس کے کسی خلیفہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال کے پیغمبر کر دیں گے اور قرآن شریف کی آیات اس کے حق میں فوراً نازل کریں گے۔ اور جو نہ مانے اس کو کافر اور مردود اور مرتد کہہ دیں گے کیونکہ مرزا خود اپنی کتاب ”توضیح المرام“ ص ۱۸ میں لکھتا ہے کہ باب نبوت کا سن کل الوجوہ مسدود نہیں۔ اور نہ ہر ایک طور سے وحی پر مہر لگائی گئی ہے۔ (دیکھو فتح غلام کیانی کا ص ۲۹)

نعوذ باللہ من ذالک۔

قولہ: اور کتب آسمانی بھی بہت نازل ہوئیں کہ سب سے اکمل قرآن کریم ہے۔

الجواب: ارے ملاجی کیا کہتے ہو۔ تم تو اپنے پیغمبر قادیانی سے مخالف ہو گئے۔ اور تمہارے نزدیک قادیانی کا مخالف اسلام سے خارج ہے۔ تم قرآن کریم کو اکمل کہتے ہو۔ تمہارا نبی تو اپنی کتاب ”ازالہ اوہام“ میں لکھتا ہے کہ قرآن شریف میں گندی گالیاں بھری ہیں۔ اور قرآن شریف سخت زبانی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے۔ قرآن شریف کے معجزات مسریم اور شعبہ سے ہیں۔ اور اسی ”ازالہ“ میں ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چار

میں کے معجزے کا ذکر جو قرآن شریف میں ہے۔ وہ بھی ان کا مسریم کا عمل تھا تو پھر ان شریف تو انقص بلکہ اس سے بھی زیادہ کما ہوا۔ معاذ اللہ (دیکھو فتح غلام کیانی کا ص ۲۹)۔
 (۱۰) کہ قادیانی نے کیسے کیسے اعتراض اور نقصان قرآن شریف میں نکالے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ لفظ اکمل کا مقابل انقص ہے۔ یعنی سوائے قرآن کریم کے سب دینی کتابیں انقص ہیں۔ مرزا نے اپنی کتاب ”دافع البلاء“ کے ٹائیکل ہیج کے صفحہ ۴۲ میں لکھا ہے۔ عیسیٰ کو نبی کامل شریعت نہ لایا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر شریعت کی ماب انجیل تھی۔ یعنی انجیل کامل نہ تھی بلکہ ناقص تھی۔ اور فقہ کا یہ مسئلہ ہے کہ جو کوئی پروردگار شریعت کو نامتتام اور ناقص کہے گا، وہ کافر ہے۔ اگر مٹا جی کا یہ اعتقاد ہے جو کہ اس کے کلام کا ہے تو یہ تو صاف کفر ہے۔ اور اگر وہ کتب آسمانی اور انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں کو کامل و اکمل جانتا ہے۔ تو اس کے نزدیک پھر بھی کفر ہے۔ کیونکہ وہ اپنے نبی قادیانی سے مرتد

۱۰۔ منکر

۱۰۔ گو نہ رنج و عذاب است جان مجنون را بلوائے صحبت لیلیٰ و فرقت لیلیٰ
 ۱۱۔ صفحہ ۳ میں کیونکہ موعود کے صفات سن قبیل پیشین گوئیوں کے ہیں۔ اور پیشین گوئیوں کی حقیقت قبل وقوع کے کل جانا ضروری نہیں ہے۔ اکثر وقت وقوع کے ان کی حقیقت کھلتی

--

الجواب: جو مہدی موعود ہوگا اس میں وہ ساری نشانیاں جو صحیح طور پر وارد ہیں، ضرور پائی جائیں گی اور مرزا کی زندگانی میں تو خود وقت پیشین گوئیوں کے وقوع کا تھا کیوں واقع نہ ہو؟ یقیناً معلوم ہوا کہ مرزا ہرگز ہرگز سچا مہدی موعود نہ تھا۔ بلکہ کذاب، مکار مہدیوں میں سے ایک مہدی تھا کہ اتنی عمر دراز میں دعویٰ مہدویت کا کیا۔ اور اقوال و افعال اس کے

اکثر شرع شریف کے برخلاف تھے۔

ع برعکس نبند نام زندگی کا فور

قولہ: ص ۴۔ ہر ایک کو ایک مدت معینہ عمر انسانی پاکر ضرور پیالہ موت کا نوش جان کر ہے۔ اگر کسی فرد بشر کو یہ مرتبہ حاصل ہو سکتا کہ زمین میں کیا بلکہ آسمان پر جا کر برخلاف دوسرے افراد بشر کے ہزاروں برس زندہ رہ سکے تب ضرور رسول اللہ ﷺ کو یہ مرتبہ حاصل ہوتا..... الخ (ص ۴)

الجواب: اس عبارت سے قادیانی ملا کو کوئی فائدہ نہیں ہم خود سب مسلمان لوگ مدت معینہ عمر انسانی پر موت کے قائل ہیں نہ ایک ساعت آگے ہوگی نہ ایک ساعت پیچھے ہوگی۔

قرآن شریف میں خود موجود ہے۔ ﴿إِذَا جَاءَ أَجْلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ﴾ مگر یہ تو تصریح کے ساتھ کسی آیت یا حدیث میں مذکور نہیں کہ زید کی عمر بیس برس اور بکر کی تیس برس اور خالد کی سو برس کی ہوگی۔ باقی یہ امر کہ جس کا مرتبہ زیادہ ہو جیسے کہ محمد ﷺ اس کی عمر بھی زیادہ ہونی چاہے ہر کوئی شرع کی بات نہیں۔ البتہ قادیانیوں کی نئی شریعت میں ہوگی۔ دیکھو خیال کرو کہ قرآن پاک میں خبر ہے کہ اصحاب کہف جو کہ تین آدمی مع ایک کتے کے یا چار آدمی مع ایک کتے کے یا اس سے زیادہ ہیں تین سو (۳۰۹)

برس تک غار میں سوئے اور یہ خبر آنے سے اب اس وقت تک اور تیرہ سو چھتیس برس گزر چکے ہیں۔ مجموعہ سولہ سو پینتالیس (۱۶۴۵) برس ہو گئے۔ اور حضرت نوح علیہ السلام کی عمر ایک ہزار چار سو (۱۴۰۰) برس تھی۔ حضرت آدم علیہ السلام کی عمر نو سو تیس (۹۳۰) سال تھی اور حضرت شیث علیہ السلام کی عمر نو سو بارہ (۹۱۲) سال اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر تین سو پینسٹھ (۳۶۵) برس کی ہوئی تو آسمان چہارم پر اٹھائے گئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی

تیس (۲۲۳) برس اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس (۱۲۰) برس کی تھی۔ اہل بات سے ان کا مرتبہ زائد اور حضرت محمد ﷺ کا کم ہو جائے گا۔ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ انبیاء علیہم السلام کو جو کچھ عطا ہوا وہ بذریعہ سرور عالم ﷺ کے ہوا۔ ان کے کمالات اور اب سب کے سب غلطی اور طفیلی تھے۔ پس اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس قدر دراز حیات ملے ارشاد اور ہدایت دین محمدی ﷺ کے عطا ہوئی تو اس سے حضرت محمد ﷺ کی شان اور کی اتنی ہو جاتی ہے کما لایخفی۔ بلکہ بعض کافروں کو بھی پروردگار نے دراز عمر دی ہے۔ "شرعہ الاسلام" ص ۵۳۸ میں ہے کہ صحابہ بن عوق بن عقیق کی عمر ایک ہزار سات سو کی تھی۔ یا جوج ماجوج کے ہر ایک فرد بشر کی اتنی عمر ہوتی ہے کہ ہر ایک کی ہزار اولاد ہوتی ہے جب مرنا شروع ہوتا ہے۔ (دیکھو صفحہ ۱۳۰)

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتاب "ایام الصلح" میں علماء اہل اسلام پر یہ سوال کیا ہے کہ آیت ﴿وَمَنْ نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ﴾ وال ہے وفات عیسیٰ علیہ السلام پر مسئلہ حسب مفاد اس آیت کے جو شخص اتنی یا نوے سال کو پہنچتا ہے اس کو نکوس اور واثو گونی بہت پہلی حیاتی کے پیدا ہو جاتی ہے تو کیا حال ہوگا اس شخص کا (یعنی عیسیٰ علیہ السلام کا) جو ۱۷۰۰ سال تک زندہ رہے۔ اس میرے جواب سے اس سوال کا جواب بھی ہو گیا۔ مرزا کی ہالت کہ اتنی نوے برس کی عمر کو اس آیت قرآنی کا مفاد سمجھ رہا ہے۔ افسوس جہالت بھی امانت بیاری ہے۔

قولہ: ص ۴ میں ہے اور وفات عیسیٰ علیہ السلام کی قرآن کریم سے ایسی ثابت ہے کہ کسی سرے پیغمبر کی وفات ایسی ثابت نہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود و مہدی آخر زمان علیہ السلام نے تیس آیتوں سے وفات عیسوی پر استدلال فرمایا ہے اور دوسرے علماء سلسلہ حقہ احمدیہ

نے تو پچاس ساٹھ آیات تک پیش کی ہیں۔ اور ان میں ایسی آیات بھی موجود ہیں جن میں خاص لفظ "توفی" کے مشتقات جس میں صریح وفات کا مادہ واقع ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت وارد ہوئی ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا مفید معنی ایک لفظ بھی قرآن پاک میں نہیں ہے چہ جائیکہ مادہ حیات پر کوئی لفظ کوئی شخص دکھائے۔۔۔۔۔ (الخ)

الجواب: لعنة الله على الكاذبين۔ بالکل دروغ بیروغ ہے جس قدر آیات ت قادیانی موت کی دلیل لاتا ہے انہی آیات سے حیات عیسیٰ علیہ السلام کی ثابت ہوتی ہے۔ جس احادیث شہادت حیات کی دے رہی ہیں۔ ہر چار اماموں کا مذہب بلکہ جمہور اہل اسلام بلکہ مخالف فرقوں کا بھی یہی اعتقاد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں میں زندہ گئے اور اب تک زندہ ہیں۔ قرآن کریم کی ایک آیت سے بھی عیسیٰ علیہ السلام کی موت کا ثبوت نہیں ملتا۔ مگر جب کہ کسی کو حیا نہ ہو تو جو چاہے سو کہے۔ اذا لم تستحي فافعل ما تشاء۔ وہ تمہیں آیتیں فقط قادیانیوں کو معلوم ہیں۔ اور حضرت رسول اللہ ﷺ کو معلوم نہ تھیں اور نہ بعد کے صحابہ و تابعین و ائمہ کبار و علمائے اخیار کو معلوم تھیں جو انہوں نے قرآن شریف کے مخالف اعتقاد رکھا۔ اگر قرآن کریم میں اتنی آیات سے موت عیسیٰ علیہ السلام کی ثابت ہوتی ہے۔ تو حضرت ﷺ اور صحابہ کبار اور تابعین و تبع تابعین وغیرہ جمیع مذاہب اسلام سے عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے اور وہاں رہنے اور اترنے اور دجال کو قتل کرنے کی صحیح حدیثیں اور اقوال کیسے وارد ہوتے۔ معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اور ان سب علماء نے قرآن کریم کے مطلب کو نہیں سمجھا اور محاذ اللہ یہ سب غلط ہیں۔ پس مرزائی لوگوں کا ایمان تو ایسی ہی باتوں سے اڑا ہوا ہے۔ صحیح بخاری وغیرہ کتب احادیث میں ہے کہ صحابہ کرام دس آیتوں کو جب پڑھتے تو آگے نہیں گزرتے تھے۔ جب تک کہ ان دس آیات کے معانی اور ان پر عمل کا طریقہ نہیں

کہہ لیتے تھے۔

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال کان الرجل منا اذا تعلم عشر ايات لم يجاوزهن حتى يعرف معانيهن والعمل بهن۔

وقال عبد الرحمن السلمي حدثنا الذين كانوا يقرؤنا انهم كانوا ليستقروا من النبي ﷺ وكانوا اذا تعلموا عشر آيات لم يخلفوها حتى يعمل بما فيها من العمل فعلمنا القرآن والعمل جميعا۔۔۔۔۔ الخ

غرض کہ سب صحابہ سے حیات عیسوی مذکور ہے اور خود معلوم ہے۔ کہ صحابی کی تفسیر غیر کی تفسیر پر موقوف ہے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ کا قول ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ یہ آیت صاف طور پر حیات عیسوی کو منسلک دیگر آیات کے ثابت کر رہی ہے۔ ولكن التعصب اذا تملك اهلك اور لفظ "متوفی" کے مشتقات سے مرزائیوں کی سند لانی باطل ہے۔ کیونکہ یہ مادہ موت کے معنی میں خاص نہیں کیونکہ "توفی" کا معنی قبض کرنا بھی ہے۔ اور قبض موت سے بھی ہوتا ہے۔ اور مسعود سے بھی۔ جلالین کے حاشیہ میں ابن حزم کا قول جو کہ موت کا نقل کیا ہے اسی حاشیہ میں دوسرا معنی بھی موجود ہے اور موت کا قول ضعیف لکھا ہے۔ سو وہ بھی وہ موت ہے جو کہ قبل چلے جانے عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر بعض علماء کا اعتقاد ہے ظاہر لفظ "توفی" کو دیکھ کر وہ عبارت یہ ہے: التوفی هو القبض يقال وفانی فلان درهمی و اوفانی وتوفيتها منه غير ان القبض بكون بالموت وبالاصعاد۔ فقوله ﴿وَرَأَيْتُكَ إِلَيَّ﴾ من الدنيا من غير موت تعيين للمراد وفي البخاری قال ابن عباس ﴿مُتَوَفِّيكَ﴾ مميتك ای مميتك في وقتك بعد النزول من السماء ورافعك الان۔

قال شيخ الإسلام ابن حجر قد اختلفوا في موت عيسى قبل رفعه فقبل على ظاهر الآية أنه مات قبل رفعه ثم يموت ثانيا بعد النزول وقال متوفى نفسك بالنوم اذ روى انه رفع نائما. (بحر المنى) دیکھو "توفی" کے مشتقات کا استعمال قرآن شریف میں غیر معنی موت میں ﴿فَمَ تَوْفَى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ﴾ ﴿يُؤْفَوْنَ بِاللَّيْلِ﴾ اس میں بھی مادہ وفات کا موجود ہے۔ حالانکہ موت کا معنی نہیں لیا گیا۔ ﴿إِنَّمَا يُؤْفَى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ دیکھو تیغ غلام گیلانی کو غور سے کہ کیسے حیات عیسیٰ علیہ السلام کی ثابت ہوتی ہے۔ اور سب سے بڑا فیصلہ تو الحمد للہ مرزا قادیانی نے خود کر دیا ہے کہ وہ خود ہی "براہین احمدیہ" میں لکھتا ہے: ﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ﴾ یہ آیت جسانی اور سیاست مکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیشگوئی ہے۔ اور جس غلبہ کا ملکہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا۔ اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔۔۔۔۔ (الخ بلطف) قادیانی کے سب کلمہ گوامشی یہی پکار رہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مر گئے اور اپنے نبی کا خیال نہیں کرتے کہ اس کا ایسا کما حافظہ ہے کہ اگلی پچھلی بات اس کو یاد ہی نہیں رہتی کہ اس عبارت بالا میں کیسا صاف امر حق کا اقرار کر لیا ہے۔ مرزائیوں کو ضرور ان پر ایمان لانا چاہیے ورنہ راندہ درگاہ نبی اپنے کے ہوں گے اور کم از کم مرزا کو عیسیٰ علیہ السلام کی موت و حیات میں تردد ضروری ہے۔ (دیکھو رسالہ "تیغ" ص ۱۲۰ اور ۱۲۱ وغیرہ) پس جب کہ موت پر یقین اس کو نہ ہوا تو محض بہوت اور پریشان ہی رہا ﴿فَبَيَّنْتُ الَّذِي كَفَرُوا﴾

فقولہ: صفحہ ۵ میں ہے مخالف مولویوں میں سے بھی جس جس کو کسی قدر فہم و درایت سے

ما ہے ہرگز عند التقابلہ اس مسئلہ میں بحث کرنا قبول نہیں کرتا۔

الجواب: کاذب لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ ارے کاذب کجست خود لاہور کی بحث میں تمہارا پیغمبر حاضری نہ ہوا۔ اور امرتسر سے مرزائیوں کو سخت شکست ہوئی۔ اور تمہارا نبی ایسا فرار کر گیا کہ خواب کے اندر بھی ڈرتا رہا۔ خود تم ہی شرماؤ اور گریبان ندامت میں منہ الال کر سوچو کہ تم نے بحث مقرر کی اور مدت و راز نیک لوگوں کو اپنا فخر اور شان دکھاتا رہا۔ آخر الامر "براہمن بڑیہ" دیگر ملکوں کے مولوی لوگ جمع ہوئے اور یہ فقیر بھی گیا اور تم اپنی بیت الخلاء سے باہر ہی نہ نکلے۔ جب تمہارے ساتھ بحث کرنے کے لئے یہ فقیر دولت خاں اکیل کے مکان پر گیا تو تم وہاں سے بھی لرزاں و ہراساں ہو کر ایسے بھاگے کہ تمہارا پتہ نہ پایا۔ اور معمولی عبارت خوانی میں چند غلطیاں تم سے ایسی ہوئیں کہ جس سے حاضرین مکان مام و خاص جان گئے کہ ابتدائی علوم صرف و نحو میں بھی تمہارا استعداد نہیں۔ پھر اسی ناز پر بحث کا نام لیتے ہو۔ واہ، واہ، واہ

فقولہ: ص ۶ میں: یعیسیٰ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِنِّیْ۔

الجواب: مفصل اگر دیکھنا چاہتے ہو تو "تیغ غلام گیلانی" کے صفحہ ۶۹ و ۷۰ وغیرہ میں دیکھو۔ مختصر اب بھی لکھے دیتا ہوں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ "اے عیسیٰ تحقیق میں تم کو وفات دینے والا ہوں اور بلند کرنے والا ہوں تم کو طرف اپنی"۔ یعنی بعد نزول من السماء کے تم کو تیری طبعی موت دے کر اپنے پاس مکرم کروں گا اور قتل یہود سے جو ذلت کی موت ہے، بچاؤں گا۔ پس "متوفیک" میں وعدہ وفات ہے کہ میں تم کو ماروں گا۔ یہ تو نہیں کہ میں نے تم کو مار دیا۔ اسم فاعل کا صیغہ ہے، ماضی نہیں ہے اور حضرت ابن عباس جن کی روایت پر تم کو بہت ناز ہے وہ "ممیتک" کا معنی "متوفیک" سے نہیں لیتے کما هو مذکور

مفصلاً فی کتابی ”تیغ غلام گیلانی“ فلیطالع ثمہ۔ اور اگر ان کی رائے یہی مانی جائے کہ وہ ”مُتَوَفِّیکَ“ کا معنی ”ممیتک“ لیتے ہیں تو اس بنا پر وہ آیت میں تقدیم و تاخیر کا قول کرتے ہیں۔ اخرج اسحاق بن بشر وابن عساکر من طریق جریر عن الضحاک عن ابن عباس فی قوله تعالیٰ ﴿إِنِّی مُتَوَفِّیکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ﴾ یعنی رافعک ثم توفیک فی آخر الزمان ”تفسیر درمثور و تفسیر ابن عباس“۔ اور مواضع تقدیم و تاخیر کے قرآن شریف میں ”تیغ غلام گیلانی“ سے معائنہ کرو۔

”متوفیک“ کا لفظ کچھ اسی بات کی خواہش نہیں کرتا کہ جس وقت ”متوفیک“ فرمایا گیا اسی وقت میں عیسیٰ علیہ السلام کو وفات دے دیتا۔ بلکہ اگر بعد ہزار، دو ہزار چار، ہزار دس، ہزار لاکھ برس کے ہو تو بھی ”مُتَوَفِّیکَ“ کے معنی صادق آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ تو نہیں فرمایا کہ ”یغیسی انی متوفیک الان اوبعد سنة وغیر ذالک“ یعنی اے عیسیٰ علیہ السلام میں تم کو مارنے والا ہوں اب یا برس، دس برس، سو برس کے بعد بلکہ مطلق فرمایا۔ پس جب اللہ تعالیٰ ان کو مارے گا ”متوفیک“ صادق ہو جائے گا۔ اور اگر یہ معنی لو کہ اے عیسیٰ علیہ السلام میں ابھی تم کو مارنے والا ہوں اور اٹھانے والا ہوں طرف اپنے اور قبل بعثت حضرت محمد ﷺ کے عیسیٰ علیہ السلام کی موت متحقق ہو چکی۔ تو اور آیات واحادیث واقادیل ائمہ عظام و علمائے کرام کا جواب کیا دو گے جو حیات با آواز بلند ثابت کر رہے ہیں۔ ان سب کو ترک کرنا ہوگا اور تطبیق ہاتھ سے جاتی رہے گی۔ اسی واسطے علمائے مفسرین اور خود حضرت ابن عباس رحمہم اللہ، جہن تقدیم و تاخیر کے آیت مذکورہ میں قائل ہوئے ہیں۔ کیونکہ ظاہر تر ہے کہ کوئی باعث قول تقدیم و تاخیر کا آیت مذکورہ میں سوائے تطبیق کے مابین نصوص کے نہیں۔

اور بھی سنو ”مُتَوَفِّیکَ“ میں ضمیر خطاب کا مرجع حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اور ”رافعک“ میں بھی مخاطب وہی عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے۔ کیونکہ معطوف بحکم معطوف علیہ ہوا کرتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نام جسم مع روح کا ہے۔ اور خطاب بھی اس مہارت میں عیسیٰ علیہ السلام ہی کو ہے اور وہ زندہ ہے وقت مخاطبہ تو جیسے کہ موت عیسیٰ علیہ السلام پر مبنی اس کے جسم پر آئی ہے ”رفع“ بھی اسی کے لیے ثابت ہوا۔ تو معنی یہ ہوا کہ اے عیسیٰ علیہ السلام میں تیرے بدن کو مار کر بھرتم کو مع بدن اور روح کے اٹھانے والا ہوں حالانکہ جسم کے مرفوع ہونے کا کوئی قادیانی قائل نہیں۔ بلکہ مرزائیوں کے مطابق یہ معنی ہے کہ اے عیسیٰ علیہ السلام میں نے تجھ کو مار کر تیری روح کو سوائے بدن کے اٹھالیا۔ اور یہ پورا معنی خود اس عبارت کا مطلب ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کما مہر اور اگر معطوف میں ضمیر خطاب سے مراد روح لیا جائے بعلا قد ذکر کل اور مراد اس سے جزء ہے کما هو مذهب الجمهور تو کیا وجہ ہے کہ اسم فاعل کو اپنے معنی میں نہیں لیتے اور نطا ہر نصوص آیات واحادیث و کلام علماء میں مجاز در مجاز اور تاویل علی التاویل کا بھروسہ لیتے ہیں۔ شاید کہ قادیانی مثلاً میری بات کو تو نہ مانے اب میں وہی معنی پیش کر دوں جو اس آیت کا اس کے نبی اور نبی کے مددگار ”فاضل نور الدین“ نے لکھے ہیں۔ حکیم نور الدین نے کتاب تصدیق ”براہین احمدیہ“ صفحہ ۸ میں لکھا۔ اذ قال اللہ یغیسی انی متوفیک و رافعک الی..... الخ ”جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عیسیٰ علیہ السلام میں لینے والا ہوں تجھ کو اور بلند کرنے والا ہوں اپنی طرف“۔ اب خیال کر دو کہ اس عبارت میں موت کا ذکر بھی نہیں بلکہ لینے کا ذکر ہے۔ اور لینے کا معنی درست یہی ہے کہ ”میں تجھ کو آسمانوں پر اٹھا کر تیرا درجہ بلند کرنے والا ہوں“۔ اور مرزا خود ”براہین احمدیہ“ میں لکھتا ہے ”انی متوفیک و رافعک الی“۔ ”اے عیسیٰ علیہ السلام میں تجھے

کامل اجر بخشوں گا یا وفات دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا۔“ (بلفظ صفحہ ۵۵) اور اسی کتاب کے صفحہ ۵۱۹ میں لکھتا ہے۔ ”انی متوفیک ورافعک الی“ ”میں تجھ کو پوری نعمت دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا۔“ بلفظ یہ دونوں معنی مرزا نے الہام کی برکت سے کئے ہیں۔ اول معنی میں موت یعنی نہیں محض احتمال ہے۔ اور مرزا مقام استدلال میں ہے مستدل کو لزوم چاہئے۔ احتمال سے کام نہیں چلتا جب احتمال پیدا ہوا دلیل باطل ہوئی: اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔ اور دوسرے معنی میں موت کا ذکر بھی نہیں کیا بلکہ پوری نعمت کا اور پوری نعمت دینا جب ہی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو مع اس کے جسد کے آسمانوں پر اٹھا کر معزز کیا جائے۔ پس مرزا نے تو خود ہی فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کو عیسیٰ علیہ السلام کی موت پر ہرگز جزم اور یقین نہیں ہے۔ مولوی نور الدین کا معنی اور مرزا کا دوسرا معنی ہم اہل سنت و جماعت کے اعتقاد کے موافق ہے ہم اسی کو مانتے ہیں اور قادیانیوں کو بھی یہ معنی ماننا چاہیے ورنہ مرتد ہوں گے اپنے دھرم اور دین سے۔ اصل میں بات یہ ہے کہ باطل کی طرف کتنا ہی کوئی شخص اگر چہ زور لگا دے مگر حق بات گاہے ماہے اُس کی زبان سے بلا اختیار یا بلا اختیار نکل ہی جاتی ہے۔ مرزا نے چند سال سے موت عیسیٰ علیہ السلام پر بہت اندھا زور لگایا مگر آخر یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور علماء اہل سنت و جماعت کی کرامت دیکھو کہ کیسا صاف موافق مذہب مسلمانوں کے معنی کر گیا۔ اسی ”براہین احمدیہ“ میں موجود ہے: عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں میں ہیں۔ میرے بعد ایک دوسرا آنے والا ہے، وہ سب باتیں کھول دے گا۔ اور ﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى﴾ کے متعلق مرزا کا ترجمہ گزر چکا ہے۔ اس کو دیکھو کہ حیات فی السماء کا عیسیٰ علیہ السلام کے لئے اقرار کیا ہے۔ اور اگر مُتَوَفِّیک کا معنی ممیتک لیا جائے تو بھی اہل سنت و جماعت کو مضرت نہیں ہے کیونکہ اس کا معنی یہ ہے کہ اے

عیسیٰ علیہ السلام میں ہی تجھ کو مارنے والا ہوں۔ اس سے ثبوت موت بالفعل تو نہیں ہوا بلکہ وہ موت ثابت ہوا ہے اور اس میں کیا نقصان ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب یہود نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا ارادہ کیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو خوف گزرا تو پروردگار نے فرمایا کہ اے عیسیٰ علیہ السلام میں ہی تم کو مارنے والا ہوں۔ تمہاری موت کے وقت میں یہود کے قتل سے تم مت ڈرو۔ (دیکھو رسالہ ”حق“ کو) اس آیت سے بھی موت عیسیٰ علیہ السلام کی ثابت نہ ہوئی۔

قوله: ﴿يَلْزَمُ رَفْعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ﴾ (الایہ)

الجواب: اس آیت سے تو خود حیات عیسیٰ علیہ السلام ثابت ہوتی ہے۔ (دیکھو رسالہ ”حق“ کو) یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو یہود کے ہاتھ سے قتل نہ ہونے دیا بلکہ زندہ آسمانوں پر اٹھالیا۔ رَفْعُهُ کی تفسیر کا مرجع عیسیٰ علیہ السلام نام روح اور بدن دونوں کا ہے۔ اور مرجع اس کا روح عیسیٰ علیہ السلام نہیں جیسا مرزا کہتا ہے کہ مراد اس سے رفع تکریبی روح عیسیٰ کا ہے جیسے کہ شہداء کے لئے رفع تکریبی ہے۔ کیونکہ اس بنا پر عبارت قرآنی اس طرح ہونی چاہیے تھی کہ ”بل دفع روحہ“ اس میں ایک تویہ کہ بلا ضرورت حذف ماننا پڑتا ہے۔ والمذکور راجع من المحذوف۔ دوسرا یہ کہ کل امت مرحومہ کے اعتقاد کے مخالف ہو جاتا ہے۔ اس سے بھی موت عیسیٰ علیہ السلام ثابت نہ ہوئی۔

قوله: ﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ﴾ (الایہ)

الجواب: اس آیت کے ذکر کرنے میں نہ ہمارا کوئی نقصان اور نہ قادیانی کا کوئی فائدہ ہے۔ معنی اس کا نہیں سوچتا؟ خلود کا ایک معنی مکث طویل یعنی ٹھہرنا بہت عرصہ تک بلا کسی مقدار معین کے۔ سو یہ معنی تو اس مقام میں کسی صورت سے درست نہیں ہو سکتا ہے۔

کیونکہ حضرت محمد ﷺ سے پہلے صد ہا ہزار لوگوں کو پروردگار نے مکت طویل اور عمر دارز میں بلا کسی مقدار معین کے دنیا میں رکھا۔ اور دوسرا معنی ”خلود“ کا ہمیشہ ابد الابد رہنا۔ سو یہ معنی درست ہے کیونکہ آیت کریمہ کا یہ معنی ہوا کہ کسی شخص کے لئے قبل آپ کے اے محمد ﷺ صاحب ہم نے ہمیشہ کار ہند دنیا میں مقرر نہیں کیا۔ پس کیا اگر آپ فوت ہو جائیں تو وہ لوگ ہمیشہ رہیں گے یعنی ہمیشہ کوئی نہ رہے گا۔ سو جملہ اہل اسلام اس امر کے معتقد ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمیشہ نہ رہیں گے بلکہ جب ان کی موت کی تاریخ ہوگی ضرور وفات پائیں گے۔ پس اس آیت سے بھی موت عیسیٰ علیہ السلام ثابت نہ ہوئی۔

قوله: ﴿الَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ كِفَاتًا أَحْيَاءَ وَآَمْوَاتًا﴾

الجواب: مطلب اس آیت کریمہ کا یہ ہے کہ پروردگار نے زمین کو زندہ اور مردہ لوگوں دونوں کے لئے کافی کیا ہے۔ زندہ لوگ زمین کے اوپر اور مردہ لوگ زمین کے پیٹ میں رہیں گے۔ اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ کوئی زندہ شخص عارضی طور پر بھی آسمان پر نہ جائے گا۔ کیا اعتقاد ہے تمہارا؟ اے قادیانی فرقہ کے لوگو! کہ حضرت ادریس علیہ السلام آسمان پر گئے ہیں یا نہیں؟ اور اب تک موجود ہیں یا نہیں؟ اور حضرت سرور عالم ﷺ کا معراج مبارک جو اجتماعاً ثابت ہے اور جاہلاً حدیث صحاح کی موجود ہیں۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ معراج سے بھی تم لوگ منکر ہو جیسے کہ تمہارا نبی اس کا انکار کرتا ہے۔ ”ولیس هذا بمصادرة علی المطلوب“۔ یہ سوال بھی ملا عبد الواحد خطیب نے اپنے پیغمبر کی کتابوں سے نکالا ہے اور اس آیت سے بھی موت عیسیٰ علیہ السلام ثابت نہ ہوئی۔

اور مرزا قادیانی کی کتابوں میں ایک اور سوال بھی ہے۔ وہ یہ ہے۔

سوال: پروردگار نے قرآن پاک میں فرمایا ﴿فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ﴾ اسی

میں تم لوگ زندہ رہو گے اور اسی میں تم مرو گے، مرزا اسی حصر سے سمجھا ہے کہ کوئی فرد اس مدت سے نہ آسمان پر زندہ رہ سکتا ہے اور نہ وہاں پر مرے گا۔ یہ بڑی دلیل ہے اس میں کہ بغیر کرہ زمین کے نوع انسانی کا مستقر اور مستودع یعنی قرار گاہ اور نہیں تو پھر مسیح مہم آسمان پر کس طرح بقیہ ایام حیات بسر کر رہا ہے؟

الجواب: یہ بیان بطریق اصالت ہے یعنی اصل تو یہ ہے کہ عیسیٰ زمین میں زندگانی بسر میں گئے اور اسی میں مرے گئے۔ اس میں یہ تو نہیں فرمایا کہ کبھی کسی امر عارضی کے سبب بھی کسی دوسرے کرہ میں نہ جائیں گے بلکہ اگر کوئی زمین پر پیدا ہوتے ہی آسمانوں پر مایا جائے اور دو ہزار سال یا دس ہزار سال تک وہاں زندہ رہ کر پھر وقت موت کے زمین پر اتر کر جائے تو اس پر بھی یہ آیت صادق آئے گی بوجہ اس کے کہ اس کی حیات کچھ قدر اور مدت دونوں علی الارض اور فی الارض پائی گئیں۔ ولعمریٰ هذا ظاهر جدا۔

اور اس کے کرہ ارضی کا قرار گاہ اور سکونت کی جگہ ہونا بطریق اصالت کے یہ منافی نہیں ہے اس کے کہ بعض افراد بشری کو عارضی طور پر کسی اور کرہ میں رکھا جائے۔ دیکھو جیسا کہ ملائکہ کے لئے موطن اصلی اور قرار گاہ طبعی افلاک ہیں۔ پھر بھی باوجود اس کے زمین پر عارضی طور پر سکونت اور آمد و رفت رکھتے ہیں۔ جیسے کہ ہر قطرہ بارش کے ساتھ ملائکہ کا آنا، جنگ بدر میں ملائکہ کا آنا واسطے امداد اہل اسلام کے، خود حضرت جبرئیل کا آنا حضرت محمد ﷺ پر۔ تاوی غیاثیہ، ص ۱۸۳ میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام چوبیس ہزار بار رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئے ہیں۔ اور ایسا ہی بکثرت نزول ہوا ہے جمیع پیغمبروں۔ اور ہر انسان کے ساتھ جو کثیر ملائکہ مقرر ہیں ہاتھ، پاؤں، ناک، کان، آنکھ وغیرہ سوراخوں پر متعین ہیں، خود منہ پر ایک ملائکہ مقرر ہے۔ جب کوئی مسلمان درود شریف پڑھتا ہے فوراً حضرت ﷺ کے دربار میں

لے جاتا ہے۔ دن کے اعمال رات کو اور رات کے دن کو فرشتے لے جاتے ہیں۔ خود کرنا کاتبین جو ہر انسان کے دائیں بائیں مونڈھے پر مقرر ہیں۔ کیا مرزا کو یاد نہیں بعد موت مسلمان کی اس کے ہمراہی فرشتے اس کی قبر پر استغفار اور تسبیح و تہلیل پڑھتے رہتے ہیں اور قیامت تک پڑھتے رہیں گے۔ مسجد اور خانہ کعبہ کے ارد گرد جو ہزار ہا فرشتے محافظ رہتے ہیں۔ وقت خروج دجال کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ اور بیت المقدس اور طائف کے ارد گرد فرشتے دیوار باندھ کر دجال کو روک لیں گے۔ اگر ساری مثالیں لکھوں تو دفتر عظیم ہوگا مسلمان منصف کو اس قدر کافی ہیں اور بد مزاج، بے دین، عدو المسلمین کو قرآن شریف بھی کافی نہیں۔ اور ﴿فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ﴾ میں تقدیم ظرف سے جو کہ حصر پایا جاتا ہے کہ اسی زمین ہی میں زندہ رہو گے اور اسی زمین میں تم مرد گے سو وہ حصر حقیقی نہیں بلکہ اضافی ہے بہ نسبت استقرار اصلی کے۔ واما الاختصاص المستفاد من اللام فی "قوله تعالى ﴿وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ﴾"۔ فہو اثر للمجعل التکوینی الذی له المجعل الیہ عارض غیر لازم وفی هذه الصورة يتصور الانفكاك بين المجعل والمجعل الیہ كما فی قوله تعالى ﴿وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا﴾ اذا كان زید يحصل وجه المعاش فی الليل وینام فی النهار۔ لیکن عارضی ہونے بمجول الیہ یعنی "حیاء فی الارض" کے قصہ اترنے ابلیس کا اور بعد ازاں پھر چڑھ جانا اس کا بدلیل ﴿فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ﴾ اور ﴿فَاخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ﴾ ہے جب کہ ابلیس ملعون نے بعد امر نزول کے پھر آسمان پر جا کر حضرت آدم علیہ السلام کو وسوسہ ڈالا۔ تو بعض افراد نوع انسانی جن کا مادہ پیدائشی و فطرتی نسخ روح القدس کا ہو یعنی جو آدمی کہ حضرت جبریل علیہ السلام کی

نے مارنے سے پیدا ہوا ہو جیسے کہ عیسیٰ علیہ السلام تو ان کا آسمان پر جانا کیسے نادرست ہے۔ پس اس آیت سے بھی موت ثابت نہ ہوئی۔ والی غیر ذالک من الایات۔ الحواجب: وہ آیات مثلاً جی کے شکم ہی میں پوشیدہ رہ گئیں۔ اگر ذکر کرتا۔ تو ان کا جواب بھی ان شکن دیا جاتا اور بار ہا علماء اہل اسلام نے ایسے جواب دیے ہیں کہ اب تک تین سو ۳۱۲ مرزائیوں سے اس کا غلط جواب بھی نہ ہو سکا۔ جس شخص نے مسلمانوں کی کتابیں لمس ہیں وہ اس کو خوب جانتا ہے۔

قوله: اور احادیث میں بھی حیات عیسوی کا ذکر کہیں نہیں ہے۔ اگر ہے تو وفات کا ثبوت پایا جاتا ہے۔

الجواب: "لعنة الله على الكاذبين الدجالين" عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کی احادیث اتر المعنی ہیں۔ یہ اجماعی مسئلہ ہے جمیع علمائے امت وائمہ ملت نے تسلیم کیا ہوا ہے روز اثن سے زیادہ واضح ہے۔ مگر جن پر اللہ تعالیٰ کا قہر ہے اور جو شقی ازلی اور قرآن وحدیث سے دشمن اور انبیاء عظیم السلام سے اپنے آپ کو بلاف و گزاف شیطانی فوق جانتے ہیں وہ اندھے ہو گئے ہیں۔ نعر

گرنہ بیند برور شیرہ چشم چشم آفتاب را چہ گناہ مالہ "شیخ" کو دیکھو تا کہ جہالت کا پردہ اٹھ جائے اور کچھ قدر تمہاری تردید کے ضمن میں اس کتاب میں بھی مذکور ہے۔

قوله: چنانچہ ذیل میں بطور نمونہ کے تین حدیث کے نثرے ہم نقل کرتے ہیں۔

قال ﷺ فاقول كما قال العبد الصالح ﴿وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا ذُمْتُ

فِيهِمْ ۖ فَلَمَّا تَوَفَّيْنِي كُنْتُ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۖ يه حدیث تمام صحیح بخاری ہے۔

۲..... قال ﷺ فاخبرني ان عيسى بن مريم عاش عشرين ومائة سنة حديث بروایت حضرت عائشہ صدیقہ مستدرک حاکم و طبرانی میں موجود ہے۔

۳..... "قال ﷺ كان موسى وعيسى حيين لما وسعهما الا اتباعي". یہ حدیث بایں لفظ بہت کتابوں میں موجود ہے مثل تفسیر ابن کثیر، فتوحات مکیہ والیواقیت الجواب برؤیہ وغیرہ۔

افقول: بے غلی بھی بری بلا ہے۔ ملاجی فقط عبارت کتابوں کی سوائے فہم مطلب کے لکھ مارا ہے اور وہی عبارت اس کے منہ پر الٹی ماری جاتی ہے۔ ملاجی نے تین ٹکڑے تین حدیث کے بیان کئے ہیں۔ پس یہ بھی بالترتیب یکے بعد دیگرے جواب دیتا ہوں اور انہی کتابوں سے حیات عیسیٰ علیہ السلام کی ثابت کرتا ہوں۔ ناظرین کو غور و انصاف سے ملاحظہ فرمانا چاہئے:

اول: بکڑے کا جواب مفصل "متغ غلام گیلانی برگردن قادیانی" میں ہے۔ یہاں بقدر کفایت بیان کرتا ہوں۔ اول قادیانی کا مطلب بیان کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ بخاری کی حدیث کے اس اول ٹکڑے سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام قبل رسول ﷺ کے فوت ہو گئے ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ "جب روز قیامت کے پروردگار مجھ سے میری امت کے اعمال کی نسبت دریافت فرمائے گا تو میں جواب میں وہ بات عرض کروں گا جو کہ بندہ صالح یعنی عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے دربار میں کہی ہے۔ یعنی جب کہ عیسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ علیہ السلام تم نے کہا تھا کہ نصاریٰ تم کو اور تمہاری ماں کو خدا مانیں تو

نے کہا ﴿وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ﴾ (اور تھا میں ان پر حاضر اور ان کا نگہبان جب تک کہ میں ان کے پاس ہوں) جب کہ وفات دی تو نے مجھ کو تو ہی تھا نگہبان ان پر (رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں بھی ایسا ہی کہوں گا اپنی امت کے ناجائز افعال کی نسبت جو انہوں نے میرے پاس کیے ہوں گے۔ مرزا اس طور پر ترجمہ کرتا ہے، اس وجہ سے کہ "فأقول كما قال المصالح" میں لفظ "قال" صیغہ ماضی کا ہے۔ رسول اللہ سے قبل یہ واقعہ ہو چکا ہے۔ اور روز قیامت کا نہیں بلکہ دنیا ہی کا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کے مرنے کے بعد اس کی روح اللہ تعالیٰ کے دربار میں یہ عرض کی ہے۔ پس "قال" کی ماضویت بہ نسبت زمانہ حضرت کے لیتا ہے اور "توفیتی" کا معنی موت کا (مارا ہے تو نے مجھ کو) لیتا ہے۔

۱۔ جواب: اس بنا پر کہ قال بمعنی بقول ہے۔ اور توفیتی کا معنی موت حقیقی کی نفی پر اور یہ واقعہ بروز حشر ہوگا۔ معنی یہ ہوا کہ "کہے گا عیسیٰ علیہ السلام بروز حشر یا اللہ جب تک کہ میں ان کے اندر موجود تھا تو ان کے اقوال و افعال پر حاضر اور نگہبان رہا اور جب کہ تو نے وفات دی بعد اتر آنے کے آسمان سے تو اس وقت تو خود ہی ان پر نگہبان تھا۔" پس اب کہ تحقق موت کا مسیح ابن مریم کے لئے بعد النزول ہوگا تو "توفیتی" کی ماضویت بہ نسبت یوم الحشر کے خود ہی ہو جائے گی۔ اور چونکہ بروز حشر جواب دسوال یقینی ہے "ایقول" کی جگہ جو کہ صیغہ مضارع کا ہے "قال" صیغہ ماضی لایا گیا تاکہ تحقق واقعہ پر امت کرے اور ماضی بمعنی مستقبل قرآن شریف میں بقرینہ سیاق و سباق بہت جگہ آیا ہے ناچہ ﴿إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ﴾ تفسیر خازن میں ابن عباس سے روایت ہے: یکور له الشمس والقمر يوم القيامة ﴿وَإِذَا النُّجُومُ انْكَذَرَتْ﴾ قال الكلبي

وعطاء تمطر السماء يومئذ فلا يبقى نجم الا وقع اور ایسے ہی اس کے بعد کلام
اس سورہ مبارک کے اگرچہ بصورت ماضی ہیں مگر معنی ان کا مضارع کا ہے۔ دیکھو ﴿اذْهَبْ
الَّذِينَ اتَّبَعُوا﴾ میں ماضی ”تبعوا“ بمعنی مضارع مستقبل ہے کیونکہ یہ براءت حشر کے ان
ہوگی۔ اور حدیث شریف میں بہت جگہ ماضی مضارع کی جگہ آیا ہے۔

صحیح بخاری شریف ص ۳۱۶ میں کتاب المساقات سے دو تین حدیثیں قبل ایک
حدیث ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی جس میں ”استاذن“ ماضی صیغہ ماضی مضارع ”یستاذن“
لیا گیا ہے۔ بقرینہ فیقول اللہ تعالیٰ کے پوری حدیث یہ ہے۔ عن ابی ہریرۃ ان
النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یوما یحدث وعندہ رجل من اهل البادية ان رجلا من اهل
الجنة استاذن ربہ فی الزرع فقال له الست (الخ) اور خود عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے
نزول کی حدیث موجود ہے کہ جب دجال عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھے گا تو پگھل جائے گا جیسا کہ
قلعی پگھل جاتی ہے۔ اس حدیث میں صیغہ ماضی کا فرمایا گیا ہے مراد اس سے مستقبل ہے۔
وہ عبارت یہ ہے: ذاب کما یدوب الرصاص۔

صحیح بخاری کتاب الجہاد باب مسیح الغیاری سبیل اللہ میں پہلی حدیث میں جو یہ
عبارت ہے: ویح عمار تقتله الفئة الباغية عمار یدعوہم الی اللہ ویدعونہ
الی النار۔ اس پر علامہ مینٹی ص ۵۵۹، جلد ۶ میں فرماتے ہیں: العرب تخبر بالفعل
المستقبل عن الماضي اذا عرف المعنى کما تخبر بالماضي عن المستقبل
..... (الخ) باب الجہاد باب جوائز الوفد میں ہے: فقالوا ا هجر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں
ماضی یعنی مستقبل ہے۔ اے یہ ہجر من الدنیا واطلق لفظ الماضي لما راو فيه من
علامات الهجرة عن دار الفناء (الخ) حاشیہ بخاری۔

ان شریف میں پورا کلام اس مقام کا یہ ہے: ﴿وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يُعِيسِي ابْنَ مَرْيَمَ
إِن كُنْتُ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّي إِلَهَيْنِ مِنْ دُونِ اللَّهِ قَالَ سُبْحَانَكَ
مَنْ يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ إِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ تَعْلَمَ مَا فِي
سِنِّي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۝ مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا
أَمَرْتُ بِهِ أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مِمَّا دُمْتُ فِيهِمْ
وَمَا تَوْفِيقِي كُنْتُ أَنْتَ الرَّقِيبُ عَلَيْهِمْ وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝ إِنْ
مَدَنَّهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ قَالَ اللَّهُ
هَذَا يَوْمَ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ
فِيهَا أَبَدًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝﴾

خازن میں ہے قولہ عزوجل: ﴿وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يُعِيسِي ابْنَ مَرْيَمَ ۚ أَنْتَ
لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّي إِلَهَيْنِ مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ وقال سائر المفسرين
لما يقول الله له هذا القول يوم القيامة بدليل قوله ﴿يَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ
النَّاسَ﴾ ﴿وَذَٰلِكَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ﴾ یہاں جب کہ ”قال“ کو بمعنی مستقبل لیا تو یہ
اس وارد ہوتا تھا کہ ”اذ قال اللہ“ میں ”اذ“ کی اقتضا تو یہ ہے کہ مدخل اس کا ماضی
ہے تو جواب دیا کہ ”اذ“ بمعنی ”اذا“ ہے۔ جواب کی عبارت یہ ہے: واجيب عن
ف اذ بانها قد تجيء بمعنى اذا كقوله ﴿وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ فَرَغُوا﴾ یعنی اذا
مرا۔ وقال الراجز شعر

اه جزاك الله عني اذ جزى جنات عدن في السموات العلى
اور مدارک وغیرہ میں بھی ایسا ہی ہے۔ ﴿قَالَ اللَّهُ هَذَا يَوْمُ يَنْفَعُ

الصَّادِقِينَ ﴿۱﴾ کے متعلق ہے خازن میں کہ جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ یہ دن قیامت کا ہوگا۔ عیسیٰ علیہ السلام جب کہ روز قیامت کے قبر سے اٹھیں گے تو کہیں گے۔ یہ جو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف سے قصہ کیا ہے۔ ﴿۱﴾ مَا أَمَرَ نَبِيَّ بِهِ..... الخ ﴿۱﴾ (الایہ)

تفسیر جلالین میں بھی "قال" کو بمعنی "يقول" لیا ہے: واذكرو ﴿۱﴾ اذ قال ﴿۱﴾ ای يقول ﴿۱﴾ اللہ یعیسیٰ ﴿۱﴾ فی یوم القیامۃ توبیخاً لقومہ۔ کمالین میں ہے الماضی بمعنی المضارع علی طریق قولہ تعالیٰ ﴿۱﴾ وَنَادَىٰ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ ﴿۱﴾ نادى بمعنی ینادى ہے۔ اور امام بخاری کا مذہب بھی یہی ہے کہ آیت کریمہ ﴿۱﴾ اذ قال اللہ یعیسیٰ ابن مریم..... الخ ﴿۱﴾ میں قال بمعنی "يقول" ہے۔ جیسا کہ فاقول کما قال العبد الصالح میں "قال بمعنی يقول" ہے۔ اور ﴿۱﴾ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي ﴿۱﴾ سے مراد موت ہے۔ مگر وہ موت جو بعد النزول من السماء عیسیٰ علیہ السلام پر وارد ہوگی۔

امام بخاری کتاب التفسیر باب میں قولہ ﴿۱﴾ مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بَحِيرَةٍ..... الخ ﴿۱﴾ کے اذ قال اللہ میں قال کو بمعنی يقول کہتے ہیں۔ مگر وہ اذ وصلہ یعنی زائد ٹھہراتے ہیں۔ گویا صاف اپنے مذہب کو بیان کرتے ہیں کہ ابن عباس کی حدیث (فاقول کما قال العبد الصالح) سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ عبد صالح یعنی عیسیٰ علیہ السلام کا جواب پہلے ہو چکا ہے۔ اور ﴿۱﴾ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي ﴿۱﴾ خبر دیتا ہے کہ عیسیٰ مر چکے ہیں بلکہ "واذ قال اللہ" میں قال بمعنی يقول کے ہے۔ اور یہ سوال و جواب قیامت کے دن ہوگا۔ جس کا ثمرہ یہ ہوا کہ "فلما توفیتنی" کا تعلق قیامت کے دن سے ہے۔ جیسا کہ در منثور میں مذکور ہے کہ قتادہ رحمہ اللہ سے کسی نے کہا کہ اس آیت کا قصہ کب ہوگا؟ کہا قیامت کے دن۔ اس پر دلیل یہ فرمائی کہ کیا تو نہیں دیکھتا خدا تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ یہ تمام باتیں ایسے دن ہوں گی جس میں

میں کو سچائی نفع دے گی۔ ﴿۱﴾ هَذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ ﴿۱﴾ حاصل یہ ہوا کہ انصرت ﴿۱﴾ فرماتے ہیں کہ پروردگار جب روز قیامت کے مجھ سے فرمائے گا کہ اے محمد ﴿۱﴾ تجھ کو معلوم نہیں کہ تیرے اصحاب یعنی امت کے لوگوں نے کیا کچھ کیا ہے بعد تیرے تو میں اس کے جواب میں بندہ صالح عیسیٰ علیہ السلام کا قول عرض کروں گا کہ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ أَنتَ الرَّقِيبُ عَلَيْهِمْ ﴿۱﴾ اور میں ان کا نگران تھا جب تک کہ میں ان کے بیچ تھا پھر جبکہ مار دیا تو نے مجھ کو تو تو ان پر نگہبان رہا۔

اس حدیث میں کما قال العبد الصالح میں "قال" بمعنی "يقول" ہے اور ﴿۱﴾ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي ﴿۱﴾ سے معنی موت کا ہوا مگر وہ موت جو بعد النزول عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ہوگی۔ جس کے سارے اہل اسلام صحابہ کرام سے لے کر آج تک قائل ہیں۔ پس امام بخاری بھی کل امت مرحومہ کی طرح نزول مسیح بن مریم کا ہی قائل ہے نہ اس کے کسی مثیل ۵۔ چنانچہ امام بخاری نے اپنی "تاریخ کبیر" میں بھی فرمایا ہے جس کو علامہ سیوطی نے تفسیر "در منثور" میں ذکر کیا ہے: واخراج البخاری فی تاریخہ والطبرانی عن عبد اللہ بن سلام قال یدفن عیسیٰ بن مریم مع رسول اللہ ﷺ وصاحبیہ فیكون قبرہ رابعاً..... الخ

اب ذرا بخاری کے مثنوی امام بدر الدین عینی کی عبارت نقل کرتا ہوں۔ باب وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا..... الخ ﴿۱﴾ ﴿۱﴾ وَاذْ قَالَ اللَّهُ يَٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَآنَتْ لَكَ النَّاسُ..... الخ ﴿۱﴾ لما يخاطب الله به عبده ورسوله عيسى ابن مريم وما السلام مسا عملا له يوم القيامة من اتخذه وامه الهين من دون الله

تہدیداً للنصارى وتوبيخاً وتقرباً على رؤس الاشهاد. ہکذا قال قتادة وغيره..... الخ امام بخاری کے اس قول ﴿وَإِذْ قَالَ اللَّهُ﴾ بقول (قال الله واذ ههنا صلة) پر عینی فرماتے ہیں۔ اشارہ الی قوله تعالى ﴿وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يٰعِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ﴾ وان لفظ "قال" الذى هو ماضى بمعنى "يقول" المضارع لان الله تعالى انما يقول هذا القول يوم القيمة وان كلمة اذ صلة اى زائدة وقال الكرماني لان اذ للماضى وههنا المراد به المستقبل قلت اختلف المفسرون هنا. فقال قتادة هذا خطاب الله تعالى لعبده ورسوله عيسى ابن مريم عليهما السلام يوم القيمة توبيخاً وتقرباً للنصارى..... الخ اختلاف فقط اس میں ہے کہ آیا یہ جواب و سوال قیامت کو ہوگا یا وقت آسمان پر جانے کے ہو چکا ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا۔ اس سے ثبوت موت فی الحال نہیں اور نہ کسی کو مضر ہے بلکہ اختلاف کی دوسری شق سے ترفع بجسده على السماء ثابت ہوتا ہے۔ اور "علامہ سندک" اس پر فرماتے ہیں۔ کہ "قال" بمعنی "يقول" ہے۔ اور "اذ" عبارت میں زائد ہے۔ قوله ﴿وَإِذْ قَالَ اللَّهُ﴾ يقول (قال الله واذ ههنا صلة) اعلم ان قوله يقول تفسير لبيان ان الماضى بمعنى المضارع وقوله "قال" الله لبيان ان "اذ" زائدة ثم صرح بذلك بقوله و"اذ" ههنا صلة كافة قال. قال فى اذ "قال الله" بمعنی "يقول" واصله قال الله و"اذ" زائدة والله تعالى اعلم۔ انتهى اور امام بخاری نے جو کہ اسی جگہ میں "مَتَوَفَّيْكَ" کا معنی ابن عباس سے "مميتك" لکھا ہے تو اس میں وعدہ موت ہوا، بالفعل موت ثابت نہیں ہوتی۔ پروردگار فرماتا ہے کہ "اے عیسیٰ میں ہی تجھ کو مارنے والا ہوں نہ یہود"۔ اور اظہار اس امر کا

ہے کہ "عیسیٰ نہ خدا ہے اور نہ خدا کا بیٹا"۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کے وقت موت میں مارے گا اور جو کہ عیسیٰ علیہ السلام کو خدا یا خدا کا بیٹا کہتے ہیں وہ سمجھ جائیں کہ مسیح ابن مریم بھی مثل آنحضرت ﷺ کے اثر موت سے متاثر ہوں گے۔ امام بخاری کا صاف یہی مذہب ہے کہ یہ سوال و جواب حشر کے دن ہوگا۔ "کما يدل عليه قوله تعالى ﴿هَذَا يَوْمُ يَنْفَعُ﴾..... الخ اور ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي﴾ حکایت ہے وفات بعد النزول سے اور حدیث (اقول كما قال العبد الصالح) میں "قال" بمعنی "يقول" ہے۔ اگر امام بخاری کا یہ مذہب نہ ہوتا تو "قال" کو بمعنی "يقول" اور "اذ" کو زائد کہنے اور ﴿هَذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ﴾ کے لانے کی کیا وجہ تھی اور موت کو زمانہ ماضی میں کیوں نہ ثابت کرتے۔ خود امام بخاری کا باب "نزل عیسیٰ" کا باندھنا اور اس کے آنے کو قیامت کی نشانیوں سے ٹھہرانا اور اس زمانے میں ایک سجدہ کا دنیا اور دنیا کے اسباب سے اچھا ہونا۔ اور ان کا رسول اللہ کے مقبرہ میں دفن ہونا۔ اور حج اور عمرہ کا احرام باندھنا اور اہل کتاب سے سوائے اسلام کے جزیہ وغیرہ کچھ قبول نہ کرنا یہ صاف کہہ رہا ہے کہ امام بخاری کا مذہب موافق مذہب کل امت مرحومہ کے ہے۔

بڑا حق اور اندھا اور گمراہ ہے جو امام بخاری کا مذہب یہ کہتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام مر گئے اور ان کا مثیل آیا۔ ان احادیث و آیات و تفاسیر میں تو عیسیٰ بن مریم ہی کے دوبارہ زمین پر زندہ با صلہ آنے کی خوشخبری ہے۔ مرزائی لوگ کسی ایک ضعیف حدیث ہی سے ثابت کر دیں کہ نزول عیسیٰ علیہ السلام سے مراد اس کا مثل ہے۔ خالی زبانی باتیں بکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اسلام دے دے۔ افسوس! کہ مثیل عیسیٰ علیہ السلام ثابت کرتے ہیں مگر موقوف ہونا جزیہ کا یا بہتر ہونا ایک سجدہ کا تمام دنیا سے وغیرہ وغیرہ اب تک کوئی نشان ثابت نہ کر سکے۔

زیادہ تحقیق اس مقام کی جناب فضیلت مآب فاضل گولڑوی کی تصنیفات میں موجود ہے، اس میں دیکھو۔

جواب دوم: اس بنا پر کہ آیت ﴿اذْقَالَ اللَّهُ...﴾ میں ”اذ“ ”زائد نہیں اور“ قال“ ماضی بھی اپنے ہی معنی میں ہے۔ یعنی رسول اللہ ﷺ سے قبل درمیان باری تعالیٰ اور عیسیٰ علیہ السلام کے یہ جواب و سوال ہو چکا ہے۔ مگر ﴿تَوَفَّيْتَنِي﴾ ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي﴾ میں بمعنی موت نہیں بلکہ بمعنی ”رفععتنی“ ہے۔ معنی یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”کہ جب مجھ سے پروردگار میری امت کی نسبت دریافت فرمائے گا تو میں وہ عرض کروں گا جو کہ بندہ صالح عیسیٰ علیہ السلام نے بروقت زندہ اٹھ جانے کے آسمان پر عرض کی تھی۔ وہ یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا کہ ”یا اللہ میں اپنی امت پر نگران تھا جب تک کہ ان میں موجود تھا اور جب کہ اٹھا لیا تو نے مجھ کو یا اللہ آسمان پر تو تو خود ہی ان کا نگران تھا۔“

قرآن شریف میں اکثر جگہ ”توفی“ کا معنی موت یا نیند ہے۔ مگر فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي میں بمعنی موت نہیں بلکہ بمعنی ”رفععتنی“ ہے۔ جس کا معنی یہ ہے کہ ”جب کہ اٹھا لیا تو نے مجھ کو۔“ یہ معنی بہت کتابوں میں موجود ہے۔ جس میں صاف رفع جسمی مسیح بن مریم کے لئے ثابت ہوتا ہے مگر بہتر یہی ہے کہ عبداللہ بن عباس ہی کی روایت نقل کر دوں تاکہ مثلاً جی کو گریز کا راستہ نہ ملے۔ کیونکہ ”ہدایۃ المہتدی“ کے اخیر میں کسی ہندوستانی شاعر کی نظم جو مثلاً جی نے لکھی ہے، اس میں خود ابن عباس سے سند لی ہے۔

وہ شعر یہ ہے۔

فرزندِ مصطفیٰ ارشاد فرماتے ہیں کیا دیکھے جسے ہوشک ذرا کیا ہے بخاری میں رقم اس فرزندِ مصطفیٰ سے عبداللہ بن عباس مراد ہیں۔ اور مثلاً جی کے قادیانی نبی نے

”جاہجا عبداللہ بن عباس سے نقل کیا ہے اور ان کو ائمہ الناس لکھا ہے وہی عبداللہ بن عباس نبیوں نے اگرچہ بخاری میں مَتَوَفَّيكَ کا معنی ممیتک میں ”تیرا مارنے والا ہوں“ یا ہے۔ جس سے فقط وعدہ موت ثابت ہوتا ہے۔ مگر فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کا معنی فلما رفععتنی لیتے ہیں۔ موت کا معنی نہیں لیتے اب امید ہے کہ مرزائی لوگ ابن عباس کا معنی تو مان ہی میں گئے۔ اپنے نبی کا اتباع کر کے دیکھو تفسیر درمنثور میں ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي﴾ کے متعلق ”رفععتنی“ کا معنی مروی ہے: اخرج ابو الشیخ عن ابن عباس ﴿إِنْ تُعَذِّبُهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ﴾ یقول عبیدک قد استوجبوا العذاب بمقاتلتهم ﴿وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ﴾ ای من ترکمت منهم ومدفی عمرہ۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام حتی اهبط من السماء الى الارض يقتل الدجال فنزلوا عن مقاتلتهم ووجدوك واقروا انا عبید وان تغفرلهم حیث رجعوا عن مقاتلتهم ﴿فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ (درمنثور)

خیال کیجئے! ابن عباس کے قول ”ومد فی عمرہ“ کو جس سے واضح طور پر رازی عمر عیسیٰ بن مریم کی اور اترنا اس کا آسمان سے زمین پر ثابت ہوتا ہے۔

تفسیر خازن، جلد اول، ص ۵۰۹ میں ہے: ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي﴾ یعنی فلما رفععتنی الى السماء فالمراد به وفاة الرفع لا الموت۔ ۸۲ نمبر کی حدیث میں یہ مہارت موجود ہے۔ اور ایسا ہی ”تفسیر عباسی“ میں ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي﴾ کا معنی ”فلما رفععتنی“ مذکور ہے۔ اور ”بخاری کی معنی“ میں یہ معنی بھی نقل کیا ہے: وقال السدی هذا الخطاب والجواب فی الدنيا وقال ابن جریر هذا هو الصواب وکان ذالک حین رفعه الى السماء الدنيا..... الخ۔

”تفسیر خازن“ ص ۵۰۷ میں متعلق قول باری تعالیٰ: ﴿إِذْ قَالَ اللَّهُ يٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَ أَنْتَ قُلْتَ﴾ کے ہے: اختلف المفسرون فی وقت هذا القول فقال السدی ﴿قَالَ اللَّهُ يٰعِيسَى﴾ هذا القول حين رفعه الى السماء بدلیل ان حرف ”اذ“ بكون للماضى۔ اور ص ۵۰۹ میں ہے: وهذا القول موافق لمذهب السدی حيث يقول ان هذا المخاطبة جرت مع عيسى عليه السلام حين يرفع الى السماء مگر سدی کا قول جمہور کے مخالف ہے۔ جمہور اہل اسلام یہ کہتے ہیں کہ یہ جواب وسوال بروز قیامت ہوگا۔ اسی عبارت کے بعد مذکور ہے: وقال سائر المفسرين انما يقول الله له هذا القول يوم القيامة أما على قول جمهور المفسرين أن هذا السؤال انما يقع يوم القيامة.

”عانی کلزے“ حدیث کا جواب یہ ہے کہ حاکم نے مستدرک میں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس طور پر روایت کی ہے کہ عیسیٰ عليه السلام ایک سو برس تک زندہ رہے اور ہر نبی اپنے ماقبل کے نبی کی نصف عمر پاتا ہے۔ الخ۔ پس پہلے قول کو سب نے نصاریٰ کی طرف منسوب کیا اور حدیث عائشہ کو ذکر کر کے حافظ ابن حجر عسقلانی نے خود غیر معتبر ٹھہرایا اور کہا کہ صحیح یہی ہے کہ عیسیٰ زندہ اٹھائے گئے۔ اور ابن عساکر کی حدیث اس کے بعد نقل کر کے ثابت کر دیا کہ عیسیٰ عليه السلام مدینہ منورہ میں فوت ہوں گے۔ اگر کتب سیر و تواریخ پر بالاستقراء نظر ڈالی جائے تو ہرگز یہ قضیہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہر نبی اپنے ماقبل کے نبی کی نصف عمر پاتا ہے اور ظاہر ہے کہ فسادِ مضمون کا منجملہ علامات وضع حدیث کے ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ حدیث موضوع ہے۔ دیکھو اصول حدیث کو۔ اور ”حاکم کا مذہب“ تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ عیسیٰ عليه السلام کا تینتیس (۳۳) برس کی عمر میں زندہ آسمان پر چلے جانے کا قائل ہے۔ جیسا

”درمنثور، جلد ثانی، ص ۳۶ میں ہے: واخرج ابن سعد واحمد في الزهد والحاكم عن سعيد بن المسيب قال رفع عيسى ابن ثلث وثلثين سنة (انتہی) پھر بی بی عائشہ صدیقہ کی طرف جو موضوع حدیث ہے، لانے کی نہ دیت ہی تھی۔ مگر یہ حاکم کا تساہل ہے اور حاکم تساہل میں مشہور ہے۔ ”فتح المغیث شرح الہدیۃ الحدیث“ میں ہے: وكالمستدرک على تساهل منه فيه بادخاله فيه عدة موضوعات حمله على تصحيحها أما التعصب لما رمى به من التشيع وأما غيره فضلاً عن الضعيف وغيره بل يقال أن السبب في ذلك أنه صنفه في آخر عمره وقد حصلت له غفلة وتغيراً وأنه لم تيسر له تحريره وتنقيحه ويدل له ان تساهله في قدر الخمس الاول منه قليل جداً بالنسبة لياقيه. نعم هو معروف عند اهل العلم بالتساهل في التصحيح والمشاهدة ندل عليه..... الخ اور طبرانی میں تو خود یہ موجود ہے کہ بہشت میں لوگ داخل ہوں گے تینتیس (۳۳) برس کی عمر پر جو کہ میلا وہے عیسیٰ عليه السلام کی۔ قبل ”رفع“ کے۔ دیکھو ”بدور السافرة“ ص ۲۳ پر کہ طبرانی کی عبارت کو نقل کیا ہے۔

”تفسیر درمنثور“ میں ہے: اخرج البخاري في تاريخه والطبراني عن عبد الله بن سلام قال يدفن عيسى بن مريم مع رسول الله ﷺ فيكون قبره رابعاً۔ حاکم اور طبرانی دونوں عیسیٰ عليه السلام کو زندہ مان رہے ہیں۔ اگر مقلد جی حیا ہو تو مان او۔ اور امام مہدی کے آنے کا بھی امام طبرانی قائل ہے اس نے اس کے اثبات میں حدیث نقل کی ہے جس کے آخر میں کہا ہے: رواه جماعة عن ابی بکر الصديق حضرت علی عليه السلام سے روایت ہے کہ ”یا رسول اللہ امام مہدی ہم اہل بیت سے ہوں گے یا کسی غیر سے؟“

فرمایا حضرت محمد ﷺ نے کہ ہم سے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ اس دین کو ختم کر دے گا۔ رواہ الطبرانی، رواہ ابو نعیم فی الحلیۃ اور طبرانی نے اور علامات امام مہدی کی بھی بیان کی ہیں۔ (دیکھو رسالہ صفحہ ۶۰۷)

تیسرے تکرر کا جواب: ”اول جواب“ یہ کہ یہ حدیث بعض ناقدین حدیث کے نزدیک غیر ثابت ہے۔ کما فی اصول الحدیث۔

”دوسرا جواب“ یہ کہ بر تقدیر ثبوت کے متقید بقید فی الارض ہے یعنی حدیث کی تقدیر عبارت یہ ہے: لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیین فی الارض لما وسعہما الا اتباعی یعنی ”اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے زمین پر تو ان کو جائز نہ ہوتا مگر میری اتباع“۔ مگر چونکہ وہ دونوں زندہ فی الارض نہیں ہیں لہذا اتباع فی الارض اس وقت منتهی ہے یعنی دونوں زندہ ہیں مگر زندہ زمین پر نہیں ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام اگرچہ بظاہر فوت ہو گئے ہیں مگر انبیاء علیہم السلام بحیات حقیقی عند اللہ زندہ ہیں۔ جیسا کہ اور اولیاء کما ورد ان اولیاء اللہ لا یموتون بل یتقلون من دار الفناء الی دار البقاء۔ اور ان دونوں پیغمبروں کی تخصیص اس لئے کی کہ یہ دونوں نبی آخر کے اولوالعزم ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام اگرچہ زندہ ہیں مگر زندہ فی الارض نہیں بلکہ آسمان پر زندہ ہیں۔ جو لوگ حدیث کو صحیح مانتے ہیں وہ ”فی الارض“ کی قید ضرور لگاتے ہیں۔ اگر برہمن بڑیہ کاملاً جی نہ مانے تو اس کے قادیانی مذہب کے جید عالم نقیبہ فاضل سید محمد احسن امروہی کی کتاب سے ثابت کر دوں۔ اور سبحان اللہ غرائب زمانہ سے ہے کہ مرزا یوں کی زبان سے ایسی بات نکل جاتی ہے جس سے جمہور اہل اسلام کی بات مانی جاتی ہے۔ اس سید محمد احسن امروہی نے اپنی کتاب ”شمس باز نہ“ کے صفحہ ۶۰ میں لکھا ہے: ”دوبارہ اثبات موت عیسیٰ علیہ السلام کے اور یہی آیت قرینہ ہے

لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیین..... (الخ) جس کی صحت صاحب فتوحات کو مسلمیات سے حیات فی الارض مراد لینے پر۔

۱۔ چونکہ فتوحات ہی میں حیات مسیح کی تصریح کئی مقامات پر کر دی ہے جیسا کہ کچھ گزرا اب بھی بیان ہوگا۔ لہذا یہ حدیث صاحب فتوحات وغیرہ اہل اسلام کو جو متفق ہیں، حیات مسیح پر مضرت نہیں۔ کیونکہ جب کہ صاحب فتوحات نے حدیث مذکور میں لفظ ”حیین“ کو ”مسد بہ حیاۃ فی الارض“ ٹھہرایا تو بمقتضی کلمہ ”لو“ کے، اتباع موسیٰ وعیسیٰ کا شرع الہی کے لئے منتهی ہوا۔ اس لئے کہ موسیٰ وعیسیٰ زندہ فی الارض نہیں تو حدیث مذکور سے فہم یہی مقبوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام پر وقت بولنے آنحضرت ﷺ کے اس حدیث کو زندہ نہیں پر موجود تھے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آسمان پر بھی زندہ نہ ہوں۔ ”تفسیر ابن کثیر“ میں اس حدیث کا یہی معنی لیا ہے جو بیان ہوا۔ کیونکہ اس تفسیر میں عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ”ان“ پر جانا اسی خاکِ بدن کے ساتھ واضح ثابت کیا ہے۔ دیکھو حدیث نمبر ۲۹ کو اور اے کے بعد کی عبارت کو۔

اور شیخ اکبر نے ”فتوحات“ کے ۳۶ باب میں ابن عمر کی حدیث مرفوعہ جس میں علامہ انصاری کا ذکر ہے حیات مسیح کو صاف ثابت کیا ہے اور بڑی قوت سے کہ جس سے چار ارا صحابی کا اجماع حیات مسیح پر ثابت ہوا ہے اور اس حدیث سے اول ۳ سطر پر فرمایا کہ ”ہرے موجودہ زمانے میں ایک جماعت زندہ ہے عیسیٰ اور الیاس کے اصحاب میں سے وہی زماننا الیوم جماعة احياء من اصحاب عیسیٰ والیاس..... الخ اور فتوحات“ باب ۳۶ میں حدیث معراج میں لکھتے ہیں کہ ”جب رسول اللہ ﷺ داخل ہوئے آسمان میں تو عیسیٰ علیہ السلام اپنے بدن اصلی کے ساتھ وہاں تھے۔ کیونکہ وہ اب تک مرے نہیں بلکہ اٹھالیا ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے اس آسمان کی طرف اور اس میں اس کو ٹھہرایا ہے۔

اور اس آسمان میں اللہ تعالیٰ نے اس کو حاکم بنایا ہے اور وہ ہمارا اول مرشد ہے کہ جس کے ہاتھ پر ہم نے رجوع کیا ہے اور اس کو ہمارے حال پر بڑی عنایت ہے۔ ہم سے ایک ساعت بھی غافل نہیں رہتا۔ عبارت یہ ہے: فلما دخل اذا بعيسى عليه السلام بهجسه عینه فانه لم يمت الى الان بل رفعه الله الى هذه السماء واسكنه بها وحكمه فيها وهو شيخنا الاول الذي رجعنا على يديه وله بنا عناية عظيمة لا يغفل عنا ساعة واحدة۔

اسی فتوحات کے باب ۵۷۵ میں ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی کرامت میں سے ہے یہ بات ہے کہ پروردگار نے ان کی امت سے رسول کے پھر خاص کیا رسولوں سے اس کو جس کی نسبت انسان سے بعید تھی۔ پس نصف اس کا ہوا انسان اور دوسرا نصف اس کا ہوا روح پاک فرشتہ کیونکہ جبریل علیہ السلام نے ہب کیا اس کو یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو بی بی مریم کے لئے بشر کر کے اور اٹھالیا اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف پھر اس کو اتارے گا درحالیہ وہ پروردگار کا دل ہوگا، خاتم الاولیاء ہوگا، آخر زمانہ میں حکم کرے گا۔ محمد ﷺ کی امت میں ان کے شرع کے ساتھ عبارت یہ ہے: اعلم وفقنا الله وايك ان من كرامة محمد ﷺ على ربه ان جعل من امته رسلاً ثم انه اختص من الرسل من بعد نسبة من البشر فكان نصفه بشر او نصفه الاخر روحاً مطهراً ملكاً لان جبرئيل عليه السلام وحبه مريم عليها السلام بشرا سويا رفعه الله اليه ثم ينزله وليا خاتم الاولياء في آخر الزمان يحكمهم بشرع محمد ﷺ في امته..... الخ۔

فتوحات کے ص ۷۳ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے باقی رکھا ہے بعد رسول اللہ ﷺ کے تین رسولوں کو ان کے جسموں کے ساتھ اس دار دنیا میں اور باقی رکھا ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت الیاس اور حضرت خواجه خضر علیہما السلام کو اور یہ دونوں پیغمبروں میں سے ہیں۔ اور نزول

اس مسئلہ کا اجماعی ہونا ثابت فرمایا۔ اسی باب ۷۳ میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے رونے میں کوئی خلاف ہی نہیں۔ وہ قیامت کے قریب نازل ہوں گے: وانه خلاف انه ينزل في آخر الزمان..... (الخ) اور فتوحات کے باب ۳۶۷ میں ہے ان علیہ السلام اب تک نہیں مرے بلکہ ان کو اٹھالیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان آسمانوں کی طرف: لم يمت الى الان بل رفعه الله اليه الى هذه السماء۔ اسی شیخ اکبر نے بات میں اور بھی کئی جگہ تصریح کر دی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اب تک آسمانوں میں زندہ ہیں کہ الیاس اور خضر علیہ السلام۔ براہمن بڑیہ کے مثلاً جی نے فتوحات کو شاید کہ دیکھا نہیں ہے۔ مثلاً کسی مرزا کی غلط نویسی، دھوکہ باز، ابلہ فریب کے کسی رسالہ کی بے سرو پا عبارت کو فتوحات کا نام لے لیا۔ مثلاً جی نے جانا کہ فتوحات نایاب ہیں، کسی کے پاس نہ کی، حوالہ دیکر جالوں میں نام کر لوں گا۔ اور تفسیر ابن کثیر کی عبارت مفصل قبل اس کے مڑ چکی ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے کے اس جسم غصری کے ساتھ مقرر ہیں۔ اور اسی کے مثبت اور مدعی ہیں۔ پس مرزائیوں کی بات کذب ثابت ہوئی۔ فللعنة على الكاذبين۔

اور ”الواقیت والجواہر“ کی عبارت اگر مثلاً جی لکھتے تو اس کا جواب بھی اسی طور سے انداز شکن دیا جاتا۔ یہ حوالہ بھی مثلاً جی کا بفضلہ تعالیٰ دھوکہ کی ٹٹی ہے۔ اور وہ لہ: وغیرہ وغیرہ اقوال اگر مثلاً جی کتاب کا نام بجائے وغیرہ وغیرہ کے لکھتا تو ہم ان باتوں کو دیکھ کر اس کا رد دیتے۔ مگر یہ مثلاً جی کی محض مکاری اور ابلہ فریبی ہے۔ بعضے بے علم والے ایسے ہی کاذب حوالہ دے دیا کرتے ہیں۔ یہ ان کی بے علمی کا ایک قسم کا پردہ ہوا کرتا ہے۔

نہیں کھتا ہے کوئی بھید تیری اس وغیرہ کا یہی پردہ ہے بے علمی کا نواچنوا خیر کا
فقولہ: اور مدت دراز سے مخالف مولویوں کو اشتہار دیا گیا ہے کہ اگر کسی قسم کا بھی اگر پ
 موضوع ہوا ایک حدیث یہ لوگ کسی کتاب حدیث سے نکال کر دکھاسکیں، جس میں صریح
 مذکور ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ جسم غرضی (یعنی خاکی) آسمان میں چلے گئے تھے اور اب تک
 وہ زندہ ہیں اور پھر وہ کسی وقت اس دنیا میں رجوع کریں گے تب ان کو بیس ہزار روپیہ انعام
 دیا جائے گا۔ مگر آج تک کسی سے نہ ہوسکا کہ اس انعام کو حاصل کرنے کی جرأت کر سکے، چ
 جائے کہ حاصل کر لے۔ (ہدایہ الہدی ص ۷)

اقول: کیا صاف جھوٹ بولا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے کاذبوں دروغلگوں پر بلکہ مدت
 دراز سے مرزا کے دعویٰ باطل کی ابتدا ہی سے صد ہا کتابیں، صد ہا رسالہ جات مرزا کی تردید
 میں چھپ چکے اور بکثرت صحیح احادیث اس امر کی دکھائی گئیں۔ مگر منکروں نے اپنے آپ کو
 صاف اندھا کر لیا۔ انبیاء علیہم السلام سے منکر لوگ معجزات دیکھا کرتے تھے اور پھر انکار کر چایا
 کرتے تھے۔ ملک پنجاب دہند و سندھ و خراسان وغیرہ ملکوں میں تو روز روشن سے زیادہ
 روشن ہے کہ قادیانی صحیح احادیث اور کتب احادیث کو نہیں مانتا اور بارہا بحث معین کر کے فرار
 کر گیا۔ مگر ملا عبد الواحد برہمن بڑیہ کا جانتا ہے کہ بنگالہ میں قادیانی کی کفر اور فرار اور بے علمی
 کے بارے میں شہرت نہیں ہے۔ لہذا مسلمانوں کو دھوکہ اور فریب دینے کے لئے ایسا بک
 دیا۔ اب اگر اس کا ایمان رواجی ہے اور اپنی بات کی کچھ قدر غیرت بھی ہے۔ تو میں اس طفل
 مکتب کو چند احادیث اس امر کی بتاتا ہوں، جن سے اس کی جہالت کا پردہ کھل جائے۔

اب دل کے کانوں کا پردہ کھول کر مثلاً جی سنو اور بیس ہزار روپیہ کی فکر کرو، ورنہ
 منافقانہ کلام سے توبہ کرو۔ تفسیر ابن کثیر کی عربی عبارت کا مطلب بیان کرتا ہوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھانا
 حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے مکان کے چشمہ سے باہر نکل کر آئے اس حال میں کہ آپ
 مبارک سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے، بارہ حواریوں کے پاس آئے اور فرمایا کہ
 تم میں سے ایک شخص مجھ پر ایمان لانے کے بعد بارہ مرتبہ کافر ہوگا۔ بعد ازاں فرمایا
 ان شخص سپہ نم میں سے جس پر میری شاہت ڈالی جائے اور وہ میری جگہ مقتول ہو اور
 ساتھ میرے درجہ میں بہشت کے اندر رہے۔ پس ایک نوجوان شخص نے کھڑے
 دوش کی کہ میں ہوں اے اللہ کے رسول تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کو فرمایا کہ بیٹھ
 آپ نے دوبارہ پھر اسی لفظ کا اعادہ فرمایا۔ پھر وہی شخص کھڑا ہوا۔ غرض چوتھی مرتبہ
 حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تو ہی وہ شخص ہے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شاہت
 ڈالی گئی۔ یعنی بعینہ مثل عیسیٰ علیہ السلام کے ہر ایک چیز میں ہو گیا باذن پروردگار۔ اور
 ان علیہ السلام مکان کے روشن دان سے آسمان کی طرف اٹھائے گئے بعد ازاں یہود کے
 ہاتھ آئے اور اس شہید کو پکڑا اور اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جان کر سولی پر قتل کر دیا۔ الخ
 اور یہ اسناد صحیح ہے ابن عباس کی طرف۔ قال ان ابی حاتم حدثنا احمد
 بن حنبل حدثنا ابو معاویۃ عن الاعمش عن المنہال بن عمرو عن سعید بن
 مسر عن ابن عباس قال لما اراد اللہ تعالیٰ ان یرفع عیسیٰ الی السماء
 رفع علی اصحابہ وفی البیت اثنا عشر رجلاً من الحواریین یعنی فخرج
 ہم من عین فی البیت وراسہ یقطر ماء فقال ان منکم من یکفر بی الئی
 مر مرة بعد ان آمن بی قال ثم قال ایکم یلقى علیہ شہی فیقتل مکانی
 خواروں کے متنی دیکھ رہے ہیں۔ ان میں اختلاف ہے کہ کون لوگ تھے۔ بعض علماء نے کہا کہ پچھلے پڑنے والے لوگ
 من نے کہا کہ اگرگزشتہ یعنی پہلی لوگ تھے۔ اور بعض نے کہا کہ امیر لوگ تھے۔ الخ۔ (کتاب السموات)

ویکون معی فی درجتی فقام شاب من احدیهم سنا فقال له اجلس ثم اعد
عليهم فقام ذالک الشاب فقال انا فقال هو انت ذاک فالتفتی علیه
عینی ورفع عیسی من روزنة فی البیت الی السماء قال وجاء الطلب
الیهود فاخذوا الشبه فقتلوه ثم صلبوه فكفروه بعضهم اثنی عشر مرة بعد
ان امن به وافتقروا لثالث فرق فقالت فرقة كان فینا ما شاء ثم صعد الی
السماء وهولاء البعقوبیة وقالت فرقة كان فینا ابن الله ما شاء ثم رفعه الله
الیه وهولاء النسطوریة وقالت فرقة كان فینا عبد الله ورسوله ما شاء الله
ثم رفعه الله الیه وهولاء المسلمون فتظاهرت الكافران علی المسلمین
فقتلوا فلم یزل الاسلام طامسا حتی بعث الله محمد ﷺ تفسیر ابن کثیر
روایت کیا ہے اس حدیث کو امام نسائی نے بھی ابی کریب سے اور انہوں نے ابی معاویہ سے
مشکل طریق مذکور کے۔ اور اسی طرح ذکر کیا ہے بہت علمائے متقدمین نے۔

۲..... اور روایت کیا عبد بن حمید اور ابن مردودہ اور ابن جریر اور ابن المذہب نے حضرت ہمام
رضی اللہ عنہ سے کہ یہودیوں نے دار پر چڑھایا عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ کو اس حال میں کہ گمان کرتے
تھے اس شبیہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پروردگار نے زندہ
آسمان پر اٹھالیا۔ (درمنثور)

۳..... حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے تابعی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
دشمن یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کرنے پر فخر کرتے تھے، مگر ان کا گمان غلط ہے۔ کیونکہ
حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور ان کی شبیہ ایک شخص پر ڈالی گئی اور
قتل کیا گیا۔ (درمنثور)

۴..... روایت کیا ہے ابن جریر نے سدی تابعی سے جو شاگرد ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ کا

مایا سدی نے کہ محاصرہ کیا یہود نے عیسیٰ علیہ السلام کا مع ان کے مددگاروں کے ایک مکان
میں۔ پس عیسیٰ علیہ السلام کی شہادت ایک شخص پر ڈالی گئی۔ یہود نے اس شخص کو قتل کر ڈالا اور
عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر چلے گئے۔ یہ مضمون ہے پروردگار کے اس قول پاک کا: ﴿وَمَكْرُؤًا
وَمَكَرَ اللَّهُ وَاللَّهُ خَبِيرٌ الْمَاجِدِينَ﴾ یعنی ”یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کرنے
کا حیلہ اور مکر کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے مکر کی سزا دی اور اللہ تعالیٰ عہد سزا دینے والوں
سے ہے۔“

۵..... واخرج ابن جریر عن ابن مالک ﴿وَأَنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ
بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ قال ذالک عند نزول عیسی ابن مریم ولا یبقی احد من اهل
الكتاب الا آمن به. نزول سے مراد نزول من السماء ہی ہے۔ کیونکہ اس کے غیر
میں آسمانوں پر جانا جائز مذکور ہے اور قرینہ دوسرے معنی کے ہونے کا موجود ہے۔ جس کو
اس جگہ معنی غیر نزول سے دھوکہ لگا ہے اور جو نزول من السماء مراد نہیں لیتا وہ پورا
باطل ہے۔

۶..... اور اخراج کیا عبد بن حمید اور ابن المذہب نے شہر بن حوشب سے کہ روایت ہے محمد بن
علی بن ابی طالب سے آیت مذکور کی تفسیر میں کہ ہر ایک اہل کتاب کو ملائکہ منہ اور چوڑ پر
ماریں گے اور کہیں گے کہ تم جھوٹ بولے تھے کہ مسیح خدا ہے بلکہ عیسیٰ علیہ السلام تو روح اللہ
اور کلمۃ اللہ ہے وہ فوت نہیں ہوئے اور اٹھائے گئے ہیں آسمانوں پر پھر نازل ہوں گے
قیامت سے آگے پس کل اہل کتاب ایمان لاکیں گے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قبل
۱۰..... عیسیٰ علیہ السلام کے۔

۱۱..... اور ان ہی محمد بن حنفیہ یعنی محمد بن علی بن ابی طالب سے پوری منسل روایت ہے جس

کے آخر میں یہ بیان ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے مددگاروں میں سے ایک شخص عیسیٰ علیہ السلام صورت پر بدل گیا اور ایک درپچھت سے آسمان کی طرف ظاہر ہو گیا اور عیسیٰ علیہ السلام اونگھ آئی یعنی مقدمہ نوم جو کہ پوری نیند آنے سے پہلے آنکھیں نیم بند ہی ہو کر بدن میں سستی آ جایا کرتی ہے پس اٹھائے گئے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف آسمان کے اور یہی معنی ہیں باری تعالیٰ کے قول کے ﴿يَعْسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ﴾ ”اے عیسیٰ میں تجھ کو نیند لا اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔“ وفات کا معنی وہ بھی ہے کہ اے عیسیٰ میں تجھ کو مارنے والا ہوں۔ یعنی موت دینے والا ہوں۔ اور یہ معنی بھی درست ہیں کہ میں تجھ کو اس وقت اٹھ دینے والا ہوں۔

۸..... ابن جریر نے جو حدیث امام حسن سے روایت کی ہے بواسطہ ابو رجاء اور ابن علیہ یعقوب کے اس میں یہ جملہ بھی ہے: **وَاللّٰهُ اِنَّهٗ لَحَيُّ الْاَن عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اِذَا نَزَلَ اَمِنُوْا بِهِ اَجْمَعُوْنَ**۔ یعنی قسم ہے پروردگار کی کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام اب اس وقت زندہ ہیں باری تعالیٰ کے پاس اور جب اتریں گے ان پر ایمان لائیں گے بدکار اور نیک۔

۹..... اور ایسا ہی ابن ابی حاتم نے اپنے باپ سے اور وہ علی بن عثمان لاحقی سے وہ جریر بن بشیر سے روایت کرتے ہیں۔ اور اس حسی اور زندہ رہنے سے زندہ رہنا روحانی مراد نہیں کیونکہ وہ تو ہر نبی اور صحابی اور ہر مومن کے لئے ثابت ہے۔ اس پر قسم کھانے کی کیا ضرورت ہے اور نہ وہ جائے تعجب ہے بلکہ مراد اس سے ثابت کرنا اس امر کا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جسمانی حیات سے زندہ ہیں۔ قسم کھا کر اور حروف تاکید سے وہی امر بیان کیا جاتا ہے جو کہ عقل میں ذرا بعید معلوم ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ حرف قسم اور ان تحقیق اور لام تاکید یہ سے بیان کرنا حیات جسمانی ہی مراد ہے۔ ولعمریٰ هذا ظاهر لمن زادني ذراية.

۱۰..... اور امام بخاری نے اپنی بخاری میں ذکر الانبیاء میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی اترنا ان سے ذکر فرمایا ہے۔

۱۱..... اور امام مسلم اور امام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ نے بھی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔
”فرمایا رسول اللہ ﷺ نے البتہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام حج اور عمرہ کی نیت باندھیں گے واما کی وادی میں۔“

۱۲..... امام احمد نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام وصال کو لے کے دروازہ پر قتل کرے گا۔

۱۳..... امام اوزاعی نے زہری سے بطریق مجمع بن جاریہ۔

۱۴..... اور امام ترمذی نے قتیبہ سے۔

۱۵..... اور عمران بن حصین اور نافع بن عیینہ اور ابو ہریرہ اور حذیفہ بن اسید اور ابو ہریرہ۔

۱۶..... اور کیسان اور عثمان بن ابی العاص اور جابر اور ابو امامہ اور ابن مسعود

۱۷..... اور عبد اللہ بن عمر اور سمر بن جندب اور نواس بن سمعان اور عمر بن

موف ۳۰..... اور حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے حدیثیں آپ کی ہیں کہ قبل از قیامت حضرت

عیسیٰ بن مریم علیہما السلام وصال کو قریہ لے کے دروازہ پر قتل کریں گے۔ ان سب احادیث میں عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کا ذکر موجود ہے۔ او ما الی ذلک کلمہ الامام الترمذی۔

۳۱..... امام احمد نے سفیان سے حدیث بیان کی ہے اور اس میں قیامت کے علامات شمار کئے اور عیسیٰ علیہ السلام کا آنا آسمانوں سے بھی ذکر فرمایا ہے۔

۳۲..... امام مسلم نے عبد العزیز کی روایت سے بھی ایسا ہی بیان فرمایا ہے۔

۳۳..... حیاتِ الحیوان میں ابو داؤد سے ایک حدیث مفصل بیان کی جس میں آثارِ حشر ذکر کر کے تصریح کی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بطرفِ زمین کے نازل ہوں گے۔ پس اس سے لزوماً بھی معلوم ہو گیا کہ آسمان ہی سے بطرفِ زمین کے نازل ہوں گے اور اگر آسمان سے مراد نہ لیا جائے تو ”الی الارض“ کا لفظ بے معنی ہو جاتا ہے۔

۳۴..... اور اخراج کیا امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور بطرائی نے عبداللہ بن سلام سے کہ دفن کئے جائیں گے عیسیٰ علیہ السلام ساتھ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر اور عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے، پس ان کی قبر چوتھی ہوگی۔ اور تاریخ امام بخاری کی عبارت یہ ہے: یدفن عیسیٰ ابن مریم مع رسول اللہ ﷺ وصاحبيه فيكون قبره رابعاً..... الخ۔

امام ترمذی نے فرمایا عن محمد بن يوسف بن عبد اللہ بن سلام عن ابيه عن جده قال مکتوب فی التوراة صفة محمد وعیسیٰ ابن مریم یدفن معه۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں عرض کی، کہ ”یا رسول اللہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میں آپ کے بعد زندہ رہوں گی۔ اگر اجازت ہو تو میں آپ کے پاس مدفون ہوں پس فرمایا ”حضرت ﷺ نے کہ میرے پاس تو ابوبکر اور عمر اور عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کے سوا جگہ نہیں ہے۔“ عن عائشة قالت قلت یا رسول اللہ انی اری ان اعیش بعدک فتاذن لی ادفن الی جنبک فقال وانی بذلک الموضع ما فیہ الا موضع قبری وقبر ابی بکر وعمر وعیسیٰ ابن مریم۔ پس یہ حدیث مرسل ہوئی اور مرسل حدیث نزدیک جمہور علماء کے حجت ہے۔

شرح ”نظیة الفکر“ میں ہے: قال جمهور العلماء المرسل حجة مطلقة بناء علی الظاهر وحسن ظن به انه ما یروی حدیثه الا عن الصحابی انما

مدفعه بسبب من الاسباب كما اذا کان یروی الحدیث عن جماعة من الصحابة لما ذکر عن الحسن البصری انه قال انما اطلقه اذا سمعته من السبعین من الصحابة وکان قد یحذف اسم علی ایضا بالخصوص لخوف الغتة۔ یعنی امام حسن بصری صاحب فرماتے ہیں کہ میں جب صحابی کو چھوڑ کر قال رسول اللہ ﷺ کہتا ہوں کہ اس حدیث کو ستر صحابی سے سن لیتا ہوں اور امام حسن بصری کی تو خود مرزا نے اپنی کتابوں میں بارہا وصف بھی کی ہے۔ ضرور ہی مرزائی لوگ تسلیم کریں گے اور شیخ شہاب الدین سہروردی نے عوراف کی ”ششم فصل“ میں لکھا ہے کہ امام حسن بصری نے فرمایا کہ میں نے ستر صحابی بدری سے ملاقات کی ہے۔ ان کا لباس صوف کا تھا۔

۳۵..... اور روایت کیا حدیث کو امام ابن جوزی نے اپنی کتاب ”وفاء“ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اتریں گے عیسیٰ بن مریم آسمان سے۔ پس نکاح کریں گے اور صاحبِ اولاد ہوں گے اور مدفون ہوں گے ساتھ میرے۔ پس کھڑے ہوں گے ہم دونوں ایک قبر سے (یعنی) ایک مقبرے سے درمیان ابوبکر اور عمر کے۔

۳۶، ۳۷، ۳۸..... یعنی بخاری میں بھی ایسا ہی ہے۔ محقق ابن جوزی نے بھی ایسا ہی فرمایا۔ ابوالعیم نے ”کتاب الفتن“ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے آکر زمین پر موسیٰ علیہ السلام کے سسرال میں حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم میں نکاح کریں گے اور وہ لوگ جذامی ہوں۔ پس ان کی اولاد ہوگی، پھر فوت ہو جائیں گے اور دفن ہوں گے رسول اللہ ﷺ کی قبر کے قریب۔

۳۹..... تفسیر خازن اور درمنثور اور ابن کثیر اور مسند امام احمد میں ہے کہ شبِ قیامت کے قائم ہونے کے بارے میں کہا (عیسیٰ علیہ السلام نے کہا) کہ اس کا معین وقت تو میں نہیں بتا سکتا، مگر

میرے ساتھ میرے رب نے وعدہ کیا ہے کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تو زمین پر اتر کر قوم یا جوج ماجوج اور دجال کو ہلاک نہ کر لے گا۔

۴۰..... اور اس حدیث کو ابن ماجہ نے بھی ذکر کیا ہے دوسری اسناد سے۔

۴۱..... امام فخر الدین رازی نے ”تفسیر کبیر“ میں فرمایا :

الاول: معنی قوله تعالى ﴿إِنِّي مُتَوَفِّيكَ﴾ ای انی معم عمروک فحينئذ تفاک فلا اترکهم حتی یقتلوک بل انا رافعک الی السماء ومقربک بملائکتی واصونک من ان یتمکنوا من قتلک وهذا تأویل حسن اقول لانه ليس فيه دلالة على الوفاة بمعنى الموت واتمام العمر وقت الرفع بل فيه اظهار ان الرفع قبل اتمام العمر وهذا لا يخفى على اولى النهی۔

۴۲..... وقد ثبت بالدلیل انه حی و ورد الخبر عن النبی ﷺ انه سینزل ویقتل الدجال ثم انه تعالیٰ یتوفاه بعد ذلك۔

۴۳..... حضرت شیخ امام اجل ابو نصر محمد بن عبدالرحمن ہمدانی نے اپنی کتاب ”سبعیات“ میں فرمایا کہ یوم السبت یعنی سنیچر کے روز سات شخصوں نے مکر کیا ہے سات شخصوں کے ساتھ۔ (۱) نوح علیہ السلام سے ان کی قوم کا مکر (۲) صالح علیہ السلام سے ان کی قوم کا مکر (۳) یوسف علیہ السلام سے ان کے بھائیوں کا مکر (۴) موسیٰ علیہ السلام سے ان کی قوم کا مکر (۵) عیسیٰ علیہ السلام سے ان کی قوم کا مکر (۶) قریش کے سرداروں کا مکر حضرت رسول اللہ ﷺ سے (۷) بنی اسرائیل کی قوم کا مکر پروردگار کے منع کرنے کے ساتھ شکار کرنے سے بروز سنیچر کے یعنی شنبہ کے روز۔

اور بیان کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی قوم کے مکر کے سبب سے پروردگار نے

بواسطہ حضرت جبریل علیہ السلام کے آسمان پر بلا لیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک شخص پر شہادت ڈالی گئی، جس کا نام اشبوع تھا۔ اور وجہ قتل کرنے کی یہ تھی کہ عیسیٰ علیہ السلام ہمدردوں کو زندہ کرتے تھے، پیاروں اندھوں جذامیوں کوڑھوں کو لنگڑوں کو بنگم پروردگار اچھا کر دیتے تھے۔ اور یہود اس کو برا جان کر اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام کی سبے قدری اور ذلت جانتے تھے اور عیسیٰ علیہ السلام کے اس معجزے کو سحر اور جادو کہتے تھے۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ان یہودیوں کی صورتیں خنزیر اور بندر کی مثل ہو گئیں۔ یہ قصہ مفصل دیکھو میری کتاب ”متغ“ کے صفحہ ۸۵ و ۸۶ میں۔

امام بدر الدین عینی نے بخاری کی شرح، جلد گیارہویں، ص ۳۷۱ میں فرمایا ”وان عیسیٰ یقتله بعد ان ينزل من السماء فيحكم بشريعة محمدیه“ یعنی دجال کی باتوں میں سے ایک یہ بات ہے کہ اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل کریں گے آسمان سے نازل ہونے کے بعد پس حکم کریں گے ساتھ شریعت محمدی ﷺ کے۔

۴۶..... ابو داؤد طیالسی نے قیامت کے علامات کا بیان کیا اور کہا کہ خانہ کعبہ کو حبشی لوگ خراب کریں گے کہ اس کے بعد آباد نہ ہوگا اور خانہ کعبہ سے خزانہ نکالیں گے اور امام جلیلی نے فرمایا کہ یہ واقعہ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہوگا۔

۴۷..... امام قرطبی نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے بعد خانہ کعبہ خراب کیا جائے گا۔ گویا کہ زمانہ عیسیٰ علیہ السلام سے مراد ان کی موت کے بعد کا زمانہ ہے۔

۴۸..... عینی بخاری، ج ۲، ص ۲۰۱ میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام گھوڑے پر جس کا نام براق ہے سوار ہو کر آسمان پر تشریف لے گئے اور اسی براق پر رسول اللہ ﷺ بھی سوار ہوئے تھے۔

۳۹..... یعنی بخاری، جلد دوم، ص ۲۰۷ میں ہے کہ شب معراج میں آسمان پر جب کہ رسول اللہ ﷺ کی انبیاء علیہم السلام سے ملاقات ہوئی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مع ان کے جسم دیکھا جیسا کہ دنیا میں زندہ رہتے تھے۔

۵۰..... ابو عمر والد دارانی نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ میری امت سے ایک قوم حق پر اس قدر لڑے گی کہ عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے آسمانوں سے۔

۵۱..... ”تفسیر روح البیان“ جلد اول، ص ۵۱۴ میں ہے وفی الحدیث ان المسيح جاء فمن لقيه فليقرئه مني السلام یعنی حدیث شریف میں ہے کہ ”فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ تحقیق عیسیٰ علیہ السلام آنے والا ہے پس تم میں سے جو کوئی ان سے ملاقات کرے تو میرا سلام ان سے کہہ دے۔“

۵۲..... ”تفسیر ابن جریر“ میں ہے: حدثنا ابن بشار حدثنا عبد الرحمن عن سفیان عن ابی حصین عن سعید بن جبیر عن ابن عباس ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ قال قبل موت عيسى ابن مريم عليهما السلام.

۵۳..... وقال العوفي عن ابن عباس ﴿لَنُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ قال ذلك.

۵۴..... قال ابو مالك في قوله ﴿إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ قال ذلك عند نزول عيسى ابن مريم لا يبقى احد من اهل الكتاب الا ليؤمنن به.

۵۵..... وقال ابن جرير حدثني يعقوب حدثنا ابن علية حدثنا ابو رجاء عن الحسن ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ قال قبل موت عيسى عليه السلام والله انه لحي الآن عند الله ولكن اذا نزل آمنوا به اجمعون.

۵۶..... وقال ابن ابی حاتم حدثنا ابی حدثنا علی بن عثمان الاحقی حدثنا

حویریہ بن بشر قال سمعت رجلا قال للحسن يا ابا سعيد قول الله عز وجل ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ﴾ قال قبل موت عيسى عليه السلام ان الله رفع اليه عيسى وهو باعته قبل يوم القيامة مقاما يؤمن به البر والفاجر..... الخ. وهكذا قال عبد الرحمن بن زيد بن اسلم.

۵۶..... خروج اور ظاہر ہونا عیسیٰ علیہ السلام کی قیامت کی علامات سے ایک بڑی علامت ہے۔ ”تفسیر درمثور میں“ ہے اخرج الفريابي وسعيد بن منصور وسدي وعبد بن حميد وابن ابی حاتم والطبرانی من طرق عن ابن عباس ؓ فی قوله تعالى ﴿وَإِنَّهُ لَعَلَّمَ لِّلسَّاعَةِ﴾ قال خروج عيسى قبل يوم القيمة.

۵۷..... واخرج عبد بن حميد عن ابی هريرة ؓ ﴿وَإِنَّهُ لَعَلَّمَ لِّلسَّاعَةِ﴾ قال خروج عيسى مكذا في الارض اربعين سنة يحيى ويعتمر.

۵۸..... واخرج عبد بن حميد وابن جرير عن مجاهد ؓ ﴿وَإِنَّهُ لَعَلَّمَ لِّلسَّاعَةِ﴾ قال آية الساعة خروج عيسى ابن مريم قبل يوم القيمة.

۵۹..... واخرج عبد بن حميد

۶۰..... وابن جرير عن حسن ؓ فی تفسیر قوله تعالى ﴿وَإِنَّهُ لَعَلَّمَ لِّلسَّاعَةِ﴾ قال نزول عيسى.

۶۱..... واخرج ابن جرير عن طرق عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما في تفسير قوله تعالى ﴿وَإِنَّهُ لَعَلَّمَ لِّلسَّاعَةِ﴾ قال نزول عيسى عليه السلام..... الخ ان سب عبارتوں میں واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ کا نشانی ہے قیامت کی۔

۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵..... امام احمد نے ابن عباس سے ابو العالیہ اور ابن مالک اور عمر مراد و قتادہ

۶۶ اور ضحاک سے سب سے عیسیٰ بن مریم کے تشریف لانے کی احادیث وارد ہیں۔

۶۷، ۶۸، ۶۹..... اور ایسا ہی عبد اللہ بن مسعود اور ابو امامہ اور عبد اللہ بن عمر و ابن العاص۔

۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲..... اور ابو شریحہ اور عائشہ صدیقہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم، جہن سے ذکر ”نزول“

اور ”قتل و جال“ اور ”آنا عیسیٰ علیہ السلام کا قبل یوم قیامت“ کے بہت واضح مذکور ہے۔ غرض کہ

عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ زمین پر آنے میں احادیث متواترہ موجود ہیں۔ سب کا ذکر کرنا

بہت مشکل امر ہے اور دیکھنے والا بھی ساری کتاب کو دیکھنے کی ہمت نہیں کرتا۔

چنانچہ امام ابن کثیر نے آخر میں فرمادیا وقد تواترت الاحادیث عن

رسول اللہ ﷺ انه اخبر بنزول عیسیٰ علیہ السلام قبل یوم القیمة اماما

عادلا..... الخ احادیث و آثار در بارہ مرفوع ہونے جسم مسیح کے اور نزول ان کے ”من

السماء“ سوائے مذکورات کے اور بھی بکثرت ہیں۔ تفسیر در منثور و ابن کثیر و ابن جریر و کنز

العمال و مسند امام احمد کو ملاحظہ کیا جائے۔ ہر ایک عورت مرد جس کو ذرا بھی فکر ایمان ہے،

جان سکتا ہے کہ ان تفاسیر و احادیث میں ”نزول“ بمعنی آنے کے ہے آسمان سے۔ کیونکہ

”نزول مسیح“ کا جو تلمزم رفع کو ہے سب میں اتفاقی ہے۔ اور لفظ بعثت اور خروج سب کا یہی

مطلب ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جو حضرت مریم کا بیٹا ہے وہی تشریف لائے گا اور وہی دجال کو قتل

کرے گا اور وہی ساری باتیں کرے گا جو اس کے متعلق ہیں۔ ان عبارتوں میں یہ تو کہیں

نہیں کہ حضرت عیسیٰ کی جگہ میں اس کا ایک ہم مثل آئے گا ملک پنجاب موضع ”قادیان“

سے۔ اگر مثیل مراد تھا تو کیوں کسی عبادت میں، کسی تفسیر، کسی حدیث میں اس کا ذکر نہ آیا؟

قادیانی لوگ قیامت تک بھی ایک آیت یا ایک حدیث اگرچہ موضوع ہو یا ایک کوئی کتاب

تفسیر یا فقہ یا اصول یا علم تصوف کی کہیں نہ دکھائیں گے کہ مراد رسول اللہ ﷺ کی عیسیٰ بن

مریم کے نزول سے مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ ہم نے اس قدر آیات و احادیث و تفاسیر

اقوال ائمہ عظام دکھائے۔ مرزائی لوگ ایک ہی دکھادیں کہ جس سے مراد عیسیٰ علیہ السلام کا ہم

مثل مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ افسوس کہ دیگر علماء سے اتنے بڑے مطالبے اور خود ایک

کتاب کے دکھانے پر قدرت نہیں۔ اگر عیسیٰ کا مثل مراد ہے تو آسمان پر اُس مکان میں

تالی علیہ السلام کس لئے چلے گئے۔ اور مرزا نے تو نہ حج کیا اور نہ عمرہ اور نہ عرب کا ملک دیکھا

اور نہ شعیب علیہ السلام کے خاندان سے شادی کی اور نہ مدینہ شریف میں رسول اللہ ﷺ کی قبر

مبارک میں اس خالی جگہ میں جا کر دفن ہوا، جس کی آرزو نبی عائشہ نے اپنے لئے کی تھی۔

مرزا کو عیسیٰ علیہ السلام کا ہم مثل اور ہم فعل ہونا درکنار، مرزا اور گل مرزائی اگر اپنے آپ کو

مسلمان بھی ثابت کر دکھائیں تو بڑی بات ہے۔

سوال: قرآن شریف کی آیت میں جو ضمیر ”وَأَنَّهُ“ کی ہے۔ اس کا مرجع قرآن شریف

ہے یعنی قرآن شریف ایک علامت ہے قیامت کی علامات ہے جیسے کہ مرزا نے ”الزائم

ابہام“ میں لکھا ہے۔ یا مرجع اس کا عیسیٰ علیہ السلام کا فعل احیاء الموتی اور ابراء الاکمرہ

والابرص یعنی مطلب یہ ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا مُردوں کو زندہ کرنا اور جذامی اور کوڑھی اور

اندھوں کو اچھا کرنا، یہ علامت ہے قیامت کی۔

جواب: قرآن کو مرجع کرنا یہ غلط ہے۔ اور صحیح یہی ہے کہ مرجع ضمیر منصوب متصل کا عیسیٰ

علیہ السلام ہی ہے کیونکہ ذکر عیسیٰ علیہ السلام کا ہے، سیاق عبارت نظم قرآن خود اس کا شاہد ہے۔

امام ابن کثیر نے خود اپنی تفسیر میں فرمادیا: بل الصحيح انه عائد علی

عیسیٰ علیہ السلام فان السياق فی ذکرہ ثم المراد بذلك نزوله قبل یوم القیامة

كما قال تبارک وتعالی ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ ای

قبل موت عیسیٰ علیہ السلام ﴿وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا﴾ اور تفسیر صحابہ اور تابعین اسی کی موید ہے۔

دوسری تائید دیکھو پروردگار کے قول پاک کی: ﴿وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ﴾ ان آیت کریمہ میں ”مِنْهُ“ کی ضمیر اور ایسا ہی ”ام ہو“ اور ”ان ہو“ اور ”انعمنا علیہ“ اور ”وجعلناه“ یہ سب ضمائر ابن مریم کی طرف ہی راجع ہیں۔ مرزا اگر ”انہ“ کی ضمیر کو قرآن کی طرف پھیرتا ہے تو یہ ضمائر بھی قرآن کی طرف راجع کرے تاکہ تحریف قرآن شریف کے مضمون کی بخوبی ہو جائے۔

صحیح مسلم کے جلد اخیر ص ۷۲ کے حاشیہ میں امام نووی شافعی المذہب تحریر فرماتے ہیں کہ ”نزدیک اہلسنت وجماعت کے بہ سبب وارد ہونے صحیح حدیثوں کے آتا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اور قتل کرنا اس کا دجال کو حق اور صحیح ہے اور شرع شریف اور عقل میں ایسی کوئی بات نہیں جس کی وجہ سے عیسیٰ علیہ السلام کا آنا باطل ہو۔ بعض معتزلہ اور جہمیہ وغیرہ گمراہ فرقوں نے انکار کیا ہے اس وجہ سے کہ قرآن شریف میں رسول اللہ ﷺ کے حق میں ”وخاصم النبیین“ آچکا ہے یعنی حضرت ﷺ سب نبیوں کے آخر ہیں۔ پس اگر عیسیٰ علیہ السلام آئیں تو رسول اللہ خاتم النبیین نہ رہیں گے، پس عیسیٰ علیہ السلام کا آنا قرآن شریف کے مخالف ہے اور اس وجہ سے بھی کہ حدیث شریف میں آیا ہے ”لانیس بعدی“ یعنی رسول اللہ فرماتے ہیں کہ ”میرے بعد کوئی نبی نہیں“۔ اور اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔

پس معتزلہ وغیرہ گمراہ فرقوں کی یہ دلیل باطل ہے کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے یہ مراد نہیں کہ وہ نبی مستقل غیر تابع ہو کر آئیں گے اور شریعت محمدیہ کو منسوخ کر دیں گے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام باوجود نبی اولوالعزم ہونے کے رسول اللہ ﷺ کی

ت پر حکم کریں گے اور جو باتیں دین اسلام کی لوگوں نے ترک کر دی ہوں گی، ان کو مانا دیں گے۔ انتہی۔ بہت تفسیروں اور حدیثوں میں ایسا مذکور ہے۔

امام شافعی کے مذہب کی دوسری معتبر کتاب ”نہایۃ الامل من رغب فی صحۃ المعیۃ والعمل“ میں شیخ محمد ابو حنیفہ الدمیاطی، ص ۱۰۸ میں فرماتے ہیں کہ دجال ایک شخص ہے کوتاہ قد، عمر رسیدہ، چمکتے دانت والا، چوڑے سینہ والا اور وہ اب موجود ہے اور انسانیت اس کا ابو یوسف ہے۔ اور بعض نے فرمایا کہ نام اس کا عبد اللہ ہے۔ قوم یہود سے یہود لوگ اس کا انتظار کرتے ہیں جیسا کہ مسلمان لوگ امام مہدی کا انتظار کرتے ہیں۔ خارج ہوگا جانب مشرق سے قریہ سرابادین یا عوازل یا اصہبان یا خراسان ایسے۔

اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ اب ایک بڑے بت خانہ میں زیر زمین ستر اور نجیر سے قید ہے اور اس پر ایک بہت زور آور مرد مقرر ہے۔ اس کے ہاتھ میں لوہے کا زنجیر ہے جب دجال حرکت کا ارادہ کرتا ہے تو وہ مرد اس کو گرز مارتا ہے۔ پس آرام کرتا ہے۔ اور اس کے آگے ایک بڑا اڑ رہا ہے اور وہ دجال کے کھانے کا ارادہ کرتا ہے۔ پس ہل سانس تک لینے میں حیران ہے۔ قیامت کے قریب ظاہر ہوگا اپنے گدھے پر سوار اور خولجہ خضر علیہ السلام کو تین بار قتل کرے گا بوجہ اس کے کہ وہ دجال کو خدا نہ مانے گا۔ اسے مکہ معظمہ و مدینہ منورہ و بیت المقدس و کوہ طور کے ہر جگہ حکمرانی کرے گا۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام بن مریم آسمان سے اترے گا اور امام مہدی اس کے ہمراہ ہو کر دجال کو قتل کریں گے اور دجال کا خون نیزہ کے اوپر لوگوں کو دکھائیں گے اور عیسیٰ علیہ السلام اپنے گدھے پر یا رسول

حق اس میں یہ ہے کہ ان سب مقاموں سے نوبت نوبت ظہور فرما رہا ہوگا۔ کما لا یخفی ولما کان اصل روح حقاً فاختلاف الروایات فی الظہور لیس بمضمر ۱۲۔

اللہ ﷺ کے براق پر سوار ہوں گے اور بہت کافر اس کی سانس کی گرمی سے ہلاک ہو جائیں گے اور عیسیٰ علیہ السلام ایک عرب کی عورت سے نکاح کریں گے شعیب علیہ السلام کے خاندان میں اور دو بیٹے ہوں گے۔ ایک کا نام احمد اور دوسرے کا موسیٰ ہوگا۔ پھر فوت ہو جائیں گے اور لوگ گمراہی اختیار کریں گے۔ یہاں تک کہ مغرب کی جانب سے سورج نکلے گا اور کسی تو یہ اس وقت قبول نہ ہوگی وهو معنی قوله تعالى: ﴿يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا..... الخ﴾ یہ بیان تفصیل وار میری کتاب ”تیغ غلام گیلانی برگر، قادیانی“ ص ۱۳۸ و ۱۳۹ میں مذکور ہے۔

اور ”مرقاۃ شرح مشکوٰۃ“ میں ہے ”ینزل عیسیٰ بن مریم الی الارض فیتزوج ویولد ویمکت خمسا واربعین سنة ثم یموت فیدفن معی فی قبور ای مقبرتی وعبر عنها بالقبر تقرب قبره فکانہما فی قبر واحد..... الخ“ ۷۶..... ابو طالب مکی نے ”قوت القلوب“ میں اور امام یافعی نے ”روض الریاحین“ میں رسول اللہ ﷺ سے حدیث لکھی ہے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میں کیسے غم کروں اس امت پر کہ جس کے اول میں، میں ہوں اور اس کے آخر میں حضرت عیسیٰ ابن مریم۔

۷۷..... اور ابولیم نے ”کتاب الفتن“ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی ایسا ذکر کیا ہے۔

۷۸..... حضرت شیخ اکبر قدس سرہ نے اپنی کتاب ”فتوحات“ کے ۳۶ باب، جلد اول میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طویل حدیث بیان کی ہے۔ جس کا ابتدائی ترجمہ اردو میں یہ ہے کہ میرے والد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا ہے کہ نعلہ انصاری کو حطوان عراق کی طرف روانہ کرو تا کہ اس کے گرد و نواح میں لوٹ مار کریں۔ پس سعد نے نعلہ انصاری کو بجماعت مجاہدین روانہ کیا۔ ان لوگوں نے وہاں

دل قیمت کا لے کر واپس آئے اور وقت مغرب کے ایک پہاڑ کے دامن میں ٹھہرے ۷۹..... ہلہ نے اذان دینی شروع کی۔ جب اللہ اکبر کہا تو پہاڑ سے آواز آئی اے نعلہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑائی کی۔ پھر نعلہ نے اشہد ان لا الہ الا اللہ کہا تو پہاڑ سے آئی کہ اے نعلہ یہ کلمہ اخلاص ہے۔

غرض ہر کلمہ اذان کے بعد جواب آتا رہا۔ بعد اس کے نعلہ نے کہا: اے آواز والے صاحب آپ کون ہیں فرشتہ یا جن یا انسان میں؟ جیسے ہم کو آواز سنائی ایسے ہم کو صورت دکھا۔ پس پہاڑ پھٹا اور ایک شخص نکلا۔ سر اس کا بڑا بچی کے برابر تھا۔ داڑھی سفید تھا اور اس کے اوپر دو کپڑے پرانے صوف کے تھے۔ اس نے السلام علیکم اور بتایا کہ میں رزیب بن برتملا وصی عیسیٰ بن مریم ہوں۔ مجھ کو عیسیٰ علیہ السلام نے اس میں ٹھہرایا ہے اور اپنے ”نزول من السماء“ تک میری درازی عمر کے لئے دعا مانی ہے۔ جب وہ اتریں گے آسمان سے خزیروں کو قتل کریں گے اور صلیب کو توڑیں گے پھر ہوں گے نصاریٰ کے اختراع سے۔ پھر حضرت محمد ﷺ کا حال دریافت کیا تو ہم نے کہا کہ حضرت محمد ﷺ تو فوت ہو چکے یہ نکلنا تاروئے کہ آنسوؤں سے داڑھی تر ہو گئی۔ دریافت کیا کہ حضرت کے بعد کون خلیفہ ہوئے؟ ہم نے کہا کہ ابوبکر۔ پھر فرمایا۔ وہ کیا ہے؟ ہم نے کہا وہ بھی فوت ہو گئے اور اب عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہیں۔ اس نے فرمایا کہ تم اللہ کی ملاقات تو مجھ کو نہ ملی۔ پس تم حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے میرا سلام کہنا اور کہو کہ اے رسول اللہ اور انصاف کر، اس واسطے کہ قیامت قریب آگئی ہے۔ پھر اس نے قیامت کی علامتیں بیان کیں اور ہم سے غائب ہو گیا۔ پس اس قصہ کو نعلہ نے سعد کی طرف اور سعد نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا۔

پھر حضرت عمرؓ نے سعد کو لکھا کہ تم اپنے ہمراہیوں کو لے کر اس پہاڑ کے پاس کرا قامت کرو اور جس وقت ان سے ملو تو میرا سلام ان سے کہو اس واسطے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعض وصیت کردہ آدمی عراق کے پہاڑوں میں رہیں۔ پس حضرت سعد چار ہزار آدمی انصار اور مہاجرین کی قوم میں سے ہمراہ لے کر پہاڑ کے پاس جا کر اترے اور برابر چالیس روز تک ہر نماز کے ساتھ اذان کہتے رہے۔ مگر پہاڑ سے کوئی جواب نہ آیا اور رزیب بن برملا سے ملاقات نہ ہوئی۔ یہ حدیث بروایت ابن عباس مروی ہے۔ اور اس سے چند امور معلوم ہوئے۔

اول عیسیٰ علیہ السلام کے وصی کا اتنے دراز زمانہ تک سوائے کھانے اور پینے کے باقی رہنا۔
دوم عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی خوشخبری دینا۔

سوم حضرت عمرؓ کے علاوہ چار ہزار صحابہ مہاجرین و انصار کا عیسیٰ علیہ السلام کے آنے اور نازل ہونے کے ساتھ ایمان رکھنا یہاں تک کہ نھلہ اور تین سو سوار کی روایت سے رزیب بن برملا کو عیسیٰ علیہ السلام کا وصی تسلیم کر کے اپنا سلام وصی عیسیٰ کی طرف بھیجا۔

۷۹..... اور یہی شیخ اکبر جلد اول ”فتوحات“ ص ۲۵۰ میں لکھتے ہیں: وفي زماننا اليوم جماعة احياء من اصحاب عيسى والياس..... الخ یعنی ہمارے زمانہ موجودہ میں ایک جماعت زندہ ہے حضرت عیسیٰ اور حضرت الیاس علیہ السلام کے اصحاب میں سے۔

۸۰..... تفسیر کبیر میں بروایت محمد بن اسحاق بروایت عبداللہ بن عباس بیان کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو پروردگار نے یہودیوں کے قتل سے بچا کر آسمان پر اٹھالیا۔

۸۱..... اسی میں ابو بکر واسطی سے ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھالیا تو شہوت اور غضب ان سے دور ہو گیا مثل فرشتوں کے۔

۸۱..... ”تفسیر خازن“ جلد اول ص ۵۰۹ میں ہے: ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي﴾ یعنی فلما دعی الی السماء فالمراد به وفاة الرفع لا الموت فذكر هذا الكلام ليدل على انه عليه الصلوة والسلام رفع بتمامه الی السماء بروحه وجسده بدل علی هذا التاویل ﴿وَمَا يَصُرُّونَكَ مِنْ شَيْءٍ﴾..... الخ پروردگار فرماتا ہے ﴿وَمَا يَصُرُّونَكَ مِنْ شَيْءٍ﴾ یعنی ”اے عیسیٰ تم کو یہودی لوگ کسی شے کا ضرر نہ دے سکتے“۔ پس مرزا جو کہتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو یہود نے سولی پر چڑھایا تھا اور اس کے ان میں زخم ہو گئے تھے اس آیت کے مخالف ہے۔

۸۲..... تفسیر ”مفتاح الغیب“ میں ہے کہ کسی محقق سے سوال ہوا کہ قرآن شریف میں عیسیٰ علیہ السلام کا زمین کی طرف اترنا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں ہے قرآن شریف میں عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ﴿وَكَهْلًا﴾ کا لفظ موجود ہے۔ ﴿تَكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا﴾ چونکہ عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں جب کہ تھے تو کھولت کی عمر کو نہیں پہنچے تھے۔ پس رول من السماء کے بعد کھولت کی عمر کو پہنچیں گے۔ چالیس برس اور کچھ اوپر تک کھولت کا زمانہ ہے۔

۸۳..... تفسیر ”روح البیان“ میں متعدد جگہوں میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام چونکہ مع اپنے جسم ناک کے آسمان پر اٹھایا گیا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام چونکہ سوائے باپ کے محض قدرت الہی سے پیدا ہوئے تھے ایسے ہی عزت اور قدرت الہی سے چلے بھی گئے۔ ﴿وَمَا قَتْلُوهُ وَمَا مَسْلُوهُ وَلَكِنْ شَبَّ لَهُمْ﴾ ﴿بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا﴾ ”روح البیان“ میں ہے ﴿وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا﴾ لا یغالب فیما یریدہ فعزة الله تعالیٰ عبارة عن کمال قدرته فان رفع عيسى علیہ السلام الی السموات وان

كان متعذرا بالنسبة الى قدرة البشر لكنه سهل بالنسبة الى قدرة الله تعالى لا يغلبه عليه احد ﴿حَكِيمًا﴾ في جميع افعال له ولما رفع الله عيسى عليه السلام كساه الريش والبسه النوم وقطعه عن شهوات المطعم والمشراب وطار مع الملائكة فهو معهم حول العرش فكان انسابا ملكيا سماويا ارضيا الخ. عيسى عليه السلام في شجوة كھانے پینے کی سلب کر کے ملائکہ کے ساتھ کر دیا گیا پس ہو گیا وہ انسی ملکی و سماوی و ارضی۔ یعنی چونکہ اصل انسان ہے تو انسی ہوا۔ اور مثل فرشتوں کے ہو گیا عدم اکل و شرب میں تو ملکی ہو گیا۔ اور چونکہ آسمانوں پر رہنے لگا تو سماوی ہو گیا۔ اور چونکہ قیامت کے قریب بھر زمین پر آئے گا لہذا ارضی بھی ہوا۔ اور جب عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے تو ولایت عامہ کا دورہ شریعت محمدیہ میں ان کے ساتھ تمام ہوگا۔ یہود اور نصاریٰ رسول اللہ ﷺ پر بوجہ تشریف آوری عیسیٰ علیہ السلام کے ایمان لائیں گے اور امام مہدی اور اصحاب کھف اس کی خدمت کریں گے۔

اور امام جلال الدین سیوطی نے ”ور منثور“ میں اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ چار انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں۔ دو آسمان میں اور یسٰی علیہ السلام اور دوزمین میں حضرت خضر علیہ السلام اور الیاس علیہ السلام اور یاقون علیہ السلام پر اور الیاس علیہ السلام کی پر معین ہیں۔ روح البیان میں نقل کیا شرح الفصوص سے اور نسائی اور ابن ابی حاتم ثابت کرتے ہیں: عن ابن عباس ان رهطا من اليهود سبوه وامر فدعا عليهم فمسحهم قرودة وخنازير فاجتمعت اليهود على قتله فاخبره الله بانہ يرفعه الى السماء ويطهره من صحبة اليهود۔ (صحيح نسائي۔ ابن ابي حاتم۔ ابن مردويه) قال ابن عباس سيدرك اناس من اهل الكتاب عيسى حين يبعث فيؤمنون

(صحیح البیان) مرزا نے بھی ”ازالۃ اوہام“ ص ۳۳۱ میں تفسیر رازی و ابن کثیر و مدارک و فتح یان کا حوالہ دیا ہے۔ اور ہم نے ان کتابوں سے بھی صعود عیسیٰ علی السماء و نزول اس کا مجسمہ العصری ثابت کر دیا۔ اب تو قادیانیوں کو ماننا ہی پڑے گا۔

قولہ: اور نزول کے لفظ سے جو حیات عیسوی پر استدلال کرتے ہیں یہ بھی بالکل بیہودہ ہے۔ کیونکہ یہ لفظ ہرگز اس پر حجت نہیں ہو سکتا ہے کما سیاتی۔ حالانکہ بعض احادیث میں جائے نزول کے لفظ بعثت اور بعض میں لفظ خروج مذکور ہے۔ اور مخالفین کے زعم فاسد کے مطابق تو مناسب مقام لفظ رجوع تھا اور وہ کسی حدیث میں مذکور نہیں ہے۔ فافہم۔ ”بدلیۃ المہجدی“ کے صفحہ سات (۷) میں یہ لکھا ہے۔

افہول: بے علمی بھی عجب بری بلا ہے۔ اور داء بلا دواء ہے ضرور لفظ نزول آسمان سے اسی علم خاکی کے ساتھ اترنے کے لئے حجت تامہ ہے۔ جب کہ اس کے ساتھ انداز و قرائن وجود ہوں جیسا کہ ان روایات و احادیث گزشتہ میں تم نے دیکھا۔ اور ذرہ قدر عقل والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ جس قدر احادیث در بارہ نزول عیسیٰ علیہ السلام ثابت ہیں، ان سے یہی مراد ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم قیامت سے ذرا اول آسمانوں سے زمین پر تشریف فرمائیں گے اور یہی مراد ہے حضرت ﷺ و اصحاب عظام و تابعین و جمیع مسلمین کی اور مخالف اس کا گمراہ بے دین ہے۔ لفظ نزول کا معنی ذو افراد ہے۔ ہر جگہ مناسب مقام کے مراد ہوگا جیسے کہ لفظ میں کا معنی آفتاب، چشمہ آب، زر، زانو، ذات، شے، آنکھ۔ جب کوئی کہے کہ میری عین میں میل اور تاریکی ہے تو اس سے ہر کوئی آنکھ ہی سمجھتا ہے دوسرے معنی کی طرف خیال نہیں جاتا۔

جب کوئی کہے کہ آسمان سے عین نے طلوع کیا۔ تو ہر کوئی اس سے آفتاب ہی

سمجھے گا۔ لفظ مسیح کا دیکھو کہ عیسیٰ علیہ السلام کو بھی بولتے ہیں اور وصال پر بھی اپنے اپنے قریب بولا جاتا ہے۔ ایسے ہی لفظ نزول کا بولنا کہ اگر مسافر سے کہا جائے کہ آپ کہاں نازل ہوئے؟ تو مراد اس سے اس کا ٹھکانا اور محل اور درشب باشی ہوتا ہے۔ اور جب کہا جائے کہ بجلی یا صقہ نازل ہوا تو مراد اس سے یہی ہوتا ہے کہ اوپر سے نیچے، عام اس سے کہ خاص آسمان سے آئی یا اس کے نیچے ابر میں سے۔ پس ایسا ہی جب کہا جاتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زمین پر نازل ہوگا یا آسمان سے زمین کی طرف نازل ہوگا تو اس سے یہی مراد متعین ہوتی ہے کہ زمین کی جانب مخالف یعنی فوق سے زمین پر آئے گا اور چونکہ نصوص واحدیت میں اس فوقیت سے مراد فوقیت آسمان دوم ظاہر ہے لہذا اس میں ابرو وغیرہ بلند مقام کا احتمال بھی نہیں ہے اور اگر عیسیٰ علیہ السلام زمین ہی پر ہوں تو ”الارض“ کا لفظ بے معنی ہو جاتا ہے۔ اور یہ مضمون تو بہت صاف ہے مگر بے علم کو کیسے اس میں مغالطے واقع ہوتے ہیں؟ اور امام حسن بصری کا تو مذہب یہی ٹھہرا کہ حضرت مسیح بحیات جسمانی زندہ ہے۔ چنانچہ اوپر ”در منشور“ سے نقل کیا گیا۔ قال الحسن قال رسول الله ﷺ لليهود ان عيسى لم يموت وانه راجع اليكم قبل يوم القيامة اور اب لفظ بعث سے بھی حسن بصری کے قول سے مسیح بن مریم کا آسمان سے اترنا بحمدہ العصری ثابت کر دیتا ہوں۔ اسی امام حسن سے کسی نے دریافت کیا کہ پروردگار کا قول ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ میں ”مَوْتِهِ“ کی ضمیر کا مرجع کون ہے؟ تو امام حسن نے فرمایا: قبل موت عيسى ان الله رفع عيسى وهو باعته قبل يوم القيامة مقاما يومن به البر والفاجر..... الخ۔ پس جب کہ باعته والی عبارت میں قبل موتہ کی تفسیر قبل موت عیسیٰ خود حسن بصری سے موجود ہے۔ تو پھر کس الحق کو حیات عیسیٰ میں شک ہوگا؟ اور لفظ بعث،

سال کے معنی میں بھی بکثرت مستعمل ہے جس کے افراد میں سے ایک نزول بھی ہے۔ وہی حدیث علی یصفہ ﷺ بعثک نعمہ ای مبعوثک الذی بعثتہ الی الخلق ای ارسلتہ وهو ای عمرو بن سعید یبعث البعوث ای یرسل الجیش ح ثم یبعث الله ملکا فیبعث الله عیسیٰ ای ینزلہ من السماء حاکم بشرعنا۔ (مجمع البحار مختصراً) بنگالی قادیانی نے اپنے زعم باطل کے سبب سے ”مجمع البحار“ سے عیسیٰ علیہ السلام کی موت ثابت کی ہے۔ ہم نے اسی کتاب سے اس کی حیات ثابت کر دی۔

اب میں لفظ ”رجوع“ بھی دکھا دیتا ہوں۔ پس کچھ ایمان و اسلام کی خواہش ہو تو دیکھ کر ایمان لاؤ اور اپنے سابق باطل اور حرام اعتقاد سے توبہ کرو اور توبہ نامہ کو چھاپ کر مشہور کرو مگر مجھ کو تو منافقانہ، کورانہ، جاہلانہ چال معلوم ہوتی ہے۔ سنو اور دیکھو امام احمد ثین علامہ سیوطی نے تفسیر ”در منشور“ میں حدیث شریف بیان کی ہے: قال رسول الله ﷺ لليهود ان عيسى لم يموت وانه راجع اليكم قبل يوم القيامة۔ یعنی حضرت ﷺ نے قوم یہود کو مخاطب کر کے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ مرا نہیں اور یہ بات محقق اور درست ہے کہ وہ لوٹنے والا ہے تمہاری طرف قیامت کے دن سے پہلے۔ اسی ”در منشور“ میں دوسری جگہ حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ سے حدیث بیان کی ہے: قال الحسن قال رسول الله ﷺ لليهود ان عيسى لم يموت وانه راجع اليكم قبل يوم القيامة۔ (تفسیر ”در منشور“ جلد دوم ص ۲۶)

اور حسن بصری ”مُتَوَفِّیک“ میں لفظ وفات کا معنی نیند یعنی اونگھ لیتے ہیں۔ ﴿يَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَرَافِعُكَ إِلَىٰ﴾ کا یہ معنی لیتے ہیں کہ ”اے عیسیٰ میں

تم کوئیند میں اپنی طرف بلائے والا ہوں۔“ پوری حدیث اس طور پر ہے: وقال ابن حاتم حدثنا احمد بن محمد بن عبد الرحمن حدثنا عبد الله بن ابي جعفر عن ابيه حدثنا الربيع بن انس عن الحسن انه قال في قوله تعالى ﴿إِنِّي مُتَوَفِّيكَ﴾ يعني وفاة المنام رفعه الله في منامه قال الحسن قال رسول الله ﷺ لليهود ان عيسى لم يموت وانه راجع اليكم قبل يوم القيمة. ابن جرير، يونس بن عبيد نے حسن بصری سے کہا کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کا زمانہ نہیں پایا، باوجود کہ آپ رسول خدا سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں حضرت علی سے روایت کرتا ہوں مگر علی کا نام بلحاظ زمانہ حجاج بن یوسف کے ترک کر دیتا ہوں اسناد سے۔ انی احدث الحديث عن علي وما تركت اسم علي في الاسناد الا لملاحظة زمان الحجاج، اور ان احادیث میں قادیانی کو گنجائش تاویل کی بھی نہیں کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے راجع ہونے سے عیسیٰ علیہ السلام کا ہم مش اور مشیل مراد لے اور یہ کہے کہ میں مثیل عیسیٰ علیہ السلام ہوں اور ان احادیث میں میرا نام نہ کر رہے۔ کیونکہ پورے طور پر ظاہر ہو رہا ہے کہ وہی عیسیٰ بن مریم ہی قبل قیامت کے دنیا میں آئیں گے۔ آسمان پر شب معراج میں قادیانی نے تو حضرت ﷺ سے بات چیت نہیں کی اور قادیانی نے تو نہیں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے دجال کا مارتا میرے پیر کیا ہے۔ تفسیر درمنثور میں ہے: عن ابن مسعود ﷺ عن النبي ﷺ قال لقبت ليلة اسرى بي ابراهيم وموسى وعيسى قال فتذكروا امر الساعة قال فردوا امرهم الي ابراهيم فقال لا علم لي بها فردوا امرهم الي عيسى فقال عيسى اما وجبتها فلا يعلم بها احد الا الله عز وجل وفيما عهد الي ربي ان الدجال خارج ومعى فضيaban... الخ۔ مرزا اور مرزائی اس کو تسلیم

میں کہ امام حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مرزا نے اپنی کتابوں میں بہت وصف کی ہے۔ تفسیر درمنثور میں ہے امام حسن فرماتے ہیں: واللہ انہ لحي الان عند اللہ تعالیٰ یعنی عیسیٰ علیہ السلام مرا نہیں قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ تحقیق وہ البتہ زندہ ہے اب اللہ تعالیٰ کے پاس۔ اور حسن بصری ایسا شخص ہے کہ اس نے ستر صحابہ جنگ بدر والوں سے ملاقات کی ہے جیسا کہ ”عوارف“ کے باب میں ہے۔

سوال: اگر کہا جائے کہ قتادہ نے کہا ہے: واللہ ماحدثنا الحسن عن بدری مشافهة۔

جواب: یونس بن عبيد نے اور ملا علی قاری نے شرح ”شرح النسخة“ میں حسن بصری کی ملاقات حضرت علی علیہ السلام سے ثابت کی ہے اور قتادہ توفیقی روایت کی بدری سے اپنی مواہبت میں بیان کرتا ہے۔ اس سے یہ نہیں نکلتا کہ کسی بدری سے ملاقات اور روایت نہ کی ہو۔ دوسرا یہ کہ قتادہ کے قول سے لفظ نفی ”حدثنا“ کی لازم آتی ہے جو اخص ہے ”سمعت“ سے۔ (کرمانی شرح معجم بخاری) اور قاعدہ منطقیہ ہے کہ سلب اخص کی مفید سلب اعم کو نہیں ہوتی چہ جائے کہ مفید ہو سلب اعم الا اعم کو یعنی ملاقات کو۔ اور حسن بصری کی روایت اور ملاقات زبیر بن العوام سے بھی ثابت ہے جن کے بدری ہونے میں کوئی شک نہیں۔

(کما فی تہذیب الکمال)

قولہ: اور عیسیٰ علیہ السلام کی عمر کی تعیین کہ بقولے تینتیس (۳۳) برس اور بقولے اسی سو تیس (۱۲۰) برس اور بقولے ایک سو پچیس (۱۲۵) برس وغیرہ ہے۔ یہ بھی ان کی وفات پر وال ہے کما لا یخفی علی اولی النہی۔

افہول: مشکوٰۃ شریف وغیرہ میں پینتالیس (۳۵) برس بھی وارد ہے۔ حضرات محدثین نے

کہ جس میں اہل کشف بھی ہیں اس طور پر تطبیق دی ہے کہ ابوداؤد کی حدیث مرفوع ابو ہریرہ سے جس میں چالیس (۴۰) سال کا ذکر ہے مراد اس سے پینتالیس (۴۵) ہیں مگر بیان کرنے میں پانچ والی کسر کو ساقط کر کے چالیس (۴۰) بیان کیا گیا ہے۔ جیسا کہ کسور کا ساقط کر دینا حساب میں شائع ہے۔ اعداد میں حساب تقریبی زیادہ ہوا کرتا ہے جیسا کہ حضرت ﷺ بعد رسالت کے مکہ معظمہ میں تیرہ (۱۳) سال تشریف فرما رہے۔ مگر کئی کتابوں میں دس (۱۰) برس لکھے ہیں تین (۳) برس کی کسر کو ساقط کر دیا گیا۔ (دیکھو امام عبدالرزاق کی ”مناویٰ کوہ“ ج ۱ ص ۱۷۲)

مطلب یہ ہوا کہ تینتیس (۳۳) سال قبل رفع آسمانی کے گزرے ہیں اور بعد نزول من السماء بارہ (۱۲) سال ہوں گے مگر بجائے بارہ (۱۲) کے سات (۷) سال کا صحیح مسلم میں ذکر ہے۔ تاکہ ظاہری حساب میں پورے چالیس (۴۰) سال رہیں۔

اور یعنی وابو نعیم نے جو کہا ہے کہ بعد نازل ہونے کے آسمان سے انیس (۱۹) سال رہیں گے تو اس حساب سے تینتیس (۳۳) قبل از رفع اور انیس (۱۹) بعد نزول مجموعہ باون (۵۲) ہوئے۔ مگر بیان میں اوپر کے بارہ (۱۲) کو ساقط کر کے پورے چالیس (۴۰) بیان کئے۔ یہ اس بناء پر کہ ابو نعیم کی انیس (۱۹) سال والی روایت کو معتبر مانا جائے۔ ورنہ تحقیق وہی ہے کہ مجموعہ پینتالیس (۴۵) ہوں گے۔ اور ابوداؤد والی حدیث جس میں چالیس (۴۰) سال مذکور ہیں اور صحیح مسلم والی جس میں سات (۷) سال ہیں ان سے ابو نعیم کی حدیث معارضہ نہیں کر سکتی لان المعارضة تقتضى المساواة واذ لیست فلیست۔ اگر ربط کا ارادہ ہو تو امام سیوطی کی ”مرقاۃ الصعود“ اور امام بیہقی کی کتاب ”البعث والنشور“ کو ملاحظہ کرو۔ باقی رہی ایک سو پچیس (۱۴۵) برس کی روایت اور

ان ہی ایک سو تیس (۱۲۰) برس کی اور ایک سو پچاس (۱۵۰) کی سو یہ شاذ غریب بعید ہیں۔ لہٰذا ابن عساکر سے روایت ہوئی۔ دیکھو ابن کثیر میں۔ جب لوگ جنت میں داخل ہوں گے تو مردوں کی عمر تینتیس (۳۳) برس کی ہوگی مثل میلاد عیسیٰ ﷺ کے قبل از رفع۔ اور سن ان کا ہوگا مثل حسن یوسف ﷺ کے۔ اور بعض کتابوں میں ہے کہ قدان کے دراز ۷۰ گے ساٹھ (۶۰) گز کے اور سینہ چوڑا ہوگا اٹھارہ (۱۸) یا بارہ (۱۲) گز کا (کمما هو مسوط فی کتب السیر والفقه)

طبرانی نے باسناد جید انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا: عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ یدخل اهل الجنة على طول آدم ﷺ ستين ذراعا بذراع الملك وعلى حسن يوسف ﷺ وعلى ميلاد عيسى ﷺ ثلث وثلثين سنة۔۔۔ الخ بدور السفر ۷۳ ۱۲۷۳ بن کثیر ص ۲۴۵ میں ہے: فانه رفع وله ثلث وثلثون سنة في الصحيح وقد ورد ذلك في حديث في صفة اهل الجنة انهم على صورة آدم ذليلا وعيسى ثلث وثلثين سنة واما ما حكاه ابن عساکر عن بعضهم انه رفع مائة وخمسون سنة فشاذ غریب بعید۔ (انہی) اور حاکم نے اسی روایت کو صحابہ کی طرف منسوب کیا ہے: قال ابن عباس ارسل الله عيسى ﷺ وهو ابن ثلث وثلثين سنة فمكث في رسالته ثلاثين شهرا ثم رفعه الله اليه۔ (تفسيرناظر ص ۵۰۴) واخرج ابن سعد واحمد في الزهد والحاكم عن سعيد بن المسيب قال رفع عيسى ابن ثلث وثلثين سنة۔ (در منثور ج ۱ ص ۳۶)

بہر صورت اگر فرض بھی کر لیں کہ ایک سو پچیس (۱۴۵) یا ایک سو پچاس (۱۵۰) برس والی وغیرہ روایات صحیح قابل حجت ہیں تو بھی ہمارے اہل اسلام کے اعتقاد کو کوئی

نقصان نہیں۔ کیونکہ ان روایات کے تفاوت سے نفس واقعہ میں کوئی شک نہیں آسکتا۔ دیکھو حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل نے جو کہ اپنے برادر ہابیل کو قتل کیا ہے اس میں کس قدر اختلاف ہے کہ کب قتل ہوا؟ اور کہاں قتل ہوا؟ اور کس چیز سے قتل کیا؟ اور کس سبب سے قتل کیا؟ اور قاتل کا نام دراصل کیا ہے؟ قابیل ہے یا کہ قین یا کہ قائن بن آدم علیہ السلام؟ ہے؟ مگر نفس قتل میں کوئی شبہ نہیں۔ رسالہ ”شیخ غلام گیلانی“ میں یہ قصہ مفصل مذکور ہے۔ ایسا ہی نزول عیسیٰ علیہ السلام بحکم خاکی میں کوئی شک نہیں ہو سکتا۔ بوجہ اختلاف روایات کے ان کی عمر میں اور پھر ہاں ہم مرزا قادیانی کو تو اس اختلاف سے کوئی فائدہ نہیں۔ کیونکہ اس کی عمر اسی (۸۰) یا پچاسی (۸۵) برس کی تھی۔ وہ تو روایات مذکورہ میں سے ایک بھی نہیں ہو سکتی۔

فتوہ: اور ائمہ دین میں سے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وفات عیسیٰ علیہ السلام کے صریحاً قائل ہیں۔ جیسا کہ ”مجمع البحار“ وغیرہ میں ہے۔ وقال مالک مات وهو ابن ثلاث وثلاثين سنة اور امام ابو حنیفہ جو آپ کے معاصر تھے اور ادنیٰ ادنیٰ مسائل میں ان کی مخالفت کی۔ مگر قول مذکور میں لب کشا نہیں ہوئے۔ اور ایسا ہی امام شافعی اور امام احمد ضعیف رحمۃ اللہ علیہما نے بھی اس پر سکوت کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چاروں اماموں کی رائے وفات عیسیٰ علیہ السلام کی ہے۔ کیونکہ سکوت معرض بیان میں بیان ہے۔ کما لا یخفی۔

اقول: وبعونہ تعالیٰ اقول مجمع البحار اور چاروں اماموں کی کتابوں سے حیات عیسیٰ علیہ السلام ثابت کر دکھاتا ہوں۔ کل امت مرحومہ کا اجماع ہے اس پر کہ عیسیٰ بن مریم بعینہ نہ بمثلہ بحسب پیشگوئی آنحضرت ﷺ کے آسمان سے ضرور اتریں گے اور یہ بات خوب ظاہر ہے کہ نزول جسمی بعینہ بغیر رفع جسمی بحالت زندگی کے ممکن نہیں لہذا بڑے زور اور یقین سے ہم کہتے ہیں کہ کل امت کا جیسے کہ نزول مذکور پر اجماع ہے ایسا ہی حیات مسیح

مذکورہ ”رفع“ پر بھی یعنی آسمان کی طرف اٹھایا جانے کے وقت مسیح کی حیات پر سب کا اتفاق یکم مقدمہ مذکورہ کہ نزول جسمی فرع ہے رفع جسمی کی۔ سو رہا یہ امر کہ قبل از رفع الی آسمان کے عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہی رہا یا کچھ دیر کے لئے مر کر بعد زندہ ہو کر آسمان پر گیا۔

سو اس میں اختلاف ہے کل صحابہ کرام اور جمہور ائمہ عظام و علمائے اہل اسلام سب کے سب ہی کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام پر قبل آسمان پر جانے کے بالکل موت وارد نہیں ملی اور جیسے کہ پہلے سے زندہ تھا ایسے ہی آسمان پر اٹھایا گیا اور یہی صحیح بھی ہے اور بعض صریحاً کا مذہب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر جانے سے ذرا قبل مر گیا تھا بعدہ زندہ کر کے آسمان پر پہنچایا گیا۔ اور بعض اہل اسلام میں سے بھی اس کے قائل ہو گئے ہیں مگر زندہ ہو کر آسمان پر چلے جانے کے بھی مقرر ہیں۔ چنانچہ تفسیر ”مفتاح الغیب“ میں ہے کہ پھر درکار نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل یہود سے بچا کر آسمان پر اٹھالیا۔ مگر وہ بے شک کہتے ہیں کہ جس دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر گئے ہیں قبل از رفع اس دن تین ساعت فوت ہوئے بعد اس کے زندہ ہو کر آسمان پر گئے۔ اور محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ فوت ہوئے سات ساعت دن میں پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر کے آسمان پر اٹھالیا۔

اور آیت ﴿يُعِصْنِي اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعْکَ اِلَیَّ﴾ میں دو طور پر معنی کیا جاتا ہے۔ ایک معنی تو ظاہری ترتیب قرآنی کا سوائے قول تقدیم و تاخیر کے اور ”مُتَوَفِّیْکَ“ کا معنی ”عمر کا پورا کرنے والا“ اور ”اوگھ دینے والا“ یعنی اے عیسیٰ میں ہی تیری عمر پوری کرنے والا ہوں اور اب تجھ کو اٹھانے والا ہوں۔ یا یہ کہ اے عیسیٰ علیہ السلام میں تجھ کو اوگھ دے کر اٹھانے والا ہوں۔ اور دوسرا معنی بقول تقدیم و تاخیر اس طور پر کہ اے عیسیٰ علیہ السلام میں تجھ کو اٹھانے والا ہوں اور پھر تم کو وفات دے دینے والا ہوں۔ یعنی بعد نزول من السماء

کے جب کہ تیری عمر پوری ہوگی اور جو کام تیرے متعلق ہیں، ہو چکیں گے۔

عبارت اس تفسیر کی یہ ہے: قَالَ اللَّهُ تَعَالَى ﴿يَعْنِي أَنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الذِّمَنِ كَفَرُوا.....﴾ الخ واختلف اهل التاويل في هاتين الايتين على طريقتين:

احدهما: اجراء الآية على ظاهره من غير تقديم ولا تاخير فيها.

والثاني: فرض التقديم والتاخير فيها اما الطريق الاول فبيان من وجوه الاول معنى قوله تعالى ﴿أَنِّي مُتَوَفِّيكَ﴾ ای انی متم عمرک فحينئذ اتوفاک فلا اترکهم حتی يقتلوك بل انا رافعک الی سمائی ومقربک بملا نکتی واصونک عن ان يتمكنوا من قتلک وهذا تاويل حسن.

اقول لانه ليس فيه دلالة على الوفاة بمعنى الموت وتمام العمر وقت الرفع بل فيه اظهار ان الرفع قبل اتمام العمر وهذا لا يخفى على اولى النهى الوجه الثاني "متوفيك" ای "مميتک" وهو مروى عن ابن عباس ؓ ومحمد بن اسحاق قالوا والمقصود ان لا يصل اعداؤه من اليهود الی قتله ثم بعد ذالک اکرمه الله بان رفعه الی السماء ثم اختلفوا فی هذا الوجه على وجهين:

احدهما: قال وهب توفي ثلاث ساعات من النهار ثم رفع ای بعد احيائه.

وقاניה: قال محمد بن اسحق وفي سبع ساعات من النهار ثم احياء الله تعالى ورفعہ الیه. پھر فرماتے ہیں کہ ﴿يَعْنِي أَنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ﴾ میں واؤ ترتیب کی مفید نہیں کہ بالترتیب ہی یہ کام ہوں بلکہ ہو جانا ان

اس کا مقصود ہے، جس کیفیت اور ماہیت سے ہوں۔ اور کب ہوں گے؟ اور کیسے ہوں گے؟ سو یہ موقوف ہے دلیل پر۔ اور ثابت ہو چکا ہے دلیل سے کہ حضرت عیسیٰ ؑ نہیں۔

اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ قریب ہے کہ اتریں گے اور قتل کریں گے

ال و پھر مارے گا اس کے بعد ان کو اللہ تعالیٰ۔ حیث قال ومن الوجوه فی تاویل

لانه ان "واو" فی قوله ﴿مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ﴾ لا تنفید الترتیب فالایة

بدل علی انه تعالیٰ يفعل به هذه الافعال فاما كيف يفعل ومنی يفعل فالامر

به موقوف علی الدلیل وقد ثبت بالدلیل انه حی و ورد الخبر عن

لسی ؑ انه سينزل ويقتل الدجال ثم انه تعالیٰ يتوفاه بعد ذالک..... الخ

اس حضرت عیسیٰ ؑ کی موت کی روایت اس طور پر ہے جو بیان ہوئی۔ اسی بنا پر امام

مالک رحمہ اللہ علیہ بھی قائل ہوئے ہیں۔ مگر امام مالک صاحب مثل حضرت وہب و حضرت محمد

بن اسحاق کے زندہ ہو کر آسمان پر جانے کے بھی ضرور معتقد ہیں۔ صحیح احادیث سے کیسے کنارہ

کر سکتے ہیں۔ ہر امام کے مذہب کی تحقیق اس کے مذہب کے علمائے محققین اور معجز کتابوں

میں معلوم ہوتی ہے۔ پس امام مالک صاحب کی مذہب کی کتابوں سے زندہ چلا جانا عیسیٰ

ؑ کا بخوبی ثابت ہے۔ اور صاحب "مجمع البحار" نے بھی امام مالک کا مذہب یہی سمجھا

ہے کہ حضرت عیسیٰ ؑ کے زندہ آسمان پر اسی جسم خاکی کے ساتھ جانے کے مقرر ہیں اسی

واسطے "مجمع البحار" میں (قال مالک مات) کے بعد لکھتے ہیں ولعله اراد رفعه علی

السماء او حقيقة ويحيى آخر الزمان لتواتر خبر النزول..... الخ. شیخ محمد طاہر

صاحب "مجمع البحار" کہتے ہیں کہ امام مالک صاحب نے "مات" سے عیسیٰ ؑ کا رفع

آسمان پر مراد لیا ہے یا موت حقیقی۔ اور آخر کے زمانے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے اس واسطے کہ اترنے کی خبر متواتر ہے۔

موت کا بمعنی آسمان پر اٹھ جانا اس مناسبت سے ہو سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر جانے سے ذرا قدر پہلے اگکھ آئی تھی جس کو نیم خوابی اور مقدمہ خواب کہتے ہیں۔ (کما بین فی مواضع عديدة) اور نیند بھائی ہے موت کی۔ عرب کا مقول مشہور ہے کہ النوم اخ الموت۔ اسی بنا پر امام مالک صاحب نے اس نیم خوابی کو موت کے قائم مقام سمجھ کر رفع عیسیٰ الی السماء کی جگہ مات عیسیٰ کہہ دیا یا حقیقت میں گئے تھے مگر بعد تھوڑی دیر کے موت کے زندہ ہو کر آسمان پر گئے اور قریب قیامت کے آنا اس کا متواتر اخبار سے ثابت ہے۔ پس امام مالک صاحب اگر لفظ مات سے موت حقیقی لینے ہوں گے تو یہی موت ہے جو کہ آسمان پر اٹھائے جانے سے قبل چند ساعت تک بعض کے قول پر عیسیٰ علیہ السلام پر وارد ہوئی ہے نہ وہ موت کہ اس وقت سے لے کر اب تک مرے ہوئے ہیں اور آسمان پر ان کی روح گئی ہے، جسم نہیں گیا۔ موت ابدی کو امام مالک صاحب کل جمہور کے خلاف اور متواتر احادیث کے برعکس کیسے قبول کر سکتے ہیں؟

اب ناظرین انصاف سے دیکھیں کہ جس مجمع البحار سے قادیانی ملا جی عیسیٰ علیہ السلام کی موت ثابت کرتا تھا اسی مجمع البحار میں عیسیٰ علیہ السلام کا اترنا آسمان سے ثبوت متواتر لکھا ہے جیسے کہ صاحب توضیح و امام سیوطی وغیرہ حضرات قائل ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے اترنے پر متواتر احادیث موجود ہیں جن سے انکار کرنے والا سخت گمراہ ہے دین ہے۔ مجمع البحار ہی کی عبارت سے معلوم ہوا کہ مسئلہ نزول کی طرح حیات مسیح پر بھی اجماع ہے۔ کل اہل اسلام اس پر متفق ہیں بلکہ نصاریٰ بھی اس میں مسلمانوں سے الگ

نہ اسماعی حیات الی ما بعد النزول وہ ہے جو مسیح کے لئے عند الرفع مانی گئی ہے اور قتل کی بات کا قول بعض علماء کا یہ اختلاف بے موقع ہے ورنہ جمہور کا مذہب بھی کالاجماع کے قیل رفع اور بعد رفع اور بعد النزول ایک ہی دراز حیات ہے اور عمل اکثر ہی کی ہے۔

حدیث شریف میں ہے ”اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شدہ شذ فی شامی“ میں متعدد جگہوں میں ہے العمل علی ما علیہ الاکثر۔ العمل علی علیہ الجمہور والقاعدة ان العمل علی قول الاکثر۔ ملا جی نے شامی کا یہی دیا ہے لہذا ہم اسی ”شامی“ سے سند لائے۔ اور سنو صاحب مجمع البحار فرماتے ہیں کہ اس کی بعض علامتوں میں سے امام مہدی ہے امام آخر زمان کا جو کہ عیسیٰ علیہ السلام کے میں ہوگا اور عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھے گا۔ اور وہ دونوں قتل کریں گے و جال کو کرے گا امام مہدی قسط ظنیہ کو اور مالک ہوگا عرب و عجم کا اور بھر دے گا زمین کو عدل و صاف سے اور پیدا ہوگا مدینہ میں اور لوگ اس سے بیعت کریں گے خانہ کعبہ کے پاس اور مقام کے درمیان میں اور وہ اس پر راضی نہ ہوگا اور قتل کرے گا مرد سفیانی کو اور اس کا پتہ لیں گے اس کے پاس بادشاہ ہند کے۔

اور بڑے بے وقوف اور نادان اور نقصان کار ہیں وہ لوگ جو کہ اپنے دین اسلام کو سمجھتے ہیں اور بے علموں کو پیشوا بناتے ہیں۔ اور جب کوئی مسافر غریب الوطن مثلاً آتا ہے کہ میں امام مہدی ہوں تو اس کو بلا تا مل تسلیم کرتے ہیں اور امام مہدی کے صفات و خواص و علامات اس میں نہیں ہوا کرتے اور وہ جاہل ہوتا ہے کلمہ کھلا۔ علوم دین و نحو وغیرہ فنون کی اس کو یونٹک نہیں ہوتی۔ کلام الہی کی تفسیر اپنے پاس سے کرتا ہے

اور اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بناتا ہے۔ اور اپنی مراد کے موافق تاویلات اور معنی کرتا ہے اور اپنے مریدوں کے لئے جو جو اعتقاد کی باتیں بتاتا ہے ان کا باطل ہونا لڑکوں پر بھی ظاہر ہے۔ اور جب امام مہدی کی شروط و علامات حدیث نبوی سے ثابت کی جاتی ہیں تو ان احادیث کو غیر صحیح کہتا ہے۔ اور جو حدیث اس کی اپنی اوصاف کے موافق ہوتی ہے اس سے دلیل لاتا ہے۔ اور جو اس سے مخالف ہو اس کو غیر صحیح کہتا ہے اور کہتا ہے کہ ایمان کی کئی میرے ہاتھ میں ہے۔ جو کوئی مجھ کو مہدی سپا مانے گا وہ مومن ہے اور جو انکار کرے گا وہ کافر ہے۔ اور اپنی بزرگی اور ولایت کو رسول اللہ ﷺ کی نبوت پر افضل جانتا ہے۔ اور حلال جانتا ہے قتل کرنا علماء کا اور لینا جزیہ کا۔ اور اس کے ساتھ دالوں کے ایک کا نام ابو بکر صدیق اور کسی کا حضرت عمر اور کسی کا حضرت عثمان اور کسی کا حضرت علی ہے۔ اور بعض کو مہاجرین اور بعض کو انصار اور عائشہ اور فاطمہ کہتے ہیں۔ اور بعض بے وقوفوں نے ملک سندھ میں ایک شخص غدار کا ذب کو عیسیٰ مقرر کر لیا۔ پس اس فقیر کی کوشش کے بعض جلاوطن کئے گئے اور قتل کئے گئے اور بعضوں نے اس اعتقاد سے توبہ کر لی..... الخ اور عبارت یہ ہے ومنہ مہدی آخر الزمان ای الذی فی زمن عیسیٰ علیہ السلام ویصلیٰ معہ ویقتلن الدجال ویفتح القسطنطنیة ویملک العرب والعجم ویملأ الارض عدلا قسطا ویولد بالمدينة ویكون بیعتہ بین الرکن والمقام کرھا علیہ ویقاتل السفیانی ویلجاء الیہ ملوک الهند مغلفین الی غیر ذالک وما اقل حباء واسخف عقلاء واجہل دنیا وديانة قوما اتخذوا دينهم لهوا ولعبا..... الخ

(ص ۶۸۰، مجمع البحار)

ناظرین انصاف سے دیکھیں کہ یہ ساری قباحت اور ملامت کی باتیں مرزا غلام

اور اس کے مریدوں پر برابر آتی ہیں۔ اسی مجمع البحار میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام سے گاہ گاہ ہماری نبی ﷺ کی شریعت پر حکم کریگا۔ وہی حدیث علی تصفہ ﷺ ملک ای مبعوثک الذی بعثہ الی الخلق ای ارسلتہ وهو ای عمرو بن بعد یبعث البعوث ای یرسل الجیش ثم یبعث اللہ ملکاً فیبعث اللہ مہدی ای ینزلہ من السماء حاکماً بامرنا. (مختصر) ہم اگر خود بخود مجمع البحار کا لالہ اس مسئلے میں دیتے تو مرزائی لوگ کبھی نہ مانتے مگر اب تو ماننا ہی ہوگا۔ کیونکہ ان کے ایک بھی یہ کتاب قابل سند ہے۔ ارے ملا جی نے تو اٹنی منہ کے بل کھائی۔ سر

مدد شود سبب خیر گر خدا خواہد خیر مایہ دکان شیشہ گر سکت

اب مالکی مذہب کی معتبر کتابوں سے حیات مسیح اور جانا ان کا آسمان پر نقل کرنا اس تا کہ مرزائیوں کا سند لانا عیسیٰ علیہ السلام کی موت پر امام مالک صاحب کے مذہب سے مکی ناپ ہو جائے۔ شیخ الاسلام انفرادی مالک نے ”فواکد دوانی“ میں تصریح کر دی ہے کہ اثر اہل قیامت سے ہے عیسیٰ علیہ السلام کا اترنا۔ اور علامہ زرقانی مالکی شرح مواہب قسطانی میں بڑی تفصیل سے لکھتے ہیں: فاذا نزل سیدنا عیسیٰ علیہ السلام فانه یحکم بشریعة سیدنا ﷺ بالهام او اطلاع علی الروح المحمدی او بما شاء اللہ من استنباط ما من الکتاب والسنة ونحو ذالک. اور اس کے بعد لکھتے ہیں: فهو علی الاوان فان خلیفة فی الامۃ المحمدیة فهو رسول ربی کریم علی حالہ لا کما ملن بعض انه یاتنی واحدا من هذه الامۃ بدون نبوة ورسالة وجہل انہما نزولان بالموت کما تقدم فکیف بمن هوحی نعم هو واحد من هذه الامۃ مع بقائه علی نبوته ورسالته..... الخ

دیکھو کیسا صاف لکھتے ہیں کہ جب عیسیٰ علیہ السلام آئے گا تو حکم کرے گا رسول اللہ ﷺ کی شریعت پر بذریعہ الہام کے کہ اس کے دل میں شریعت محمدی کے احکام ڈالے جائیں گے۔ یا رسول اللہ کی روح سے فیض حاصل کرے گا یا اپنا اجتہاد کر کے آیت اور حدیث سے مسائل نکالے گا اور امت محمدیہ میں محمد صاحب کا خلیفہ ہوگا۔ پس وہ اپنے حال پر نبی اور رسول ہوگا کیونکہ نبوت اور رسالت موت کے سبب سے زائل نہیں ہوتیں جیسے کہ پہلے گزر چکا ہے۔ پس کیسے زائل ہوں گی اس شخص سے جو کہ زندہ ہے۔ البتہ یہ بات ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام باوجود باقی رہے نبوت کے رسول اللہ ﷺ کے امتی ہوں گے۔ جس کو ایمان کی غرض ہے اس کے لئے اسی قدر مالکی مذہب کی نقل کافی ہے اور ضدی بے ایمان کو دفتر بھی کم ہے۔

مذہب شافعیہ علامہ سیوطی جو کہ باوجود علم ظاہری کے علم باطنی سے بھی شرف ہے اور مرزا غلام احمد اپنی کتابوں میں اس کا وصف و مداح ہے، ”کتاب الاعلام“ میں فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام ہمارے رسول اللہ ﷺ کی شرع کے ساتھ حکم کرے گا۔ اسی کے ساتھ حدیثیں وارد ہوئی ہیں اور اسی کے اوپر اجماع منعقد ہو چکا ہے اور یہ حکم بشرع نبی و وردت بہ الاحادیث و انعقد علیہ الاجماع۔ اسی جلال الدین سیوطی نے قیامت کے علامات میں دلایۃ الارض وغیرہ علامات کو بھی ثابت کیا ہے کہ مرزائیوں کو جن باتوں کا صاف انکار ہے۔ (دیکھو رسالہ ”تف“ ص ۴۵) اسی علامہ سیوطی نے ”درمنثور“ میں حیات مسیح الی قرب القیامت اور نزول اسکا آسمان سے بحمدہ الترابی متعدد جگہوں میں ذکر کیا ہے کما مر الخرج ابو الشیخ عن ابن عباس..... الخ اور تفصیل ص ۷۷ میں بھی ہے۔ اسی علامہ نے تفسیر درمنثور میں یہ بھی فرمایا ہے: عن ابن عباس فی قوله تعالیٰ ﴿إِنِّي

مُؤْتِنَاكَ وَرَافِعُكَ﴾ یعنی رافعک ثم متوفیک فی آخر الزمان۔ اور شیخ مقدیش علی وسطیٰ الشیخ السنوسی شافعی کی کتابوں میں جس کو ”فتاویٰ کالمیہ“ میں نقل کیا ہے بطور مال و جواب کے ہے:

سوال: عیسیٰ ابن مریم جب کہ آخر زمان میں اتریں گے تو کیا حضرت کی امت میں سے ایک آدمی کی مثل ہوں گے اور مرتبہ رسالت و نبوت سے معزول ہوں گے؟

جواب: حضرت ﷺ کی امت میں سے ایک آدمی امتی کی مثل ہوں گے اس شریعت پر پلنے میں، لیکن مرتبہ رسالت سے معزول ہونا، پس یہ ہرگز نہیں بلکہ انکا درجہ اور بھی زیادہ ہوگا پہلے سے کیونکہ رسول اللہ کے دین و شریعت کو جاری کریں گے۔ اور فتنہ و فساد جو پہلے کا موجود ہوگا دور کریں گے۔ پس عیسیٰ علیہ السلام حاکم ہوگا قرآن اور سنت کے ساتھ۔ اور اللہ تعالیٰ اس پر قرآن شریف اور احادیث نبوی کی مراد واضح اور کشوف کر دے گا۔ وہ عبارت یہ ہے: الجواب مافی حواشی شیخ مقدیش علی وسطیٰ الشیخ السنوسی وهذا نصہ قوله کواحد من امتہ یعنی یکون کواحد منهم فی المشی علی شریعۃ محمد ﷺ واما نزوله عن مرتبۃ الرسالۃ فلا بل یزیدہ اللہ تعالیٰ رفع درجات وعلو مقامات حیث احی اللہ تعالیٰ بہ هذا الدین فیکون عیسیٰ علیہ السلام حاکما بنصوص الكتاب والسنة ویکشف اللہ له الغطاء عن الممراد من احکام کتاب اللہ وسنة رسول اللہ ﷺ..... الخ اور تاج الدین سبکی شافعی نے بھی عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کا اترنا آسمانوں سے بیان کیا ہے۔ حافظ ابن حجر شافعی بھی یہی مذہب رکھتے ہیں۔ ملا علی قاری نے اپنے رسالہ ”المشرّب الوردی فی مذہب المہدی“ میں لکھا ہے: ان الحافظ ابن حجر سئل هل ينزل عیسیٰ علیہ السلام حافظا

للقرآن والسنة اویتلقاهما عن علماء ذالک الزمان فاجاب لم ینقل لم ذلک شیء صریح والذی ینبغ بمقامه علیہ السلام انه یتلقى ذلک عن رسول الله ﷺ فیحکم فی امته کما تلقاه عنه لانه فی الحقیقة خلیفة عنه۔

شافعی المذہب امام یافعی کی ”روض الریاحین“ میں ہے کہ ”کس طرح خوف کروں اس امت پر کہ اول اس کے میں ہوں اور آخر اس کے عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے۔“ یہ حدیث شریف کے ایک ٹکڑے کا ترجمہ ہے یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری امت کے اول میں ہوں اور عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان سے اتریں گے تو وہ میری امت کے آخر میں ہوں گے۔ پس جب کہ دو پیغمبروں کے درمیان یہ امت رہی تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر فضل کرے گا۔ ”مختب النفاکس“ شیخ عبدالرحمن صفوری رحمۃ اللہ علیہ میں ہے کہ خوشخبری ہے امت محمد ﷺ کو کہ دونوں جلیل الشان پیغمبروں کے درمیان میں ہے اور دونوں کو برحق نبی مانتی ہے، محمد اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو۔ امام فخر الدین رازی جو شافعی مذہب کا بڑا مقتدا، فاضل ہے تفسیر کبیر میں جا بجا تصریح کر دی کہ حضرت عیسیٰ اسی جم غصری کے ساتھ آسمان پر پہنچائے گئے ہیں اور قیامت کے قریب تک زندہ رہیں گے۔ وہ آسمان سے اتر کر دجال کو قتل کریں گے۔ ”فتح المنان“، ص ۳۴۲، جلد ۲ میں ہے: وقد تواتر الاحادیث بنزول عیسیٰ علیہ السلام جسما اوضح ذلک الشوکانی فی مؤلف مستقبل يتضمن ذکر ما ورد فی المنتظر والدجال والمسیح وغیره فی غیرہ وصحیح الطبری هذا القول. ووردت بذلک الاحادیث المتواترة. اے مرزا یونس عبارت میں احادیث متواترہ کا لفظ دیکھو اور اسلام لاؤ۔

امام نووی شافعی المذہب صحیح مسلم کی جلد اخیر، ص ۴۳ میں نمبر ۷۴۷ والی حدیث اور

بہایۃ الابل لمن رغب کی عبارت طول طویل نمبر ۷۵ والی کو ملاحظہ کرو۔ امام اجل شیخ ابو نصر محمد بن عبدالرحمن ہمدانی شافعی بھی اپنی کتاب سبعیات میں اس کے قائل ہیں کہ سنیچر یعنی شنبہ کے روز اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی قوم کے مکر سے بچا کر بواسطہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے آسمان پر بلا لیا۔ رسالہ ”متغ غلام گیلانی“ کے صفحہ ۸۵ میں دیکھو، مفصل مذکور ہے۔ غرض کہ سب شافعی مذہب والوں کا یہی مذہب ہے۔ کہاں تک نقل کرتے جائیں؟ ایماندار کو اسی قدر بس ہے۔

مذہب امام احمد بن حنبل صاحب کا اپنا اور ان کے تابعین کا بھی یہی مذہب ہے۔ خولجہ امام احمد کی حدیث نمبر ۱۲ میں ابو ہریرہ سے اور نمبر ۱۳ کی اور نمبر ۳۱ کی سفیان سے اور نمبر ۳۹ کی حدیث مسند امام احمد کی اور نمبر ۶۱ والی حدیث امام احمد کی ابن عباس سے اور امام احمد کی ”کتاب الزہد“ کو ملاحظہ کرو۔ ابن تیمیہ حرافی نے اپنے مسائل میں لکھا ہے کہ آسمانوں پر چڑھ جانا آدمی کا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ثابت ہو گیا ہے کیونکہ وہ چڑھ گئے ہیں آسمان کی طرف اور قریب ہے کہ اتریں گے زمین کی طرف۔

اور عبارت اس مقام کی یہ ہے: وصعود الآدمی بدنہ الی السماء قد ثبت فی امر المسیح عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام فانه صعد الی السماء وسوف ینزل الی الارض وهذا ما توافق النصارى علیہ المسلمین فانهم یقولون المسیح صعد الی السماء بدنہ و روحہ کما یقولہ المسلمون وکما اخبر بہ النبی ﷺ فی الاحادیث الصحیحة لکن قلیلا من النصارى یقولون انه صعد بعد ان صلب وانه قام من القبر وکثیر من الیہود یقولون انه صلب ولم یقم من قبرہ واما المسلمون وکثیر من النصارى یقولون انه لم یصلب

ولكن صعد الى السماء بلا صلب والمسلمون ومن وافقهم من النصارى يقولون انه ينزل في الارض قبل القيامة وان نزوله من اشراط الساعة كما دل على ذلك الكتاب والسنة.

تفسير كثير من امام احمد بن حنبل في رواية منقول عنه: وقال الامام احمد حدثنا هاشم بن القاسم حدثنا شيبان عن عاصم لابي النجود عن ابي رزين عن ابي يحيى مولى بن عقيل الانصارى قال قال ابن عباس رضي الله عنه لقد علمت آية من القرآن **﴿وَأَنَّهُ لَئَلَّامًا يَكُونُ فِي السَّاعَةِ﴾** قال هو خروج عيسى بن مريم عليه السلام قبل يوم القيامة مقصودا. قال الامام احمد حدثنا روح حدثنا محمد بن ابي حفصة عن الزهري عن حنظلة بن بجلي الاسلمى عن ابي هريرة ان رسول الله ﷺ قال ليهن عيسى بن مريم بفتح الروحاء بالحج والعمرة او بينهما جميعا (طريق آخر) قال للامام احمد حدثنا عفان حدثنا همام انبأنا قتادة عن عبد الرحمن عن ابي هريرة قال النبي ﷺ الانبياء اخوة العلات امهاتهم شتى ودينهم واحد والى اولى الناس بعيسى ابن مريم لانه لم يكن نبى بينى وبينه وانه نازل فاذا رايتموه فاغرفوه رجل مربوع الى الحمرة والبياض عليه ثوبان خضران كان راسه يقطر وان يصبه بلل فيدق الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويدعوا الناس الى الاسلام ويهلك الله في زمانه الملل كلها الا الاسلام ويهلك الله في زمانه المسيح الدجال ثم تقع الامانة على الارض حتى ترتع الاسود مع الابل والنحاء مع البقر والذئاب مع الغنم ويلعب الصبيان مع الحيات لاتضربهم فيمكث

اربعين ثم يتوفى ويصلى عليه المسلمون.

حديث آخر قال الامام احمد حدثنا هشيم عن العوام بن حوشب عن جبلة بن سحيم عن موثر بن غفارة عن ابن مسعود عن رسول الله ﷺ قال لقيت ليلة اسرى بنى ابراهيم وموسى عيسى عليهم السلام فتذاكروا امر الساعة فردوا امرهم الى ابراهيم فقال لا علم لي بها فردوا امر الى موسى فقال لا علم لي بها فردوا امرهم الى عيسى فقال اما وجبتها فلا يعلم بها احد الا الله وفيما عهد الى ربي عز وجل ان الدجال خارج ومعى قضبان فاذا راني ذاب كما يذوب الرصاص قال فيهلكه الله اذا راني حتى ان الحجر والشجر يقول يامسلم ان تحتى كافرا فتعال فاقتله قال فيهلكهم الله ثم ترجع الى بلادهم واوطانهم فعند ذلك يخرج ياجوج وماجوج الى اخر. رواه ابن ماجه عن محمد بن بشار عن يزيد بن هارون عن العوام بن حوشب به نحوه.

حديث آخر قال الامام احمد حدثنا يزيد بن هارون حدثنا حماد بن سلمة عن علي بن زيد عن ابي نضرة قال اتينا عثمان بن ابي العاص في يوم الجمعة يحدith طويل سے آخر میں یہ عبارت ہے وينزل عيسى بن مريم عند صلوة الفجر يقول له اميرهم يا روح الله تقدم صل فيقول هذه الامة امراء بعضهم على بعض فيتقدم اميرهم حتى اذا قضى صلواته اخذ عيسى حربة فيذهب نحو الدجال فاذا راه الدجال ذاب كما يذوب الرصاص فيضع حربته بين ثنودته فيقتله وينهزم اصحابه.

ایک اور حدیث دراز امام احمد نے ذکر کی ہے عبدالرحمن بن یزید بن جابر کے طریق سے اس میں نزول عیسیٰ علیہ السلام بحینہ نہ بمثلہ مذکور ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جو جو کام ہوں گے وہ سب بیان کئے ہیں۔

حدیث آخر قال الامام احمد اخبرنا عبد الزاق اخبرنا معمر عن الزهري بن عبد الله بن ثعلبة الانصاري عن عبد الله بن زيد الانصاري عن مجمع بن جارية قال سمعت رسول الله ﷺ يقول يقتل ابن مريم المسيح الدجال بباب لد اوالى جانب لد. رواه احمد ايضا عن سفيان بن عيينة عن حديث الليث والاوزاعي ثلاثتهم عن الزهري عن عبد الله بن عبيد الله بن ثعلبة عبدالرحمن بن يزید عن مجمع بن جارية عن رسول الله ﷺ قال يقتل عيسى ابن مريم الدجال بباب لد وكذا رواه الترمذي عن قتيبة عن ليث وقال هذا حديث صحيح. حديث آخر قال الامام احمد حدثنا سفيان عن فرات عن ابي الطفيل عن حذيفة بن اسيد الغفاري اشرف علينا رسول الله ﷺ من غرفته ونحن نذاكر الساعة فقال لا تقوم الساعة حتى تروا عشر آيات طلوع الشمس من مغربها والدخان والداية وخروج ياجوج و ماجوج ونزول عيسى بن مريم والدجال وثلاثة خسوف خسف بالمشرق وخسف بالمغرب وخسف جزيرة العرب ونار تخرج من قعر عدن سوق او تحشر الناس نبيت معهم حيث باتوا وتقيل معهم حيث قالوا رواه مسلم ايضا من روايته عبد العزيز بن رفيع.

غرض کہ حیات عیسیٰ ابن مریم اور نزول ان کا بعینہ آسمان سے احادیث متواترہ

ثابت ہے وقد تواترت الاحادیث من رسول الله ﷺ انه اخبر بنزول عیسیٰ علیہ السلام قبل يوم القيامة اماما عادلا (ابن کثیر)

اور حنفی مذہب کے سارے علمائے کرام کا یہی مذہب ہے عیسیٰ علیہ السلام زندہ مجسم ہیں آسمان پر ہیں اور قبل قیامت کے نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔ بعض لوگوں کے نام قبل اس سے مذکور ہیں اور ”رسالہ تنبیہ“ میں بھی ذکر کی ہیں۔ فقط ایک نامی ”کی عبارت ملا جی کیلئے نقل کئے دیتا ہوں کیونکہ اس نے بھی ”ہدایت المہجری“ کے ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹

یحکم بمذہب ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وان کان العلماء موجودین فی زمنہ فلا بد لہ من دلیل ولہذا قال الحافظ السیوطی رسالۃ سماھا الاعلام ما حاصلہ ان ما یقال انہ یحکم بمذہب من المذاہب الاربعۃ باطل لا اصل لہ وکیف یظن بنبی انہ یقلد مجتہدا مع ان المجتہد من احاد ہذہ الامۃ لایجوز لہ التقلید وانما یحکم بالاجتہاد او بما کان یعلمہ قبل من شریعتنا بالوحی او بما تعلمہ منها وهو فی السماء او انہ ینظر فی القرآن فیفہم منہ کما کان یفہم نبینا ﷺ۔

شامی کا ماننا بھی ناجہی پر ضروری ہے اور پھر شامی نے نقل کیا ہے امام سیوطی سے اور وہ باقرار مرزا غلام احمد فاضل ظاہری و باطنی ہے۔ اور اس کی صفت مرزا نے جابجا ”ازلۃ الاوهام“ وغیرہ میں کی ہے کما سیاتی فیما باتی اور یہی مذہب ہے امام صاحب اور امام ابو یوسف و امام محمد صاحب و امام زفر و حسن بن زیاد وغیرہ جمیع حضرات مجتہدین و مرتبین کا احناف میں سے جیسا کہ صدہا کتابوں میں موجود ہے۔ امام صاحب کی خود فقہ اکبر میں موجود ہے: وخروج الدجال ویا جوج ماجوج وطلوع الشمس من المغرب ونزول عیسیٰ ﷺ من السماء وسائر علامات یوم القیامۃ علی ماوردت بہ الاخبار الصحیحۃ حق کائن۔

دیکھو فقہ اکبر وغیرہ صدہا کتابوں میں چاروں مذہب کے امام و علماء اسی عیسیٰ بن مریم ہی کے آنے کی بشارت دے رہے ہیں۔ کسی کتاب قوی یا ضعیف میں نزول بروزی اور مثیل کا نام تک نہیں اگر سچے ہوں تو مرزائی تین سو تیرہ مل کر کسی آیت یا حدیث ضعیف ہی میں یا کسی عالم جید کے قول میں دکھادیں کہ نزول عیسیٰ بن مریم سے مراد نزول اس کے مثیل

ہو کہ غلام احمد ہے یا دوسرا کوئی۔ ہرگز قیامت تک نہ دکھاسکیں گے ہم کو مرزائیوں کا علم کلام ہے۔ علوم آلیہ میں مہارت تو درکنار ابتدائی صرف و نحو میں نوآموز ہیں: مگر خیر اٹھے گا نہ تلواریں ان سے یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں وہ لہذا اور علاوہ ان کے اور آئمہ و علمائے عظام بھی وفات عیسیٰ ﷺ کے قائل ہوئے ہیں مثلاً ابن حزم و ابن القیم وغیرہ وغیرہ کے۔

جواب: اول یہ کہ محض دروغ بے فروغ بکتے ہو بلکہ آئمہ اربعہ کے مسانید اور ایسے ہی ان۔ تقلدین کی تصانیف میں نزول مسیح مع دیگر امور کے موجود ہے۔ جس سے صاف عیسیٰ بن مریم کا اترنا آسمان سے مذکور ہے اس کے مثیل کا تو ذکر بھی کہیں نہیں اور صحابہ کرام جیسے حضرت عمر اور حضرت ابن عباس اور حضرت علی و عبداللہ بن مسعود و ابو ہریرہ و عبداللہ بن سلام و ابن اور انس اور کعب اور حضرت ابوبکر صدیق اور امام احمد اور ابن حبان اور بخاری و ترمذی و ابی الداؤد و طبرانی و عبد بن حمید و بیہقی و مصنف ابن ابی شیبہ اور جابر و ثوبان و عائشہ صدیقہ و عیسیٰ بن ابی داؤد و حاکم اور ابن جریر و ابن کثیر اور ابی حاتم و عبد الرزاق و قتادہ و شرح ازالہ و سعید بن منصور و ائحق بن بشر و ابن عساکر و ابن ماجہ و یزید و ابن مردویہ اور ابو نعیم و شیخ سیوطی و علامہ امینی اور ابن حجر عسقلانی اور قسطلانی اور شیخ اکبر صاحب فتوحات و مجدد وقت امام ربانی و سائر سلف و فیر کرام اور ابن سیرین وغیرہ کل علماء و فقہاء و اصولیین وغیرہ کا آج کے روز تک اجماع پایا آیا ہے کہ عیسیٰ ﷺ بحسدہ الاصلی لا بمثلہ آسمانوں پر اٹھائے گئے اور وہی عیسیٰ ﷺ مرفوع قبل از قیامت اتر کر یہود وغیرہ فرقیائی مصلہ و گمراہ کا منہ کالا کریں گے اور جن کے نصیب میں ایمان ہوگا ایمان لائیں اور اس پر کل امت مرحومہ کا اجماع ہے اور ابن حزم و ابن قیم کا قول یموت عیسیٰ اول تو یہ کہ ان کو اجماعی عقیدہ سے خارج نہیں کرتا

کیونکہ وہ اگرچہ بنظر ظاہر آیات ”توفی“ وفات مسیح کے قائل ہیں۔ جیسا حاشیہ جلالین میں ہے وتمسک ابن حزم بظاہر الآیة وقال بموته مگر لم یلاحظ ﴿نَبَلٌ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَیْهِ﴾ اور ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ اور احادیث نزول کے پھر عند الرفع حیات مسیح کے بالضرور قائل ہیں کیونکہ در صورت تسلیم ”احادیث نزول“ با تاویل بغیر اس کے کہ مسیح کو عند الرفع زندہ جانا جائے کوئی چارہ نہیں، ہاں در صورت انکار احادیث نزول یا عدم فہم معنی آیت ﴿نَبَلٌ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَیْهِ﴾ ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ﴾ کے بے شک عقیدہ اجماعیہ کے برخلاف ہو سکتے ہیں۔

لہذا جب تک مخالف ہمارا بہ نسبت ان دونوں عالموں کے ”احادیث نزول“ کا انکار اپنی طرح قول بالبروز یا تصریح بر رفع روحانی متعلق آیت ﴿نَبَلٌ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَیْهِ﴾ کے ثابت کرے تب تک اقوال مذکورہ سے تمسک اس کو مفید نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ہمارے پاس دلائل موجود ہیں جو کہ قائلین موت مسیح کو قبل از رفع مشکل ابن حزم اور ابن قیم کے اجماع سے خارج نہیں ہونے دیتیں، دیکھو انہی لوگوں کی کتابوں کو اور ان کے استادوں اور شاگردوں کی کتابوں کو کہ سب کے سب ”نزول من السماء“ کے قائل ہیں اُس عیسیٰ بن مریم کے نہ کہ اس کے مثیل کے۔ اور دوم یہ کہ ابن حزم اگر حیات عند الرفع کا قائل نہ بھی ہو تب بھی کوئی ضرر نہیں اس واسطے کہ ابن حزم فاسد العقیدہ بد مذہب ہے اکثر علماء نے اس پر فتویٰ کفر کا دیا ہے وہ اس کا قائل ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی شان پاک میں کسی قسم کی بے ادبی کرنے والا کافر نہیں ہوتا۔ حالانکہ اس کے کفر پر کل امت کا اجماع ہے سوائے ابن حزم کے۔

در مختار وغیرہ میں ہے کہ جو کوئی شخص حضرت کی شان میں بے ادبی کرنے والے کے کفر میں شک کرے وہ کافر ہے ”من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر“۔ اسی

مذہب امام الحرم فاسد العزم نے کتاب ”السلل والخلل“ میں لکھا ہے کہ ”پروردگار اپنا بیٹا پیدا کر سکتے تو وہ عاجز ہو جائے گا“۔ اور اپنے مذہب باطل کی ترویج کیلئے ”صحیح“ کی مسند حدیث کو رد کر کے موضوع کہہ دیا۔ دیکھو ”الطالب الولیہ“ سیدنا عبد الغنی ابن ابی اور ابن حجر کی ”کف الرناع“ اور نووی شرح مسلم کو۔ پس ابن حزم کا تو یہ حال ہے کہ بت ہی باتوں میں اجماع کے خلاف کیا اور الگ راہ چلا۔ تیسرا یہ کہ مرزا ابن حزم سے تو لایا ہے مگر اس کے مذہب پر بھی قرار نہیں پکڑتا۔ کیونکہ ابن حزم نے خود معراج کی حدیث بیان کی ہے۔ جس میں کی دہشتی نمازوں کی واقع ہے۔ (بخاری ص ۴۷۱) حالانکہ مرزا مرزائی اس حدیث کی موضوع کہتے ہیں یہاں ابن حزم کو بھی رخصت کر گئے۔ اور ابن حزم کا حنبلی ہے اس کے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہی مذہب ہے کہ عیسیٰ ﷺ زندہ ہیں کما مر۔

اور ابن قیم کا اپنا مذہب خاص بھی یہی ہے کہ بعد چند ساعت کی موت کے زندہ ”مرفوع علی السماء“ ہو گیا۔ جن جن فضلاء ہندو پنجاب نے مرزا کا رد لکھا انہوں نے ابن قیم کا یہی مذہب بیان کیا ہے جیسا کہ ”حجة الله البالغة“ میں بھی ہے۔ خود ابن قیم کے استاد ابن تیمیہ کا بھی یہی مذہب ہے کہ عیسیٰ بن مریم زندہ آسمان پر ہے اور پھر وہی بعینہ لا بمثلہ آئیں گے کما مر۔ ابن قیم اس قدر بڑا آدمی نہیں جو کہ اپنے نام سے ایسے اعتقادی مسئلہ میں مخالف ہو سکے اور بصورت مخالف ہونے کے بمقابلہ اس استاد ابن تیمیہ اور صاحب مذہب امام احمد کے اس کا قول غیر معتبر ہے اور ابن قیم بھی مسائل میں خلاف اجماع امت مرحومہ چلتا ہے مثل اپنے استاد ابن تیمیہ کے۔ چنانچہ اعتقادات سے بعض باتیں یہ ہیں خدا بر عرش نشستہ و بر کرسی پائے

نہادہ و کرسی ازاں آواز می کند، و طلاق حائض واقع نمی گردد۔
قوله: ص ۹ فی الواقع دجال ایک گروہ کا نام ہے قرآن و حدیث میں بھی اس کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے چنانچہ ”سورة المؤمن، رکوع ۶، میں ہے ﴿لَخَلْقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ﴾ ”فتح الباری“ میں ہے: وقد وقع فی تفسیر البغوی ان الدجال المذكور فی القرآن فی قوله تعالیٰ ﴿لَخَلْقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ﴾ ان المراد بالناس هنا الدجال پس قرآن کریم میں یہ لفظ ”ناس“ سے ”دجال“ مراد لیا گیا ہے یعنی ”دجال“ کی لفظ ”ناس“ کے ساتھ تعبیر کی گئی ہے یہ وال ہے اس پر کہ دجال فی الواقع شخص واحد نہیں ہے بلکہ ذوا افراد ہے۔ کیونکہ لفظ ”ناس“ بھی ذوا افراد ہے کہ معنی اس کے مطلق آدمی کے ہیں اور حدیث میں بھی اشارہ ”دجال“ کے جمع ہونے کے طرف پایا جاتا ہے۔ چنانچہ کنز العمال، جلد ۷، صفحہ ۷۴ میں ہے ”یخرج فی آخر الزمان دجال یختلون الدنیا بالدين“ (الحديث) کیونکہ اس حدیث میں ”دجال“ کیلئے فعل جمع جو لفظ ”یختلون“ ہے، لایا گیا ہے۔

الجواب: اول اہل سنت و جماعت خود قائل ہیں کہ دجال معنی دُخنی بھی ہے جو کہ بہت سے شریروں و فسادوں پر صادق آتا ہے اس سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ دجال کوئی اور شخص واحد نہیں ہے۔ لفظ کے ذوا افراد ہونے سے اس امر کی نفی نہیں ہوتی کہ وہ دوسرے لحاظ سے کسی شخص خاص کا علم ہو کہ دجال نام شخص بھی ہے اور وصف بھی ہے۔ اگر دجال سے مراد فساد و شریر اور بے دین لوگ ہیں تو چاہیے تھا کہ وہ لوگ مکہ معظمہ و مدینہ منورہ و بیت المقدس و کوہ طور میں داخل نہ ہوتے۔ کیونکہ احادیث میں دجال کے داخل ہونے کی ان جگہوں میں نفی آچکی ہے پس جب کہ شریر لوگ ان جگہوں میں ہر زمانے میں بکثرت رہتے

تو معلوم ہوا کہ دجال شخصی ان سے مراد نہیں اور وہی احادیث میں مراد ہے یعنی دجال اس جو سب دجالوں کا پیشوا اور شخص خاص ہے ان مقاموں میں داخل ہوگا اور اسی کو عیسیٰ قتل کریں گے اور اس آیت میں ”ناس“ بمعنی دجال ایک صفت عامہ فلا فائدة للمستدل ولا ضرر لنا۔ خود ہی ملا جی نے ”ہدایۃ المہتدی“ میں لکھا ہے بحوالہ صراح، مال نام مسیح کذاب و گروہ بزرگ دجالہ مثلاً۔

ملا جی کا حافظہ اپنے پیر کے حافظہ کی طرح کھما ہے۔ اپنی کتاب میں بھی اس کو یاد ہوا کہ دجال ایک شخص کا نام بھی ہے۔ دجال کے بارے میں جو احادیث میں سے ”کنز العمال“ کا حوالہ قادیانی کو کچھ مفید نہیں کیونکہ وہ خود کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام اسی جسم نبی کے ساتھ آسمان پر گیا ہے اور قریب قیامت کے اترے گا دیکھو ”کنز العمال“ کو۔ صفحہ ۷۴ میں لکھتا ہے: اور بہت حدیثوں میں جو دجال کو شخص واحد سے تعبیر کی گئی ہے یہ اس بار سے کہ اس گروہ کا سردار اور افسر شخص واحد ہوگا۔ اب اس عبارت میں بھی صاف اقرار ہوا کہ دجال شخص واحد ہے شرارتیوں کے گروہ کا سردار۔ پس ملا جی نے بعینہ ہمارا دعویٰ مان

حضرت مغیرہ بن شعبہ صحابی کہتے ہیں کہ کسی نے دجال کے بارے میں مجھ سے پوچھا کہ ”خضرؑ سے سوال نہیں کیا اور آپ نے مجھ کو فرمایا کہ ”تجھ کو ضرر نہ دے گا۔ میں عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں اس کے ساتھ روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی نہر ہوگی فرمایا حضرت ۔ یہ حدیث بخاری و مسلم وغیرہ میں آچکی ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ ام میں دجال کا چرچا بہت تھا جیسا کہ حدیث کے کلمے ”انہم یقولون“ سے معلوم ہوتا اگر دجال سے مراد شرارتی لوگ تھے تو اس کی اس قدر توضیح اور بار بار دریافت کی کیا

ضرورت تھی؟ شرارتیوں کو تو خود ہر کوئی جانتا ہے اور یہ ہرزمانے میں بکثرت ہوتے ہیں۔
عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے لوگوں میں کھڑے ہو کر باری تعالیٰ کی
کبھی پھر ذکر کیا دجال کو اور فرمایا: سب انبیاء علیہم السلام نے اپنی اپنی قوم کو دجال سے ڈرایا،
نوح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو خوف دلایا لیکن میں تم کو اس کے بارے میں ایسی بات کہ
گجو کسی نبی نے نہیں کہی، جان لو کہ وہ دجال کا نا ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے۔
(بخاری و مسلم)

زاد را بات رسول اللہ نے صحابہ کرام کو تعلیم فرمادی تھی تو اگر ”دجال“ کے
میں اور ”نزول عیسیٰ“ میں کچھ اور بھی مطلب تھا جو ظاہر عبارت کے مخالف ہے تو ضرور
بیان فرماتے پس جب کہ بیان نہ فرمایا تو معلوم ہو کہ جس دجال میں نزاع ہے وہ دجال
ہے جس کو عیسیٰ علیہ السلام قتل کریں گے اور نزول عیسیٰ سے مراد نزول اسی
بن مریم کا ہے نہ نزول برودی یعنی نزول اس کے کسی ہم مثل کا۔ باری تعالیٰ فرماتا ہے
﴿إِنَّهُ هُوَ الْوَحْيُ يُوحِي﴾ وقال الله تعالى ﴿قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ
مُبِينٌ﴾ ﴿يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ﴾ صحیح بخاری میں
اتیتکم بیضاء نقیة یعنی میں تمہارے پاس سفید اور صاف شریعت لایا ہوں۔

صحیح مسلم میں ہے ان بعض المشرکین قالوا المسلمان لقد علمکم
نمیکم کل شیء حتی الخرافة قال اجل وقال ﷺ ترکتکم علی البیضاء لبلہ
کنہارھا لا یزبغ عنہا بعدی الا ہالک وقال ماترکت من شیء یقر بکم المر
الجنة الا وقد حدثتکم بہ ولا من شیء یبعدکم عن النار الا وقد حدثتکم
عنه یعنی بعض کافروں نے مسلمان سے کہا کہ تمہارے نبی نے تم کو سب کچھ سکھایا۔ یہاں

کہ بول و براز کا طریقہ بھی۔ مسلمان نے کہا کہ ہاں۔ حضرت نے فرمایا ہے کہ شریعت کو
ما صاف تمہارے پاس میں نے چھوڑا ہے کہ اس کی رات مثل اس کے دن کے سفید ہے
اس سے کوئی کج رو نہ ہوگا مگر ہلاک ہونے والا اور جو چیز کہ تم کو جنت کی طرف قریب کرے
اور دوزخ سے دور کرے وہ میں نے نہیں چھوڑی مگر بیان کر دی ہے۔ ہاں مکاشفہ اجمالی
الاجمال میں بعض لوگوں کو دھوکہ لگ جاتا ہے۔

اس کی تفصیل سنو کہ جو مکاشفہ اجمالی ہوتا ہے وہ تعبیر و تفسیر طلب ہوا کرتا ہے یعنی
پہلے بیان کی تفسیر دوبارہ ہو جایا کرتی ہے اور جو مکاشفہ تفصیلی ہوتا ہے اس میں پھر تفسیر اور تعبیر
کی ضرورت نہیں رہتی۔ حضرت ﷺ نے جو کہ مرض و با کو بصورت عورت گردا گرد مدینہ
نورہ کے پھرتے دیکھا تھا یہ مکاشفہ اجمالی تھا کہ دیکھا تھا کچھ اور ظہور میں آیا کچھ اور۔ پس
مرزا اس اجمالی مکاشفہ پر کل مکاشفات تفصیلیہ کو قیاس کر کے تاویل کرتا جاتا ہے اور یہ
باطل ہے اور بعض جگہ امر مستبعد عقلی کو جیسے صعود علی السماء اور حیاة علی السماء
اور اختیارات دجال کو محال عقلی سمجھ کر انکار کر جاتا ہے۔ حالانکہ مستبعد عقلی و محال عقلی میں دن
ات کا فرق ہے۔ نبی کی تعبیر میں بقاء علی الخطاء ناممکن ہے کیونکہ یہ امر نبی کی عصمت کو باطل
مردیتا ہے۔ اب سمجھ لو کہ ”احادیث نزول عیسیٰ علیہ السلام“ خروج دجال و مہدی مکاشفات
تفصیلیہ“ میں سے ہیں جیسا کہ بارہا ثابت ہو چکا ہے بناء علی هذا۔

اگر احادیث نزول عیسیٰ علیہ السلام و خروج دجال مکاشفات اجمالیہ سے ہوں تو
ماری عمر باقی رہنا غلط بیانی اور ”خطاء فی التعبير“ پر معاذ اللہ آپ کی عصمت کو سخت مضر
دکا پس ضروری ہے کہ مکاشفات تفصیلیہ میں ذرا قدر فرق بھی نہ آئے گا۔ حضور کی پیشین
گوئیاں جو اذقیل مکاشفات تفصیلیہ کے ہیں ان کو کتب صحاح و سیر سے اگر ملاحظہ کیا جائے

تو ہو بہو بالکل جیسے حضرت فرما گئے ایسے ہی واقع ہو چکیں ہیں اس میں ہر مسلمان کو ہم پہنچائی اور حضرت کے فرمودہ پر بہت سخت تصدیق چاہیے ورنہ ایمان کا ایک رکن بلکہ کل ایمان جانا رہے گا۔ ہم اہل اسلام تو ایمان رکھتے ہیں اس پر کہ جو کچھ رسول اللہ نے قرآن سے سہما اور بیان فرمایا اور ہمارے تک براہ اعتبار و امانت پہنچ گیا اس کو ایسے ہی ہونا ہوگا۔ اس میں سر موٹگی تفاوت نہ ہوگا۔ ہم اپنی گندی تاویلوں سے باز رہیں گے۔ جو اس وقت سے لے کر آج کے روز تک کل امت مرحومہ کا اعتقاد ہے وہی ہمارا ہے۔ ساری امت کو غلطی پر کہنے والا پختہ گمراہ ہے۔ (دیکھو حاشی شرح عثمان)

اب رسول اللہ ﷺ کی چند پیشگوئیاں تحریر کرتا ہوں۔ ام حرام صحابیہ روایت کرتی ہے کہ آنحضرت قیلولہ سے بیدار ہوئے حالت تبسم میں، میں نے تبسم کا باعث عرض کیا تو فرمایا کہ میں متعجب ہوں اپنی امت کے ایک گروہ سے جو بادشاہوں کی طرح تختوں پر سوار ہوں گے۔ میں نے عرض کی کہ یا حضرت دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو ان لوگوں سے کرے حضرت نے فرمایا تو انہیں میں سے ہے۔ (بخاری) اور اس کا ظہور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں بوقت فتح ہونے جزیرہ قبرس کے ہوا۔ ان ایام میں ام حرام عبادہ بن صامت کے نکاح میں تھیں۔ ام حرام کہتی ہیں کہ میں نے رسول خدا سے سنا کہ فرماتے تھے کہ میری امت سے ایک لشکر دریا کا جنگ کریگا اور ان سے جنت میں داخل ہونے کا عمل صادر ہوگا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ میں بھی ان میں سے ہوں تو حضرت نے فرمایا تو ان میں سے ہے بعدہ آپ نے فرمایا میری امت سے ایک لشکر قیصر کے شہر کا جنگ کریں گے اور وہ بخشے جائیں گے میں نے عرض کی میں ان میں سے ہوں یا رسول اللہ تو حضور نے فرمایا نہ۔ (بخاری)

عن عمیر بن الاسود الحسنی حضرت عثمان کے حق میں رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا کہ کہ فلاں فتنہ میں بحالت مظلومی قتل کیا جائے گا۔ (ترمذی)
حضرت نے عثمان رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ تو سورہ بقرہ کے پڑھتے ہوئے قتل کیا جائے گا اور تیرے خون کا قطرہ اس آیت پر پڑے گا ﴿فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ (حاکم)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں میرے ساتھ عہد کیا آنحضرت ﷺ نے کہ جب تک تو امیر نہ بنایا جائے گا وفات نہ پائے گا اور پھر رنگیں کی جائے گی ریش سر کے خون سے۔ (احمد)

امام حسن کی شہادت اور امام حسین کے قتل سے خبر دی اور واقعہ حرہ اور خروج عبداللہ بن زبیر اور خروج بنی مروان سے اور خلافت عباسیہ سے اور واقعہ مہرواں سے خبر دی اور وہ حدیث متواتر ہے۔ اور علی رضی اللہ عنہ اس واقعہ میں بروقت معائنہ پیشین گوئی آنحضرت ﷺ کے بعینہ بغیر تفاوت سر جوئی کے فرماتے تھے کہ صدق رسول اللہ ﷺ صدق رسول اللہ ﷺ۔ (احمد)

اور خبر دی حضرت نے ترکوں کی بادشاہی سے طبرانی والو نعیم، ابن مسعود، اور ہذا کو خان کے واقعہ سے خبر فرمائی۔ (خصائص)

اور فرمایا حضرت ﷺ نے سراقہ بن مالک کو جو ایک اعرابی تھا اس کے دونوں بازو کو ملا حفظ فرما کہ گویا دیکھ رہا ہوں میں جو تو نے کنگن کسریٰ کے اور کمر بند اس کا اور تاج اس کا پہنے ہیں۔ امیر المومنین حضرت عمر کی خلافت میں ایسا ہی وقوع میں آیا۔

اور ایک یہودی کو فرمایا حضرت نے جو کہ بنو ابی الحقیق سے تھا کہ کیسا حال ہوگا تیرا جب کہ تو نکالا جائے گا خیبر سے؟ پھر اس کو عمر رضی اللہ عنہ نے نکال دیا تھا حذیفہ کہتے ہیں کہ قسم

ہے اللہ تعالیٰ جل شانہ کی کہ رسول اللہ ﷺ نے سب مفاسد کے پیشواؤں سے دنیا کے تمام ہونے تک خبر دی ہے اور پہنچتا ہے عدد ان کا جو ساتھ اس کے ہوں گے سو سے زائد کو، ان کے نام اور ان کے باپ کے نام اور ان کے قبیلہ کے نام سے بھی خبر دی ہے۔ (جنت اللہ اہل)

اب غور کرو کہ ان لوگوں سے اور ان کے سوا کے صد ہا پیشین گوئیاں ہیں جو مکاشفات تفصیلیہ کی قسم سے ہیں خاص یہی زمان و مکان واسامی مراد ہیں جو جو احادیث میں مذکور ہیں بعینہ نہ ان کے ہم صورت اور مثیل۔ پس حضرت عیسیٰ خبر میں اس کا مثیل کہاں سے آگیا ہے۔

ع سبے حیا باش و ہر چہ خواہی گو

خلافت عثمانیہ اگر چہ عالم مثال میں برنگ قمیص نظر آئی مگر عثمان رضی اللہ عنہ وہی عثمان ہیں نہ کوئی دوسرا مثیل ان کا۔ غرض کہ مکاشفات تفصیلیہ میں جو لوگ بتید اپنے اسماء کے مذکور ہیں کوئی تاویل طلب نہیں گو کہ بعض فقرات ماسواء اسماء کے جو در رنگ استعارہ ہیں اور ارادہ معنی حقیقی وہاں پر مستعذر ہے تعبیر طلب ہیں اور وقوع تاویل بعض فقرات کلام میں موجب تاویل کل کلام کا نہیں ہو سکتا بلکہ یہ منوط بہ عذر حقیقت ہے۔ لفظ یختلون الدنیا بالدین کے جمع ہونے سے دجال کے ذوا افراد ہونے پر دلیل پکڑنی ایسی باطل ہے جیسے کہ مولوی امروہی نے دلیل پکڑی ہے۔ اس نے اپنی ”کتاب شمس بازغہ“ کے ص ۵۳ میں لکھا ہے کہ لسان العرب میں لکھا ہے: وقیل لانه یغطی الارض بکثرة جموعه۔

اقول: مولوی امروہی کی یہ بے فکری ہے کہ ”لانہ“ کی ضمیر کو خیال نہ کیا جس سے دجال واحد شخص مراد ہے اور اس کے ساتھ جماعات کے ہونے کا ہم کب انکار کرتے ہیں؟

قولہ: صفحہ ۱۰ میں حالانکہ خروج دجال کو متشابہات میں سے شمار کیا گیا ہے جن کا علم خبر

باری تعالیٰ کے دوسرے کو نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ تفسیر ”معالم التنزیل“ میں محی السنہ امام بغوی کے ہے والمتشابه ما استأثر اللہ تعالیٰ بعلمه لا سبیل لاحد الی علمه نحو الخبر عن اشراط الساعة وخروج الدجال اور امام جلال الدین سیوطی نے بھی ”التقان فی علوم القرآن“ میں ایسا ہی لکھا ہے۔ حیث قال والمتشابه ما استأثر اللہ بعلمه کقیام الساعة وخروج الدجال۔

اقول: ان عبارتوں سے قادیانی بنگالی کو کوئی فائدہ نہیں کیونکہ مراد ان سے یہ ہوا کہ قیام قیامت اور خروج دجال کا بعینہ کون سے برس، کون سے مہینے، کون سے دن میں ہوگا؟ یہ امر متشابہات اور مغیبات سے ہے اور یہ مطلب ہرگز نہیں کہ نفس خروج دجال اور نفس قیام قیامت متشابہات میں سے ہے۔ یعنی یہ مطلب کہ معلوم نہیں کہ قیام قیامت کیا چیز ہے اگر یہ مطلب لیا جائے تو قیام قیامت یعنی قیامت کے آنے سے انکار ہوا۔ حالانکہ آیات و احادیث و اجماع امت و قیاس جمیع امامان دین اور اعتقاد کل مؤمنین کے مخالف ہے اور صاف کفر ہے۔ امام جلال الدین سیوطی کی تفسیر اور منشور کی عبارت کو دیکھو جو ہم نے اس سے قبل لکھ دی ہے کہ کیسا صاف صاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آنا بیان کرتے ہیں اور دجال کا خروج اور عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے اس کا مرنا بھی ذکر کیا ہے۔ حیث قال ان الدجال خارج ومعنی قضیبان۔ اور ایسا ہی ”تفسیر اتقان“ میں ہے مگر اندھوں کو آفتاب جہاں تاب سے کیا فائدہ ہے؟

اور اسی علامہ نے اسی در منشور میں بھی فرمایا کہ شب معراج میں رسول اللہ ﷺ نے ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام سے ملاقات کی پس قیامت کا ذکر کیا سب نے ابراہیم علیہ السلام کی طرف اس ذکر کو رد کیا انہوں نے فرمایا کہ مجھ کو علم نہیں پھر عیسیٰ علیہ السلام کی طرف

رو کیا تو انہوں نے کہا کہ وقوع قیامت کو سوائے اللہ تعالیٰ کے دوسرا کوئی نہیں جانتا۔ فقال عیسیٰ وجبتہا فلا یعلم بہا احد الا اللہ عزوجل وفيما عہد الی ربی ان الدجال خارج ومعنی قضیبان اس عبارت میں ”وجبتہا“ کا معنی ”وقوعہا“ ہے۔ مراد اس سے بھی نفی تعین یوم بالخصوص کی ہے جیسا کہ آیات صریحہ میں موجود ہے اور خود مشکوٰۃ وغیرہ صحاح کی کتب میں بکثرت وارد ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے آکر رسول اللہ سے عرض کیا۔ متی الساعة قیامت کب ہوگی؟ رسول اللہ نے جواب دیا جس کا مطلب یہ ہے کہ مجھ کو نہیں معلوم۔

پس اس سے مراد بھی بالخصوص تعین یوم وزمان کی نفی ہے اگر یہ مطلب نہ ہو جو میں اور جملہ اہل اسلام کہتے ہیں تو کل احادیث و کتب آئمہ دین اور خود امام سیوطی کی تصانیف میں ایسے تدافع اور تعارض اور تناقض ہوں گے کہ کسی مجنون کے کلام میں بھی نہ ہوں گے کیونکہ کسی جگہ عیسیٰ علیہ السلام کا آنا اور دجال کو قتل کرنا اور قیامت کا آنا بیان کیا اور کسی جگہ ان کو تشابہات سے کہہ کر انکا انکار ثابت کر دیا نعوذ باللہ منہما۔ ہم کل مسلمان اہل سنت و جماعت بلکہ شیعہ و رافضی دوہابی بھی ایمان تفصیلی میں ”آمنت باللہ و ملائکتہ و کتبہ و رسلہ والیوم الآخر“ پڑھتے ہیں مگر قادیانی لوگ ”والیوم الآخر“ سے منکر ہیں اسی واسطے بنفس قیام قیامت کو تشابہات سے کہتے ہیں۔ مرزا نے خود ناسل ”ازالۃ الاحوام“ کے صفحہ دوم میں لکھا ہے میں ایک مسلمان ہوں آمنت باللہ و ملائکتہ و کتبہ و رسلہ و بعث بعد الموت۔ بالفاظ استغفر اللہ بے علموں کو کیسا سخت مغالطہ واقعہ ہوا کہ جس کے سبب سے آیات و بیانات و ہزار ہا احادیث سے انکار کرنا پڑا۔

اور ایسا ہی حال ہے تفسیر معالم التنزیل کا اور امام بغوی کا اعتقاد عیسیٰ علیہ السلام کے

بارے میں اہل سنت و جماعت کی مثل ہے اس سے سند لانی مرزائیوں کو سخت مضرب ہے اس نے تو ابو شریح انصاری سے ”دابة الارض“ کے نکلنے کا قصہ مفصل بیان کیا ہے حالانکہ مرزا ”دابة الارض“ سے منکر ہے اور کہتا ہے کہ ”دابة الارض“ کوئی خاص جانور نہیں بلکہ اس زمانہ کے علماء ہوں گے جو آسمانی قوت اپنے میں نہیں رکھتے آخری زمانہ میں ان کی کثرت ہوگی۔ تفسیر معالم التنزیل اور تفسیر عزیزی اور تفسیر مظہری و ابن کثیر فتح البیان تو خود موجود ہے کہ جبرائیل علیہ السلام ہر وقت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ موجود رہتا تھا یہاں تک کہ ان کے ساتھ آسمان کی طرف چلا گیا۔ و هذه عبارتہم کان معہ لازما فی جمیع الاحوال حتی رفع مع عیسیٰ علیہ السلام الی السماء۔

قوله: کیونکہ اگر واقعی اسی صورت پر دجال معبود ظاہر ہو جائے تو العیاذ باللہ قرآن وحدیث کا باطل ہونا لازم آئے گا اس لئے کہ ”ام القرآن“ یعنی سورہ فاتحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی مفسد و مخرب دین قوم یہود و نصاریٰ سے باہر نہیں ہوگا کیونکہ اگر ہوتا تو ضرور ام القرآن میں اس کی طرف اشارہ ہوتا ورنہ ام القرآن کا مرتبہ گھٹنا جاتا ہے۔

اقول: ملاجی کا مطلب یہ ہے کہ الحمد میں ﴿غیر المَغضُوبِ عَلَیْہِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ﴾ سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں اور کل مفسد و مخرب دین کے انہیں دونوں فرقوں میں سے ہوں گے حالانکہ یہ سمجھ غلط ہے کیونکہ فرقہ قادیانی وغیرہ مقلدین و مجوسی و دہریہ و قرآنیہ و پیچرہ و ششی و رافضی و شیعہ اعلیٰ قسم کے مخرب دین و مفسدین سے ہیں حالانکہ یہود و نصاریٰ سے باہر ہیں۔ اور ”ام القرآن“ میں مذکور نہیں۔ اور صداہا احکام نماز و روزہ و زکوٰۃ و حج و مزارعت و نکاح و طلاق و بیع و عتاق وغیرہ ”ام القرآن“ میں کوئی نہیں۔ کیا اس سے ام القرآن کا مرتبہ گھٹنا جائے گا؟ یہ کیسی عندیہ باتیں ملاجی نقل کر رہا ہے۔

قوله: صفحہ ۱۱ اور یہود سے دجال معبود کا آنا تو قولہ تعالیٰ ﴿وَصُورْتُ عَلَيْهِمُ الْمِثْلَ وَالْمُسْكَنَةَ﴾ وغیرہ سے باطل ہے۔

اقول: یہود کا خوار و ذلیل ہونا جو قرآن وحدیث میں مذکور ہے اس کے ظہور کے اسباب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ دجال تھوڑے روز ہاں کر دے فرضدائی دعویٰ کر کے مسیح بن مریم کے ہاتھ سے مقتول ہوگا اس کا چند روزہ شان وشوکت کتاب وسنت کی پیشین گوئی کو مضرت نہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ ”ہمیشہ میری امت میں سے ایک جماعت حق پر ہوگی اور غالب رہے گی قیامت تک“۔ اس کا یہ معنی نہیں کہ کوئی بالمقابل ان کے سر نہ اٹھائے گا بلکہ مطلب یہ ہے کہ بعد تقابل کے غلبہ اہل حق ہی کو ہوگا ایسا ہی دجال بھی مسیح بن مریم کے ہاتھ سے ہلاک ہوگا جس سے اس کو اور اس کے تابعین کو بڑی ذلت ہوگی۔ جیسا کہ خود اس جواب کو ”حجة اللہ البالغہ“ میں لکھا ہے۔ اب جو کہ بعض جگہوں میں بعض یہود ملکوں کے ولی اور رئیس ہیں نصاریٰ کے قریب قریب تمام روئے زمین کی سلطنت کر رہے ہیں تو کیا آیات واحادیث میں جو کہ ان کی ذلت وارو ہے وہ بجا اور غلط ہے؟ نہیں بلکہ مقصود شارع یہ ہے کہ یہ چند روزہ شان وشوکت کا کوئی اعتبار نہیں اعتبار نتیجہ اور خاتمہ کا ہے۔ العبرة بالخواتیم۔ یہ اعتراض بھی مرزائیوں کا غلط ہوا۔

قوله: اور تمیم داری کی روایت کے مطابق جزیرہ کے قوی ہیکل دجال کا نکل آنا بھی صحیح مسلم وغیرہ کے سو برس والی حدیث سے باطل ٹھہرتا ہے چنانچہ صحیح مسلم میں ہے: عن جابر رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ ﷺ يقول قبل ان يموت بشهر تسألوني عن الساعة وانما علمها عند الله واقسم بالله ما على الارض من نفس منفوسة ياتي عليها مائه سنة وهي حية يومئذ وعن ابن مسعود لا ياتي مائة سنة

وعلى الارض نفس منفوسة اليوم. (رواه مسلم)

الجواب ۱..... ہم نے ”رسالہ تبلیغ غلام گیلانی برگردن قادیانی“ میں خوب تحقیق سے تحریر کر دیا ہے کہ آیت ﴿بَلْ دَفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ﴾ کی محکم ہے رفع جیسی میں، لہذا اہل لسان اور محاورہ والی صحابہ اور سلف سے رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین رفع جیسی کو آیت ہذا سے ایسے سمجھے ہوئے تھے کہ کسی سے اس آیت کے معنی میں اختلاف ہی مروی نہیں اور اسی وجہ سے یعنی چونکہ محکم ہے رفع جیسی میں تو شخص ہوگی واسطے ان آیات اور احادیث کے جو باعتبار عموم اپنے کے دال ہیں وفات مسیح پر مثل ﴿فَقَدْ خَلَقْتُ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلَ﴾ اور مامن نفس منفوسة وغیرہ۔

۲..... جس وقت یہ حدیث رسول اللہ ﷺ نے فرمائی ہے اس وقت حضرت عیسیٰ ﷺ زمین پر موجود نہ تھے بلکہ آسمان پر تھے پس حدیث کا حکم اس شخص کیلئے ہے جو کہ اس وقت زمین پر تھا پس ”علی الارض“ کی قید سے عیسیٰ ﷺ نکل گئے۔ وھذا ظاہر جدا۔

۳..... یہ حکم حدیث کا کلی نہیں بلکہ جزوی ہے کیونکہ اس وقت تو زمین پر خواجہ خضر اور الیاس علیہما السلام زندہ موجود تھے اور با اتفاق اہل باطل و اہل کشف اب تک زندہ ہیں اور اصحاب کہف جو کہ اس وقت غار میں تھے جن کو غار میں جانے کے اس وقت ۳۰۹ برس ہو چکے تھے اور اب تک ۱۱۳۳۰۶ اور بھی گزر چکے ہیں۔ پس ان احادیث سے عیسیٰ ﷺ کی موت ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔ مرزائیوں کا یہ اعتراض بھی خاک میں مل گیا۔ اور صحیح مسلم کا حوالہ دینا تو تم کو کوئی مفید نہیں بلکہ وہ تو تمہارے حق میں زہر قاتل ہے۔ (دیکھو صحیح مسلم)

مطبع انصاری کے جلد اول، ص ۸۷ نزول عیسیٰ ابن مریم ﷺ اور جلد ۲، ص ۳۹۲ میں ہے کہ عیسیٰ ابن مریم دجال کو قتل کر کے لوگوں کو اس کا خون نیزہ پر دکھائیں گے

اور جلد جانی کے صفحہ ۳۹۹ میں ہے کہ دجال کو اللہ تعالیٰ بعض چیزوں کا اختیار دے کر لوگوں کی آزمائش کرے گا جیسا کہ زندہ کرنا مردوں کا اور دوزخ و جنت اور دوسروں کا اس کے ساتھ ہونا اور آسمان کا اس کے امر سے بارش برسانا وغیرہ وغیرہ پھر عیسیٰ علیہ السلام اس کو قتل کریں گے اور یہ مذہب اہل سنت و جماعت اور جمیع محدثین اور فقہاء وغیرہ کا ہے اور خوارج اور جہمیہ اور بعض معتزلہ اس کے خلاف ہیں اور بوجہ یا جوج ماجوج کے حضرت عیسیٰ کا ایک جگہ میں بند ہونا۔ ص ۴۰۱ اور ص ۴۰۳ میں ہے کہ آنا عیسیٰ علیہ السلام کا اور قتل کرنا اس کا دجال کا بالکل صحیح اور حق پر ہے۔ عقل اور شرع میں اس کو کوئی شے باطل نہیں کرتی۔ ان سب میں دوسرا دجال حقیقی شخص اور واحد اسی عیسیٰ ابن مریم بعینہ کا ذکر ہے۔ مثیل عیسیٰ کا تو اشارہ قدر بھی نہیں ہے۔

قولہ: اور علاوہ ماذکر سے دجال معبود میں ایسی ایسی صفتیں بھی تسلیم کی گئیں ہیں کہ کسی نبی اور اولوالعزم میں ایسی صفتیں پائی نہیں گئیں بلکہ بعض بعض خدائی صفتیں بھی دجال میں مانی گئی ہیں مثل عالم الغیب ہونے و احیاء امانت کے۔ پس ایسا دجال خیالی کا آنا بحکم قرآن عظیم و احادیث رسول کریم ﷺ کے یکسر باطل ہے کما لا یخفی۔

الجواب: غیب کا علم جاننا بالذات بلا کسی ذریعہ سے اس طور پر کہ ذات عالم کی خود بخود مبدأ انکشاف ہو جائے یہ خاصہ باری تعالیٰ کا ہے اور علم غیب کا جاننا بواسطہ وحی یا الہام اور القاء فی القلب اور کشف القلوب اور بذریعہ قرآن کی یہ خاصہ خداوندی نہیں بلکہ یہ علم اس پہلے علم کا مقابل ہے یہ نیک بندوں کو چنانچہ انبیاء علیہم السلام وغیرہ بزرگان دین کو دیا گیا ہے اس کا تحقیق ضرور بندوں میں ہونا چاہیے لافتنضاء المقابلة صدہا احادیث و اقوال و مذاہب اس پر موجود ہیں کہ علم غیب بندگان خدا کو دیا گیا ہے۔ پس اس وقت دجال کو بھی

معم غیب واسطے ان بندوں کے دیا جائے گا جیسا کہ کاتبوں اور برہمنوں کو بعض امور کا علم سب حاصل ہے بوجہ پابندی قواعد جفر و رمل کے اور بعض کو بذریعہ اخبار جن حاصل ہوتا ہے مانی الحدیث و کتب العقائد ایسا ہی کسی مردہ کو زندہ کرنا اور زندہ کو مارنا باذن پروردگار یہ ندوں کو حاصل ہے جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قرآن شریف میں وارد ہے **وَأَنبِئْهُمُ الْآلِکُمْ وَالْآبُرْصَ وَأَخْصِ الْمَوْتِ بِإِذْنِ اللَّهِ وَأَنبِئْهُمْ بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدْخِرُونَ فِی بُيُوتِهِمْ.....** (العنکبوت) ترجمہ ”اور میں تجھ کو خدا مارد زاد اندھے اور بدن بزرے کو اچھا کرتا ہوں اور مردے زندہ کرتا ہوں اور تم کو خبر دیتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو لمبروں میں اٹھا رکھے۔“

اور خواجہ خضر علیہ السلام نے جو کہ ایک لڑکے کو باذن پروردگار مار ڈالا تھا یا اشارہ اپنی اہلی کے کہ **موسیٰ علیہ السلام** نے کہا **﴿أَفَقُلْتَ نَفْسًا ذَرْبًا بِغَيْرِ نَفْسٍ﴾** اور اس قسم کا اختیار امانت کا اللہ تعالیٰ کے بندوں سے بہت صادر ہوا ہے اور ہوگا۔ خود امام مہدی صاحب اپنے خلافت کے وقت میں کئی مردوں کو زندہ کر کے پھر ان کو مار ڈالیں گے باذن پروردگار۔ **وَاللَّهُ عَلِيمٌ** کے زمانے میں ایک مقتول کا قاتل معلوم نہیں ہوتا تھا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ گائے ذبح کر کے اس کا کوئی اندام میت پر مار دو تو میت زندہ ہو کر قاتل اپنا بتائے گا پس بنی اسرائیل نے گائے ذبح کر کے اس کی زبان یاد آئیں ران اس کی یا کان اس کا یا دم اس کی مقتول پر ماری..... (العنکبوت) سورۃ بقرہ میں یہ قصہ موجود ہے **﴿فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا كَذَلِكَ يُخْفِی اللَّهُ الْمَوْتِی﴾** کو پڑھو۔

حضرت عزیر علیہ السلام کے بارے میں خود قرآن شریف میں موجود ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے مارا اور وہ ایک سو برس کے بعد پھر زندہ ہوا۔ **﴿أَوْ كَالَّذِی مَرَّ عَلٰی قَرْبَةِ**

وَهِيَ خَافِيَةٌ عَلَىٰ غُرُوشِهَا قَالَ أَنَّىٰ يُحْيِي هَٰذَا اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مَرَّةً ثُمَّ بَعَثَهُ قَالَ كَيْفَ لَيْسَتْ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلَىٰ لَيْسَتْ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ إِلَىٰ طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۖ يَعْنِي ”جب کہ عزیر علیہ السلام ایک ویران شہر گزرے تو بطور استعاذہ تعجب کے کہا کہ ایسے مرے ہوئے اور ویران شہر کو اللہ تعالیٰ کیسے زندہ کرے گا پس اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ دکھانے کے لئے عزیر علیہ السلام کو سو برس تک مردہ رکھ کر زندہ کیا اور فرمایا کہ تو کتنی دیر یہاں رہا، تو عزیر علیہ السلام نے کہا کہ ایک دن یا کچھ کم، اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہیں تو ایک سو برس تک یہاں مرا ہوا رہا اپنے طعام اور پانی کو دیکھ کہ باوجود گزرنے والے ایک سو برس کے خراب نہیں ہوا اور اپنے گدھے کو دیکھ کہ کس طرح اس کی ہڈیاں بوسیدہ ہو گئی ہیں“..... الخ

غرض کہ عزیر علیہ السلام کا گدھا بھی اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے زندہ کیا۔ اور غلام احمد قادیانی اس آیت کی تحریف اس طور پر کرتا ہے ”ازالہ“ میں کہ ”خدائے تعالیٰ کے کرشمہ قدرت نے ایک لمحہ کیلئے عزیر کو زندہ کر کے دکھلایا مگر وہ دنیا میں آنا صرف عارضی تھا اور دراصل عزیر بہشت ہی میں موجود تھا“۔ (ازالہ، صفحہ ۲۶۵) افسوس کہ مرزا نے اپنی بات بنانے کے لئے قرآن شریف کے معنی کو بگاڑا مگر کچھ نہ ہوا کیونکہ

اول تو یہ کہ آیت کے سیاق و سباق سے خود ظاہر ہے کہ عزیر علیہ السلام کی موت و حیات سے حقیقی موت و حیات پروردگار کا مقصود ہے نہ مجازی۔ سچ ہے تو دکھاؤ کہ کون سے محقق نے یہ لکھا ہے کہ فی الواقعہ عزیر دنیا میں نہ آیا تھا اور یہ حیات مجازی تھی۔

دوم یہ کہ جو بات جیت کہ اللہ تعالیٰ اور عزیر علیہ السلام کو لوگوں کے ساتھ ہوا ہے وہ ایک لمحہ میں ہو جانا مستبعد خیال کیا جاتا ہے کیونکہ ”تفسیر بیضاوی“ میں ہے کہ جب عزیر نبی

اللہ زندہ ہوئے بعد ایک سو برس کے۔ لوگوں پر تورات کو لکھوایا اپنی یاد سے پس لوگ اس سے تعجب ہوئے۔

تیسرا یہ کہ مرزا تو بالکل کسی مردہ کا دنیا میں آنا نہیں مانتا حقیقی ہو یا مجازی بہت دیر تک ہو یا ایک لمحہ ہو۔ پس جب کہ ایک لمحہ بھر بھی بعد مرنے کے دنیا میں آنا مان لیا تو اس کا ادنیٰ ثبوت گیا۔

چوتھا یہ کہ بہت اچھا یہ دنیا میں آنا عزیر نبی اللہ کا عارضی ہی طور پر سہی ہم بھی تو کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کیلئے زندگی اور معاش کی جگہ اصلی فی الواقع زمین ہی ہے مگر وہ ماضی طور پر آسمان پر ہیں پس اس میں کیوں مرزا خفا ہوتا ہے؟ اور دیکھو موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے بارے میں کہ بعد ان کے مرنے کے زندہ ہونے کی صاف صریح طور پر خبر موجود ہے۔

﴿ثُمَّ بَعَثْنَاكُم مِّن بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ قرآن شریف میں دوسری جگہ میں پڑھو ﴿أَلَمْ نَوَالِیَ الَّذِينَ خَوَّجُوا مِن دِیَارِهِم وَهُمْ أَلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللَّهُ مُوتُوا ثُمَّ أَحْيَاهُمْ﴾ نہایت صریح الفاظ سے یہ آیت بتلا رہی ہے کہ ”اے محمد ﷺ کیا تجھے معلوم نہیں کہ وہ ہزاروں لوگ جو کہ خوف موت کے سبب سے اپنے گھروں سے نکلے تھے پس کہا ان کو اللہ تعالیٰ نے کہ تم مر جاؤ (پس وہ مر گئے) پھر زندہ کیا ان کو اللہ تعالیٰ نے“۔

تفسیر جلالین میں ہے کہ یہ لوگ بعد مرنے کے زندہ ہو کر زمانہ دراز تک دنیا میں رہے لیکن ان پر موت کا اثر باقی رہا کہ جو کچھ وہ لوگ پہنا کرتے تھے کفن کی طرح ہو جاتا تھا اور یہ حالت ان کے تمام قبائل میں رہی۔ اور قریش کے ۲۴ سردار جو کہ بدر کے جنگ میں مار کر بدر مقام کے کنوؤں میں پھینک دیئے گئے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر کے حضرت

ﷺ کی کلام ان کو تنبیہ اور افسوس کے لیے سنادی چنانچہ صحیح بخاری میں بروایت قتادہ ہے و زاد البخاری "قال فتادة احياهم الله حتى اسمعهم قوله توبيعا وتصغيرا ونفمة وحسرتا ولدما" (مشکوٰۃ) غرض کہ آیت اور احادیث و قصص و روایات صحیحہ میں "مونی" کا زندہ ہونا دنیا میں بکثرت موجود ہے کہاں تک مرزائیوں کو لڑکوں کی طرح تعظیم دی جائے۔

سوال: از طرف قادیانی: و حرام علی قریۃ اهل کناہا انہم لا یزوجون یعنی "جس بستی اور موضع کو ہم نے ہلاک کر دیا ان کا دنیا میں پھر رجوع کرنا حرام ہے۔"

الجواب: اس کا مطلب یہ ہے کہ مردوں کا دوبارہ دنیا میں آنا بطور قاعدہ کلیہ کے ان کی طبع کا متقاضی نہیں اور یہ امر منافی نہیں اس کے کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کے اعادہ اور دوبارہ دنیا میں لانے کو چاہے تو وہ نہ آسکیں بلکہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اگر یہ مراد نہ ہو تو آیات و احادیث میں صاف تعارض حقیقی ہے جو کہ شارح کے عاجز ہونے پر دلالت کرتا ہے سب سے بہتر یہ ہے کہ قادیانی کی کتابوں سے جواب دیا جائے تاکہ اس کو اور اس کے اذنا ب کو دم مارنے کی جگہ باقی نہ رہے قرآن و حدیث میں تو وہ تاویل و تحریف و انکار کرنے کے عادی ہیں۔ قادیانی نے خود "ازالہ" میں لکھا ہے السبع کی لاش نے وہ معجزہ دکھلایا کہ اس کی ہڈیوں کے لگنے سے ایک مردہ زندہ ہو گیا..... الخ۔ اے مرزائیوں مان لو مان لو۔

تفسیر کبیر میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس بارہا بیچاس ہزار بیمار جمع ہوتے تھے جو آنے کی طاقت رکھتا خود آتا اور جو نہ آسکتا تو عیسیٰ علیہ السلام خود اس کے پاس چلے جاتے تھے اور فقط دعا ہی کیا کرتے تھے۔ "امام کلی" نے کہا ہے کہ "یا حی یا قیوم" کے لفظ سے مردہ کو زندہ کر لیا کرتے تھے مگر یہ شرط لیا کرتے تھے کہ بعد اچھا ہونے کے میری رسالت پر

مان لانا ہوگا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے جو جو لوگ زندہ ہوئے ان میں سے حضرت "ہاشم بن عباس" نے جن کو مرزائے "افقہ الناس" لکھا ہے چار شخصوں کو ذکر کیا ہے (۱) مازر (۲) پیرزن کا بیٹا (۳) اور عاشق بیٹی (۴) اور نوح علیہ السلام کا بیٹا سام۔ سوائے سام بن نوح علیہ السلام کے سب کے سب زندہ رہے اور ان کی اولاد بھی ہوئی۔

اور سام بن نوح علیہ السلام کا قصہ یوں ہے کہ اس کی قبر پر عیسیٰ علیہ السلام آئے اور ماکہ پس وہ قبر سے نکلا اور آدھا سر اس کا سفید ہو گیا تھا بوجہ خوف قیامت کے حالانکہ اس مانے میں لوگ بوڑھے نہیں ہوا کرتے تھے پس انہوں نے پوچھا کہ قیامت ہو گئی ہے؟ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں بلکہ میں نے اسم اعظم کے ساتھ تمہارے لئے دعا کی ہے پھر ان سے مرجانے کو کہا انہوں نے کہا کہ مجھ کو مرنا قبول ہے مگر شرط یہ ہے کہ موت کی سختی نہ رہے اور دوسری بار نہ ہو۔ پس عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی اور ان پر موت کی سختی نہ ہوئی۔

(تیسرے باب ۱۱، دلیل، ص ۳۲۸)

فقہ: مخفی نہ رہے کہ حقیقت دجال کی یہ ہے کہ دجال اصل میں شیطان العین ہے جو کہ الخائف بلکہ منبع الشرور ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے قیامت تک کی مہلت طلب کر کے ماسل کی ہے کما قال اللہ تعالیٰ ﴿رَبِّ فَانْظُرْنِي إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ إِلَى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ﴾ پس بناء علیہ چونکہ یہ زمانہ ہی دجالی زمانہ ہے اس میں ہر ایک مفضل خلق و مفسد دین حق اس کا مظہر ہے۔ چنانچہ بنی النعین سلسلہ حق احمدیہ کی خواہ مولوی ہوں یا نہ مولوی ہوں جو ناحق لوگوں کو راہ حق سے بہکاتے ہیں حصہ داروں میں سے اس کے ہیں..... الخ

الجواب: ایسی باتوں سے پورا بے علمی اور جہالت کا پتہ ملتا ہے افسوس غیبت کا یہ حال اور

تصنیف کا یہ شوق۔ جو آیت قرآنی کہ خاص ابلیس لعین کے بارے میں تھی اس کو دجال کے بارے میں نازل کر دیا اور بیچ یہ ڈالا کہ دجال اصل میں شیطان لعین ہے ہم کہتے ہیں کہ

ع کون سے کہانی تیری اور وہ بھی زبانی تیری

کسی آیت یا صحیح حدیث خواہ ضعیف غیر موضوع خواہ موضوع سے ثابت کر دکھا، کہ دجال کوئی شخص خاص نہ ہوگا بلکہ یہی شیطان ہے اور یہ قیامت تک بھی ثابت نہ کر سکا، گے اگر چہ اپنے ہمراہ شیطان کو بھی کر لو۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ بیت المقدس و کوہ طور سے دجال داخل ہونے سے روکا گیا ہے اگر وہ دراصل شیطان ہی ہے تو شیطان اور شیطانی تو اعلیٰ قسم کی ان جگہوں میں ہوتی رہی اور اب بھی ہوتی ہے اور ہوتی رہے گی۔ ظاہر ہے کہ طرح بطرح کے فتنے اور فساد انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام و تابعین اور ان کے بعد کے زمانہ میں انہی جگہوں میں ہوئے ہیں۔ علمائے اہل اسلام جو مرزائیوں کو جا بجا اپنی تصانیف میں طعن و تشنیع کرتے ہیں تو اس کی وجہ یہی ہے کہ ہم کل لوگ ان کے گمان میں شیطان اور شیطان کے حصہ داروں میں سے ہیں جیسا کہ اس برہمن بریہ کے خطیب کی عبارت میں گذرا اور اس کے سوائے باقی مرزائیوں نے بھی اپنے نبی غلام احمد کے ساتھ مل کر ہم اہل اسلام پر کفر کا حکم بار ہا دیا ہے۔ اور خود ظاہر ہے کہ جو کوئی کسی مسلمان کو کافر کہے گا وہ خود کافر ہے لہذا ہمارے اوپر جو کہ حکم شیطان اور دجال ہونے کا مرزائیوں نے دیا ہے وہ حکم مرزائیوں پر ہی لوٹتا ہے۔

قولہ: اکثر احادیث میں چونکہ استعارہ کے طور پر مثل کشف و خوابوں کے دجال کو ایک قوی ہیکل شخص کی صورت میں بیان کیا گیا ہے اس لئے اکثر الفاظ پرست ظاہر ہیں لوگ اسی کو دلیل پکڑے ہوئے ہیں اور باوجود تفہیم کامل و تنبیہ شدید کے اس سے نہیں ملتے۔

جواب: دجال کا شخص واحد قوی ہیکل ہونا از بس درست ہے ایسا ہی ہوگا یہ بیان حضرت ابراہیم خلیلی علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ خیال کرو کہ جب ابتداء میں حضرت ﷺ نے مکہ معظمہ اجمالی طور پر رعبہ سے بعض علامات دجال کے بیان کئے تو ابن صیاد پر وہ باتیں مطابق پائی گئیں لہذا ﷺ نے اس کے قتل کرنے کی اجازت مانگی مگر حضرت ﷺ نے نہ دی اور فرمایا کہ اگر دجال یہی ہے تو اس کا قاتل تو نہیں ہے۔ بغیر عیسیٰ ابن مریم کے قاتل اس کا اور کوئی نہیں اور یہ ابن صیاد دجال نہیں تو اہل ذمہ میں سے ایک شخص کا قتل کر دینا تم کو سزاوار نہیں۔ اس حدیث سے دجال کا شخص واحد متعین ہونا بخوبی ثابت ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا تشریف لے جانا ابن صیاد کی طرف یہ دلیل ہے اس کے شخص معین ہونے کی طرف اگر دجال قوم ماباز اور شریر سے عبارت ہوتا تو حضرت نبی ﷺ ابن صیاد کی طرف بخیاں اس کے کہ شاید ہال ہو، کیوں جاتے۔ اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ دجال کا قاتل سوائے عیسیٰ ابن مریم کے دوسرا کوئی نہیں اگر قتل سے مراد ظاہری قتل نہ تھا بلکہ دلائل اور بینات سے سزا دینا تھا تو حضرت ﷺ اس وقت عمر ﷺ کو فرماتے کہ اے عمر اس کو بان سے کیوں مارتے ہو اس کو اہل اور بیان سے سزا دینا کہ یہی اس کا قاتل ہے۔ پس عمر ﷺ کی اذن طلبی ابن صیاد کے قتل کے بارے میں اور حضرت کا اس کو روک دینا اور عمر ﷺ کا باز رہنا یہ پختہ دلیل ہے کہ دجال شخص معین ہونے دجال کے۔ چونکہ یہ اجمالی علامات دجال کی بیان کی گئیں تھیں لہذا اس صحابہ پر ابتداء میں یہ امر مخفی رہا جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ما اشدک ان مسیح الدجال ابن صیاد اور اسی کو مرزا نے لے کر تیرہ سو برس سے اس کے مرکز میں دفن ہونے کا اعتقاد کر لیا۔

پس خلاصہ یہ ہوا کہ مرزا ہرگز مسیح موعود نہیں کیونکہ وہ دجال شخص کا قاتل نہیں بلکہ

حضرت عمرؓ نے خطبہ میں فرمایا کہ تمہارے بعد ایک قوم آئے گی جو کہ رحم اور دجال، شفاعت اور عذاب قبر کی منکر ہوگی۔ سبحان اللہ! مرزا وغیرہ منکروں کے بارے میں حضرت عمرؓ کی یہ پیشین گوئی کیسے صادق ہوئی اگر دجال قوم شریر سے اشارہ ہے تو اس سے کون انکار کر سکتا ہے وہ تو ہر زمانہ میں بکثرت ہیں۔ جب بعد کو حضرت عمرؓ سے پورے علامات دجال کے حضرت عمرؓ نے سنے تو ابن صیاد کے دجال نہ ہونے کا مانا اور آئندہ کو دجال کے بارے میں تاکید فرمائی اور سب صحابہ اس پر ایمان رکھتے تھے۔ عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ جس شے کی نسبت جو خیال کرتے ہیں وہ ویسی ہی نکلتی ہے۔ قیس بن حاذق کہتے ہیں کہ ہم آپس میں باتیں کیا کرتے تھے کہ عمرؓ کی زبان پر فرشتہ بول رہا ہے۔ فقہ قولہ: صفحہ ۱۴ میں ہے کیونکہ حضرت عیسیٰؑ ممدوح کا وفات پا جانا حکمت قرآن وحدیث سے کمالا ینبغی ثابت ہے اور یہ بھی اپنے محل میں حکمت قرآن وحدیث سے پایہ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ جو شخص مرجاتا ہے پھر رجوع الی الدنیا نہیں کر سکتا ہے۔

الجواب: وہ حکمت قرآن وحدیث اگر وہی ہیں جس کا سابقہ جواب ہو گیا ہے تو چٹم ماروٹن دل ماشاد۔ اور اگر سوائے ان کے دارالعلوم قادیان میں ہیں تو لائیں تاکہ زندان شکن جواب دیا جائے۔ افسوس کہ محض خلق خدا کو دھوکہ اور گمراہ کرنا ان کا مقصود ہے۔ ذرا اس پر پہلا گزر چکا ہے کہ مردے کیسے زندہ ہوتے ہیں اس کو دیکھو اور جہالت سے باز آؤ۔ حکمت میں تاویل کہاں درست ہے؟ اور آپ تو ہر جگہ تاویل کر رہے ہو۔ اور صفحہ ۱۶ و ۱۵ میں جو کہ لفظ ”نزول“ کو تفسیر میں بنایا ہے اس کا جواب سابق میں ہو چکا ہے۔

فقولہ: احادیث نزول عیسیٰؑ کے روایات صحیحہ میں تو ”سما“ کا لفظ بھی عربی میں بمعنی آسمان موجود نہیں کمالا ینبغی۔

الجواب: متعدد احادیث میں صراحتاً ودلالة موجود ہے آپ کی یا کسی قادیانی کی درق گردانی میں نہ ملا تو اس میں کسی غیر کا قصور تو نہیں مرزا کیوں کی علیست اور نظر کا قصور ہے۔ ست گرنہ بلند برون شیدہ چشم چشمہ آفتاب راجہ گنہا۔ روی اسحق بن بشر وابن عساكر عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ فعند ذلك ينزل اخي عيسى بن مريم من السماء (الحدیث)۔ ”فقد اکبر“ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ باب نزول عیسیٰؑ من السماء میں فرماتے ہیں ساری دنیا کا مانا ہوا قطب العارفین اور خاص کر مرزا کا بڑا بھاری معتد علیہ صوفی شیخ اکبر فتوحات میں فرماتے ہیں عیسیٰؑ کے بارے میں فافہ لم یمت الی الان بل رفعہ اللہ الی هذا السماء۔ اس سے پیشتر بھی کتابوں کا حوالہ دیا گیا ہے فتدکرو تشکر۔ خود ”نسائی شریف“ کو دیکھو کہ حضرت ابن عباس سے حضرت عیسیٰ بن مریم کا زندہ آسمان پر اٹھایا جانا ثابت ہے۔ عن ابن عباس ان رهطا من اليهود سبوه امر فدعا عليهم فمسخهم قردة وخنزیر فاجتمعت اليهود وعلی قتله فاخبره اللہ بانہ یرفعه الی السماء ویطهره من محبة اليهود۔ (صحیح نسائی) اور ایسا ہی ابن ابی حاتم ابن مردویہ قال ابن عباس سید رک الناس من اهل الکتاب عیسیٰ حین یبعث فیؤمنون به۔ (فتح البیان)

فقولہ: صفحہ ۱۶ تیسرا اشکال یہ ہے کہ کہاں حضرت مرزا صاحب نے دجال کو قتل کیا ہے؟ کیونکہ جس گروہ کو آپ دجال قرار دیتے تھے وہ تو اب تک زندہ موجود ہے (اور وہ گروہ دجال کا انگریز لوگ اور کل روئے زمین کے مسلمان ہیں) تو حل اس کا یہ ہے کہ قتل دو قسم کا ہوتا ہے ایک تو معروف ہے کہ کسی حربہ سے جسمانی قتل کرنا ہے اور دوسری قسم قتلکلمینہ

دبرہان کے ساتھ ہے۔ جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ”سورۃ انفال“ میں ﴿لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَغِيْبُ مَنْ حَيٌّ عَنْ بَيِّنَةٍ﴾ اور یہ قسم ثانی قتل و فساد دینی کیلئے کامل تر ہے قسم اول سے۔ کیونکہ قسم اول میں ممکن ہے کہ مفسدوں کو قتل کر ڈالنے کے بعد انکی اولاد یا دوسرے ہم مشرب لوگ انکا دوسرے وقت فساد نہ پچادیں مگر قسم ثانی میں کبھی سراٹھانے کا مجال باقی نہیں رہتا کما لایغنی۔

الجواب: مولوی محمد حسین ہندوستانی باشندہ امرہہ کا جو کہ کچھ روز بطبع مبلغ ۵۰ روپیہ ماہوار کے مرزائی ہوا تھا اور مرزا کی تائید میں اس نے کتاب ”شس بازغہ“ لکھی تھی پھر جب ماہانہ مرزا سے بند ہو گیا تو اس نے اعتقاد مرزائیت کو سلام کر دیا اس نے ”شس بازغہ“ کے صفحہ ۹۵ میں یہلک اللہ فی زمانہ الملل کلہا الا الاسلام کے متعلق لکھا ہے کہ یہ جملہ بھی دلیل ہے جہاد برہان پر کما قال اللہ تعالیٰ ﴿لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَغِيْبُ مَنْ حَيٌّ عَنْ بَيِّنَةٍ﴾ اسی طرح جملہ یہلک اللہ فی زمانہ المسیح الدجال سے معنی مذکور مراد ہے۔ اسی مختصراً

اقول: عبارت وہلک اللہ فی زمانہ المسیح الدجال سے ہلاک بالخریبہ ہی مراد ہے جیسے کہ ان جملہ احادیث صحیحہ سے جنگ بالات اور قتل کرنا و دجال کو نیزہ سے مقصود ہے وہ اس بارے میں بکثرت آپکی ہیں اور جملہ وہلک اللہ..... الخ کو قیاس کرنا آیت مذکورہ ﴿لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَغِيْبُ مَنْ حَيٌّ عَنْ بَيِّنَةٍ﴾ پر کس قدر جہالت و غبات ہے کیونکہ ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے کہ جس جگہ کسی کو ہلاک کرنا و قتل اور برہان اور حجت سے مقصود ہوتا ہے اس جگہ اس کی تصریح ضروری ہے چنانچہ آیت مذکورہ میں لفظ ﴿عَنْ بَيِّنَةٍ﴾ موجود ہے اور جیسا کہ سورۃ الحاتہ میں ﴿هَلَكَ عَنِّي مُلْكِي﴾

اسی واسطے جب کہ بظال اور اہلاک بالات حرب و عذاب ظاہری مراد ہے وہاں پر بیّنۃ اور حجت کا ذکر نہیں ہے چنانچہ آیت ﴿وَنَحْمُ أَهْلَكُنَا مِنْ قُرْبَةٍ﴾ ﴿وَحَرَامٌ عَلَيَّ قُرْبَةٍ أَهْلَكُنَا﴾ ﴿وَنَحْمُ أَهْلَكُنَا قَبْلَهُمْ مِنْ قُرْنٍ﴾ اور ان کی مثل دوسری آیات میں ”الحمد“ سے لے کر ”والناس“ تک سارا قرآن دیکھ لو کہ جس جگہ ہلاک کرنا و قتل اور حجت سے مراد ہو وہاں پر اس کی تصریح ہوگی اور جس جگہ ہلاک بالات عذاب ظاہر چشم دید اور ہلاک بمعنی موت ظاہری ہو وہاں اس کی تصریح ضروری نہیں، کہیں ہوگی، کہیں نہیں ہوگی۔ امثال مذکورہ بالا میں نہیں اور امثال مذکورہ تحت میں ہے ﴿فَأَمَّا نُمُوذُ فَأَهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ وَأَمَّا غَاذُ فَأَهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ﴾ (اور قتل بالدلیل کا قوی ہونا قتل بالخریبہ سے اس وجہ سے کہ قسم ثانی میں کبھی بھی سراٹھانے کا مجال باقی نہیں رہتا عمل نظر ہے) بعض جگہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ پہلے لوگ اگر کسی دلیل کا جواب نہیں دے سکتے تو بعد کے لوگ اسکا جواب دینے پر خوب قادر ہوا کرتے ہیں جیسا کہ مناظرات و علوم آلیہ و فلسفہ میں ناظر ذہین پر یہ امر روشن ہے۔

قوله: فی الجملہ اسی قتل دجال کا یہ اثر ہے کہ احمدیوں سے مباحثہ کرنے کی جرأت اب دجال کے گروہ نہیں پاتے ناچار حیلہ و خوالہ کر کے پسپا ہوتے ہیں..... الخ

الجواب: اس جگہ پھر روئے زمین کے علماء جملہ اہل اسلام کو اس قادیانی دجال بظال نے گروہ دجال سے شمار کر دیا مگر وجہ یہ ہے کہ خود گروہ دجال میں سے ہے۔ پس ناچار اس کے دل سے زبانی یہی بات آتی ہے۔ مضر

ی ترا در چہ کنم آئنج در آوند دل است
قوله: لفظ مہدی یہ معنی ہے کہ لفظ مہدی اسم مفعول کا صیغہ ہے اس کے معنی ہیں ہدایت پایا

ہوا اس سے ایسا شخص مراد ہے جو خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت پا کر دوسرے بندگان خدا کی ہدایت کرنے کے لئے مامور ہو کر مبعوث ہوا ہے اور ”ابونعیم“ کی ایک روایت اسی طرح مروی ہے۔ عن ابن عمران قال محمد بن الحنفیة المهدی من یهدی ویصلح به الناس کما یقال الرجل الصالح و اذا کان الرجل صالحا فیل له المهدی۔ پس اس روایت کے مطابق تو ہر رجل صالح مہدی کہلانے کا مستحق ہے کما لا یخفی۔

الجواب ۱: اس سے تو فقط ”مہدی“ کی تشریح کردی ہے اس عبارت میں یہ کہیں نہیں کہ مہدی کوئی شخص خاص اپنی صفات مذکورہ کے ساتھ نہ ہوگا اب اگر کوئی لفظ ”محمد“ کا معنی اس طور پر کرے کہ صیغہ اسم مفعول کا ہے باب تفعیل سے معنی اس کا صفت کیا ہوا۔ پس جو کوئی صفت کردہ شدہ ہو وہی محمد ہے تو کیا اس سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے وجود باوجود کی نفی ہو جائے گی؟ اسمائے محصنہ میں مناسبت وضعی مقصود ہوا کرتی ہے نہ معنی وضعی۔

(دیکھو مطلول اور طول کو)

۲..... کیا ہر رجل صالح امام مہدی سے تعبیر نہیں ہو سکتا کہ امام مہدی معبود مرد صالح نہ ہوگا اگر کسی روایت میں ہاسم مہدی تعبیر نہ ہو اور باقی روایات میں متعدد جگہوں میں ہو تو کیا نقصان ہے۔ ایک واقعہ میں مجمل پر مفصل قاضی ہوتا ہے مجمل کو بھی اسی مفصل پر حمل کیا جاتا ہے۔ اور روایت بالمعنی میں خاص لفظ کا ترک کرنا کوئی معیوب نہیں ہونا عالم اصول حدیث پر غشی نہیں۔ ملاجی نے ابونعیم سے بے فہم و عقل حوالہ دے دیا۔ دیکھو میں اسی ابونعیم سے حیات عیسوی ثابت کرتا ہوں۔ ۳۸ نمبر کی حدیث میں گذر چکا ہے کہ ابونعیم نے ”کتاب الفتن“ میں ابن عباس کی حدیث نقل کی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بقرب قیامت نازل ہو کر حضرت

شعیب علیہ السلام کے خاندان میں شادی کریں گے جو کہ موسیٰ علیہ السلام کی سسرال ہے اور ان کی اولاد ہوگی حالانکہ وہ خاندان جذامی اور کوڑھا ہوگا اور رسول اللہ کے مقبرہ میں دفن ہوں گے۔ دیکھو اس کو ”رسالہ تنفیخ غلام گیلانی“ کے صفحہ ۶۹ و صفحہ ۱۱۰ میں اور ایسا ہی ابونعیم نے ”حلیہ“ میں بھی لکھا ہے۔

اسی ابونعیم نے یہ بھی روایت کیا ہے کہ ”جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے تو امام مہدی علیہ السلام لوگوں کے سرداران سے کہیں گے کہ آئیے اور امامت کیجئے تو عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے کہ خبردار ہو جاؤ کہ تم ہی آپس میں ایک دوسرے کے سردار ہو اس امت کی کرامت کے سبب سے یعنی تمہارے اوپر دوسرا آدمی سرداری اور پیشوائی نہیں کر سکتا۔“ اسی ابونعیم نے یہ بھی روایت کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ”کہ جس وقت تم دیکھو کہ ملک خراسان سے کالے جھنڈے اور نشان ظاہر ہوئے ہیں تو تم آؤ ان نشانوں میں اگر چہ گھنٹوں کے زور پر، کیونکہ وہ نشان اللہ تعالیٰ کے خلیفہ امام مہدی کے ہوں گے۔“

اور اسی ابونعیم نے اس گاؤں کا نام کریمہ لکھا ہے جس سے کہ امام مہدی پیدا ہوں گے اسی ابونعیم نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ امام مہدی کے ہمراہ ایک فرشتہ آواز کرے گا کہ یہ مہدی ہیں اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں ان کی متابعت کرو..... الخ کل قادیانوں پر فرض ہے کہ ابونعیم کو مان کر عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کے زندہ رہنے کے قائل ہو جائیں۔

فتوہ: اور جائے ظہور امام مہدی موعود کے بارے میں اگرچہ علماء کے مختلف اقوال ہیں مگر ایک روایت صریح اس طرح مروی ہے کہ یخرج المهدی من قریۃ یقال لها کدہ اور بعض کتب میں کرعہ لکھا ہوا ہے۔ بہر کیف یہ قریب قریب ”قادیان یا کادیان یا قادی“ کے ہے جو اس ملک کے لوگ مختلف طور پر بولا کرتے ہیں اور اس قدر فرق پڑ جانا نام میں

اہل انصاف کے نزدیک کچھ انکار واستعجاب کے موجب نہیں ہو سکتا..... الخ (ص ۱۸)

الجواب: یہ سب غلط ہے مرزا نے خود ”ازالہ اوہام“ میں یہ مضمون لکھا ہے کہ موضع قادیان کا نام دراصل قادیان نہ تھا بلکہ مرزا کے مورث اعلیٰ مسی قاضی ماجھی نے اس کو آباد کیا اکبر بادشاہ کے زمانہ میں اور اس کا نام ”اسلام پور قاضی ماجھی“ رکھا۔ جب اس موضع کے باشندے شریر ہو گئے تو اسلام پور جاتا رہا محض قاضیان رہ گیا۔ تلفظ عوام میں ضاد کو دال سے مناسبت صوتی ہوتی ہے قاضیان کا قادیان ہو گیا۔ پس ثابت ہوا کہ یہ قصبہ قادیان مدت چار سو سال سے آباد ہے قبل اس کے آباد نہ تھا۔ پس ظاہر ہوا کہ ظہور و تولد امام مہدی صاحب کی حدیث کو موضع قادیان سے کوئی لگاؤ نہیں ہے کیونکہ حدیث شریف کو ۱۳۳۶ ہجری میں ہوئے اور قادیان اس وقت معدوم تھا اب چار سو سال سے آباد ہے اور مرزا تو کہتا ہے کہ قادیان کا نام قرآن شریف میں موجود ہے (”اننا انزلناه قریباً من القادیان“، ہاں واقعی طور پر قادیان کا نام قرآن شریف میں درج ہے اور تین شہروں کا نام قرآن شریف میں اعزاز کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔ مکہ، مدینہ، قادیان) پھر قادیان کو کدہ سے بنانے کی کون سی ضرورت رہ گئی ہے اور ماشاء اللہ اس کے موضع کا نام بھی خوب ہے کہ فرار اور بزدلی کا معنی دیتا ہے۔

قاموس میں ہے کہ قادی بمعنی جلدی کنندہ یا جنگل سے آنے والا قادیان قادی کی جمع ہے۔ اور قادیانی اسی کی طرف منسوب ہے اس مناسبت سے ہر بھگوڑے جنگلی کا نام ”قادیانی“ ہوا۔ اور اصل حدیث میں لفظ کدہ کا ک۔ د۔ ع۔ ہرگز ثابت نہیں یہ مرزا کا محض دھوکہ ہے اور اگر کہیں ہو بھی تو کاتب کی غلطی ہے۔ اور صحیح لفظ ”کرعہ“ ہے بجائے دال مہملہ کے راء مہملہ ہے اور ابو نعیم نے اس موضع کا نام کریمہ لکھا ہے مگر صحیح کرعہ ہے۔ پس مرزا ایوں کا یہ سوال بھی خاک میں مل گیا۔ بڑا افسوس ہے کہ لفظوں کو سوچ سوچ کر کیسے مکر

ایہ کے بیان نکالتے ہیں۔ یہ بیان مفصل رسالہ ”شیخ گیلانی“ میں دیکھو۔

فتوٰہ: اور جس حدیث سے امام مہدی کو نکالا ہے اس حدیث میں مہدی کا لفظ بھی نہیں چہ بائے کہ مہدی آخر زمان کی تعین ہو بلکہ اس حدیث میں فقط ”رجل“ کا لفظ واقع ہے جس نے معنی ایک مرد کے ہیں فقط انگل سے اس کو امام مہدی آخر زمان پر لگایا گیا ہے۔

الجواب: یہ حدیث ترمذی، ابوداؤد نے رسول اللہ سے روایت کی ہے فرمایا رسول اللہ نے ”نیا ختم نہ ہوگی جب تک کہ مالک نہ ہو لے عرب کا ایک مرد میری اہل بیت سے اس کا نام میرا نام ہوگا اور عدل سے زمین کو پر کر دے گا۔ چونکہ اور احادیث میں ایسے اوصاف کے ذکر کے بعد لفظ مہدی کی تصریح بھی ہے لہذا یہ محمل اس مفصل کا عین ہوگا اور تصریح لفظ مہدی کی دیکھو تو وہ بھی بکثرت وارد ہے۔ چنانچہ ابو عمر دارانی اور ام شریک کی روایت میں اور نیز ابو امامہ باہلی کی حدیث مرفوع میں جس کو ابن ماجہ اور دیلمی، ابن خزیمہ و ابو عوانہ و حاکم نے اپنی اپنی ”صحاح“ میں اور ابو نعیم نے ”حلیہ“ میں بیان کیا ہے اور ایسا ہی حدیث ابن سیرین کی مصنف ابن ابی شیبہ میں اور ”حدیث کعب“ کی مطول ان سب میں امامت مہدی کی تصریح ہے۔ آخر تمہارے نزدیک بھی وجود مہدی آخر زمان کا کسی صحیح حدیث ہی سے تو ثابت ہوگا پھر معلوم نہیں کہ تم کو اس میں لفظ ”رجل“ سے کیوں شک ہو گیا و شکا ہی انہ شک۔

فتوٰہ: اور پھر لفظ مہدی کا عدد، لفظ ہند کا عدد ایک ہی ہے یعنی (۵۹) اور لفظ پنجاب چونکہ اصل میں پنج آب تھا اور الف معدودہ حقیقت میں دو الف ہے۔ اس اعتبار سے اگر لفظ پنجاب میں دو الف پکڑا جائے تو لفظ پنجاب کا عدد (۵۹) ہوتا ہے اور کسی سابق زمانے میں قادیان کا نام قاضی ماجھی تھا اس کے ماجھی کے لفظ کے بھی یہی عدد ہوتے ہیں یعنی (۵۹)

پس اصل لحاظ سے جائے ظہور امام کا مالک ہند میں سے سرزمین پنجاب اور اس میں سے خاص قادیان متعین ہو جاتا ہے کمالاً بیخفی۔

الجواب: الفاظ کے اعداد سے مرزا کو امام مہدی بنانا باز بچہ اطفال ہے آیت وحدیث وفقہ و تفاسیر سے تو ناامید تھے لہذا الجبد خوان ہوئے ہم اگر چاہیں تو بدکار اور کفار کے نام اور ان کے مواضع کے نام کے اعداد (۵۹) نکال دیں گے تو اس سے کیا ہوگا؟

قولہ: امام مہدی کے بارے میں سب علامتیں چار قسم کی ہیں: ایک قسم وہ ہیں کہ بطور غلط فہمی کے لکھے گئے ہیں یہ سب بالکل غلط ہیں مثلاً عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اترنا اور دجال خیالی کا نکلنا اور امام مہدی کا ظاہر ہو کر جبراً کافروں کو مسلمان کرنا اور جو مسلمان نہ ہوئے ان کو قتل کر ڈالنا یہاں تک کہ سوائے مسلمان کے کوئی کافر بھی دنیا میں باقی نہ رہے گا اور اس کا بطلان بھی آیات و بیانات قرآن کریم سے ظاہر ہے جیسا کہ سورہ مائدہ میں ہے ﴿فَأَعْرِضْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ﴾ ظاہر ہے کہ قیامت کے روز تک عداوت اور بغض یہود و نصاریٰ کے درمیان میں رہنا ان دونوں قوموں کے قیامت تک رہنے کا موجب ہے اور ایسا ہی دوسری آیات بھی اس پر دال ہیں اور جبراً کافروں کو مسلمان کرنا اور جو مسلمان نہ ہوئے اس کو قتل کر ڈالنا بھی قولہ تعالیٰ ﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ﴾ و قولہ تعالیٰ حَکَايَةَ عَنْ عِيسَى الْبَنِيِّ ﴿وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا﴾ وغیرہ وغیرہ سے باطل ہے۔

الجواب: ارے بد نصیب تو بہ کر کیا کہتا ہے حدیث وفقہ اماموں کی بیان کی ہوئی علامتوں کو باطل غلط کہتے ہو اللہ کا خوف کرو کیا ساری دنیا کے علماء غلط ہوئے اور خود رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام بھی غلط ہو گئے؟ فقط آپ اور آپ کا نبی غلام احمد راہ راست پر ہے مگر قلم اور کاغذ

آپ کے ہاتھ میں ہے اور زبان آپ کے منہ میں ہے جو دل چاہتا ہے کہتے ہو اور لکھتے ہو اس مرزا نے بھی ”ازالہ“ کے صفحہ ۶۲۶ میں لکھا ہے کہ چار سو نبی کو وحی شیطانی ہوئی اور وہ ہونے لگے۔

اب آپ خود ہی ایمان سے کہو کہ یہ قول کفر کا ہے یا نہیں؟ جب مسلمانوں کو غلبہ ہو کہ کفار کو جبراً مسلمان کرنا یا جزیہ لینا اور نہ قتل کرنا درست بلکہ عبادت ہے اس وقت تو لیانا ہائے گا کیونکہ مال بہت ہوگا لہذا جبراً یہ اسلام و نہ قتل ہوگا۔ دیکھو کتب احادیث و کتب سیر کو اور یہ جبر اور شقاوت نہیں بلکہ عدل و سعادت ہے پس آیت ﴿وَلَمْ يَجْعَلْنِي﴾ کو اس سے وکی تعلق نہیں اور آپ کو ﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ﴾ یاد ہے مگر ﴿وَأَقْتُلُوهُمْ حَيْثُ لَقِفْتُمُوهُمْ﴾ کو نہیں دیکھتے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قتل کرو کفار کو جس جگہ کہ تم پاؤ ان کو۔ کیا آیت آپ جانتے ہیں یا نہیں۔ سر

فَان كُنْتَ لَا تَدْرِي فَتَلِكْ مَصِيْبَةٌ وَاِنْ كُنْتَ تَدْرِي فَالْمَصِيْبَةُ اعْظَمُ اور آیت ﴿فَأَعْرِضْنَا.....﴾ میں ﴿إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ﴾ کنایہ ہے طولِ زمان سے کمالاً لایخفی علی طلبیہ العلم چنانچہ ﴿مَا ذَا مَتِ السَّمُوتُ وَالْأَرْضُ﴾ میں اہل تفسیر نے لکھا ہے جیسے کہ حدیث بعثت انا والساعة کھاتین وضم السبابة والوسطی اشارہ ہے بطرف قرب قیامت اور اس کی مجاورت کے اور قرینہ اس پر بھی احادیث صحیحہ متواترہ المعنی ہیں جو بار بار گزر چکی ہیں اور ایک فریق کا غلبہ ہجہ کمال جب ہی ہے کہ دوسرا فریق مقابل اس کا بالکل تابع ہو جائے خود آیت کریمہ میں ہے ﴿وَتَجَاعِلُ الدِّينَ اتَّبِعُوكَ فَوْقَ الدِّينِ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ﴾ اور باری تعالیٰ کے قول ﴿لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ.....﴾ کو مطالعہ کرو۔

میں سب کچھ صحیح لکھتا ہے اس حدیث میں عیسیٰ بن مریم، عینہ کا آخر امت محمدیہ میں ہونا ہے۔ اور کسی مثیل کا ذکر بھی نہیں، تاکہ مرزا تاویل کر کے اپنے آپ کو مثیل عیسیٰ کر کے اوپر اس حدیث کو لگاتے مشہور بات یہ ہے کہ جو کوئی امر حق کا دشمن اور اس سے منکر ہوتا کبھی سبوتسیان و خطاء سے بلا اختیار وہ بات حق اسکے منہ پر آئی جاتی ہے۔ عرصہ پچاس سال سے مرزا اور مرزائی عیسیٰ علیہ السلام بن مریم کا انکار کر رہے تھے اور یہی حدیث علماء ان کے آگے پیش کرتے رہتے مگر اس میں بہت تاویلیں کرتے رہے اب اس مردود (در کی ہوئی) حدیث کو خود مقبول کر لیا اور مدت العمر کی کمائی اپنے پیغمبر اور اس کے کلمہ گوؤں پر باد کردی کیونکہ امت محمدیہ کے آخر میں ہونا عیسیٰ بن مریم کا مان لیا۔

براہمن بڑیہ کے خطیب کے مرزائی ہونے اور برائے نام ادھر ادھر سے کچھ بیاہختہ عبارات جمع کر کے رسالہ لکھنے سے تو سارے مرزائی لا حول پڑھتے ہوں گے گر مرزا وہی مہدی جس کی مدح اس حدیث میں آئی ہے تو ضرور اس کے بعد عیسیٰ بن مریم آنا چاہئے تاکہ یہ مہدی وسط میں رہے حالانکہ یہ مرزا کے دعویٰ کے خلاف ہے اور اگر مہدی آخر زمان بنتا ہے جو کہ عیسیٰ اور مہدی دونوں قادیانی کے گمان میں ایک ہیں تو اس مہدی کی وصف کوئی نہیں۔ وصف والا وہ کہ جو حضرت عیسیٰ سے اول ہوگا ظہور میں پس مرزا نہ مہدی موعود ہوا نہ عیسیٰ، نہ مثیل عیسیٰ۔ کیونکہ وہ دونوں کا جامع بنتا ہے حالانکہ دونوں میں غیریت اور تقدیر و تاخر پایا گیا اسی حدیث کے رو سے جس کو قادیانی نے مان لیا ہے۔ اور اگر ماقات کے تدارک کے لئے عیسیٰ بن مریم سے مثیل اس کا لیتا ہے تو مہدی اور محمد ﷺ سے کیوں ان کا مثیل نہیں لیتا نیز واضح ہو کہ اصول ثلثہ یعنی قرآن وحدیث واجماع میں تعارض و اختلاف حقیقی ہرگز ممکن نہیں پس جب کہ حدیث صحیحہ متواترۃ المعنی اور اجماع امت مرحومہ اس عیسیٰ

مریم کے رجوع پر صراحتہ ناطق ہیں تو آیہ قرآنیہ کا معنی بھی وہی صحیح ہوگا جو کہ سنت اور ان کے مخالف نہ ہو جبکہ یہی اعتقاد کل متقدمین کا ہے۔

پس اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اخبار نزول عیسیٰ علیہ السلام اور خروج و جال و مہدی کی ظاہر المعنی و صریح المراد ہیں، تاویل اس میں مردود ہے اور ضرور مرزائی اور ان نے ان احادیث کو صحیح الثبوت و مسلم المراد جان کر تاویل کی ہے اور حضرت ﷺ کے مانی مراد کو پس پشت ڈالا لہذا تاویل ان کی مردود ہے ثبوت اس کا یہ ہے کہ ”امروہی“ کی حدیث منقولہ ذیل سے صاف ثابت ہوتا ہے ”کہ احادیث نزول و رجوع اور اقوال مفسرین سے حیات و رجوع عیسیٰ بن مریم پر استدلال کیا گیا ہے قائل کی مراد وہی معنی ہے جس کو انہوں نے کرنا و بلی معنی لیتے ہیں اور اس تاویل کرنے میں ہم مجبور ہیں۔ کیونکہ یہ احادیث مل قلعیہ کے معارض ہیں“۔ (دیکھو مروی مرزائی کے ضمیمہ صفحہ ۸ کو)

مولہ ۴: پھر مرزا صاحب کا سرحدی میں ظاہر ہونا خصوصاً ایسے سرحدی جس میں میدان مل خالی ہے۔ دوسرا کوئی شریک و سہیم نہیں پایا گیا۔ الخ

الجواب: ملا جی کا مقصود یہ ہے کہ مرزا صاحب مجددین کا ہے کیونکہ وہ تیرہویں صدی میں سر پر ظاہر ہوا ہے حالانکہ یہ بات غلط ہے بلکہ ظہور اور دعویٰ مہدی موعود ہونے کا زمانہ دسویں صدی کے اندر کا ہے۔ ۱۸۵۲ء میں ہوا ہے اور مجدد کا نشان پیدائش سرحدی ہے، ظہور۔ دیکھو اپنے استاد عبدالحی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مجموعہ فتاویٰ۔

مولہ: پھر ان کے وقت میں خسوف و کسوف رمضان شریف کے چاند ہونا پھر ستارہ و النین اور ستارہ دنبالہ و اوار کا طلوع کرنا۔ الخ

الجواب: دروغ بے فروغ ہے اب تک یہ واقع نہیں ہوا۔ بارہا علماء ہند و پنجاب نے اس

کی تردید کر دی ہے اور مرزا اثباتِ خسوف و کسوف سے عاجز ہو کر خف و مسخ ہو گیا اور دنبالہ دار کا واقعہ تین بار ہوگا، دو بار ہوا ہے ابھی تیسری بار نہیں ہوا۔ (دیکھو کتاب امام مہدی الفہامی کو)۔ صد باعلامات امام مہدی کی باقی ہیں مثلاً:

۱..... قریب ظہور مہدی کے دریائے فرات کھل جائے گا اور اس میں سے ایک سونے کا ظاہر ہوگا۔

۲..... آسمان سے ندا ہوگی الا ان الحق فی ال محمد اے لوگو حق آل محمد میں امام مہدی کی شناخت کی علامتیں ان کے پاس رسول اللہ کا کردہ و تیغ و غم ہوگا۔ یہ نشان حضرت ﷺ کے کبھی نہ نکلا ہوگا اور اس نشان پر لکھا ہوگا ”البیعة للہ“ بیعت اللہ تعالیٰ واسطے ہے۔

۳..... امام مہدی کے سر پر ایک بادل سایہ کرے گا اس کے اندر سے آواز ہوگا ہا المہدی خلیفۃ اللہ فاتبعوہ۔ یہ مہدی خلیفہ ہے اللہ تعالیٰ کا اس کی متابعت کرو۔

۴..... ایک خشک شاخ زمین میں لگائیں گے اور وہ ہری ہو جائے گی اور اس میں پتے میوہ آئے گا۔

۵..... دریا ان کے لئے اس طرح پھٹ جائے گا جیسا کہ بنی اسرائیل کے لئے پھٹ گیا تھا تنبیہ: امام مہدی موعود کا آنا مستقل طور پر ایسا معروف اور ثابت ہے کہ بعض علماء متقدمین نے انجیل و تورات و زبور و کتب ہند سے اس کو مفصل بیان کیا ہے باوجودیکہ ان کتابوں کے اندر بہت اسی تبدل و تغیر واقع ہو چکا ہے اور کتب ہند و غیرہ بے دینوں پر اگرچہ کوئی اتنا نہیں مگر تاہم اس امر میں وہ بھی متحد اور موافق ہیں کہ اپنے زمانہ آئندہ میں ایک شخص مہدی امام مہدی کے نام پر پیدا ہوگا جس کی اوصاف ایسی دیسی ہوں گی۔ لہذا بقدر حاجت ہمیں

اور تاکید کے لئے نقل کرتا ہوں۔

ت اول: حضرت اشعیاؑ پیغمبر اللہ علیہ السلام نے اپنی کتاب میں ۲۶ و ۲۷ سیمیں میں فرمایا ہے اور مہویو ہشیر ہر بیرص یھودا غیر عاز لانو بشوع عاز موت واصل“ خلاصہ معنی اس پاسوق کا ساتھ مابعد کے پاسوقوں کے یہ ہے کہ اس یہود کی زمین یعنی بیت المقدس میں اس کی صفت اور ستائش کی جائے گی اور کہا جائے گا یہ وہ ہے کہ ہماری شفاعت کرے گا اور قلعوں کے دروازے اس کے لئے کھول دیئے میں گے نیک کاروں کے داخل ہونے کے لئے۔ بخو متخنا نو، لاتی، یقومیم، صوا ورننی شوخقا فار کی تل اوروں ملثکا داراص و فاهیم مٹیل من زندہ ہوں گے مردے اور ان کی وصف کریں گے تو وہ خاک جو ان کے سبب سے آباد اس گے اور اس کا ارشاد نور اور دین ہوگا۔ اور سب ملتوں کو راہ حق پر ہدایت کرے گا اور تلوار سے بدلے لے گا لیویا تان سے۔ اور ”لیویا تان“ کا معنی جبرائیم نصرانی نے عبرانی اسماء کی ہرست میں اجماع لکھا ہے۔ اور حلیف یعنی باہم عہد و پیمان کرنے والے لوگ یعنی اس وقت جس قدر لوگ دین کے مخالف ان سے اگرچہ جماعات ہوں گی ان سے شمشیر کے ماتھے بدلے لے گا۔ سیمان ۳۲ میں لعن لصدق املح بلع اول صادیم و لیش باد اسوریم خلاصہ معنی اس کا یہ کہ بالکل ہر کام میں شریعت محمد کے موافق بادشاہی کرے گا سب کی آنکھیں حق بین اور کان حق سننے والے اور دل لوگوں کے عالم اور گنگ لوگوں کی بائیں فصیح ہو جائیں گے جاہل کو کوئی پیشوا اور منافق کو بزرگ نہ جانے گا، ظالموں سے بدلے لے گا ایمان اس کا کمر بند اور عدالت اس کی میان بند ہوگی۔ اس کے وقت میں گرگ اور بکری کا بچہ ایک جگہ میں رہیں گے اور بڑغالہ یعنی بکری کا بچہ ایک مقام میں چریں گے۔ گو سالہ اور بکری و شیر ایک جگہ ہوں گے گو سالہ اور بچہ اور شیر اور مادہ گاؤں ایک جگہ کھائیں

گئے اور طفل شیرخوارہ سانپ کی سوراخ میں ہاتھ ڈالے گا اور اس کو نہ کاٹے گا اور یہی رسول اللہ آخر زمان محمد ﷺ کی دختر کا فرزند دلہند محمد مہدی ہوگا۔ ایسا ہی سہما ۳۲ و ۳۹ میں بھی مذکور ہے۔

بشارت دوم: از کتاب جاماسپ حضرت پیغمبر آخر زمان کو دختر کا فرزند بحکم یزدان حضرت ﷺ کا جانشین ہوگا اور اس کی حکومت قیامت تک جائے گی اور اس کی بادشاہی کے بعد دنیا برطرف ہو جائے گی زمین و آسمان اس کے بدگار ہوں گے اور بڑا پورا اللہ تعالیٰ کا بندہ عاصی گرفتار ہو کر اس وقت قتل کیا جائے گا۔ (یعنی دجال کو اس زمانے میں قتل کیا جائے گا)۔ اور ”سمند“ اور ”قرج“ اور ”عباکل“ اور ”نفند“ جو کہ ریکس و جال کے ہوں گے محبوس ہوں گے۔ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف پکارے گا اور اسی کا مذہب رواج پائے گا اور اس کی خدمت میں آئیں گے بسر وروش و آسمان کہ عبارت ہے میکائیل و جبرائیل و عزرائیل سے اور نازل ہوگا بہرام فرشتہ جو کہ موکل مسافروں کا ہے اور فرخ زاد موکل زمین کا اور فرشتہ جیادوں اور بیہڈوں کا اور آذر ہرماہ کے اول روز کا ملک اور سب واذر کتب موکل آتش کا اور رواں بخش کہ روح القدس ہے اور زندہ کرے گا بہت سے نیک و بد لوگ اور بعض پیغمبر بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت سے اس کے وقت میں زندہ ہوں گے۔

چنانچہ ماکان پدر خواجہ خضر اور حضرت مہر اس پدر الیاس علیہم السلام اور نقوما جس پدر (جس کو نقوما جس کہتے ہیں) ارسطالیس (ارسطافیس بھی کہتے ہیں) اور آصف بن برخیا وزیر جو سب کہ سلیمان ہے اور ارسطوی ماقدونی اور سام بن یوسف فریدیوں کہ نوح ہے اور سموں عابد اور سولان اور شاول اور حضرت شمول اور میخا اور بخدل اور سینیا اور حضرت شیعیہ اور جہواول وحقون ووزریا پیغمبران اسرائیلیاں اور زندہ ہوگا غابر بن صالح اور حاضر ہوگا اس کے پاس یسمرغ۔ اور بدکار لوگوں سے زندہ کرے گا سور یوس کو جو کہ نمود ہے اور یرج وقرع

کو جو کہ فرعون اور قارون ہیں اور ہامان فرعون کے وزیر کو اور اس کو زندہ دار پر کھینچ دے گا اور ماوند کے چاہ سے باہر نکالے گا ضحاک علوایزاد کو اور اس کو ظلموں کا دفتر تہی کرے گا اور جلا دے گا بخت نصر کو کہ جس نے و شحمت یعنی بہت المقدس کو خراب کیا تھا اور زندہ کرے گا شامو کو اور پہلوپ کو اور قتل کر دے گا اور زندہ کرے گا سدوم یعنی لوط کے شہر کے قاضی کو اور اسقف ترسایان کے قاضی کو اور ذویباغ اهرمن کو جو کہ بانی عمل قوم لوط کا تھا اور زروون کو جو کہ اکابر فرس سے ہے اور شید رنگ اور صاحب کو کہ جس نے ستارہ پرستی کو نکالا تھا اور قتل کرے گا اور زندہ کرے گا کیوت کو اور سب کو جلا کر سہ بارہ زندہ کر دے گا اور اپنی قوم کے فتنہ گر بادشاہوں کو قتل کرے گا اور زندہ کرے گا رستم بن زال اور کخسر و کو اور نام اس کا بادشاہ بہرام مہدی موعود اول و دختر شاہ مخلوقات سے ہوگا جس کا نام ”سین“ ہے (اور سین رسول ﷺ کا نام ہے) بلغت پہلوی۔ چنانچہ قرآن مجید میں ”یسین“ مذکور ہے اور ظہور اس کا آخر دنیا میں ہوگا۔ اعراس کی مثل سات کر گس کے ہوگی اور جب مہدی خروج کرے گا رسول اللہ کے زمانے سے لے کر اس وقت تک (۳۰) تیس ۲ قرن گزرے ہوں گے۔ تازی لوگ فارسیوں پر غلبہ کریں گے اور ان کے شہر لے لیں گے اور درو یعنی دجال کو قتل کرے گا اور وہ دجال اندھا ہوگا، گندھے پر سوار ہوگا، خدائی کا دعویٰ کرے گا۔ اس کے قتل میں امام مہدی مصاحب ہوگا حضرت عیسیٰ کا قسطنطنیہ اور ہندوستان کو زیر قبضہ کر کے اسلام کے نشان اس میں قائم کر دے گا اور سرخ عصا موسوی اور انگشتی سلیمان کی اس کے پاس ہوگی اور یہ بہرام یعنی امام مہدی موعود اول و دکر و درمان سے یعنی ابراہیم سے ہوگا اور وہ اس وقت ہوگا انرو کشب یعنی بزا خدا پرست داتا بکب بزرگ و کپادانہ یعنی شکوہ ہوگا اور عرب داد و باء و زنج

۱۔ یہ مخالف کتب اسلام کے کیونکہ ان کی عمر اس قدر نہ ہوگی۔ صفت کریم کی عمر بہت بڑی ہوتی ہے۔ ۱۲۰۰
۲۔ امام حسن کے نزدیک قرن دس سال ہے اور قادی کے نزدیک ستر سال ہے مگر نے ۳۰ سال اور ذرہ بن ابی ادنی نے ۱۲۰ سال اور عبد الملک بن امیہ نے ایک سو سال کہے ہیں۔ (شرح مسلم) ۱۲۰۰

تشو قیدار یار و نویو شو سلع مروش هاریم ایضوحو یاسیمولد و ناہی
کاوردات ہی لاتوبا ای ایم یکید الہ واریم عیتیم ولوء یم ناسوقی
احوریور شی بوشد ہبوتہیم ہپاسل ہااوم ریم لیخا اتم الوہنو یعنی الہی
طایفہ بالعدوالولی کا آتا ہے اور ان سے آگے میں تم کو خبر دیتا ہوں کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے
مداح ووصاف ہوں گے اور ان کے زمانے میں زمین کے کل اطراف میں دریاؤں،
جزیروں، بیابانوں، شہروں، مکانوں میں دین اسلام پھیل جائے گا۔ پس شرمندہ ہوگی وہ
جماعت جو کہ بت پرستی کرتی تھی اور بتوں کو کھیتھی کہ تم ہمارے خدا ہو۔ پس اس وقت کل
عزت اللہ ہی کے واسطے ہوگی اور ہر جگہ میں تسبیح الہی ظاہر ہوگی۔

اقول: امام مہدی کا نام اگرچہ ان عبارتوں میں ظاہر نہیں، مگر وہی مراد ہے کہ ایمان تمام
زمین شوراہ و شیریں پر اسی وقت پر منحصر ہے باتفاق احادیث صحیحہ۔

بشارت یازدہم: حضرت یونکل نبی کی کتاب میں مذکور ہے جو کہ انبیاء بنی اسرائیل میں سے
ہے اس عبارت کا اول یہ ہے ”وہابی مہر قد شواتر کزوکل لومیوہارہ ص کیا
یوم ارتی ناقتی کا دیوم خوتیخ اراف لایوم عافار لاوعرافل“ خلاصہ معنی
ان فقرات کا یہ ہے کہ صد بلند ہوگی کوہ مقدس میں جب کہ ایک بندہ نیک آئے گا اور تیرگی
و تار کی کل دنیا سے دور ہوگی اس کے آگے آگ جلانے والی ہوگی اور پیچھے اس کے شعلہ
فروزاں ہوگا کھبے دینوں کا سب صفایا کر دے گا اور کل دین اسلام کے دین ہو جائیں گے
اور عدل اپنی انتہا کو پہنچے گا۔ اور حضرت ”حز قیل“ کی کتاب میں ایسا ہی مذکور ہے کہ جس کو
فرنگی لوگ زکیال اور انز کیا کہتے ہیں اور سکیناس نبی کی کتاب میں بھی ایسا ہی وارد ہے جس
کو نصاریٰ اپنے اولوالعزم پیغمبروں سے جانتے ہیں۔ اور ان در اس نبی کی کتاب میں محمد مہدی

کی تصریح ہے اور ”ملاجی“ کی کتاب کے تیسویں سیماس میں ایسا ہی ہے اور آٹھویں سیماس
عاموس کی کتاب میں حضرت عیسیٰ ابن مریم اور حضرت آخر زمان امام مہدی دونوں کے
آنے کا ذکر ہے۔ صحیفہ نعمان بن عباس میں امام مہدی کا ذکر واضح ہے سوائے ان کتابوں
کے اور کتب ہنود و نصاریٰ دیہود میں بھی یہ مذکور ہے۔ اور یہ کتب مذکور ہندوستان کے ملک
میں تلاش کرنے سے ملتی ہیں جس کو میرے بیان میں شک ہو وہ دیکھ سکتا ہے۔

فتولہ: چنانچہ ”نج الکرامہ“ میں ہے: قولی از سلف در محمد بن عبد اللہ
محض ملقب بہ نفس ذکیہ دعویٰ مہدویت کردہ بود (انتہی)

الجواب: ملاجی کا مقصود اس سے یہ ہے کہ ابوداؤد کی حدیث جس پر صادق آتی ہے وہ امام
مہدی تو گذر چکا ہے اور مہدی آخر زمان سے اس کو کوئی تعلق نہیں۔ میں کہتا ہوں جب کہ
مصدق حدیث جو امام مہدی ہے وہ گذر گیا تو اب آخر زمان کا مہدی کون ہوگا؟ جو ہوگا وہ
ہرگز موعود اور معبود نہ ہوگا معبود وہی ہوگا جس پر علامت حدیث شریف صادق آتے ہیں۔
اب میں بھی اس ”نج الکرامہ“ سے تحریر کرتا ہوں کہ امام مہدی آخر زمان باقی ہے کیونکہ عیسیٰ
علیہ السلام ابھی تک آسمان سے نہیں اترے ”نج الکرامہ“ کے صفحہ ۴۴ پر یہ حدیث منقول ہے کہ
”حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن مریم نازل ہوں گے، دجال کو قتل کریں گے اور کتاب اللہ اور
میری سنت پر عمل کریں گے پھر موت پائیں گے۔ مسلمان لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن
مریم کی جگہ ایک شخص کو قبیلہ بنی تمیم سے جس کا نام مقعد ہوگا، خلیفہ بنائیں گے اور بعض
کتابوں میں ہے کہ ان کی جگہ پر ایک شخص ججہا نام کا ملک یمن کا رہنے والا اٹھے گا اور وہ
قبیلہ قحطان سے ہوگا سو اس میں تطبیق یہ ہے کہ یہ دونوں ایک ہی شخص کے نام ہوں گے
دونوں قبیلہ سے اس کو نسبت ہوگی یا دونوں جدا جدا ہیں اور یکے بعد دیگرے ہوں گے اور ہر

ایک کا زمانہ چونکہ تھوڑا گزرے گا لہذا کسی ملک میں ایک کی شہرت ہوگی کسی میں دوسرے کی یا دونوں معاً ہوں گے مگر ایک تابع ہوگا دوسرا متبوع ہوگا۔ (ظہیق) جب وہ بھی مرجائے گا تو اس کی وفات کے بعد بیس سال پورے نہ ہوئے ہوں گے کہ لوگوں کے سینہ سے قرآن شریف اٹھایا جائے گا۔ (رداء الباشخ عن ابی ہریرہ مرفوعاً)۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ مرزا ہرگز مسیح موعود نہیں۔

فتوہ: منجی نہ رہے کہ حدیث مذکور ”یو اطلی اسمہ اسمی واسم ابیہ اسم ابی“ برابر ہوگا نام اس کا میرے نام پر اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام پر۔ کے ایک معنی غامض اور بھی ہیں جو عوام کا لالعام تو کیا ہیں خواص کا لالعام کے فہم سے بھی بہت دور ہیں اور وہ یہ ہیں کہ حدیث مذکور میں اشارہ ہے طرف اس بات کے کہ امام مہدی آخر زمان بروز ہوں گے حضرت خاتم النبیین ﷺ کے اور کوئی جدا گانہ انسان نہیں ہوں گے۔ گویا کہ حضرت ﷺ کی بعثت ثانی ہوگی جیسا کہ آیت ﴿وَاٰخِرِيْنَ جَنَّتُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ﴾ سے پایا جاتا ہے اس تقدیر میں حدیث مذکور اس امام مہدی آخر زمان ہی کی صفت ہوتی ہے اور اس صورت میں بعض کتب و رسائل میں جو لکھا ہے کہ مہدی کی ماں کا نام آمنہ ہوگا یہ بھی صادق آتا ہے۔ اگرچہ روایات صحاح میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ جیسا باعتبار مثل مسیح اسرائیل ہونے کے مہدی آخر زمان کا نام عیسیٰ بن مریم ہوا اسی طرح بروز خاتم النبیین ﷺ ہونے کی وجہ سے ان کا نام محمد بن عبد اللہ ہوا۔ فافہم و تدبر فانہ دقیق جدا۔

اقول: اس عبارت کا خلاصہ عام فہم مطلب یہ ہوا کہ مرزا غلام احمد میں دو قسم کی صفت ہیں ایک ایسی کہ اس کے سبب سے حضرت محمد صاحب کا بروز یعنی ظہور دوسری بار ہو گیا امام

مہدی کچھ نہیں خود حضرت محمد صاحب ہی دوبارہ ظاہر ہوئے۔ دوسری صفت وہ کہ اس کے سبب سے عیسیٰ بن مریم کا مثیل ہوا تو مرزا صاحب کے اندر حضرت محمد صاحب اور حضرت عیسیٰ ﷺ دونوں کا ظہور ہوا اور مرزا حضرت محمد صاحب کا ہم مثل بھی ہے اور عیسیٰ ابن مریم کا بھی۔ پس مرزا اور کوئی شی وانسان جدا گانہ نہیں ہے انہیں دونوں پیغمبروں کے اوصاف و ارجح کا مجموعہ ہے یعنی دونوں کی روحیں اس ایک جسم مرزا میں ظاہر ہوئی ہیں اور یہ دونوں پیغمبر دنیا میں دوبارہ مرزا غلام احمد کے قالب میں ظاہر ہوئے۔

ثم اقول: اول یہ کہ سب باتیں تمہارے پیر کی بناد میں ہیں اور تم نے دہی نقل کر دیں اس سے ہمیشہ علماء کا مطالبہ کرنا کہ ان کو کسی آیت یا صحیح حدیث سے ثابت کرو، مگر وہ تو اپنی دلیل کو ثابت نہ کر سکے اور افسوس سے ہاتھ ملتے ملتے قبر میں چلے گئے۔ اب آپ اور کل مرزائی عام و خاص ثابت کر دیں، بلکہ قیامت تک ثابت نہ ہوگا، ہاں اگر یہ شریعت الہی ہو جائے تو اس وقت ثابت ہو جائے کہ محمد ﷺ صاحب اور عیسیٰ بن مریم کا دنیا میں ظہور دوبارہ بحکم مرزا غلام احمد ہوا ہے۔

دوسرا یہ کہ اگر یہی درست ہے تو مثیل عیسیٰ بن مریم کا دعویٰ کرنے کا کیا فائدہ؟ مثیل حضرت محمد ﷺ صاحب کا دعویٰ کیا ہونا جو کہ خاتم النبیین ہیں۔ حالانکہ یہ کہیں بھی مرزا نے نہ کہا کہ میں مثیل محمد صاحب ہوں مگر بعد اعتراض وارد ہونے کے کہیں کہیں لکھ مارا۔ تیسرا یہ کہ تم تو مردوں کا دوبارہ دنیا میں آنا ہرگز مانتے ہی نہ تھے اصلی صورت میں ہو یا کہ بروزی صورت میں ہو۔ بروز کے ماننے پر تمہارا دعویٰ سہ پایہ جاتا رہا۔

چوتھا یہ کہ عذر گناہ بدتر از گناہ ہو گیا، یہ تو ہندؤں کا مذہب ہو گیا کہ وہ حشر اجساد اور قیامت کے منکر ہو گئے اور یہ کہتے ہیں کہ ایک میت کی روح دوسرے بدن میں ہو کر ظاہر

ہوتی ہے حالانکہ یہ مذہب باتفاق کل اہل اسلام باطل ہے۔

تفصیل معنی بروز کی ہے کہ اہل کمون و بروز کی اصطلاح میں بروز اس کو کہتے ہیں کہ ایک شخص کا دل کی روح دوسرے شخص میں بروز فیہ میں بصفات خود ظہور کرے۔ چنانچہ امام مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ دوسری جلد مکتوبات کے صفحہ ۵۸ میں فرماتے ہیں کہ ”در بروز تعلق نفس بہ بدن از برائے حصول حیات نیست کہ این مستلزم تناسخ است بلکہ مقصود ازین تعلق حصول کمالات است مرآن بدن را چنانچہ جنی بفرد انسانی تعلق پیدا کند و در شخص او بروز نماید و مشائخ مستقیم الاحوال بعبارت کمون و بروز ہم لب نمی کشانید۔ و نزد این فقیر قول بنقل روح از قول بتناسخ ہم ساقط ترست زیرا کہ بعد حصول کمال نقل بدن ثانی برائے چہ بود و ایضا در نقل روح اما نت بدن اول است و احیاء بدن ثانی۔ افسوس این قسم بطلان خود را بمسند شیخی گرفتہ اند و مقتدائ اہل اسلام گشتہ اند ضلوا فاضلوا“۔ اور مرزا نے اپنی کتاب ”ایام الصلح“ کے صفحہ ۱۱۸ پر کتاب ”اقتباس الانوار“ کا حوالہ دے کر ذکر بروز کیا ہے۔ مگر یہ بھی لوگوں کو دھوکہ دیا اور کہا کہ ”لا مہدی الا عیسیٰ ابن مریم“ یعنی مہدی کوئی نہیں مگر وہی عیسیٰ ابن مریم یعنی روح عیسوی مہدی آخر الزمان میں جو کہ میں غلام احمد ہوں متصرف ہوئی ہے اور مصنف ”اقتباس الانوار“ کو جو صابری خاندان کے ہیں اکابر صوفیہ سے لکھتے ہیں۔ اسی ایام الصلح کے اسی صفحہ ۱۸ میں ہے کہ از اکابر صوفیہ متاخرین بودہ۔

مگر مرزا اس کو نہیں دیکھتا کہ بعد نقل کرنے قول بروز کے خود ہی وہ شیخ محمد اکبر

ی صاحب ”اقتباس الانوار“ میں فرماتے ہیں: واین مقدمہ بغایت ضعیف اور اس اقتباس کے صفحہ ۳۴ میں فرماتے ہیں: واین روایت ہو قول کسی را کہ گوید مہدی ہمیں عیسیٰ الصلح است و تمسک کند باین حدیث کہ مہدی الا عیسیٰ ابن مریم۔ و جواب این حدیث حمل است بر حذف مہدی بعد المہدی المشہور الذی ہو من اولاد محمد ﷺ و علی لا عیسیٰ الصلح اہی۔ یعنی مہدی مشہور کے بعد جو کہ رسول اللہ کی اولاد سے ہوگا دوسرا ولی کامل مہدی نہیں مگر حضرت عیسیٰ الصلح۔ اس ”اقتباس الانوار“ کی عبارت سے مرزا وہ دعویٰ بروز اور تمسک بحدیث لا مہدی الا عیسیٰ ابن مریم سے باطل ہو گیا جیسا کہ میں کا دعویٰ بروز کا مکتوبات کی عبارت سے بھی باطل ہوا۔ اور بروز کے دونوں معنی میں سے مرزا اول کا معتقد ہے جو کہ مستزہم تنازع کو ہے اور وہ باتفاق باطل ہے اور اس کے اعتقاد کا ثبوت اس عبارت سے ہے جو کہ مرزا نے اپنی کتاب ”ست یجن“ کے صفحہ ۸۴ میں یہ شعر لکھا ہے۔

ہفصد و ہفتاد قالب دیدہ ام بارہا چوں سبز با رویدہ ام
ہیں معلوم ہوا کہ مرزا کا اعتقاد تنازع کا ہے اور یہ کفار کا اعتقاد ہے مگر کوئی قباحت نہیں کیونکہ مرزا جی مہاراج، کرشنی، اوتار بھی تو تھے۔ جیسا کہ ”کلمہ فضل رحمانی“ سے پیج ۵۰ میں ہے۔ اور اگر بروز کا دوسرا معنی لیتا ہے تو بھی مردود ہے کما مر۔ واین قول بغایت ضعیف است۔ غرض کہ مرزا کا مثیل عیسیٰ و مثیل محمد ﷺ ہونا بالکل ثابت نہیں ہوتا، بلکہ ان اس کا ثابت ہے۔

ثم اقول: علامہ سیوطی کی تفسیر ”در منثور“ میں یہ حدیث ہے ”قال رسول اللہ ﷺ

للیہود ان عیسیٰ لم یمت وانه راجع الیکم قبل یوم القیمۃ“ پہلے بھی یہ حدیث ذکر ہو چکی ہے۔ یعنی حضرت ﷺ نے یہود کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ”محقق ہے یہ بات کہ عیسیٰ نہیں مرا اور یہ بھی محقق ہے کہ وہ لوٹنے والا ہے تمہاری طرف قیامت کے دن سے پہلے۔“

سوال: از طرف مرزائی ممکن ہے کہ لفظ راجع سے مراد عیسیٰ کا رجوع بروزی طور پر بصورت قادیانی ہو۔

جواب: ایک جواب تو سابق میں چند وجوہ ہو چکا ہے۔ ثانیاً سنو مرزا چونکہ بروز عیسیٰ بروز محمدی دونوں کا مدعی تھا تو کیا وجہ ہے کہ حضرت ﷺ عیسیٰ رجوع سے بصورت قادیانی احادیث متواترہ میں خبر دیتے ہیں۔ جیسا کہ یہ زعم اور گمان بالکل قادیانی کا ہے اور خواہ حضرت محمد ﷺ اپنے رجوع بروزی یعنی دوبارہ دنیا میں بصورت غلام احمد قادیانی ہو کر آنے سے ایک حدیث میں بھی اعلام نہیں فرماتے۔ اس سے ظاہر ہے کہ رجوع بروزی مراد نہیں بلکہ رجوع بعینہ عیسیٰ ﷺ کا مراد ہے۔

سوال: بروز سے مراد یہ ہے کہ روح قادیانی روح عیسیٰ سے مستفیض ہوتا ہے۔

جواب: قادیانی اور اس کے اذئاب کہیں بھی یہ مراد نہیں لیتے بلکہ وہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ روح محمدی ﷺ و روح عیسیٰ ﷺ دونوں مرزا کے اندر آ رہی ہیں۔ کما مر مراد۔ اور اگر مان بھی لیں کہ مرزا اس بروز سے مراد لیتا ہے تو بھی یہ مراد نامراد ہے اور اس پر دعویٰ مشیت کا خطر القناد ہے کما لا یخفی۔ کیونکہ یہ استفاضہ تو مرزا قادیانی کے بغیر بہت سے لوگوں کو حاصل ہوا ہے چنانچہ حضرت شیخ اکبر ”فتوحات“ میں فرماتے ہیں کہ عیسیٰ بن مریم ہمارا پہلا شیخ ہے اور اس کے ہاتھ پر ہم نے توجہ کی اور ہمارے حال پر ان کی بڑی عنایت ہے۔ کما قال وھو شیخنا الاول رجعنا علی یدیدہ ولہ بنا عنایۃ

طبیعة لا یغفل عنا ساعة۔ اور ان کے ماسوا اور بھی عیسیٰ المشرّب صوفیہ بہت گزرے ہیں اور اب موجود بھی ہیں تو کیا وجہ ہے کہ کسی نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔

اور نیز اس طرح کا فیض عیسیٰ بن مریم کا اس کے زندہ ہونے پر موقوف نہیں بلکہ تقدیر مر جائے عیسیٰ ابن مریم کے بھی قادیانی کو فیض پہنچ سکتا ہے۔ پس آنحضرت ﷺ ہ فرمانا ”وانہ راجع الیکم“ اگر بطریق بروز ہوتا تو ”ان عیسیٰ لم یمت“ بے ربط رہ جاتا تھا کیونکہ وہ بروز موت کی تقدیر پر بھی ہو سکتا ہے اور نیز ”وانہ راجع الیکم“ سے بروز فی القادیانی جب لیا جاسکتا ہے کہ قادیانی صاحب یہود کی قوم سے ہوں کیونکہ آنحضرت ﷺ یہود کو مخاطب کر کے فرما رہے ہیں کہ ”وانہ راجع الیکم“ ای بارز فیکم جیسا کہ مولوی احمد حسن ہندوستانی نے ”راجع الیکم“ کا معنی بارز فیکم لیا ہے شاید اس کو معلوم نہ ہو چکا ہے کہ قادیانی یہود میں سے ہے اور یہ ”راجع الیکم“ کا معنی بارز فیکم جب ہی صادق آ سکتا ہے کہ یہود میں سے کسی شخص کو عیسیٰ بروز کا مالک قرار دیا جائے۔

چنانچہ لینزلن فیکم ابن مریم کا معنی قادیانی کے نزدیک یہی ہے کہ تم مسلمانوں میں سے کسی ایک مسلمان میں عیسیٰ کا بروز ہوگا اور آج تک کسی نے چونکہ نزول و رجوع بروزی کا دعویٰ نہیں کیا تا کہ اس پر یہود ہونے کا الزام عائد ہو لہذا اس کا مدعی بھی مرزا ہے، اور یہ الزام بھی اسی پر وار ہے۔ پس آفتاب جہاں تاب سے بھی زیادہ روشن ہو گیا کہ مرزا ہرگز مہدی موعود مسیح معبود نہیں ہے اور مہدی عیسیٰ سے مراد یہی دونوں الگ الگ اجید مراد ہیں شاکا کوئی مثیل اور انہیں کے بعینہ دنیا میں آنے پر اجماع ہے نہ ان کے کسی مثیل پر۔ ورنہ رسول اللہ کی تعلیم جو اس مطلب میں ہے اس کو غلط کہنا ہوگا اور یہ امر منافی ہے انبیاء علیہم السلام کی عصمت کا، خصوصاً ایسے بہتم بالانشائے میں جس کے ذریعہ سے حضرت ﷺ

امت مرحومہ کو دھوکہ کھانے سے بچانا چاہتے ہیں بالکل منافی شان نبوت کے ہے کیونکہ بجائے ہدایت کے الٹا امت مرحومہ کو دھوکے میں ڈالنا ہوا کہ نزولِ قادریانی کی جگہ نزولِ عیسیٰ بن مریم فرمادیا حالانکہ پہلے لوگ ایلیا کے نزولِ بروزی سے دھوکہ کھا چکے تھے۔

ثم اقول: مرزا اور مرزائیوں کا بہت زور اسی پر ہے کہ لامہدی الایسی بن مریم اور اسی سے بروز نکالتے ہیں کما مر۔ اسی واسطے اس مقام میں ذرا زیادہ تفصیل کی گئی اس حدیث کے متعلق میں نیز سالہ ”تبیح“ میں بھی مفید بحث کی ہے جہاں کی زبان پر لامہدی الایسی بہت ہے مگر سوائے تحقیقِ ماسبق کے اور جوابات بھی ہیں۔

اول: تو یہ کہ یہ حدیث ضعیف اور مضطرب ہے۔ دوسرا: یہ کہ محتمل التاویل ہے بعد صحت اخبار مہدی کے یقیناً مآول ہے کیونکہ دونوں باہم متغایر ہیں بسبب تغایر اوصاف کے تو معنی حقیقی یعنی نفی وجود امام مہدی کی معذرت ہے اور ایسے وقت مجاز متعین ہوگا۔ پس بعض تاویل کرنے والوں نے مہدی کو معنی منسوب الی المہدی پر محمول کیا ہے اور یہ حصر بہ نسبت انبیاء علیہم السلام کے ہے اور بعض علماء نے مہدی سے مہدی لغوی مراد لیا ہے چونکہ مطلق مہدی کا ذکر ہے لہذا اس سے مراد فردِ کامل ہوگا اور مہدی ہونے میں فردِ کامل نبی اور پیغمبر ہوتا ہے لہذا یہ معنی ہوا کہ بعد نبی ﷺ کے ہدایت دینے کا فردِ کامل عیسیٰ علیہ السلام ہوگا کیونکہ بقرب قیامت کے شریروں اور گمراہوں کو ہدایت فرمائیں گے۔ ایضاً حدیث لامہدی الایسی بن مریم کو علامہ زرقانی نے مرد و ٹھہرایا ہے۔

دوم: یہ کہ اس کو ابنِ ماجہ نے بھی اخراج کیا ہے حالانکہ خود ابنِ ماجہ ابو امامہ کی حدیث میں تصریح فرما رہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کے نزول کے وقت بیت المقدس میں ایک رجل صالح نماز کی جماعت کرا رہا ہوگا کہ اتنے میں عیسیٰ کا نزول ہوگا اور وہ امام بیچھلے پاؤں بٹپتے جائے گا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام آگے بڑھے۔ اور یہی مضمون بخاری کی حدیث کا ہے جو بردایت ہریرہ مذکور ہے۔

اور بعض زعمی مولویوں نے بروز کے مسئلے کو اس آیت سے نکالا ہے۔ ﴿نَحْنُ مُرْسِلَاتُكُمْ الْمَوْتِ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوفِينَ﴾ عَلٰی اَنْ تُبَدِّلَ اَنْفُسَالَكُمْ وَتُنَبِّئَنكُمْ فَمَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿﴾ مگر صوفی شیخ محمد اکبر صاحب ”اقتباس الانوار“ فرماتے ہیں کہ اس کو ملہ بروز سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ آیت میں انتقالِ روح دوسرے بدن میں عمر دنیا میں ایت نہیں ہوتا خواہ امثال کو جمع مثلاً دلوں پر فتح کے ساتھ مقرر کی جائے یا جمع مثل بمعنی مثیل سے بر تقدیر اول آیت کا مفاد تغیر اوصاف ہوگا یعنی طفولیت اور شباب اور کہولت اور شیخوخت اور بر تقدیر ثانی یا تو تبدل اشکال دنیویہ و اخرویہ پر دلالت کرے گی اور یا تبدل اشخاص دنیویہ و اخرویہ پر جو متخالفة الروح والجسم ہوں گے اور یا تغیر اشخاص دنیویہ علی سبیل المسخ پر علی ما قال الحسن ای نجعلکم قردة و خنازیر۔

پہلی صورت تو ظاہر ہے کہ روح کا انتقال نہیں صرف اوصافِ طفولیت وغیرہ وغیرہ کا نہیں ہے۔

دوسری صورت میں منتقل الیہ جسم حشری ہے اور مرزا نے تو اس وقت جب کہ دعویٰ کیا تو دنیا میں تھا۔ اور

تیسری صورت میں آیت کا حاصل یہ ہوگا کہ (تم کو دوسرے جہاں میں لے جائیں اور نہاری جگہ یہاں اور خلقت بسائیں) تو اس صورت میں مماثلت بمعنی الدخول تحت النوع الواحد ہوگی اور امثال بایں معنی مسلم بین الفرقیقین ہیں نہ ہم کو مضر نہ مرزا کو مفید، کیونکہ اہل اسلام بروز کموں اس کو بروز نہیں کہتے۔

چوتھی صورت سواس کو علماء وہ مخالفت اہل اصطلاح کے مرزا اور مرزائی بھی ناگوار سمجھیں گے اور نیز تہذیل امثال آیت سے صرف تحت قدرت اور مقدور ہونا ثابت ہوتا ہے نہ وقوع اس کا۔ حجة اللہ البالغہ۔

فتوہ: امام مہدی ظاہر ہونے کے بعد چاروں مذاہب قائم رہیں گے یا نہیں اور ان کا خاص کوئی مذہب و طریقہ ہوگا یا نہیں ”ہدایۃ المہدی“ کے اس صفحہ ۲۶، ۲۷ کا خلاصہ ملا جی نے یہ بیان کیا ہے کہ

۱..... چاروں مذاہب کا انتظام زمانہ مہدی تک رہے گا

۲..... اور اپنے زمانہ میں مہدی خود مجتہد مطلق ہوگا

۳..... وہ کسی مذہب کی تقلید نہ کریں گے

۴..... اور دنیا میں انہیں کا مذہب جاری ہوگا

۵..... ایسا فیصلہ کریں گے کہ اگر رسول اللہ دنیا میں موجود ہوتے تو آنحضرت بھی ایسا ہی

فیصلہ فرماتے

۶..... اور مذاہب متداولہ کے اغلاط و مسائل ضعیف کی اصلاح فرمائیں گے۔

۷..... مذہب مہدی کے بارے میں ایک مستقل رسالہ، شیخ علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ کا ہے جو

مجددین میں معدود ہیں۔ جس کا نام مشرب وادی فی مذہب المہدی ہے۔

۸..... اور سوائے اس کے فتوحات مکیہ اور ایواقیت والجوہر، حج الکرامہ و فتاویٰ شامیہ وغیرہ

وغیرہ میں اس کا ذکر ہے فلیراجع۔

الجواب: ان آٹھوں باتوں کا جواب دیتا ہوں:

۱..... درست ہے مگر اس مہدی کا مذہب یعنی مرزا نے تو انتظام مذاہب کو روک نہ سکا۔

۱..... مہدی راست کے بارے میں یہ بھی درست ہے مگر مرزا پر بالکل درست نہیں کیونکہ وہ ات تک شرح و قایہ، ہدایہ، کنز الدقائق، در مختار، شامی، اور عالمگیری وغیرہ کتب فقہ پر مسائل اجتہاد میں عمل کرتا رہا۔

۲..... مہدی صادق کسی کا مقلد نہ ہوگا مگر مہدی کا مذہب جو کہ مرزا ہے کل آئمہ بلکہ علمائے اسلام کا مقلد رہا تو ذرا بات میں تقلید کا دم بھر کے نقل کرتا رہا ہے۔

۳..... ساری دنیا کیا بلکہ دنیا کے کروڑ حصہ کے ایک حصہ میں بھی مرزا کا مذہب جاری نہ رہا۔

۵..... جتنے فیصلے مرزا کے ہیں جب کہ کتب فقہ و تفاسیر و احادیث سے مخالف ہوئے تو رسول اللہ سے تو خود ہی مخالف ہوئے مرزا نے قرآن و حدیث اور کل آئمہ مذاہب کے خلاف راہ نکالی ہے رسول اللہ کی احادیث کے معنی مراد کو سمجھ کر تاویلات شروع کرتا ہے۔ ہاں وہ موافق شرع محمدی کے کیسے ہو سکتا ہے؟

۶..... مذاہب کی غلطیاں نکالنے کا ادراک اور علم کہاں تھا؟ مسئلہ مہدی موعود مسیح معبود دہنے کے سوا اس نے بہت کم قلم اٹھائی ہے اور پھر جس جگہ کچھ لکھا ہے اس پر طالب العلم کا یہ خواہ بھی نہیں رہے ہیں۔ چنانچہ تفسیر القرآن جو اس نے لکھی ہے اس کے اغلاط اور مرزا کی اغزشیں اور جہالتیں اس میں جو جو ہوئی ہیں، آخر میں عرض کروں گا۔

۷..... اور شیخ علی قاری کا نام تو شاید آپ نے غلطی سے لے لیا ہے ورنہ اگر اس کو مانتے ہو تو ہاتھ مارے سارے مذاہب کو بڑے اکھیرتا ہے۔ مشکوٰۃ کی ”شرح مرقات“ میں انہوں نے حدیث بیان کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اترے گا عیسیٰ ابن مریم زمین کی طرف اور پھر یگانہ ۴۵ برس پھر فوت ہوگا اور دفن ہوگا میرے قبرستان میں..... الخ۔ اور فتوحات مکیہ کی

عبارتیں کبریات مرآت گزر چکی ہیں کہ وہ حضرت عیسیٰ کے زندہ آسمان پر اسی جسم خاکی کے ساتھ جانے اور قیامت تک وہاں رہنے اور اتر کر دجال کو قتل کرنے وغیرہ وغیرہ کے سب سے زیادہ قائل و معتقد اور مدعی ہیں اور ایسا ہی ”الیواقیت والجوہر“ میں مذکور ہے۔ اور ”فی الکرامۃ“ میں بھی عیسیٰ ابن مریم کی موت کے قائل کو ذلیل اور شرمندہ کیا ہے۔ دیکھو اس کا صفحہ ۳۴۲ کہ عیسیٰ بن مریم آسمان سے نازل ہو کر دجال کو قتل کریں گے۔ چالیس سال قیام کریں گے اور میری سنت پر عمل کریں گے۔ پہلے بھی یہ حدیث گزر چکی ہے اور علامہ شامی نے بھی حاشیہ ”در مختار“ میں اول جلد کی ابتداء میں امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ کے مناقب میں ذکر عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی صاحب کا کیا ہے اس سے صاف بلاغبار ظاہر ہے کہ وہ بھی حضرت عیسیٰ اور مہدی کے بارے میں سب مسلمانوں کی طرح قائل اور معتقد ہیں۔ البتہ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ امام مہدی چوں کہ مجتہد مطلق ہوگا اور قرآن وحدیث کا حافظہ وگا لہذا وہ کسی دوسرے مجتہد کی تقلید نہ کرے گا۔ نفی وجود عیسیٰ یا مہدی یا ان کے کسی مثیل کا ہندی ہو یا پنجابی ہو شریف ہو یا رذیل ہو ذکر تک نہیں ہے۔ الحمد للہ کہ جن کتابوں سے مرزائی لوگ اپنی جاہلانہ بات کو ثابت کرنا چاہتے ہیں اسی سے امر حق کو ہم دکھا دیتے ہیں۔

فتوہ: صفحہ ۲۸ میں ہے بلکہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اہلسنت وجماعت کی رسالہ ”تاویل الاحادیث“ میں مذمت فرماتے ہیں۔

جواب: اس سے ملاجی قادیانی کا یہ مقصود ہے کہ کل روئے زمین کے مسلمان آج کل کے اہل سنت وجماعت نہیں بلکہ فقط اہلسنت وجماعت ہم ہی مرزائی لوگ ہیں۔

ہم اسی شاہ ولی اللہ صاحب سے حیات عیسیٰ بن مریم ثابت کر دیتے ہیں۔ شاہ صاحب ”ترجمۃ القرآن“ میں ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي﴾ کا معنی (پھر گماں بردار شنی

مرا) لکھتے ہیں اور (میرا اندی مرا) نہیں لکھتے۔ دیکھو خود اس سے عیسیٰ بن مریم کا مرفوع علی السماء ہونا ثابت ہو گیا اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شاہ صاحب کے رسالہ ”فوز الکبیر“ میں رفع عیسیٰ سے مراد رفع روحانی نہیں بلکہ جسدی رفع ہے۔

فتوہ: تنبیہ: بعض دھوکہ باز مولوی..... الخ صفحہ ۲۷ سے صفحہ ۲۹ تک کوئی مفید مطلب مرزا اور مفسر مقصود ہمارے کے، بات نہیں بلکہ بے کار ایک اجنبی بات کو جو فی الواقع بے عقلی سے ملاجی نے لکھ ماری ہے محض ورقوں کی تعداد کو زیادہ کر کے رسالہ کا حجم بڑھا دیا ہے۔

فتوہ: اب اصلی اہل سنت وجماعت کون لوگ ہیں؟ اس کا بیان سنئے ”قوت القلوب“ سے وکان سہل رحمۃ اللہ یقول السنۃ ما کان علیہ النبی ﷺ واصحابہ۔

الجواب: الحمد للہ کہ ہم ہی ہر چہار مذہب کے مسلمان رسول اللہ اور اصحاب کے طریقہ پر ہیں، نہ مرزا اور نہ مرزائی لوگ۔ کیونکہ ان کے اقوال وافعال و اعتقاد سراسر کفریات اور خلاف شرع ہیں۔ محض نماز، روزہ، تلاوت قرآن وغیرہ ظاہری امور سے ایمان باقی نہیں رہتا جب تک کہ اعتقاد موافق شرع کے نہ ہو اور ہم نے ”قوت القلوب“ سے نزول عیسیٰ بحینہ وغیرہ سب نقل کر دیا ہے اس کو دیکھو۔

فتوہ: صفحہ ۲۹ میں یہی فرقہ ناجیہ اہل سنت وجماعت اصلی ہیں۔

الجواب: یعنی مرزائی لوگ ہی فرقہ ناجیہ دوزخ سے نجات پانے والے ہیں اور باقی سوائے مرزائیوں کے سب ناری، دوزخی، بدعتی ہیں یہاں تک کہ ملا عبد الواحد کے استاذ و ماں باپ، دادا، دادی، پردادا، پردادی، نانا، نانی، پر نانا، پر نانی وغیرہ کل کے کل اوپر کے دوزخی ہیں۔ نعوذ باللہ منہ ایسا نالائق بیٹا کہ مسئلے کی ہارجیت میں اپنے مردگان کو ملعون اور ناری و دوزخی کہہ دے۔

فتوہ: امام مہدی کا علم شریعت و عرفان من قبیل قولہ تعالیٰ ﴿وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا﴾
بوساطت و اقتباس "انوار مشکوٰۃ" نبوت کبریٰ سرور عالم ﷺ حاصل ہوتا تھا اور بفضلہ تعالیٰ
ایسا ہی ہوا۔ (ص ۳۰)

الجواب: "رسالہ تنقیح" میں ہم نے مفصل لکھ دیا ہے کہ مرزا نے قرآن کو ناقص کہا اور انبیاء
عظیم السلام کو برا کہا اور خود رسول اللہ ﷺ کو غلط گو کہا اور ان کی پیشین گوئیوں کو غلط کہا اور معنی
مراد حضرت کا جان کر اس میں تاویلات کرتا رہا وغیرہ وغیرہ معایب و کفریات مرزا کے
آیت ﴿وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا﴾ کے بالکل مخالف ہے۔

ببین تفاوت راہ از کجا است تا بکجا۔

فتوہ: یہ جو مشہور ہے کہ زمان مہدی میں مجز دین و اسلام کے اور کوئی دین دنیا میں باقی نہیں
رہے گا یعنی دنیا میں فقط مسلمان ہی رہیں گے اور کوئی کافر، یہود و نصاریٰ میں سے باقی نہیں
رہے گا یہ سراسر غلط ہے کیونکہ قرآن کریم کے خلاف ہے کما مر۔ (ص ۳۰)

الجواب: بیان اس کا مفصل سابق اس سے ہو چکا ہے۔ اور مخالف کی جہالت کا پردہ
اٹھایا گیا ہے فلیراجع ثمہ۔

فتوہ: مگر بعض روایات سے جو پایا جاتا ہے کہ امام مہدی لوگوں کو مال دیں گے تو اس مال
سے مراد دنیوی مال نہیں بلکہ خزانہ علوم دین و معارف و حقائق مراد ہے اور یہ امر حضرت علی
ؑ کی ایک روایت سے بھی مؤید ہے "تجۃ الکرامۃ" میں ہے: علی مرتضیٰ گفت
رحمت خدا با دبر بلدۃ طالقان کہ آنجا خدایا خزانہ است امانہ از
زر و سیم بلکہ مرد خان اند کہ خدایا شناختہ اند حق معرفت او
و ایشان انصار مہدی باشند۔ انہی (آخر جہ ابونعیم) اس روایت میں جو لفظ طالقان

واقع ہے ممکن ہے کہ قادیان سے گزرا ہوا ہو۔

الجواب: مال سے مراد دنیوی ہی ہے کہ کیونکہ کل زمین پر زراعت ہوگی کوئی زکوٰۃ لینے والا
نہ ملے گا۔ دیکھو "رسالہ تنقیح" کو اور خزانہ دین و حقائق و معارف وہ ہیں جو موافق قرآن
و حدیث و اجماع کے ہوں اور مرزا جو معارف و حقائق دیتا ہے اور لوگ اس کو رد کرتے ہیں
وہ صاف ظاہر شریعت محمدیہ ﷺ سے مخالف ہیں لہذا وہ علوم و معارف نہیں بلکہ وہ ابا طیل اور
خرافات و تحریفات و وہابیات و کفریات و بدعات سیات ہیں۔ لہذا مرزا نہ تو مہدی حق ہے
اور نہ اس کے علوم دین ہیں۔ اور تجۃ الکرامۃ اور ابونعیم کی مراد کو دیکھو جو پہلے اس سے مذکور
ہے کہ وہ بالکل تمہارے مخالف ہے اور یہ قول تمہارا کہ طالقان ممکن ہے کہ قادیان سے گزرا
ہو۔ تم مدعی ہو تو تم کو دلیل لانی ضرور ہے۔ احتمال اور نفس امکان کافی نہ ہوگا۔ خانہ ساز
باتوں سے کچھ نہیں ہوتا۔ قادیان اب چار سو سال سے آباد ہے اور حضرت علی کی خبر دینے
سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت بلدۃ طالقان موجود تھا۔ چنانچہ بطور اخبار حالیہ کے کہہ رہے
ہیں اور جب کہ مرزا کے الہام کے مطابق لفظ قادیان قرآن شریف میں موجود ہے تو اس کو
بلدۃ طالقان یا اس کو کدہ سے نکالنے کی کوئی ضرورت ہے؟

ع ولن يصلح العطار ما افسده الدهر

فتوہ: کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے نہ اپنے واسطے مال دنیا کو پسند فرمایا ہے اور نہ امت کیلئے
بلکہ فرمایا الفقرا احشی علیکم۔ دفعۃً اس قدر مال دنیا کے لوگوں کو دینا کہ سب تو نگر
ہو جائیں کوئی محتاج باقی نہ رہے یہ تو عادت الہی و حکمت باری عزاسمہ کے مخالف
ہے۔ (ص ۳۱)

الجواب: رسول اللہ ﷺ نے بے شک دنیا کو پسند نہیں فرمایا ہم بھی مانتے ہیں مگر دنیا نام

ہے غفلت اور حجاب عن ذکر اللہ کا۔ مثنوی میں ہے۔ سُر

چسٹ دنیا از خدا غافل بدن نے قماش وقرہ و فرزند وزن
روپیہ و مال و متاع کی ایسی کثرت کہ کوئی محتاج نہ رہے یہ دنیا نہیں۔ دنیا جب ہے کہ غفلت
اللہ کے ذکر سے ہو جائے۔ روپیہ پیسہ پاس ہو یا نہ ہو، اگر دنیا نام جمع کرنے حلال مال کا ہوتا
ہے، تو حضرت سلیمان علیہ السلام و حضرت سلطان سکندر علیہ السلام و حضرت عثمان غنی و ابوبکر
صدیق علیہ السلام وغیرہ صحابہ المدار بڑے دنیا دار کہلائیں گے حالانکہ ایسے لوگوں کے شان میں
یہ لفظ استعمال کرنا ان حضرات کی بدگوئی ہے۔ کما لایغنی حضرت ﷺ نے بارہا
بکثرت دراہم اور کمریاں اور غلہ جات اللہ تعالیٰ کے راہ میں تقسیم کی ہیں۔ کافی البخاری
وغیرہ اور یہ عادت الہیہ نہیں کیوں کہ اس کے لئے کوئی تبدیل نہیں۔ ﴿وَلَا تَجِدُ لِبَشَرٍ
اللَّهِ تَبْدِيلًا﴾ بلکہ یہ امتداد احکام الی انتہاء العلۃ و زوال الحکم بزوال العلۃ ہے۔

قولہ: امام مہدی علیہ السلام نے لوگوں کو ہزاروں روپیہ انعام دینے کے اشتہارات کثیرہ
دیئے ہیں مگر کسی نے ان انعامات کو حاصل کرنا قبول نہ کیا۔

الجواب: کاذب نے برائے نام اشتہار تو دیا مگر جب دیکھا کہ چاروں طرف سے
جوابات موافق کتاب اللہ و کتاب الرسول کے آرہے ہیں تو خود ہی فرار کر گیا جیسا کہ ہر کس
و ناکس کو معلوم ہے اور وہ بیچارہ در یوزہ گر گداگر ساکس کسی کو کیا روپیہ دیتا وہ تو خود طرح طرح
کے جیلوں سے روپیہ جمع کرتا رہا۔ چنانچہ ایک مطرب اللہ دیا سے حرام مال کی درخواست کی مگر
اس کا شکار خالی گیا۔ منارہ بنانے کیلئے صد ہا روپیہ لیا۔ اور اس کی عین حیات میں مدارس
وغیرہ سے لوگ ماہوار روپیہ اس کی معاش کیلئے روانہ کرتے رہے۔ (دیکھو رسالہ صفحہ ۵۲
کو) وہ عبارت یہ ہے۔ مالی فتوحات آج تک پندرہ ہزار کے قریب فتوح غیب کا روپیہ آیا

جس کو شک ہو ڈاکخانہ کی کتابیں (دیکھو ملاحظہ صفحہ ۲۸، ضمیر انجام آتھم)۔ حاجی سیٹھ عبدالرحمن اللہ رکھا
ناجرمدارس نے کئی ہزار روپیہ دیئے (صفحہ ۲۸، ضمیر انجام آتھم)۔

شیخ رحمت اللہ صاحب دو ہزار سے زیادہ دے چکے ہیں۔ منشی رستم علی کوٹ انسپکٹر
گوروا سپورٹس روپیہ ماہوار دیتے ہیں۔ حیدر آباد کا مولوی سید مردان علی، مولوی سید ظہور علی
و مولوی عبد المجید دس، دس روپیہ اپنی تنخواہ سے دیتے ہیں۔ خلیفہ نور الدین صاحب پانچ
سو روپیہ دے چکے ہیں۔ (ضمیر انجام آتھم صفحہ ۲۸، ۲۹)

قولہ: حالانکہ علامات مہدی آخر زمان جن روایات حدیث سے ثابت ہیں اخبار آحاد سے
فوق نہیں جو مفید علم یقینی کے نہیں ہیں۔ (مؤید ۳۰ مہدی الہدی)

الجواب: مجموعہ مل کر متواترۃ المعنی ہو گئی ہیں اور علم یقینی کو مفید ہیں الا من اضلہ
الشیطان کما مر مراراً۔ اور امام مہدی صاحب کو لوگ خود بخود شناخت کر لیں گے۔
قولہ: اگر ایسا ہوتا تو ایمان بالغیب باقی نہ رہتا۔

الجواب: یعنی جن جن رسولوں نے خود اپنے آپ کو بدعوئی نبوت ظاہر کیا ہے اور لوگوں
نے ان کو نشان و معجزات سے پہچانا ہے ان کی نسبت ایمان بالغیب باقی نہ رہا۔ واہ واہ
جہالت۔

قولہ: پس معلوم ہوا کہ مہدی صادق کا خود دعویٰ نہ کرنا اور فقط نشانات دیکھ کر لوگوں کا ان کو
پہچان لینے کا قول محض بے دلیل و مراسر باطل ہے۔ ومن بدعی خلاف فعلیہ البیان
بالبرہان (ص ۳۳)

الجواب: قرآن شریف و تفاسیر و کتب سیر و تصوف و توارخ و فقہ و اجماع امت سے فوق
اور کیا برہان ہوگی؟ مگر ہدایت اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے۔

قوله:

درسہ غاشی بھری دو قرآن خواہد بود از پی مہدی و دجال کشتان خواہد بود
الجواب: مہدی اور دجال سے مراد مرزا قادیانی کی دو قومیں یہود و نصاریٰ کی ہیں اور یہ
زمانہ دراز سے موجود ہیں۔ کیا وجہ کہ اجتماع کسوف و خسوف ۱۳۱۱ھ میں ہوا۔ حالانکہ یہ محض
مرزائیوں کا دعویٰ ہے ورنہ اب تک واقع نہیں ہوا، چنانچہ پنجاب وغیرہ املاب کے لوگ بخوبی
جانتے ہیں۔

قوله: مرزا غلام احمد صاحب تھینا ۱۲۵۱ھ میں یا تھوڑا آگے پیچھے تولد فرمائے تھے اور
۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۰۸ء کے وفات فرمائے ہیں چنانچہ ۱۳۲۶ء کیلئے لفظ مغفور مادہ تاریخ
وفات ہے۔

الجواب: اگر تاریخ کے مادہ پر امام مہدی و دجال کی شناخت موقوف ہے تو میں ایسے
مادے تاریخ و ولادت مرزا جو انی و وفات مرزا نکال دیتا ہوں کہ اس کے لحاظ سے مرزا غلام
اور فتنہ گر اور کاذب ہو جائے گا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی محمد احمد سوڈانی سے بالکل مطابقت
ہے اس نے بھی مہدی معبود مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تھا اور آخر کو کاذب نکلا۔ مہدی
سوڈانی ۱۲۵۹ھ ہجری مطابق ۱۸۴۲ء۔ اور ان کی مہدویت کے اعلان کا خلاصہ یہ تھا کہ میں وہ
مہدی موعود ہوں جس کا تمہیں دس گزشتہ صدیوں سے انتظار تھا اور تم کو کچی شریعت پر
چلاؤں گا وغیرہ وغیرہ اور اس نے اپنا نام محمد احمد رکھا جو غالباً زیادہ اعتبار کے لائق ہے۔ بہر
حال وہ بھی تمام قرائن کی رو سے کاذب تھا مگر پھر بھی ایک نہایت وجہ کا محتاط عالم تھا جس کی
علی اور تہذیبی لیاقتوں کا اس سے زیادہ کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ اس وقت اس کے پاس بقدر
تین لاکھ جان غار خدا کے واسطے لڑنے کو موجود تھے۔ مرزا کی پیدائش ۱۲۵۹ھ ہجری ہے سپارہ

”واعلموا“ میں پروردگار نے گویا کہ اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ ﴿الَا فِي الْفِتْنَةِ
سَقَطُوا﴾ یعنی ”آگاہ ہو جاؤ وہ فتنے میں گرے“۔ اور یہی تاریخ محمد احمد سوڈانی مہدی
کاذب کی بھی ہے اور مرزا کتاب ”آئینہ“ میں لکھتا ہے کہ عدد ۱۲۷۵ کا جو آیت ﴿وَاعْبُدُوا
مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ﴾ سے نکلتا ہے اس عاجز کی بلوغ اور پیدائش ثانی اور تولد روحانی
کی تاریخ ہے الخ بلفظہ۔ یعنی ۱۲۷۵ کو مرزا جوان ہوا اور یہی شباب (۱۲۷۵) ظلم ہے
جس کے اعداد ۱۲۷۵ ہوتے ہیں اس سے مرزا جوان ظالم ثابت ہوا۔ اس سے جب
۱۵ سال بلوغت کے نکالے جائیں تو وہ ۱۲۹۰ء رہتے ہیں جو کہ ﴿الَا فِي الْفِتْنَةِ
سَقَطُوا﴾ کے اعداد ہیں ایک برس کسر میں گیا۔ اور مہدی سوڈانی کی تاریخ ۱۸۵۲ء ہے اور
یہی تاریخ مرزا کے مہدی اور مسیح کے مثل ہونے کی ہے جیسا کہ اس نے خود ”براہین احمدیہ“
صفحہ اول حصہ سوم پر لکھا ہے۔ اور مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے کہ میرے نام کے اعداد
پورے تیرہ سو (۱۳۰۰) ہیں، اسی واسطے میں مجدد اور مسیح موعود ہوں یعنی میں تیرہویں صدی
پر ہوا ہوں۔ اور مرزا اس کو بڑی قوی دلیل جانتا ہے۔

اب میں چند لوگوں کے نام کے اعداد تیرہ سو پورے کرے دیتا ہوں جن کو مرزا
اور ہم کوئی مہدی یا مسیح نہیں کہتے بلکہ مرزا ان کو سخت گالیاں دیتا ہے۔ سنئے :

۱..... مہدی کاذب محمد احمد برم (عاجر) سوڈانی ۱۳۰۰۔

۲..... مرزا امام الدین ابوالوارث لال بیکیاں قادیانی۔ اس کے نام کے بھی تقریباً تیرہ سو ہیں۔
اور مرزا کا فاضل حواری نور الدین موجود ہے یعنی

۳..... مواوی حکیم نور الدین مستہام (حیران) بھیروی۔ علی ہذا القیاس۔ اور جس قدر نام
چاہوں تیرہ سو کے عدد والے نکالتا جاؤں لیکن اس سے کسی کا مجدد یا مسیح یا اس کا مثل ہونا تو

ثابت نہیں ہوتا۔

اقول: سب سے لطیف تر قرآنی معجزہ ہے جو کہ قادیانی پر خوب لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ﴿تَنَزَّلُ عَلَى كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ﴾ شیطان اترتے ہیں ہر بڑے بہتان کرنے والے گنہگار پر۔ اس آیت کریمہ کے اعداد بھی پورے تیرہ سو ہیں اور بلاشبہ مرزا پر شیطان اترتے ہیں اور انہیں کے دوسوں کو مرزا وحی جانتا تھا۔

قولہ: مرزا صاحب ای محض جو مصداق اس مصرع مشہور کا ہے:

ع کہ امی قلم را بگرد بدست

ایسے تو نہ تھے اوائل عمر میں بعض بعض اساتذہ کے نزدیک کسی قدر مختصر تعلیم پائے ہوئے تھے مگر علوم و حکم شرائع وادیان و تحقیق و معارف میں کوئی ان کا استاد نہ تھا۔ (صفحہ ۲۶)

الجواب: اوائل عمر میں جو بعض استادوں سے پڑھا ہے وہ کیا سوائے علوم و حکم وادیان کے کوئی نالک اور سسریم اور شعبہ بازی اور مکاری تھی ضرور یہی تھی۔ جیسا کہ اس کے حالات سے معلوم ہوتا ہے۔

قولہ: اسی وجہ سے تو آیہ کریمہ ﴿وَمَنْ كَانَ فِي هَذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ﴾ ان لوگوں پر چسپاں ہوتا ہے۔ (ص ۱۳۷)

الجواب: یہ آیت کفار نابکار کے بارے میں تھی اس کو اہل سنت و جماعت پر لگا دیا۔ اور اسی صفحہ میں مسلمانوں کو ابو جہل کافر سے مشابہت دی ہے۔

قولہ: مما ینجر الی الطوالہ.

الجواب: الی الطوالہ غلط ہے اور صحیح الی طوالہ ہے مضاف کو محرف باللام نہ ہونا چاہیے۔

مولہ: ضمیر نہ زن بلکہ آتش زنیست کہ مریم صفت بکرو آہستن مدت. (صفحہ ۴۰) مراد اس سے قادیانی کی ہے کہ مرزا جیسا کہ مسیح موعود کے نام سے موسوم ہوا ایسا ہی مریم کے نام سے بھی مسکی ہوا۔

الجواب: مولانا ظہار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ غنوی سکند نامہ میں دل کو جس کو عربی میں قلب کہتے ہیں۔ مریم صفت بتا رہے ہیں اور قلب تو مؤنث سماعی ہے اس کو مریم صفت کہہ دینا بطور استعارہ کے کوئی مستبعد نہیں مگر مرزا باوجود نہ ہونے کے مریم صفت نہیں بلکہ مریم لقب ہوا و ینہما بون بعید۔

قولہ: الغرض بعد مرتبہ مریمیت کے حضرت اقدس کو مرتبہ عیسویت و مسیحیت کا دیا گیا تھا گویا کہ مریم سے عیسیٰ پیدا ہوئے تھے۔ بلکہ رموز و اشارات سے قرآن کریم کے بھی اس کا ثبوت پایا جاتا ہے۔ چنانچہ ”سورہ تحریم“ کے آخر میں ہے قولہ تعالیٰ ﴿وَصَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِلَّذِينَ آمَنُوا امْرَأَةٌ فَرَعَوْنَ.....﴾ الخ ﴿قَوْلَهُ تَعَالَىٰ ﴿وَمَرْيَمُ ابْنَةُ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِنْ رُوحِنَا وَصَدَّقْتُ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكُنْتِ مِنَ الْغَائِبِينَ﴾﴾ اس آیت شریفہ میں اشارہ اس طرف ہے کہ بعض افراد اس امت مرحومہ کے مریم صدیقہ سے مشابہت پیدا کریں گے۔ یعنی اسی سبب سے مرزا غلام احمد کو ابن مریم کہا جاتا ہے۔

الجواب:

اولا: جب تک کہ حقیقت کا تعذر نہ ہو تب تک مجاز نہیں لیا جاتا حالانکہ تعذر حقیقت کے دلائل کا فساد ثابت ہو چکا ہے۔

ثانیا: یہ کہ قطع نظر تعذر حقیقت سے آیت کا مفاد تو صرف اتنا ہی فائدہ بخشا ہے کہ وصف

ایمان علاقہ مصححہ لا رادۃ القادیانی ابن مریم سے ہے یعنی لفظ مریم سے اگر قادیانی علاوہ الایمان مراد رکھا جائے تو یہ علاقہ اس ارادہ کی صلاحیت رکھتا ہے اور صرف صلاحیت بغیر اس کے وقوع استعمال فی غیر محل النزاع قرآن یا حدیث سے ثابت کیا جائے، مفید نہیں۔ پس اگر انصاف سے کوئی دیکھے تو قرآن یا حدیث میں ایک جگہ بھی (مریم) یا (امرأہ فرعون) سے مراد کوئی مومن نہیں خود مریم اور فرعون کی عورت ہی مراد ہے۔

ثالثاً: ابن مریم سے مراد ہونا قادیانی کا۔ چنانچہ ”شش بازغہ“ کے صفحہ ۹۳ پر امر وی نے لکھا ہے کہ ہر ایک مومن مثیل مریم ہے مومن کی اولاد ابن مریم ہوئی۔ اور یہ جب ہو سکتا ہے کہ پہلے مرزا کے والد صاحب غلام مرتضیٰ صاحب لفظ مریم سے کسی استعمال سے پنجابی یا اور کسی زبان میں مراد لئے گئے ہوں اور وہ اس لفظ مریم سے کبھی پکارے گئے ہوں، وانی یکون له ذلک پس مرزا کا ابن مریم ہونا ثابت نہیں ہوتا اور اگر فقط علاقہ مصححہ وجود ایمان ہی لیا جائے تو مرزا کی خصوصیت کیا ہے ہر مومن کو ابن مریم کہنا درست ہے۔

قوله: ملخص کلام اس مقام میں یہ ہے کہ قوله تعالیٰ ﴿يَمْسُحُوا اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيُخَيِّتُ وَعِنْدَهُ اُمُّ الْكِتَابِ﴾ اس سے استنباط کیا جاسکتا ہے کہ پشٹون گوئیوں میں جو سن قبل مجزات و کرامات ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی قدر تبدل و تغیر ممکن ہے نہ یہ کہ سرسوتجا و زمکن نہیں جیسا کہ خیال کل عوام کا لانعام اور اکثر خواص کا لعوام کا ہے کیونکہ اس تقدیر غناء ذاتی میں باری تعالیٰ کے فتور راہ پاتا ہے۔

الجواب: اگر امکان تبدل مسلم ہی ہو تب اس واقعہ خاصہ میں کسی آیت یا حدیث قولی یا فعلی یا تقریری یا اجماع صحابہ یا مذہب مجتہد سے آپ کو ثابت کرنا ہوگا کہ وہ امکان جو تھا اب فعلیت اور وجود خارجی میں آگیا۔ آپ کیونکہ مقام استدلال میں ہیں اور ظاہر ہے کہ مدعی

تبدل کو لازم چاہے اس کو احتمال کافی نہیں ہوتا اور جب کہ کسی دلیل سے ثابت نہ کر سکو تو ”وَبَيِّنْتُ“ ہی ثابت رہے گا اور غناء ذاتی میں نقصان جب ہو کہ غناء فعلی مستلزم ہو غناء ذاتی کو۔ نکتہ یہ باطل ہے کیونکہ غناء ذاتی جیسی کہ بصورت تبدل و تغیر موجود ہے ایسی ہی بصورت تبدل و تغیر کے بھی موجود ہے پس باری تعالیٰ کی غناء ذاتی میں فتور ہرگز راہ نہیں پاتا بلکہ م بھی فتور کا نہیں ہوتا پس تبدل و تغیر ممکن مگر علت بیان کرنی آپ کی باطل و عاقل ہے۔ اور صفحہ ۳۳ و ۳۴ و ۳۵ و ۳۶ میں جو جواز خلف لکھا ہے وہ اگرچہ علماء میں مختلف فیہ ہے اور اس میں رائج و مرجوح کے قطع نظر ہونے سے مخالف کو کسی قسم کا فائدہ نہیں کیوں کہ اگر یہ امر مسلم مگ ہو تو ایک دو چار باتوں میں نہ یہ کہ صد بابا توں میں جو کہ علامات امام مہدی و خواص عیسیٰ علیہ السلام و آیات دجال و غیرہ ہیں سب کے سب میں وعدہ خلافی ہو جائے اور ایسا ضروری مسئلہ کہ اتنی مخلوقات گمراہ ہو جائے اور پھر حضرت محمد ﷺ اور کل اصحابہ کرام و ائمہ مجتہدین اسلام کا اس تبدل و تغیر کا ذکر نہ کرنا ہی قرینہ قاطعہ یقینیہ جازمہ موجبہ للیقین والا ایمان ہے کہ اگرچہ خلف و تبدل و تغیر اس میں باعتبار نفس قدرت الہیہ کے ممکن ہے الا وقوع تبدل و تغیر کا ہرگز ہرگز نہ ہوگا۔ العدم استلزام الامکان الفعلیہ کما لایخفی۔

قوله: صفحہ ۳۷ و ۳۸ میں جو کچھ مرزا احمد بیگ کی لڑکی کی نسبت مرزا کی تکذیب اور پیشگوئی کے غلط ہونے میں پردہ پوشی کی ہے وہ سب خلاف واقع بیان کی ہیں۔

اقول: کل پنجاب اور ہندوستان میں معلوم ہے کہ مرزا اس میں صاف نامرادہ گیا اور اگر کوئی پیشگوئی کسی شخص کی صادق بھی ہو جائے تو اس سے اس شخص کا امام مہدی یا مثیل عیسیٰ ابن مریم ہونا تو ثابت نہیں ہوتا کیونکہ برہمنوں اور بت پرستوں اور کافروں کی پیشگویاں بھی کبھی صادق ہو جاتی ہیں۔

قوله: اور ”ہدایۃ المہدی“ کے صفحہ ۳۹ و ۵۰ کا خلاصہ یہ ہے کہ مرزا صاحب اگرچہ چاہا نہ بھی ہو تو بھی اس کو مان لینے میں کوئی نقصان نہیں۔ کیونکہ اس سلسلہ میں کوئی امر بھی ماننا صحیح شرعیہ قویہ نہیں ہے، اہل سلسلہ نے جو ”بانی سلسلہ“ کو قبول کیا ہے سو یہی قرآن و حدیث کے دلائل قویہ سے قبول کیا ہے اگرچہ بد بختوں کی سمجھ میں نہ آئے۔ پس اس تقدیر میں بالفرض محال ”بانی سلسلہ“ واقعی مسیح موعود و مہدی معبود نہ بھی ہوں تو کیا نقصان ہو سکتا ہے۔

..... انتہی ملنقطہ۔

الجواب: اس سلسلہ کے خلاف شرع اقوال و افعال و اعتقادات اظہر من الشمس ہیں جس بانی سلسلہ کے ناجائز اقوال و افعال و اعتقادات ہیں وہی سلسلہ قبول کر والوں کے بھی ہیں جن کے سبب سے علمائے روئے زمین نے کفر کے فتوے دیئے ہیں جن کچھ قدر ذکر اسی رسالہ میں اور میرے دوسرے رسالہ شیخ غلام گیلانی میں موجود ہے۔ ہاں ایسے شخص کو مہدی معبود یا مسیح موعود جاننا کفر ہے کیونکہ قرآن و حدیث و تفسیر و فقہ و کل دینیہ جس شخص کو دائرہ اسلام کے اندر نہیں چھوڑتے اور کم از کم علانیہ فسق جس کا ظاہر ہو اس مسیح موعود اور مہدی معبود کہنا قرآن و حدیث کو کاذب کہنا ہے۔ خبردار ہواے مسلمانوں یہ کی دھوکے کی بات بنگالی قادیانی نے لکھی ہے۔ (نعوذ باللہ من غضب الرب)

قوله: ازمنہ ماضیہ میں بعض علماء نے بعض حضرات کو مہدی قرار دیا ہے اور دوسرے علماء ان کے ساتھ متفق ہوئے مگر ان علماء مخالفین نے ان علماء سابق الذکر پر کوئی برا حکم نہیں لگا یا اور ان کو کسی طرح مطعون نہیں کیا۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطی کی تاریخی اختلاف میں ہے: وقال وهب بن منبه ان كان في هذه الامة مہدی فهو عمر بن عبد العزيز رحمة الله تعالى عليه وايضا فيه وقال الحسن ان كان مہدی فعمربن

العزیز الخ۔

جواب: اگر مقصود قادیانی کا اس عبارت سے یہ ہے کہ جلال الدین سیوطی اور امام حسن علیہ السلام میں مہدی سے مراد مہدی آخر زمان ہے تو مرزا غلام احمد کا دعویٰ کرنا کہ میں مہدی ہوں، بالکل بیہودہ اور غلط ہے اور اگر مراد اس سے یہ ہے کہ اس قدر صفات حمیدہ مہدی کے عمر بن عبد العزیز میں موجود تھے کہ بوجہ مبالغہ کے اس کو مہدی کہا گیا۔ جیسا کہ فی الواقع کتاب کا مقصود بھی ہے تو اس کے لائنے سے ہمارا کوئی نقصان اور قادیانی کا فائدہ نہیں فقط۔

ان: مولوی عبدالواحد باشندہ مقام برہمن بریہ ضلع پتہ ملکر بنگال کے رسالہ ”ہدایۃ“ میں ”کار دہم نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس طور پر لکھا ہے کہ جس کتاب سے اس اور اس کے پیر مرزا غلام احمد متوفی یا مولوی محمد حسن امر وہی یا اور کسی قادیانی نے عیسیٰ کی موت پر دلیل لائے تھے ہم نے بھی اسی کتاب سے حیات عیسوی کو ثابت کر لیا۔ اگر ہم ایسی کتابوں کو حوالہ دیتے جو کہ ان لوگوں کے مذہب میں نہیں مانی جاتیں تو ان میں سے بھی اگرچہ بدویانہ اور بے ایمانی ہوتی مگر تاہم ایک قسم کا عذر ان کے ہاتھ میں ہوتا ہے کہ وہ کتابوں کی مانی ہوئی کتابوں کو اور انہی کے پیشواؤں سے ہم نے حیات عیسیٰ کو ثابت کر دیا تو ان کو شرعاً، عرفاً، عقلاً کسی طرح سے رد کرنے کی گنجائش نہیں اور نہ یا اور کسی عالم سنی حنفی یا اور کسی سچے مذہب والے نے قادیانیوں کو اپنی تصنیفات میں ان الفاظ سے پکارا ہے سو یہ کوئی بری بات نہیں۔ کیونکہ قادیانیوں نے اور خود مرزا قادیانی نے علمائے دیندار کو سخت گالیاں دی ہیں اور وہ ایسے سخت الفاظ ہیں کہ ہم لوگوں کے الفاظ ان سے بھی نہیں ہو سکتے۔ دیکھو ”رسالہ شیخ غلام گیلانی“ کو جو کہ ہم نے ان کی گالیوں کو نقل کیا

ہے خاص کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کو ایسی گالیاں دی ہیں جس قادیانی مرزا اسلام سے خارج ہو گئے۔ اور یاد رہے کہ بعض مسلمان مولوی مرزائی مولوی کو ادب کے لفظ سے بولتے ہیں چنانچہ مرزا صاحب مولوی صاحب، سو یہ گناہ ہے۔ کیا حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب کسی فاسق کی مدح اور صفت کی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ہر عرش مجید کا نپ اٹھتا ہے۔ پس مرزائیوں کو ادب کے لفظ سے یاد نہ کرنا چاہیے۔

خود اسی رسالہ ”ہدایۃ المہتدی“ کو دیکھو کہ علمائے اہل سنت و جماعت کو کیسے

ادب لفظوں سے یاد کیا ہے:

صفحہ ۶ دھوکے میں ڈالتے ہیں۔

صفحہ ۸ فوجِ احموج کے کتنے علماء۔

صفحہ ۱۲ مخالفین سلسلہ حقہ احمدیہ بھی خواہ مولوی ہوں یا نامولوی ہوں دجال کے حصہ داروں میں سے ہیں۔ دیکھو اب کل روئے زمین کے علماء و صحابہ کرام و تابعین وغیرہ کو دجال کا حصہ دار یعنی دجال اور شیطان کہہ دیا۔

صفحہ ۱۷ میں ہے احمدیوں سے مباحثہ کرنے کے جرأت اب دجال کے گروہ نہیں پاتے۔

صفحہ ۲۷ بعض دھوکہ باز مخالف مولوی۔

صفحہ ۳۳ بد بخت لوگ نشان کو نشان تسلیم نہیں کرتے۔

صفحہ ۱۳۷ جو جہل و امثال سے اس کے دریافت کیا جائے۔

صفحہ ۳۸ دشمنانِ دین و مخالفانِ اسلام۔

صفحہ ۳۹ سادہ لوح مخالف مولویوں سے، صفحہ ۴۱ جن کو اللہ تعالیٰ نے اندھا بنا رکھا ہے، صفحہ

۴۲، سطر ۳ میں نیک بدلہ علماء کو عام انبیاء کا منکر کہا ہے۔ اور انبیاء کا منکر کافر ہوتا ہے۔ پس یہ

من بر یہ کے خطیب کے گمان میں کل علماء کافر ہیں۔

تنبیہ: جو کوئی مرزا کے اعتقاد اور اسکے اقوال و افعال مذکورہ کو حق جانے وہ اسلام سے خارج ہے اس کی عورت کا نکاح اس سے ٹوٹ جاتا ہے اور اس کی پہلی عبادت برباد ہو جاتی ہیں اگر ظاہر ہو کر توبہ نہ کرے اور اس حالت میں مر جائے تو مثل اصلی کافروں ناری جہنمی ابدی ہے جب تک توبہ کر کے تجدید نکاح نہ کرے اور صالح ہو جائے تب تک مسلمانوں کو اس سے نفرت کرنا ضروری ہے قادیانی کی تعظیم کرنی حرام ہے، ان کے پیچھے نماز پڑھنا درست نہیں ہے وہ نماز دوبارہ پڑھنا فرض ہے ان سے کوئی مسئلہ عمل کرنے کے لئے دریافت کرنا یا اس سے وعظ و مولود پڑھوانا یا ان سے فتویٰ لینا یا ان پر جنازہ کی نماز پڑھنا سخت گناہ ہے کیونکہ یہ سب باتیں مسلمان کی تابع ہیں جب کہ وہ ان کی مسلمانی ہی رخصت ہو چکی و ثواب باقی کیا رہا۔ فقط مسلمانوں کی خیر خواہی کیلئے یہ چند باتیں لکھی گئیں۔

اللہم اغفر له و لجميع المومنین.

فقیر حقیر قاضی غلام گیلانی حنفی سنی نقشبندی

(ملک پنجاب ضلع کیملپور ٹانک علاقہ چچہ موضع شمس آباد ۱۲)

(تمہ از مولوی محمد غلام ربانی صاحب فاضل کامل جامع العلوم)

سوال: آیت ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ ﴿الرُّسُلُ﴾ کا الف لام استغراقی ہے، محیط ہے کل افراد رسول کی۔ صورت استدلال کی یہ ہے کہ محمد رحل ہے اور کل رسول محمد صاحب سے قبل گزر گئے۔ پس مسیح بھی گزر چکا یعنی مرچکا کیونکہ خلت بمعنی ماتت ہے اور یہ شکل اول ہوئی۔

جواب: شکل اول کی شرط کبریٰ کلیہ نہیں کیونکہ یہی ﴿قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ مسیح کے حق میں بھی نازل ہوئی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ پس اگر لفظ ﴿الرُّسُلُ﴾ کے الف لام کو استغراقی لیا جائے تو معنی یہ ہوگا مسیح ابن مریم رسول ہیں اور بے شک اس سے پہلے سارے رسول مر گئے ہیں حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ بھی رسول ہیں اور عیسیٰ کے قبل نہیں مرے بلکہ صد ہا برس بعد ان کے فوت ہوئے کیونکہ مسیح سے سینکڑوں برس بعد کو پیدا ہوئے۔ پس معلوم ہوا کہ الف لام استغراقی ہرگز نہیں کیونکہ بعض افراد رسول کے اس کے تحت میں نہ آئے کہ وہ محمد صاحب ہیں پس کبریٰ کلیہ نہ رہا بلکہ مہملہ فی قوۃ الجزیۃ ہوا۔ پس استدلال قدیانی وفات مسیح پر باطل ہوا بلکہ ﴿مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ تو خود حیات عیسیٰ کو ثابت کرتا ہے ورنہ لفظ ﴿مِنْ قَبْلِهِ﴾ لغو ہو جائے گا۔ پس مفاد دونوں آیتوں کا صرف اسی قدر ہے کہ موت منافی نبوت کے نہیں حضرت ﷺ اور حضرت مسیح ابن مریم پر موت آئے گی اپنے وقت میں۔

سوال: سوائے حضرت عیسیٰ کے اور کوئی شخص بھی بدن خاکی کے ساتھ آسمان کی طرف

گیا ہے یا نہیں؟

جواب: ہاں گئے ہیں۔ علامہ سیوطی نے ”شرح الصدور“ میں بروایت امام یافعی کے شیخ عمر بن فارض کی کا چشم دید واقعہ بیان کیا ہے کہ شیخ عمر ایک ولی اللہ کے جنازہ پر آئے فرماتے ہیں کہ بعد نماز جنازہ ہو جانے کے اس قدر سبز نور آسمان سے اتر کر آئے کہ ان سے آسمان چھپ گیا پس ان میں سے ایک جانور بڑا نیچے آیا اور اس میت ولی اللہ کو ایسا نگل گیا جیسے جانور دانہ نگل جاتا ہے اور آسمان کی طرف اڑ گیا۔ شیخ عمر فرماتے ہیں کہ میں اس واقعہ سے متعجب ہوا لیکن اتنے میں ایک شخص میرے سامنے آ گیا جو کہ وہ بھی اوپر سے اتر اٹھا اور نماز میں شریک ہوا تھا۔ اس نے کہا کہ اے عمر اس سے تعجب نہ کر کیونکہ جن شہیدوں کی ارواح سبز جانوروں کے پٹوں میں ہو کر جنت میں چلتی چرتی ہیں وہ تلوار کے شہید ہیں لیکن محبت کے شہیدوں کی روح کا حکم رکھتے ہیں۔ ”شرح الصدور“ ص ۳۷ شیخ سیوطی نے فرمایا کہ اسی کے مشابہ قصہ ہے جس کو امام ابن ابی الدنیا نے ”ذکر موتی“ میں زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ قوم بنی اسرائیل میں ایک شخص عابد لوگوں سے کنارہ کر کے پہاڑوں میں رہتا تھا بارش کے لئے لوگ اس سے دعا کراتے تھے اور بارش برتی تھی جب وہ فوت ہو گیا تو لوگ اس کو غسل دینے لگے تاگہاں ایک تخت آسمان سے اترتا ہوا نظر آیا یہاں تک کہ اس بزرگ میت کے پاس آ گیا اور ایک شخص نے اس تخت کو کھڑے ہو کر پکڑا اور اس والی میت کو اس پر رکھ دیا پس وہ تخت پھر آسمان کی طرف چلا گیا یہاں تک کہ لوگوں کی نظر سے غائب ہو گیا۔

عامر بن فہیرہ کا آسمان پر جانا: علامہ سیوطی نے لکھا کہ اس کا مؤید وہ واقعہ ہے جس کو امام بیہقی اور ابونعیم نے دلائل النبوة میں بروایت عروہ ذکر کیا ہے کہ حضرت

ابوبکر کا غلام عامر بن فہیرہ "معوذہ" کے دن شہید ہوا اور عمرو بن امیہ الغمری نے چشم خورد دیکھا کہ وہ اس وقت آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔ چنانچہ یہی عجیب واقعہ ضحاک بن سفیان کلابی کے اسلام کا باعث ہوا اور اس نے عامر بن فہیرہ کا قتل ہو کر آسمان کی طرف اٹھ جانا اپنا چشم دید واقعہ اور اس پر اپنا اسلام لانا آنحضرت ﷺ کی طرف کو لکھا۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ عامر بن فہیرہ کے جسم کو ملائکہ نے چھپالیا اور اس کو عاتین پر جا رکھا اور یہی قصہ ابن سعد اور حاکم و کبیر میں بطریق عروہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایسا ہی روایت کیا اور عامر بن طفیل بھی بیان کرتا ہے کہ عامر بن فہیرہ کو آسمان کی طرف جاتے ہوئے دیکھا۔ اور حبیب بن عدی کی نسبت احمد اور ابو نعیم اور بیہقی نے بروایت عمرو بن امیہ بن الغمری تخریج کی ہے۔

سوال: کسی صوفی کا مل با خدا نے بھی وفات عیسیٰ ﷺ کا قول کیا ہے یا نہیں؟

الجواب: کسی نے نہیں کیا بلکہ جن صوفیوں اور بزرگوں کو خود مرزا مانتا تھا ان سب سے مسیح کا زندہ آسمان پر جانا اور بقرب قیامت آنا زمین پر ثابت ہے شیخ سیوطی و محمد اکبر و شیخ اکبر و شیخ عبدالقادر جیلانی و مجدد الف ثانی وغیرہ سے مرزا جابجا سند لاتا ہے۔ بعض حضرات سے جواب حقانی میں مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ نے نقل کر دیا اب کچھ قدر میں بھی نقل کر دیتا ہوں۔ مجدد الف ثانی امام ربانی نے دفتر سوم، مکتوب ۲۷ میں فرمایا کہ اور اشراط قیامت سے ہے یہ کہ حضرت مہدی ظاہر ہوں گے اور حضرت عیسیٰ آسمان سے نازل ہوں گے۔ مرزا نے "ازالہ" جلد اول میں اہل لغت خصوصاً شیخ ابن عربی کی نسبت لکھا ہے (ان کا قول علمائے ظاہر کے اقوال پر راجح ہوتا ہے) دیکھو شیخ اکبر کے یہ اشعار۔

الا ہو ختم الاولیا و رسول و لیس فی العالمین عدیل

خبردار ہو وہ عیسیٰ ﷺ حکم الاولیاء ہے اور رسول ہے۔ اور اس کی برابر جہاں میں اس وقت کوئی نہ ہوگا۔ یعنی عیسیٰ کے زمانہ میں اور بعد ان کے ان سے کوئی برابر نہ ہوگا عزت و حرمت میں۔ پس مرزا ہرگز مسیح موعود یا اس کا مثیل نہیں کیونکہ اس کی مثل اس کے زمانے میں بھی صد ہا لوگ تھے اور بعد اس کے بھی اور ہوں گے اس سے اچھے تھے اور اب بھی ہیں۔ ہو الروح ابن الروح امہ مریم۔ و هذا مقام ما علیہ سبیل۔ وہ عیسیٰ خود روح ہے اور روح کا بیٹا ہے اور اس کی ماں مریم ہے اور ایسا مقام ہے کہ اس پر کسی کو قابو نہیں ہے۔ کیسا صاف بیان کر دیا کہ وہ عیسیٰ جو کہ روح اللہ ہے جو کہ بواسطہ روح القدس یعنی بھگت جبریل ﷺ پیدا ہوا ہے اور بغیر باپ پیدا ہوا ہے، وہی نازل ہوگا اور اس کا کوئی ہم رنگ اور مثیل مرزا ہو یا غیر کوئی ہرگز ظاہر نہ ہوگا اگر کوئی اس کا مدعی ہو تو وہ کاذب ہوگا: فینزل فینا مقسطا حکما بنا ومن کان حکما قبلہ فیزل۔ یعنی نازل ہوگا ابن مریم ہم میں عادل اور حاکم ہو کر اور اس سے پہلے جو حاکم ہوگا زائل ہو جائے گا۔ اور ظاہر ہے کہ مرزا محکوم تھے، نہ حاکم۔

صحیح حدیث تمام جہاں کی مانی ہوئی میں وارد ہے کہ امام مہدی جب آئے گا:

۱..... حاکم ہوگا

۲..... عادل ہوگا

۳..... خنزیر کو قتل کریگا

۴..... جزیہ لینا موقوف کر دے گا۔ ظاہر ہے جب کہ مرزا خوراکگریزوں کا رعیت تھا تو حاکم نہ ہوا یہ صفت بھی گئی۔ عادل بھی نہ تھا، نہ مسائل دین میں، نہ اپنے معاملات میں اور لوگوں پر تو اس کو عدل کی قدرت بھی نہ تھی۔

تیسرا کام حضرت عیسیٰ کا خنزیر کا قتل کرنا تھا اور مرزا کے وقت برابر سوروں اور خزیروں کے گلے پٹے رہے اور اب بھی بکثرت موجود ہیں۔

چوتھا کام جزیہ کا موقوف کرنا تھا مرزا چونکہ خود رعیت تھا لہذا اس سے یہ بھی نہ ہوا۔ پانچواں کام مال کا دینا تھا مرزا خود طرح بطرح کے حیوانوں سے لوگوں کے مال جمع کرتا رہا۔ مرزا کے کلام میں ایسے تناقض ہیں کہ کسی مجنون کے کلام میں بھی نہ ہوں گے اس کا دعویٰ تھا کہ میں مہدی آخر زمان اور مسیح موعود ہوں جس کا لوگوں کو انتظار تھا میرے بعد قیامت ہو جائے گی۔ مگر اپنی کتابوں میں یہ بھی لکھتا ہے، جو کہ اصلی عبارت اس کی ہے۔ ممکن اور بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں ایسا مسیح بھی آجائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آسکیں۔ (ازالہ اہام، ص ۹۸) دوسری جگہ لکھا ہے ایک بلکہ دس ہزار سے بھی زیادہ مسیح ہو سکتا ہے اور ممکن ہے کہ ظاہر جلال و اقبال کے ساتھ ہی آئے اور ممکن ہے کہ اول دمشق میں ہی نازل ہو۔ (دیکھو ازالہ اوصاف، ص ۲۹۳ و ۲۹۵) پھر دوسری جگہ لکھا اسی عاجز کی طرف سے بھی یہ دعویٰ نہیں کہ مسیحیت کا میرے وجود ہی پر خاتمہ ہے اور آئندہ کوئی مسیح نہیں آئے گا بلکہ میں تو مانتا ہوں اور بار بار کہتا ہوں کہ ایک کیا دس ہزار سے بھی زیادہ مسیح آ سکتا ہے۔ (ازالہ اوصاف، ص ۱۵۹)

پس مرزا کو تو خود بھی یقین نہ تھا وہ مسیح ہے اور دوسری صفت حضرت عیسیٰ کی یہ ہے کہ صلیب کو توڑے گا یعنی دین نصاریٰ کو مٹا کر اسلام جاری کرے گا۔ مرزا نے بجائے اشاعت اسلام کے تمام مسلمانوں پر کفر کا حکم دے دیا اور دین نصاریٰ کو اور بھی تائید دے دی خود ابن اللہ بنا چنانچہ وہ کہتا ہے کہ مجھ کو اللہ نے فرمایا کہ انت منی بمنزلہ اولادی۔ (دیکھو حقیقۃ الوحی، ص ۸۱) یعنی اے مرزا تو ہمارے بیٹے کے جابجا ہے۔ اس البام سے ثابت ہوا

کہ خدا کا حقیقی بیٹا عیسیٰ ابن مریم ضرور تھا جس کا مثیل مرزا بن کر اس کے جابجا ہو گیا۔ اور مرزا نے مسیح کی الوہیت کو بھی ثابت کر دیا اس کی ”کتاب البریہ“ میں ہے کہ میں نے ایک کشف میں دیکھا کہ خود خدا ہوا اور یقین کیا کہ وہی ہوں۔ اور مرزا نے مسئلہ کفارہ کی بھی تائید کر دی نصاریٰ کا یہ اعتقاد ہے کہ ہمارے گناہوں کے بدلہ اور اس کے کفارہ میں حضرت عیسیٰ مسیح نے سولی کا عذاب جناب الہی سے قبول کیا ہے اب ہم کو پروردگار کی گناہ کے سبب سے نہ پکڑے گا۔ سو مرزا بھی یہی کہتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو یہود نے صلیب یعنی سولی پر لٹکایا اور عذاب دیا۔

پس جس نے عیسیٰ کو صلیب پر مانا اس نے مسئلہ کفارہ کو مان لیا۔ اور تجسم خدا کا مسئلہ بھی مرزا نے ثابت کر دیا جو کہ عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ میں خدا داخل تھا۔ سو مرزا نے بھی ”آئینہ کمالات اسلام“ میں کہہ دیا کہ خدا تعالیٰ میرے وجود میں داخل ہو گیا۔ اور مرزا نے مسئلہ تثلیث کو بھی ثابت کر دیا جو کہ نصاریٰ کا دین ہے۔ اس نے ”توضیح المرام“ میں لکھا ہے کہ ہم دونوں کے روحانی قوا میں ایک خاص طور پر خاصیت رکھی گئی ہے جس کے سلسلے ایک چٹیکو اور ایک اوپر کی طرف کو جاتا ہے اور ان دونوں محبتوں کے کمال سے جو خالق و مخلوق میں پیدا ہو کر نر و مادہ کا حکم رکھتی ہے اور محبت الہی کی چمکنے والی آگ سے ایک تیسری چیز پیدا ہوتی ہے جس کا نام روح القدس ہے اسی کا نام پاک تثلیث ہے۔

بقلم فقیر محمد غلام ربانی پنجابی



بسم الله الرحمن الرحيم
الحمد لله الذي هدانا لهذا
ما كنا لنهتدي لولا أن هدانا الله

عَقِيدَةُ خَيْرِ النُّبُوَّةِ

جلد نمبر

الكتاب

تأليف: مولانا محمد باقر عظیمی
ترجمہ: مولانا محمد باقر عظیمی

کتاب نمبر: ۱۰۰

مکتبہ اسلامیہ دارالعلوم دیوبند
۱۳۰۰ھ



رسالہ بیانِ مقبول وردی قادیانی مجہول

تصنیف لطیف

عالم جلیل، فاضل نبیل، حامی سنت، حامی بدعت
حضرت علامہ قاضی غلام گیلانی چشتی حنفی رحمہ اللہ علیہ

بسم الله الرحمن الرحيم

سوال تفسیر صاوی ۱ جو مالکی مذہب کی ہے اس میں عیسیٰ علیہ السلام کی موت کا ثبوت ہے۔
 جواب: بالکل غلط ہے بلکہ متعدد جگہ اس تفسیر میں حیات عیسیٰ علیہ السلام اور جانا ان کا آسمان
 ان جسم خاکی کے ساتھ مذکور ہے۔ ”جلد اول، سورہ بقرہ میں زیر آیت ﴿أَفَكُلَّمَا جَاءَ
 رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰ أَنْفُسُكُمْ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِقْنَا كَذِبْتُمْ وَقَرِيفًا تَفْقَهُونَ﴾
 لکھتے ہیں قوله كعيسى اى كذبوا ولم يتمكنوا من قتله بل رفعه الله الى
 السماء۔ دیکھو اس میں مرفوع ہونا عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر مذکور ہے۔ اور سورہ مائدہ،
 ص ۳۰۰ زیر آیت کریمہ ﴿وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَعْيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ءَ أَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ
 الْحَذَرُ مِنِّي وَأَمَّا إِلَهُي مِنَ دُونِ اللَّهِ... الخ﴾ (قوله في القيامة) وقيل ان
 السؤال وقع في الدنيا بعد رفعه الى السماء اقول تعلق قيل بالسؤال لا بما
 بعد رفعه الى السماء قوله ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي﴾ يستعمل التوفي في اخذ الشئ
 وفيها اى كاملا والموت نوع منه قال تعالى ﴿اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ
 مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَازِلِهَا﴾ وليس المراد الموت بل المراد الرفع
 كما قال المفسر (قبضتنى بالرفع الى السماء) حاصل مافى المقام ان هذه
 العقيدة وقعت منهم بعد رفعه الى السماء وتستمر الى نزوله ولم تقع منهم
 قبل رفعه واما بعد نزوله فلم يبق نصرانى ابدا بل اما الاسلام او السيف
 فتعين ان يكون معنى توفيتنى رفعتنى الى السماء.

۱۔ تفسیر صاوی کے ادھر حاشیہ ہے ۱۲۔

سوال: تفسیر روح البیان میں جو کہ بڑی معتبر کتاب ہے۔ موت عیسیٰ علیہ السلام کی مذکور ہے۔

جواب: محض غلط ہے۔ اس سے سابق روح البیان سے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام بعیدہ جسم خاکی آسمان پر زندہ گئے ہیں۔ اور قرب قیامت تک وہیں رہیں گے بعدہ اتر کر دجال کو قتل کریں گے وغیرہ وغیرہ۔ اور اب بھی روح البیان سے حیات عیسوی نقل کر دیا ہوں۔ سورہ اسراء ص ۳۹۵ میں ہے۔ کہ شب معراج میں سب انبیاء علیہم السلام کے ساتھ حضرت محمد ﷺ کی ملاقات اس طور پر ہوئی۔ کہ ان حضرات کی صورتیں مثالیہ تھیں۔ مثل صورت جسم کے مگر حضرت عیسیٰ اور حضرت ادریس اور حضرت الیاس علی نبینا وعلیہم السلام کے ساتھ ملاقات ہوئی۔ ان کے جسم دنیوی کے ساتھ کیونکہ یہ حضرات زندہ ہیں۔ ونصہ فراہم فی صورة مثالیة کھینٹہم الجسدانیة الاعیسیٰ وادریس والخضر والیاس فانہ راہم باجسادہم الدنیویة لکونہم من زمرة الاحیاء..... الخ.

سوال: عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے اوصاف میں سے جو کہ حدیث شریف کا یہ ٹکڑا ہے۔
تكون الملل کلہاملة واحدة. یعنی سب دین کا ایک دین ہو جائے گا۔ درست نہیں کیونکہ یہ مخالف ہے اس آیت کریمہ کے وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامة کیونکہ اس آیت کا مطلب یہ ہے۔ کہ جو لوگ محمد ﷺ کی متابعت کریں گے۔ وہ لوگ کافروں پر فوق اور اچھے رہیں گے۔ روز قیامت تک اس سے معلوم ہوا کہ کافر مثل فرقہ ایمان داروں کے قیامت تک دنیا میں ہوں گے پس سب دینوں کا ایک دین ہونا درست نہ ہوگا۔

جواب: سب ملتوں کا ایک ملت ہونا بر وقت نزول عیسیٰ علیہ السلام یہ مراد نہیں کہ فوراً عیسیٰ بن مریم کے اترتے ہی سب اہل کتاب مسلمان ہو جائیں گے۔ بلکہ جن کی موت علم خداوندی

ان کفر پر معین ہے ان کو کفر کی حالت میں بذریعہ جہاد قتل کر دیا جائے گا اور باقی موجودہ کافر اہل سب ایمان قبول کر لیں گے۔ جیسا کہ ملک عرب کی نسبت حدیث شریف میں وارد ہے کہ عرب میں کوئی گھر نہیں رہا جس میں ”اسلام“ داخل نہ ہوا ہو یعنی ہر ایک عربی مسلمان ہوا۔ اس کی یہی صورت ہوئی کہ جن کی ہلاکت حالت کفر میں مقدر تھی وہ ہلاک کئے گئے اور باقی کے مسلمان ہو گئے۔ پس حدیث اور آیت میں کوئی تعارض نہ رہا۔

سوال: حدیث وتكون الملل کلہا ملة واحدة یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں سب مختلف دین کا ایک دین مسلمان ہو جائے گا۔ مخالف ان دو آیتوں کے ہے کیونکہ یہ حدیث مشیت خداوندی کے خلاف ہے۔ اول آیت ولو شئنا لاتینا کل نفس ہدھا ولكن حق القول منی لاملئن جہنم من الجنة والناس اجمعین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور اگر ہم چاہیں تو البتہ دیں ہر نفس کو اس کی ہدایت، لیکن ثابت ہو چکا ہے مجھے یہ قول کہ البتہ پر کروں گا جہنم کو جنات اور بنی آدم کل سے دوسری آیت یہ ہے ولو شاء ربک لجعل الناس امة واحدة ولا یزالون مختلفین الامن رحم ربک ولذلك خلقہم وتمت کلمة ربک لاملئن جہنم من الجنة والناس اجمعین ط اور ارچاہتا رب تیرا اے محمد ﷺ تو البتہ کر دیتا کل لوگوں کو ایک گروہ اور یہ لوگ ہمیشہ مختلف ہوں گے، مگر جس پر کہ اللہ تعالیٰ رحم کرے اور اسی لیے ان کو پیدا کیا ہے اور پوری ہو چکی ہے۔ بات رب تیرے کی البتہ بھروں گا دوزخ کو جنات اور بنی آدم سے۔

جواب: کوئی مخالفت اور تعارض نہیں کیونکہ آیت اولی کا مفاد یہ ہے کہ ہم نے چوں کہ انسانیت اور جنات سے دوزخ کا بھرنا منظور کر لیا ہے۔ لہذا ہر ایک جن اور ہر ایک آدمی کو ہم نے ہدایت نہیں دی۔ ورنہ اگر ہم چاہتے تو سب کو ہدایت دیدیتے اور یہ ہو سکتا ہے کہ سب کو

ہدایت بھی نہ ہو اور جہنم کو بھی پر کر دیا جائے۔ باوجود اس کے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں لوگ سب ایک ملت ہو جائیں یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے وقت سے ماقبل کے لوگ مختلف رہیں اور عین عیسیٰ علیہ السلام کے وقت کے لوگ جو حالت کفر کی موت سے بچ جائیں وہ سب ملے سب ایک ملت پر ہو جائیں اور پھر بعد زمان عیسیٰ علیہ السلام کے لوگ بوجہ فتن و فجور کے بیدار ہوں گے۔ قیامت تو شریروں ہی پر قائم ہوگی۔ پس عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے سے اول اور آخر کے لوگوں سے مع جنات کے جہنم پر کر دی جائے گی اور ان کے وقت کے مسلمان لوگ بوجہ ہدایت کے جہنم سے بچائے جائیں گے اور دوسری آیت بحسب استثناء من رحمہ ربک مرحومین کا اتفاق ایک ملت پر ہو سکتا ہے۔ رہے غیر مرحومین سو وہ جب تک زمین پر موجود ہیں گے مختلف بھی رہیں گے اور لایزالوں کا یہ منقضی نہیں کہ غیر مرحومین سے زمین کسی وقت خالی نہ ہوگی کیونکہ لایزال کا مدلول صرف اتنا ہی ہے کہ محمول منفک نہیں موضوع سے یعنی کوئی وقت وجود موضوع (غیر مرحومین) کا اختلاف سے خالی نہیں دیکھو قول باری تعالیٰ ﴿لَا يَزَالُ بُنْيَا لَهُمُ الْاِلٰهَ الَّذِي بَنٰوْا رِبٰةً فِیْ قُلُوْبِهِمْ﴾ جس کا مدلول اسی قدر ہے کہ شک کا انفاک بنیانہم (ان کی عمارتوں) سے تاحین حیات ان کے نہ ہوگا ہاں اگر مر گئے۔ تو چوں کہ خود ہی نہ ہوں گے ان کا شک بھی نہ ہوگا کما قال اللہ تعالیٰ الا ان تقطع قلوبہم مگر یہ کہ گلزے گلزے کٹ جائیں دل ان کے یعنی مرجائیں۔ پس زماں مسیح بن مریم میں چوں کہ غیر مرحومین ہی نہ رہیں گے تو ان کا اختلاف کیسے ہوگا؟ پس ان آیات اور حدیث میں بھی کوئی تعارض نہیں لیکن بے علمی بری مرض ہے۔

سوال: مرزا کہتا ہے کہ حدیث کا ایک کثر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو واقع ہے۔ لیدعون الی المال فلا یقبلہ احد۔ وہ میرے حق میں ہے کیونکہ میں نے بذریعہ

تہارات کے روپیہ دینے کا وعدہ کیا اور مخالفین اسلام کو بلایا اور کسی نے قبول نہ کیا۔
جواب: حدیث شریف میں تو "فلا یقبلہ احد" مذکور ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسیح عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں چوں کہ سب لوگ اہل اسلام ہی ہوں گے اور سب کو رغبت تہات کی بغایت درجہ ہوگی۔ اور سب تارک اور زاہد ہوں گے۔ چنانچہ اس پر فقہ حنفی کون السجدة الواحدة خیرا من الدنيا وما فیہا۔ شاہد ہے۔ اس لیے وہ مسلمان بد، زاہد دنیا کو قبول نہ کریں گے۔ نہ یہ کہ مخالفان اسلام بھی موجود ہوں گے اور ان کو مثلاً بلہ اظہار حقیقت اسلام بذریعہ اشتہارات روپیہ دینے کا وعدہ دیا جائے گا اور وہ قبول نہ کریں گے۔ فان قلت السجدة الواحدة دائما خیر من الدنيا وما فیہا لان الاخرة خیر وابقی۔ قلت الغرض انہا خیر من کل مال الدنيا اذ حیث لا یمكن التقرب الی اللہ تعالیٰ بالمال۔ وقال النور بشتی یعنی ان الناس مرغبون عن الدنيا حتی تكون السجدة الواحدة احب الیہم من الدنيا وما فیہا..... الخ (حدیث بخاری ج ۷ ص ۴۲)

سوال: فرشتے زمین پر نہیں اترے اور جب اتریں گے تو اتمام حجت ہو جائے گا پھر کسی کا ایمان لانا مفید نہ ہوگا۔ اور حدیث دمشق جس میں نزول عیسیٰ علیہ السلام کا فرشتوں کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر مذکور ہے وہ موضوع اور چھوٹی ہے۔ اس کو یہ آیت جھوٹا کر رہی ہے۔ ﴿اَہْلَ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا اَنْ تَاتِیْہِمُ الْمَلَائِکَةُ اُرِیٰتِیْ رَبِّکَ اُرِیٰتِیْ بَعْضُ اَیَّاتِ رَبِّکَ یَوْمَ یَاتِیْ بَعْضُ اَیَّاتِ رَبِّکَ لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمِنًا مِنْ قَبْلِ اَوْ کَسِبَتْ فِیْ اِیْمَانِہَا خِیْرًا﴾ نہیں نظر کرتے یہ کفار مگر اس بات کی، کہ آئیں ان کے پاس فرشتے یا آئے رب تیرا یا آئے بعض نشانی پروردگار کی، یعنی غضب و عذاب اور

جس دن آجائے گی بعض نشانی تیری رب کی نہ نفع دے گا کسی شخص کو اس کا ایمان، بد اس نشانی کے قبل ایمان نہ لایا ہوگا اور جس نے اپنے ایمان میں پہلے اس سے کوئی بھلائی حاصل نہ کی ہوگی، آہ مرزا انہیں آیات اور ان کی مثل سے سند پکڑ کر نزول ملائکہ سے زمین پر منکر ہیں اور ملائکہ کو ارواح کو اکسب قرار دیا ہے۔

جواب: درود ملائکہ زمین پر کئی بار ہو چکا ہے اور ہوتا رہتا ہے اور ہوگا قیامت تک۔ اس ہ انکار کرنا بالکل حماقت ہے قرآن شریف میں ہے ﴿فَارْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا﴾ دوسری جگہ میں وارد ہے ﴿هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ صَافِي بْنِ الْكُوفِيِّ﴾ تیسری جگہ میں وارد ہے ﴿إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ أَلَنْ يَكْفِيَكُمْ أَنْ يُبَدِّلَ رَبُّكُمْ بَشَرًا مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُنْزَلِينَ﴾ بلیٰ اِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُم مِّن فَوْرِهِمْ هَذَا يُبَدِّلْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ ﴿چوتھی جگہ میں وارد ہے ﴿وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِئَاءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَقَالَ هَذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ وَجَاءَهُ فَوْجُهُ يَغْرَعُونَ إِلَيْهِ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوا يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ قَالَ يَنْفِقُمْ هَؤُلَاءِ نَبَاتِي هُنَّ أَطْيَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تَخْزَوْا فِي صَافِي بْنِ الْكُوفِيِّ رَبُّكُمْ رَجُلٌ رَّشِيدٌ قَالُوا لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَالَنَا فِي بَنَاتِكَ مِنْ حَقٍّ وَإِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نَبِيُّهُ قَالَ لَوْ أَنَّ لِي..... الخ﴾ ان سب آیات قرآنی میں مرزا اور مرزائی کی عقیدہ رکھتے ہیں؟ آیا یہ آیات قرآنی ہیں یا نہیں، اور نزول ملائکہ اور چلنا پھرنا ان کا زمین ثابت کر رہی ہیں یا نہیں۔ یہی ”ارواح کو اکسب“ بزم مرزا زمین پر اتریں تو کو اکسب آسمان سے کیوں نہ گریں یا متغیر نہ ہوئیں جسم بلا روح کیسے قائم رہ سکتا ہے؟ یہ متمثل بصورت بشر مریم کے نزدیک آنے والا۔ اور یہ جو تین ہزار اور پانچ ہزار موئے گھوڑوں پر سوار تھے۔ او

یہ مہمان ابرہیم اور لوط علیہما السلام کے۔ اور وہ خوش شکل جس پر اثر سفر کا معلوم ہوتا تھا۔ اور سب حاضرین مجلس نبوی ﷺ اس سے ناواقف تھے۔ جیسا کہ بخاری اور مسلم اور ترمذی اور ابی داؤد اور نسائی اور ابن ماجہ میں مذکور ہے۔ کہ اس کے بارے میں حضرت ﷺ نے فرمایا۔ **لَمَّا جَاءَ جِبْرِيلُ ﷺ أَنَا كُمْ يَعْلَمُكُمْ دِينَكُمْ** پس یہ تحقیق جبریل علیہ السلام ہیں۔ آئے ہیں تمہارے پاس۔ سکھاتے ہیں تم کو دین تمہارا۔ اور بخاری میں ابن عباس سے ہے۔ قال قال رسول الله ﷺ يوم بدر هذا جبرائيل اخذ برأس فرسه عليه اداة الحرب یعنی حضرت ﷺ نے جنگ بدر کے روز فرمایا۔ کہ یہ جبریل علیہ السلام ہیں مسلح کھڑے ہوئے اور گھوڑے کو پکڑے ہوئے۔ اور وہ معلم جس نے آنحضرت کو امام بن کر تعلیم کیفیت نماز کی۔ اور رمضان میں آپ کے ساتھ قرآن مجید کا دور کرتا تھا۔ اور وہ گھوڑے کا سوار جس کو فرعون کے لشکر نے دیکھا۔ اور سامری نے خاک اس گھوڑے کے قدموں کی اٹھائی اور وہ شخص جو صورت دحیہ کلیبی صحابی میں آیا تھا۔ اور ایک دفعہ حضرت ﷺ نے حضرت عائشہ یا صدیق اکبر کو فرمایا کہ یہ جبرائیل ہے۔ اور تم کو سلام دیتا ہے۔ اور وہ فرستادہ یواہل طائف کو ایذا دینے کے وقت کہتا تھا کہ اے محمد ﷺ تیرا خدا فرماتا ہے۔ کہ اگر تو چاہے تو میں اس پہاڑ کو ان کے سر پر پھینکوں وغیرہ وغیرہ۔ کیا آیا یہ سب ارواح کو اکسب ہی تھے؟ خدا را تدرے و مصطفیٰ را جبائے۔ قرآن کریم کو کسی سمجھ والے سے پڑھنا چاہئے تاکہ ایک آیت کو حسب زعم اپنے کسی معنی مفید مطلب پر وال ٹھہرا کر آیات اور احادیث میں تحریف پیدا نہ کریں مرزا کی طرف سے۔

سوال: فرشتوں کا زمین پر آنا جبرائیل علیہ السلام کا متمثل ہونا بصورت بشری اور اپنی اصلی صورت کو چھوڑنا کیونکر ہو سکتا ہے۔

جواب: ہو سکتا ہے کہ اس کی زائد خلقت اور صورت بعد بالکلیہ فنا ہو جانے اور زائل ہو جانے کے پھر اس کو ملتی ہو جب کہ تبلیغ کر چکتا ہوگا۔ بوجہ اس کے کہ تدافل دو صورتوں ہا ہم نزدیک اہل حق کے درست نہیں ہے۔ علم منطق میں ہے الملک جسم نوری بتشکل باشکال مختلفة لا یذکر ولا یؤنث یعنی بخاری "جلداول" میں عبداللہ بن یوسف کی حدیث جس میں یہ جملہ ہے واحیاناً يتمثل لی الملک رجلاً پوری کاشف اس وہم کی ہے۔ امام مقدمام یعنی اس کے تحت میں فرماتے ہیں۔ قول يتمثل ای يتصور مشتق من المثال وهو ان يتكلف ان يكون مثلاً لشيء اخر وشبهها له قوله الملک جسم علوی لطیف يتشکل باى شکل شاء وهو قول اکثر المسلمين وقالت الفلاسفة الملئكة جواهر قائمة بانفسها ليست بمتحيزة البتة ثم قال الامام الموصوف فی بیان الاجوبة والا سئلة فی هذا الحديث العاشر ما قایل ما حقيقة تمثل جبرئیل علیہ السلام له رجلاً اجیب بانه یحتمل ان الله تعالى افنى الزائد من خلقه ثم اعاده عليه و یحتمل ان یزیله عنه ثم یعیده الیه بعد التبلیغ نبد علی ذلك امام الحرمین واما التداخل فلا یصح علی مذهب اهل الحق. اور اس جواب کے متصل دوسرا

سوال اور جواب بھی فرماتے ہیں۔ سوال: جبرئیل علیہ السلام کے 600 پر ہیں جب کہ وقت ملاقات رسول اللہ ﷺ کے دحیہ کلی صحابی کی صورت پر بن کر آتے تھے۔ تو ان کی وہ روح کہاں جاتی تھی۔ پس اگر اس چھوٹی صورت میں وہ روح آتی تھی تو کیا بڑا جسم اصلی اس کا فنا ہوتا تھا یا باقی رہتا تھا۔ سوائے روح کے اور اگر وہ روح اسی اپنے بڑے جسم میں رہتی تھی تو وہ جسم کلاں دحیہ کلی کی صورت پر نہیں ہوتا تھا۔ اور نہ یہ روح اور نہ یہ جسد جبرئیل

علیہ السلام کا تھا۔

جواب: جبرائیل علیہ السلام کی روح ان کے جسم کلاں سے منتقل ہو کر جسم صغیر میں آ جاتی تھی جو کہ بصورت دحیہ کلی صحابی کے تھا۔ اور جسم کلاں باقی زندہ رہتا تھا۔ سوائے روح کے جیسے شہیدوں کی رو میں منتقل ہو کر سبز جانوروں کے جواصل پوٹوں میں رہتی ہیں اور جسم کی موت بوجہ جدا ہو جانے روح کے عقلاً واجب نہیں ہے۔ بلکہ پروردگار نے موت جسد کی کو عادت کر یہ کے ساتھ بوجہ مفارقت روح کے بنی آدم وغیرہ حیوانات میں جاری کیا ہے۔ بس اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ ملائکہ میں بھی بوجہ مفارقت روح کے موت جسم کی ہو جائے۔ قال الامام الهمام بدرالدین العینی الحنفی فی شرح البخاری تحت الحديث المذكور الحادی عشر ما قایل اذا لقى جبریل النبی ﷺ فی صورة دحیة. فاین تكون روحه؟ فان كان فی الجسد الذی له ستمائة جناح فالذی اتی لاروح جبریل ولا جسده. وان كان فی هذا الذی هو صورة دحیة. فهل یموت الجسد العظیم ام یقی خالیاً من الروح المثقلة عنه الی الجسد المشبه بجسد دحیة. اجیب بانه لا یبعد ان لا یكون انتقالها موجب موته فیقی الجسد حیاً لا ینقص من مفارقتہ شیء ویكون انتقال روحه الی الجسد الثانی کا انتقال ارواح الشهداء الی اجواف طیر خضر وموت الاجساد بمفارقة الارواح لیس بواجب عقلاً بل بعادة اجراها الله تعالى فی بنی آدم فلا یلزم فی غیرهم.

سوال: آیت ومن نمره نکسه فی الخلق دال ہے وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کیونکہ حسب اس آیت کے جو شخص اسی یا نوے سال کو پہنچتا ہے اس کو نکوس اور واثر گونی بہ

نسبت پہلی حیات کے پیدا ہوتی ہے۔ تو کیا حال ہوگا اس شخص کا جو دو ہزار سال تک زندہ رہے۔ (ایام الصلح)

جواب: اس شخص سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور ”ایام الصلح“ مرزا کی کتاب کا نام ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اسی یا نوے سال کی قید جو مرزا نے لگائی ہے۔ کون سے کلمہ قرآنی کا معنی ہے؟ یہ کلام الہی میں تحریف نہیں تو اور کیا ہے۔ قرآن شریف میں کیا تم نے آیت اصحاب کہف کے بارے میں نہیں دیکھی۔ جو پروردگار فرماتا ہے۔ ﴿وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا﴾ اور ٹھہرے وہ لوگ غار میں تین سو برس اور زیادہ کئے انہوں نے نو برس۔ یعنی ۳۰۹ اگر اس آیت ﴿وَمَنْ يُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ﴾ کا مطلب اس یا نوے برس ہے۔ تو اصحاب کہف کو ۳۰۹ تین سو نو برس تک کس طرح ٹھہرایا؟ بلکہ یہ تین سو نو برس تو وقت نزول اس آیت کے۔ اور اب ۱۳۳۲۔ اور جو گزر گئے۔ پس مجموعہ عمر میں ۱۶۴۱ ہوئی۔ مجموعہ فتاویٰ مولوی عبدالحی ص ۱۲، جلد ۳ میں ہے کہ اصحاب کہف امام مہدی کے ہمراہ ہو کر دجال سے لڑائی کریں گے اور حضرت الیاس علیہ السلام جواب تک زندہ ہیں۔ جیسا کہ تفسیر روح البیان، جلد رابع ۱۰۳ میں ہے۔ ہزاروں برس کی عمر ہوگی اور باتفاق جمہور اہل تصوف و محدثین و بزرگان دین خواجہ خضر علیہ السلام جواب تک زندہ ہیں۔ جیسا کہ حضرت شیخ غوث پاک عبدالقادر جیلانی شیخ المشائخ بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان سے ملاقات بھی کی ہے۔ جیسا کہ ”فتوح الرحمن“ شرح مسلم الثبوت، ص ۴۱۲ میں ہے اور حضرت نوح علیہ السلام کی عمر ایک ہزار چار سو (۱۴۰۰) برس اور حضرت آدم کی عمر (۹۳۰) سال اور حضرت شیت علیہ السلام کی عمر نو سو بارہ (۹۱۲) سال اور حضرت ادریس علیہ السلام کی عمر تین سو چھپن سال اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر ایک سے بیس سال (۱۲۰) اور حضرت ابراہیم علیہ السلام

کی دو سو تیس برس (۲۲۳)، کیسے خلاف مدلول آیت قرآنی کے ہوئی؟ مرزا نے افسوس کہ کوئی سیر اور تاریخ کی کتاب بھی نہ دیکھی۔ جہالت بھی بری بلا ہے۔

سوال: آیت ومنکم من یتوفی ومنکم من یرد الی ارضہ العصر دلالت کرتی ہے وفات عیسیٰ پر، معنی اس کا یہ اور بعض تم لوگوں سے فوت ہوتا ہے اور مر جاتا ہے اور بعض تم لوگوں سے لوٹا یا جاتا ہے بطرف ارض اور خراب عمر کے، قرآن شریف میں کسی جاہل دار نہیں ہے کہ بعض تم لوگوں سے اس جسم کے ساتھ آسمان کی طرف چڑھ جاتا ہے اور پھر لوٹے گا آخر زمان میں۔ یعنی اس قسم کی عبارت ومنکم من صعد الی السماء بجسده العنصری ثم یرجع فی اخر زمان۔ قرآن شریف میں کسی جگہ میں وارد نہیں ہے۔ فقط دونوں ہی امر کا ذکر ہے۔ اب اگر بعض لوگوں کا چڑھنا بطرف آسمان کے بھی مانا جائے تو تیسرا امر بھی نکل آیا اور آیت مذکورہ کا حصر باطل ہو گیا۔

جواب: مسیح بن مریم علیہ السلام اس آیت کے دوش میں سے ﴿وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ اِلَى اَرْضِ الْعُمْرِ﴾ داخل ہے اور ارض العصر، کے لئے کوئی حد معین نہیں ہے نہ منصوصی کہ کسی آیت میں تصریح ہو اور نہ عقلی۔ تاکہ اس سے متجاوز ہونا موجب موت کا ہو۔ اور علماء طبعین نے جو تحدید کی ہے اس کو شیخ اکبر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے کشفی طور سے فتوحات میں رد فرماتے ہیں۔ مضمون ان کے قول کا یہ ہے کہ ”اگر جو کچھ علم طبعی میں ہمارے پرکشوف ہوا ہے۔ علماء طبعین کو معلوم ہوتا تو ہرگز عمر طبعی انسان کی محدود و محدود معین نہ کہتے۔ امید ہے کہ مرزائی کشفی دلیل کو تو مان ہی لیں گے کیونکہ مرزا خود کشفی دلیلوں پر جا بجا استدلال کیا۔ اور شیخ اکبر کو اپنا پیشوا جانتا تھا۔ باقی رہا حضرت مسیح کا آسمان پر تشریف لے جانا سو یہ ان حالات میں سے ہے جو متوسط ہیں الولادة والموت میں۔ حالات متوسط کا ذکر اگر ضروری سمجھا جائے تو چاہئے

کہ عدم ذکر واقعہ صلیب بھی۔ جیسا کہ مرزا کا اور سارے مرزائیوں کا مزموم ہے۔ یعنی مسیح علیہ السلام کو صلیب پر دیا جانا مانتے ہیں۔ موجب بطلان حصر آیت کا ہو۔ اور اگر یہی عدم ذکر موجب بطلان حصر آیت نہیں تو ایسا ہی عدم ذکر صعود علی السماء جو حالات متوسط میں سے ہے۔ یہی نقل حصر آیت نہیں ہو سکتا ہے۔

سوال: از طرف مرزا۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرمایا وما جعلنا ہم جسدا لا یاکلون الطعام "ہم نے نہیں بنایا ان لوگوں کو ایسے جسم پر کہ نہ کھائیں طعام"۔ دوسری جگہ قرآن شریف میں وارد ہے۔ کانا باکلان الطعام "وہ دونوں طعام کھایا کرتے تھے"۔ یہ دونوں آیتیں دلیل ظاہر ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت پر، کیونکہ صریح معلوم ہوتا ہے کہ مایہ حیات انبیاء کا بھی مثل باقی افراد بشری کے طعام ہی ہے۔ تو پھر آسمان پر زندہ رہنا مسیح کا اتنی مدت بغیر کھانے پینے کے کیسے ہو سکتا ہے؟

جواب: آیت مذکورہ سے مایہ حیات طعام کا ہونا معلوم ہوتا ہے اور طعام کے معنی "ما یطعم" کے ہیں۔ یعنی جو "چیز طعم" اور غذا ہو کر "مایہ حیات" بنے "طعام" کا معنی فقط گیہوں، جو، برنج وغیرہ خوب ہی نہیں، بلکہ عام ہے اور یہ چند چیزیں بھی نخلہ "افراد طعام" عام میں سے ہے۔ ہمارے نبی کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایکم مقلی انی ابیت یطعمنی ربی ویسقینی۔ بخاری اور مسلم دونوں اس حدیث کو لائے ہیں۔ معنی یہ ہوا "اور کون ہے؟ تم سے مثل میرے کہ رات گزارتا ہوں میں اور میرا رب مجھ کو کھلاتا ہے اور پلاتا ہے"۔ یعنی میں تمہاری طرح آب و دانہ ظاہری ہی فقط کھا کر گزارا نہیں کرتا ہوں کہ فقط معتادہ ماکولات ہی میرا گزارا ہوں بلکہ میری خوراک اور غذا عنایت ایزدی ہے یعنی پروردگار کا ذکر اور تسبیح و تہلیل۔ جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے جس کو "ابوداؤد، امام احمد حنبل

اور طحاہی نے روایت کیا ہے۔ فکیف بالمؤمنین یومئذ فقال یدجزیہم ما یجزی اهل السماء من التسبیح والتقدیس۔ حدیث کا راوی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتا ہے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسا حال ہوگا؟ جس دن دجال کے ہاتھ میں طعام ہوگا۔ آپ نے فرمایا جس طرح آسمان پر رہنے والوں کا طعام اور مایہ حیات ذکر الہی اور تسبیح و تقدیس ہے۔ اسی طرح مؤمنین بھی "سبحان الملک القدوس" کا ذکر کریں گے اور یہی ذکر انکا طعام اور سبب حیات ہوگا اور یہ مسئلہ "انجیل متی" اور لوقا باب ۴ درس ۴ میں بھی حضرت مسیح صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا ہے اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ "صحف انبیاء علیہم السلام" میں اسی طرح مرقوم ہے کہ "خاصان خدا کے بدن میں کلام ربانی وہی تاثیر کرتی ہے جو عوام لوگوں کے جسموں میں طعام کی تاثیر مسلم ہے۔

اصحاب کہف کا قصہ یاد کرو ان کو کس طرح حکیم مطلق نے بغیر "طعام اور شراب مالوف و معمول" اور بغیر تظیف شعاع آفتابی اور ہوا کے، اتنی مدت دراز تک زندہ رکھا۔ انہوں نے کہ مرزا اور مرزائے، انبیاء اور اولیاء کو بھی اپنے اوپر قیاس کرتے ہیں۔ بیٹ

کار پاکان را قیاس از خود مگیر گرچہ مانند در نوشتن شیر و شیر اس امت مرحومہ محمدیہ میں اب بھی اور قیامت تک ایسے آدمی موجود ہیں۔ اور ہوں گے جن کی زندگی کا ذریعہ ذکر الہی ہے۔ اور ہوگا۔

سوال: مرزا کی طرف سے قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ واولیٰ صانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ مادمت حیا "اور وصیت کی ہے مجھ کو یعنی حکم کیا ہے مجھ کو اللہ تعالیٰ نے ساتھ پڑھنے نماز اور زکوٰۃ کے جب تک کہ میں زندہ ہوں" پس چاہئے کہ مسیح ابن مریم آسمان پر صلوٰۃ اور زکوٰۃ ادا کرتے ہوں۔ حالانکہ آسمان پر جیسا کہ خورد و نوش سے فارغ

ہیں ایسا ہی لوازمِ حمیت سے بھی، علاوہ اس کے ادائے زکوٰۃ مال کو چاہتا ہے اور آسمان پر مال کہاں؟

جواب: حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو دنیا میں بھی باعثِ زہد اور فقیر کے مالکِ نصاب نہیں ہوئے۔ ادائے زکوٰۃ کو تو نصاب کا ہونا شرط ہے۔ مرزا اور مرزائی اگر زمین پر عیسیٰ کا زکوٰۃ دینا ثابت کر دیں تو بعد اس کے ہم آسمان پر ثابت کر دیں گے۔ یہ اعتراض تسخیر ہے ساتھ مسیح ابن مریم علیہ السلام کے اور زکوٰۃ کا معنی مفسرین نے ”تصفیہ نفس طہ“ بھی لکھا ہے۔

سوال: انک میت وانہم میتون۔ صریح وفات عیسیٰ علیہ السلام پر شاہد ہے۔

جواب: یہ دونوں یعنی ﴿اِنَّكَ مَيِّتٌ﴾ اور ﴿وَاَنْتُمْ مَيِّتُونَ﴾ قضیہ مطلقہ عامہ ہیں، نہ دائمہ مطلقہ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تحقیق تو اے حبیب ﷺ فوت ہوئے والا ہے اپنے وقت میں اور وہ انبیاء سابقین بھی اپنے اپنے اوقات میں مرنے والے ہیں۔

اب دیکھو کہ عیسیٰ علیہ السلام کو بعد نازل ہونے کے آسمانوں سے سب اہل اسلام ”انہم میتون“ میں داخل سمجھتے ہیں یا نہیں۔ اور نزولِ آیت کے وقت اگر مرجانا ان کا ضروری ہو تو چاہئے کہ حضرت محمد ﷺ بھی وقتِ نزولِ آیت کے داخل اموات ہو گئے ہوں۔

سوال: ”میت“ مشتق ہی موت سے اور حملِ مشتق کا قیام مبداء کو چاہتا ہے جو یہاں پر موت ہے تو بنا براں چاہئے کہ وہ سب مر چکے ہوں، حتیٰ کہ مسیح بھی۔

جواب: ”قیام مبداء“ کا وقت تحقق مضمون قضیہ ضروری ہوتا ہے نہ وقت صدق قضیہ کے۔ یہاں پر منطق کا پردہ بھی کھل گیا کہ مرزا کہاں تک منطق جانتا تھا قضیہ کے تحقق اور صدق میں امتیاز نہیں رکھتا تھا۔

سوال: قرآن شریف میں وارو ہے والذین يدعون من دون الله لا يخلقون شيئا

وهم يخلقون اموات غير احياء وما يشعرون ايان يعثون یہ آیت دلیل ہے وفاتِ مسیح پر۔

جواب: یہ آیت ”سورہ نحل“ کی ہے جس کا نزول مکہ معظمہ میں ہوا ہے بناء علیہ مراد من دون الله سے ”معبودات“ مکہ معظمہ کے مشرکین کے ہیں۔ یعنی اصنام اور بت نہ مسیح ابن مریم جو معبود اہل کتاب کا ہے۔ ”ابن عباس اموات“ کی تفسیر میں اصنام اموات فرماتے ہیں۔

سوال: عموم لفظ کا اعتبار ہوا کرتا ہے نہ خصوص مورد کا بنا براں مراد من دون الله سے مطلق معبودات باطلہ ہوں گے بغیر تخصیص بتوں کے، تو مسیح ابن مریم بھی داخل اموات بحکم اس آیت کے ہوگا۔

جواب: ”معبودات باطلہ“ میں فقط مسیح ہی اس تقریر پر داخل نہ ہوگا، بلکہ ملائکہ جو نخلہ معبودات باطلہ ہیں وہ بھی داخل اموات ہوں گے، تو بحکم آیات مذکورہ روح القدس بھی مر گیا۔ اب یہ مصیبت کس پر پڑی مرزا پر؟ کیونکہ سلسلہ الہامی کا اول ہی سے انقطاع لازم ہوا اور اگر اموات سے وہی معنی مطلقہ عامہ کے رنگہ میں سمجھے جائیں۔ یعنی اپنے اپنے اوقات میں حییا کہ ”بیضاوی“ اور ”ابن کثیر“ اور ”تفسیر کبیر“ اور ”کشاف او یواتی تفسیر“ میں ہے۔ تو مسیح ابن مریم قبل از وقت معین زندہ رہے گا۔

مرزا کا سوال: ”خاتم النبیین“ ہونا حضرت ﷺ کی دلیل ہے وفاتِ مسیح پر۔ کیونکہ اگر مسیح ابن مریم آسمان پر زندہ ہوا اور آخر زمان میں نزول فرمائے، تو آپ کے بعد بھی اور نبی آگیا۔ پس حضرت ﷺ خاتم النبیین نہ رہے اور اگر دررنگ احاد امت آئے تو یہ بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ علم ازلی میں جب وہ نبی ہے تو پھر بغیر نبوت کے کیسا نزول کرے گا۔

جواب: بعد نزول در رنگ احاد امت ہی اتریں گے۔ علم ازلی کا مسئلہ سنو علم تابع معلوم کے ہوا کرتا ہے۔ من حیث المطابقة یعنی جس طرح معلومات۔ یعنی اشیاء موجودہ فی الواقع اپنے اپنے وقت میں موجود ہیں۔ اسی طرح حق سبحانہ و تعالیٰ ازل میں قبل از وجود ان کے ان کو جانتا ہے۔ اگر معلوم کا انصاف کسی صفت کے ساتھ علی سبیل الاستمرار ہو تو اسی طرح اور اگر علی سبیل الانقطاع ہے تو اسی طرح اس کو جانتا ہے۔ مسیح ابن مریم کی بلکہ دیگر انبیاء کی نبوت اور رسالت چونکہ محدود بعد ظہور میں بچھلے کے ہوتی ہے۔ لہذا علم ازلی میں بھی یوصف محدودیت اور انقطاع معلوم ہوگا۔ ورنہ جہل لازم آئے گا۔ تحقیق اس آیت کی کہ جس پر مرزا نے بہت زور لگایا ہے۔ اور اس کی غلطی ہے اور بے علمی کا بیان۔ تاکہ مسلمان واقف ہوں۔

﴿وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ اولاً معنی اس کا یہ ہے کہ ہر ایک اہل کتاب جو موجود ہوگا وقت اترنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ضرور ایمان لائے گا۔ ساتھ واقفیت مضمون بالا کے قبل موت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے، اور مضمون یہ ہے کہ اٹھایا جانا عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان کی طرف اور یہ کہ وہ نبی برحق اور پیغمبر صادق گزرے ہیں اپنے وقت میں۔ بخاری کی حدیث ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ یا ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں قسم ہے مجھ کو اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ضروری اتریں گے تم میں ابن مریم شریعت کے حاکم بن کر اور منصف ہو کر۔ اور خنزیر کو حلال جاننا اور پرستش صلیب کی، جو کہ یہ امور ان کے بعد شرع میں نصاریٰ نے داخل سمجھے تھے۔ ان کو یک لخت متوقف کر دیں گے“..... الخ

پس اس عیسیٰ سے مراد وہی ابن مریم ہیں۔ جو صاحب انجیل ہوئے ہیں۔ کیونکہ استشہاد کے وقت حضرت ﷺ یا ابو ہریرہؓ اس حدیث کے بیان کے وقت ﴿وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ

الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ پڑھ کر سنایا کرتے تھے۔ اگر وہی عیسیٰ مراد نہ ہوں بلکہ مثیل نبی ﷺ کا جیسا باطل گمان مرزا کا تھا تو آیت سے استشہاد کا کیا معنی ہے۔ افسوس! کہ مرزا بتائیں مثیل عیسیٰ علیہ السلام اپنے گمان میں بن تو گیا مگر موقوف کرنا صلیب پرستی اور طلت نذر خوری اور سب ملتوں کا ایک ملت اسلام کرنا اور مال کی کثرت یہاں تک کہ کوئی اس کو قبول نہ کرتا اور ایک سجدہ کا پیارا ہونا ساری دنیا سے ایک نے بھی نہ کیا۔ یہ نشانیاں ہیں نزول عیسیٰ علیہ السلام کی اور ان کے مثیل نے ایک نشانی بھی موجود نہ کی۔ اور ٹانیا عرض ہے کہ اگر مراد اس حدیث سے مرزا ہی ہوتا مثیل عیسیٰ علیہ السلام کا تو مجلس کے لوگوں، صحابہ وغیرہ کو مرزا کے ہونے نہ ہونے میں تعجب ہی کیا تھا۔ جو حضرت محمد ﷺ قسم کھاتے اور لام تاکید اور نون ثقیلہ سے موکد فرما کر لیو شکن فرما کر لوگوں کا تردد رفع فرماتے۔ واضح ہو کہ معنی آیت ﴿وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ کا ابو ہریرہؓ سے نقل کیا گیا، ایسا ہی حضرت عبداللہ بن عباس نے بھی ایک روایت میں فرمایا ہے اور اسی معنی کو علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں شہادت سوق کلام یعنی چسپاں ہونے اس معنی کے اپنے ما قبل سے ترجیح دی ہے اور دوسرا معنی جو کہ ایک روایت میں اس طور پر آچکا ہے کہ ہر ایک اہل کتاب قبل اپنی موت کے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے اوپر ایمان لائے گا۔ سو یہ فقط وجوہ آیت میں سے ایک وجہ ہے۔ وكون المعنى واقعيا على وجهه من وجود الكلام لا يستلزم ان يقوم هو المراد من الكلام لان واقعية المضمون شيء آخر. وكونه مراداً شيء آخر فتأمل لدقته۔

پہلی دلیل رفع جسمی کی ﴿وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ بمطوقہ دال ہے۔ نزول مسیح ابن مریم پر اور وہ مستلزم ہے رفع جسمی کو۔

دوسری دلیل: رفع جسی کی جب کہ پروردگار نے عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ میں یہود کے ہاتھ سے تم کو بچاؤں گا اور اس قول سے تسکین فرمائی۔ ﴿يُعِيسِي اِيْنِي مُتَوَفِّيْكَ وَدَافِعْكَ اِلَيْ﴾

پس بڑے تعجب کی بات ہے بچانے کا وعدہ فرما کر یہود کے ہاتھ میں گرفتار کر کے اور ان کے ہاتھ دے کر سولی پر چڑھا دینا۔ بعد اس کے زندہ اتارنا اور پھر اپنی موت سے اس کو مارنا۔ کیا یہی وعدہ الہیہ کا ثمرہ اور نتیجہ ہے؟ اور عیسیٰ علیہ السلام کی دعاؤں کا کیا یہی مال ہے جو کہ رات بھر رورو کر کی تھیں۔

تیسری دلیل: رفع جسی کی ﴿وَإِنَّهُ لَعَلَّمَ لِّلسَّاعَةِ﴾ اخراج کیا فریابی اور سعید بن منصور و مسدد و عبد بن حمید و ابن ابی حاتم اور طبرانی نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے اس قول مبارک میں ﴿وَإِنَّهُ لَعَلَّمَ لِّلسَّاعَةِ﴾ فرمایا خروج عیسیٰ علیہ السلام قبل یوم القیامۃ و اخرج عبد بن حمید و ابن جریر عن مجاہد رضی اللہ عنہ ﴿وَإِنَّهُ لَعَلَّمَ لِّلسَّاعَةِ﴾ قال آیۃ ﴿لِّلسَّاعَةِ﴾ خروج عیسیٰ بن مریم قبل یوم القیامۃ۔ تفسیر ابن کثیر میں ابن عباس سے چند طریق کے ساتھ اس دعا کو روایت کر کے آخر کو کہا۔ عن ابی ہریرۃ و ابن عباس و ابی العالیۃ و ابی مالک و عکرمۃ و الحسن و قتادۃ و الضحاک و غیرہم وقد تواترت الاحادیث عن النبی ﷺ انه اخبر بنزول عیسیٰ علیہ السلام قبل یوم القیامۃ اما ما عাদلا..... الخ

پس ﴿اِنَّہ﴾ کی ضمیر بمناسبت سیاق اور اقوال صحابہ و تابعین قرآن شریف کی طرف پھیرنی غیر صحیح ہے۔ اور ایسا ہی غیر صحیح ہے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف مرجع کرنا ضمیر کا۔ اس اعتبار سے کہ وہ زندہ کرنے والے مردوں کے ہیں۔ یا اور کسی حیثیت کی رو سے بلکہ ﴿اِنَّہ﴾

کی ضمیر کا مرجع نزول عیسیٰ علیہ السلام ہے۔ جو کہ سیاقاً و تزلزلاً مذکور ہے۔ قولہ تعالیٰ ﴿وَلَمَّا صَرَ بَ اٰثِنُ مَرِيْمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُوْنَ..... الخ﴾ اس آیت میں ﴿مِنْہ﴾ کی ضمیر اور ایسا ہی ام ہو اور ان ہو اور انعمنا علیہ اور وجعلناہ۔ یہ سب ظاہر راجح ہیں بطرف ابن مریم کے۔

دلیل ﴿وَمَا اَتَاكُمْ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَاَمَّا نَهَاكُمْ عَنْہُ فَانْتَهُوا﴾ اور آنحضرت ﷺ نے مجملہ علامات قیامت کے یہ خبر بھی دی ہے کہ خارج ہوگا دجال ایک شخص زمین یہود میں سے اور مسیح ابن مریم اس کو قتل کرے گا وغیرہ وغیرہ۔ پس ہم مسلمانوں کو وجہ اس آیت مبارکہ کے رسول اللہ کے فرمان پر ایمان رکھنا چاہئے بے چوں و چرا کے۔ اور جب کہ رفع جسی اور نزول مسیح علیہ السلام کا قرآن کریم اور احادیث متواترہ صحیحہ سے نہایت واضح طور پر ہو چکا۔ تو اب ہرگز انا جیل کی طرف متوجہ ہونا باعث دھوکا کھانے یہود اور نصاریٰ کے اس مقام میں بوجہ القاسمہ شبہ جائز نہیں۔ اسی دھوکا کھانے اور تشکیک کی وجہ سے تواتر ان کا قتل اور صلب عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ میں بھی قابل اعتبار کے نہ رہا۔ کیونکہ اجتماع شکوک سے یقین حاصل نہیں ہوتا۔ و اتعد قتل اور صلب عیسیٰ علیہ السلام کا جو کہ ”انا جیل“ میں مذکور ہے اور ایسا ہی افتراء یہود۔ بایں قول کہ ﴿اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ..... الخ﴾ کہتے تھے۔ ان سب کی تکذیب باری تعالیٰ کے قول ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَّوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّہَ لَهُمْ﴾ اور ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا﴾ بل رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْہِ سے ہو چکی۔ جیسا کہ حضرت مسیح ابن مریم نے خود برنبا کو فرمادیا تھا کہ ”اے برنبا چونکہ میرے حواری یعنی مددگار لوگ وغیرہ بوجہ محبت دنیاوی کے مجھے اللہ کا بیٹا کہتے تھے اور یہ کسی کے لائق نہیں ہے۔“ پس پروردگار نے چاہا کہ بروز قیامت مجھ پر لوگوں کی ہنسی نہ ہو تو دنیا میں اللہ نے یہود کی تکلیف دہی اور ان کی بے عزتی کی موت سے مجھ کو بدنام کرنا

چاہا، لیکن غلطی تابوت تشریف لائے جناب رسول اللہ ﷺ کے ہوگی۔ جب حضرت تشریف فرمائیں گے تو اس غلطی قتل اور صلب کو رفع فرمائیں گے۔ استدلال کا دینی علی موت عیسیٰ علیہ السلام بقولہ تعالیٰ ﴿وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل﴾ افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ﴿ان خلت بمعنی ماتت والرسول جمع معروف بالام الاستغراق۔ فلذا فرع علیہ افان مات الخ اذ لو لم یکن الخلو بمعنی الموت اولم تکن الرسل جمعا مستغرقا لما صح التفريع اذ صحته موقوفة علی اندراج نبینا ﷺ فی لفظ الرسل المذكور قطعاً۔ وذلک بالاستغراق۔ وکذا صحة موقوفة علی کون الخلو بمعنی الموت اذ علی تقدیر التغائر وعموم الخلو من الموت یلزم تفريع الاخص علی الاعم مع ان التفريع یتعقب استلزام ما یتفرع علیہ المتفرع۔ ومن المعلوم عدم استلزام الاعم للاخص۔ فالتفريع الواقع فی قوله تعالیٰ یتستدعی تحقیق کلا الامرین من کون الخلو بمعنی الموت۔ ومن کون الجمع مستغرقا وبعد کلتا المقدمتین یقال ان المسیح رسول وکل رسول مات وینتج هذا القیاس المؤلف من المقدمتین القطعیتین ان المسیح مات۔ وهو المطلوب والدلیل علی الصغری قوله تعالیٰ ورسولا الی بنی اسرائیل۔ وقوله ما المسیح ابن مریم الارسل۔ وامثاهما من الایات وتسلیم جمیع الفرق الاسلامیة برسالة علیہ السلام۔ والدلیل علی الکبری المقدمتان الممہدتان المذكورتان لانه متى کان الخلو بمعنی الموت۔ وقد اشد الی الرسل وثبت کونه جمعا۔ فیندرج فیہ المسیح علیہ السلام قطعاً۔ فیلزم ثبوت الموت له فی ضمن الکبریٰ

ثبت مانحن بصددہ۔

فارسی ترجمہ: نویست حضرت محمد ﷺ مگر فرستادہ پروردگار بہ تحقیق گذشتہ انداز قبل آنحضرت ﷺ انبیاء علیہم السلام پیشینیاں آیا۔ پس اگر آنحضرت ہمیرند یا قتل کردہ شوند شما بازروید۔ بر پائے خود از دین مسلمانی وما از جانب مرزا تقریر واصلاح تقریر باین طور میکنیم کہ قوله خلت بمعنی ماتت ولفظ الرسل جمع ست بالام استغراقی معرفہ است۔ بنابرین "افان مات" برو متفرع گشت زیرا کہ اگر نباشد خلو بمعنی موت یا الرسل جمع مستغرق نباشد متفرع بودن "افان مات" درست نگردد۔ زیرا کہ صحت این تفريع موقوف است بر داخل بودن نبی ﷺ در لفظ الرسل۔ واین ادخال وقتے باشد کہ ال استغراقی باشد ونیز صحت این تفريع موقوف ست بر بودن خلو بمعنی موت زیرا کہ اگر درمیان موت وخلو تغائر باشد وخلورا از موت عام گیریم لازم آید۔ تفريع اخص براعم۔ حالانکہ تفريع وقتے درست باشد کہ متفرع علیہ را متفرع لازم باشد وظاہر ست عدم استلزام اعم للاخص۔ پس وجود تفريع در آیت کریمہ مقتضی تحقیق دو امرست يك خلو بمعنی موت دوم بودن الرسل۔ جمع مستغرق ازیں هر دو مقدمتین يك را صغری برائے شکل اول۔ دوم را کبریٰ برائے آن میکنیم وشکل اینست عیسیٰ علیہ السلام بے شک رسول ست۔ وهر رسول مرده است وازیں قیاس مرکب از دو مقدمہ قطعیہ

این نتیجه بر آمد که تحقیق عیسی علیه السلام مرده است. و همین مطلوب بود. و دلیل بر اثبات صغری این که فرموده باری تعالی در حدیث عیسی علیه السلام در قرآن و رسولا الا بنی اسرائیل قوله تعالی «ما المسیح ابن مریم الارسل» و المثل این دو آیت دیگر آیت نیز هستند و رسول بودن حضرت عیسی علیه السلام از اجماع امت ثابت است. و دلیل بر اثبات کبری آن دو مقدمه اند که اصلاح و تمهید ایشان اولاً کرده شده زیرا که چون خلو بمعنی موت شد و نسبت او بطرف الرسل کرده شدو آن جمع است. پس مندرج میشود. در لفظ الرسل مسیح علیه السلام قطعاً. پس لازم شد ثبوت موت برائے عیسی علیه السلام در ضمن کبری پس مطلب قادیانیان ثابت شد و اگر چه ایشان را طریقه استدلال معلوم نبود اماما استحسانا و تبرعا حتی الوسع از طرف ایشان تقریر علمی مذهب بیان نمودیم و اکنون جواب او برین طور میدهم.

فاقول فی الجواب المختصر بعون الله تعالی و توفیقه ان الخلو فی قوله تعالی قدخلت عام لكل مضي من الدنيا. اما بالموت اوبغير الموت فصح التفريع وان لم يمت عيسى عليه السلام وهذا ظاهر جدا وهذا الجواب وان كان مختصرا ولكنه فيه كفاية لذوى الدراية.

ثم اقول مفصلا ومطولا ومذیلا این هر دو مقدمه که برائے کبری دلیل آورده شدند مسلم نیستند - استحاله عدم صحت تفريع درین صورت که هر دو مقدمه مذکورہ یا فقط يك مقدمه مفقود باشد نیز

مسلم نه و نیز ما این استدلال را باین طور مخدوش میکنیم که این استحاله مطلقا لازم آید سلمت المقدماتان کلتاهما او معنا وسند المنع الاول ان لفظ الخلو الماخوذ من قوله تعالی «قَدْ خَلَتْ» الخ» ليس بمعنی الموت لیفرح المستدل والا لیقع التعارض الحقیقی فی کلام الله تعالی وهو يدل على عجز الشارع وانه محال فی جنبه تعالی فمستلزم المحال محال وصورته ان الایة الکریمه «سَنَ اللَّهُ الْيُسُي قَدْ خَلَتْ» معناه علی زعم المستدل سنة لاوقد ماتت وتوفت والایة الکریمه «وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا» فان معناه ان السنة الالهية والطريقة السبحانية الربانية لايتغير من حال الى حال وبين مفاديهما كما ترى بل معناه المضي لشي كما جاءت به اللغة وما فسر احد من اصحاب اللغة لفظ قدخلت بمعنی ماتت وتوفت ای بمعنی الموت فعلم ان حقيقة الخلو باعتبار اللغة المضي فقط كما ارشد الله تعالی فی القرآن العظيم فی المنافقين «وَإِذَا خَلَوْا إِلَى شَيطَانِهِمْ الخ» «وَإِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ» وظاهر ان المراد منه فی هاتین الکریمتین ليس معنی الموت وكذا لفظ الخلو فی قوله تعالی «قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ» وفي قوله تعالی «كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ» ولا يخفى ان المراد من خلو السنن والايام ليس معنی الموت بل المراد مضيها وهذا معنی يقع صفة الزمان أولا وبالذات يقال قرون خالية وسنن ماضية ويقع صفة الزمانيات ثانيا وبالعرض ای توصف الاشياء التي فی الزمان بالمضي بعلاقة الظرفية

والمظروفة. وايضا قال الله تعالى ﴿وَإِذَا لَقُّوْكُمْ قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا عَصَوْا
عَلَيْكُمْ الْآثَامَ﴾ (پاره ۳، رکوع ۳) وايضا. قال الله تعالى ﴿وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا
فِيهَا نَذِيرٌ﴾ فمعنى الخلو فى هاتين الايتين الماضى مطلقا لا الموت ۱۲ فمعنى
الاية ﴿قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ اى مضت الرسل من قبل محمد ﷺ
سواء كانوا امواتا كآدم ونوح و ابراهيم وموسى عليهم الصلوة والسلام او لا
كادريس وخنضر والياس عليهم السلام فعلى هذا التحقيق مابقى تمسك
للمستدل والحمد لولى الحمد ايضا.

اگر معنى خلوموت گرفته شود چنانکه قاديانى ميگويد. پس اين
خرابى هم لازم آيد که تعريف سه باخص و اخفى باشد زيرا که هر
گاه فى الواقع نزد اهل لغت معنى خلوگزشتن و رفتن است. پس موت
يك قسم از آن معنى باشد چرا که گذشتن صادق مى آيد بر هر يك قسم
از اقسام انتقال مكاني اگر از بلندي به پستي رود آن انتقال موسوم
به خفض است و برعكس آن رفع ست يا از قدام بطرف خلف
و برعكس آن يا از يمين بطرف شمال و برعكس. و هر قسم موت را
شامل ست موت بقتل باشد يا بلا قتل. پس ما اگرچه الرسل را جمع
مستغرق تسليم بكنيم هم موت مسيح لازم نمى آيد زيرا که خلو
گزشتن که عام چيز است اگر چه برائى هر فرد نوع رسول ثابت ست.
اما مستلزم اين امر نيست که هر قسم اين عام برائى هر فرد نوع رسول
ثابت گردد.

والتمسك على تقدير تفسير الخلو بالموت دون الماضى
بلزوم استحالة تفريع الاخص على الاعم كما تقدم مزيف بان المتفرع بها
فى الحقيقة انما هو استبعاد الانقلاب وانكار جواز الارتداد على تقدير
فقدان وجود الرسول ﷺ من بين اظهر القوم بعد اداء رسالته وتبليغ
الاحكام الالهية فكان تقدير الكلام ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ اِى
مضت من قبله الرسل فهل يجوز لكم الارتداد بعد ما اقام لكم الدين
المتين ان نقل بالرفع كما رفع عيسى عليه السلام او ادريس او بالموت كما
حكمتا به فى سابق علمنا او بالقتل كما صاح به الشيطان واستقرى
قلوبكم والتصريح. بالثاني موافقته للواقع ومطابقته لتقدير الله تعالى
وذكر. الثالث وان لم يطابق الواقع والتقدير مراعاة لزعمهم وتوسيعا لثنى
جواز الارتداد وعلى كلا الشقين وان كان هذا الثالث مزعوما محضا
وجهلا مركبا الا انه لما كان قوى الاحتمال وكثر وقوعه بين الانبياء
السابقين كما دل عليه قوله تعالى عز وجل ﴿وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ الْحَقِّ﴾
فكان ذكره ضروريا وعدم التصريح بالاول وان كان مقدر مراد الانتفاء
ما يوجب ذكره من الموجبات المذكورة بظهور عدم توافقه القضاء
والواقع والعدم استقراره فى قلوبهم وشذوذ تقدمه. فظهر ان المتفرع فى
الحقيقة هو ثنى جواز الارتداد على تقدير احاد الشقوق الثلاثة المصدرة
وذلك الامر الدائر بين الثلاثة مساو للخلو بمعنى الماضى فلا يلزم تفريع
الاخص على الاعم على تقدير كون المعنى الحقيقى مرادا من لفظ الخلو

بل يلزم تفريع احد المتساويين على الآخر كما يقال رايت زيدا
انه جسم نام حساس متحرك بالارادة مدرك للكلية والجزئية فيفرع
على هذا المفصل انه انسان والارتياب في تساوى هذا المجمل وذالك
المفصل وفي صحته وتفرع احدهما على الآخر والامران اللذان حكمنا
بمساواتهما. وكون احد هما متفرعا والآخر متفرعا عليه. هو ثبوت
خلو كل رسول ونفى جواز الارتداد على تقدير تحقيق واحد من الشقوق
فان النسب انما يقتضى المفهومين مطلقاً اعم من ان يكونا وجود بين او
سلبين اويكون احدهما وجوديا والآخر سلبيا ولا يلزم توافقهما في
الثبوت او العدم والدليل على لزوم ذالك النفي للخلوان المقصود من
البعثة وارسال الرسل التشريع مطلقا وتعيين الطريقة الموصلة الى الله
تعالى لا التشريع الى زمان وجود الرسول بين اظهر قومه والا يلزم ان
لا يخلو زمان من الرسل وذاباطل باتفاق من اهل الملل فوضح بطلان زعم
لزوم استحالة تفريع الاخص على الاعم على فرض ارادة معنى المضى من
لفظ الخلو من قوله ﴿قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ هذا.

السؤال: لما رحل رسول الله ﷺ من دار الدنيا وشرف دار الآخرة وشاع
هذه السانحة في المدينة المنورة طاف عمر رضي الله عنه في السكك وجعل
يقول ما مات رسول الله ﷺ ولا يموت ومن قال ان محمدا ﷺ قد مات
..... الخ الحديث كما في المشكوة وغيرها من الصحاح. وانكر اشد
الانكار فاستدل ابو بكر صديق ﷺ على موت رسول الله ﷺ بهذه الآية

الكريمة ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ..... الخ﴾
الجواب: ليس موضع استشهاد الصديق ﷺ في هذه الآية قوله تعالى
﴿قَدْ خَلَتْ﴾ بل قوله تعالى ﴿إِنَّا مَاتَ﴾ لان كلمة "ان" باعتبار اصل
الموضع لا يدخل الاعلى الامور التي يمكن تقررها ويجوز وجودها لا الامور
التي تاتى عن التكون والتقرر كما هو واضح على من طالع بحث معاني
الحروف فاذا ثبت جواز ورود الموت على رسول الله ﷺ انتفى نقبضه
وهو امتناع تقرر الموت ولما قلنا من موضع استشهاد ابى بكر بن الصديق
بكلمة ﴿إِنَّا مَاتَ﴾ يؤيد ان الصديق حين الاستدلال بموته ﷺ تلا قوله
تعالى عز وجل ﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ﴾

واما تمسكهم بالمقدمة السائرة على الستهم ان كل جمع
معرف باللام يستغرق الافراد باسرها ايضا باطل لان لفظ الملائكة في
قوله تعالى ﴿فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ﴾ لو كان حاويا للافراد كلها
بحسب القاعدة فكان ذكر كلهم اجمعون مستدركا كا وكذا لفظ
الملائكة في الآية الكريمة ﴿إِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَمْرُؤُا إِنَّ اللَّهَ يَشْرِكُ الْإِلهَ﴾
﴿وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَمْرُؤُا إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاكِ الْإِلهَ﴾ ليس بمستغرق الافراد
كلها بل المراد منه بعض الملائكة واذا انتقضت كلية الكبرى بنقض هذه
المواضع انتقض القياس فلا ينتج بموت المسيح لانتفاء المشروط بدون
الشرط هذا.

ثم قولنا بان استحالة عدم صحة التفريع على تقدير عدم

الاستغراق غير وارد في الحقيقة لان المقصود من الكريمة في قوله تعالى ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ ان محمد ﷺ ليس الا بشراً وجنس الرسل قد خلا ومن المعلوم ان ما ثبت لبعض افراد الجنس بالنظر الى ذاته وماهيته يمكن ان يثبت لسائر افرادة بل لا يتخلف اقتضاء الذات من الذاتيات. فالثابت للبعض بالنظر الى ماهيته كما يستلزم امكان الثبوت لذلك البعض يستلزم امكانه لباقي الافراد فهذه المهمة.

اعني ﴿قد خلت من قبله الرسل﴾ وان كانت بالنظر الى الفعل والاطلاق بمنزلة الجزئية غير صالحة لكبروية الشكل الاول الا انها بما تستلزم من الممكنة الكلية صالحة لها فغاية ما ينتجه القياس على هذا ان المسيح ميت بالامكان. بان يقال المسيح رسول وجنس الرسول قد خلا بالفعل والاطلاق وقد عرفت انه يلزمه قولنا كل رسول خال وميت بالامكان فهذا القول اللازم يجعل كبرى منضممة الى صغرى فينتج النتيجة المذكورة فصح التفريع ولم يلزم الاستحالة العقلية والا المحذور الشرعي من ثبوت موته ﷺ في الزمان الماضي لكونه مخالفا لظاهر القرآن والاحاديث واجماع الامة. وهذا مع منع كون لفظ الرسل جمعا مستغراقا فاذا لم يثبت مطلوب الكيديين على تقدير منع احدى المقدمتين فقط. فعدم ثبوت مطلوبهم على تقدير منعها معا اظهر وابهر وهذا ظاهر لمن له ادنى دراية وگرآن هر دو مقدمه قادياني بطور تنزل تسليم بكنيم اول مقدمه اين كه بودن الف ولام در لفظ الرسل استغراقى. دوم مقدمه اين

كه لفظ خلورا بمعنى موت بگريم براين تقدير نيز الزام عدم صحت تفريع نميرود. چنانكه بر تقدير عدم زيرا كه لفظ الرسل بصورت گرفتن اوجمع مستغرق وخلو بمعنى موت رسول اكرم ﷺ راشامل نمى باشد بوجه اين كه در آيت ﴿قد خلت من قبله الرسل﴾ خلو ومضى انبياء پيشينييان عليهم السلام قبل از رسول اكرم ﷺ بيان كرده شد كه ايشان عليهم السلام موصوف به سبقت مضى از رسول ﷺ اند ورسول اكرم ﷺ موصوف بتاخر اند وظاهر كه اين سبقت ديگر انبياء عليهم السلام از رسول الله ﷺ وتاخر رسول الله ﷺ از ايشان اين هر دو زمانى اند كه متقدم بامتاخر جمع نمى شود وكذا عكس آن پس سرورعالم ﷺ بوصف خلو موصوف نشدند بوقت نزول آيت كريمه والا يلزم تقدم الشئ على نفسه للزوم قوله تعالى ﴿قد خلت من قبله الرسل﴾ الاخبار بقبليّة الشئ على نفسه ومع عدم اتصافه ﷺ بوصف الخلو مع الرسل واتصاف سائر الرسل به كان من شأنه يمكن له ان يخلو فى الاتى كما خلوا فاذا تقرر كونه ﷺ فاقد الوصف الخلو حين خلت الرسل لم يندرج فى تلك الرسل الخالية حينئذو يلزم على عدم اندراجهم ﷺ فيهم عليهم السلام بالنظر الى ذالك الوصف عدم صحة التفريع بحسب الظاهر فلا يتعدى الحكم منهم اليه صلى الله عليه وسلم لان التعدى فرع الاندراج وعدم المتفرع عليه يرجب عدم المتفرع فلم يجدهم تخصيص الخلو بالموت ولا ادعاء الاستغراق والله يهدى من يشاء الى

صراط مستقيم.

الحال ظاهر کرده میشود که هر جوابی که ازین القادیانی مارا دهد همان جواب از طرف ماباشد و باز مارا فضیلت حاصل ست زیرا که ماسوائی این دیگر جواب نیز داده ایم کما ظهر مما سبق وجواب ماقادیانی را نافع نیست بوجه این که جواب ما برچنان امر دلالت میکند که مدعا ونقیض مدعائی قادیانی را شامل ست وامکان چیزیست. چنانکه وجود آن شیء رامقارن باشد همچنان عدم آن شیء رانیز وثبوت الاعم من المطلوب غیر نافع للمعلل وان نفع المانع السائل ومن خفی علیه هذا فهو الجاهل بل الاجهل

ثم اقول (وبه نستعين) اگر تسليم كنيم كه آيت ﴿قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ دلالت ميكند بر موت همه انبياء عليهم السلام سوائى سرور عالم ﷺ پس ديگر آيت كريمه ﴿مَا الْمَسِيحُ بِنِ مَرْيَمَ الْارِسُولُ﴾ قد خلت من قبله الرسل دلالت ميكند كه سوائى حضرت عيسى عليه السلام همه پيغمبران مرده اند وقت نزول آيت حتى كه رسول اكرم ﷺ نيز بوجه اين كه الرسل مستغرق جميع افراد گرفته شد بر رائى قاديانى واين صريح كذب ست زيرا كه نزول اين آيه كريمه وقت حيات رسول الله ﷺ شده فكون الالف واللام للاستغراق يستلزم المحال فيكون محالا لان مايلزم منه المحال محال البتة فاذا لم يثبت اندراج المسيح ﷺ تحت الاكبر الموقوف على تسليم الاستغراق المستلزم للمحذور

المذكور والمحال الشرعى الغير الواقع لم تصدق النتيجة فى استدلالهم العاطل اللاطائل ولما بطل كون ال للاستغراق والشمول والاحاطة لجميع افراد الرسل بماحررنا ثبت ان ال للجنس يعنى جنس رسول ﷺ از قبل رسول اكرم ﷺ مرده اند. اگرچه مسيح تا حال نمرده. اما بمثل جنس خود بوقت اختتام عمر خود خواهد مرد بالجمله از آيت ﴿مَا الْمَسِيحُ بِنِ مَرْيَمَ الْارِسُولُ﴾ قد خلت من قبله الرسل بوجه گرفتن "الف ولام" جنس حيات مسيح عليه السلام ثابت شد همچنين از آيت ثانيه ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ الْارِسُولُ﴾ قد خلت من قبله الرسل سوائى ثبوت رسول اكرم ﷺ حيات عيسى عليه السلام نيز ثابت شد زيرا كه جنس بر قليل وكثير هر دو صادق مى آيد چه ضرورت كه در آيت ثانيه عيسى عليه السلام را داخل کرده حكم موت دهيم.

فان قيل ما المانع من اخذ الاية الاولى دالة على حيات عيسى عليه السلام. والثانية دالة على موته مع انه يمكن ان يشمله ال جنسا.

اقول: نصب القاديانى نفسه مقام المستدل ولا ينفع المستدل احتمال بل للمستدل الزوم والثوق على ان اثبات الحكم من القرآن من عند نفسه بدون التصريح فى التفسير قول بالرأى والقول بالرأى فى القرآن ضلالة لورود النص فى ذلك.

ثم اقول عنه عن اصل استدلال القاديانى بان كون عيسى عليه السلام مستثنى لا يخل فى اثبات المدعى لان مزعوم المخاطب فى واقعة احد

وحادثة موت النبي ﷺ كان براءة النبي من عروض الموت. اى كان مزعوم المخاطب لاشئ من الرسل بهالك سابقة كلية ولدفعه يكفى موجبة جزئية. لانها صريح نقيض لها ومنه اظهر ان الرسالة ليست بمنافية للموت فصورة الاستدلال هكذا الموت ليس بمناف للرسالة. لانه لو كان منا فيا لما توفي احد من الرسل لكنه مات عدة من الرسل قبله ﷺ الخ والمقصود الاصلى من الكلام ابطال مزعوم المخاطبين باثبات نقيض مزعومهم. فانهم كانوا يزعمون رسول الله ﷺ بريئا من الموت بسبب الرسالة ففي ترديده. قال ﴿وما محمد الا رسول﴾ يعنى ان محمدا ﷺ ليس ببرئ من الموت نعم انه رسول وللرسالة ليست بمنافية للموت لانها لو كانت منافية له لما مات احد من الرسل ولاكن قد خلت من قبله الرسل وبهذا ظهر ان قد خلت من قبله الرسل مقدمة استثنائية للقياس الاستثنائي لا الكبرى للشكل الاول لانه مع قطع النظر عن تركيب الشكل الاول لا يصح المضمون. فان مراد ابي بكر الصديق على هذا التقدير يكون هكذا محمد ﷺ مات بالفعل لانه رسول وكل رسول من قبله مات وظاهر ان موت كل رسول لا يقتضى موت محمد ﷺ بالفعل لوجود هذا المقتضى من ابتداء الولادة الشريفة فكان ينبغى ان يتحقق الوفاة من قبل وثم اعلم انما قلنا (عدة من الرسل) لان آية ﴿بل رفعه الله اليه﴾ مخصصة لعمومها. هذا.

ثم استدلال القاديانى على موت عيسى عليه السلام بقوله تعالى ﴿يعيسى انى متوفيك ورافعك الى﴾ وقوله تبارك وتعالى. ﴿فلما

توفيتنى كنت انت الرقيب عليهم﴾ وبقوله تعالى ﴿وما قتلوه يقينا بل رفعه الله اليه﴾ وبقوله تعالى ﴿وان من اهل الكتاب الا ليومن به قبل موته﴾
الجواب والله الموفق للصدق والصواب اقول هذا البحث يستدعى بسطا ووسعا لا تحتمله هذه الرسائل العجالة اما بحكم مالا يدرك كله لا يترك كله فلذا كتبت الجوابين احدهما مختصرا. وثانيهما مفصلا بحسب اقتضاء الوقت ان التوفى المأخوذ من الآيتين الاوليين بمعنى القبض وانه عام لكل قبض وان كان مع الجسد ثم لادلالة فى الواو على الترتيب ويقع الموت اجماعا بعد النزول وهكذا الرفع عام لما هو بالجسد كما سيأتى عليك فى الجواب المفصل ويزيل اشتباهك فى العاجل والآجل فانتظره والآية الرابعة يحتمل عود الضمير فى موته الى عيسى عليه السلام وانت تعلم اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال فمابقى للمستدل الا ورطة الجهل والضلال.

ثم اقول مفصلا مستقيضا من الالهام الصحيح ان التوفى عبارة ان اخذ الشئ وافيا وماخذه ومادتها الوفاء من الاصول المقررة عند القوم ان اصل المأخذ بمفهومه معتبر فى جميع تصاريفه. وان اختلفت الصيغ والابواب كاعتبار الجزء فى الكل الا ترى الى لفظ العلم فان معناه حصول صورة الشئ عند العقل او الاضافة بين العالم والمعلوم او نسبته ذات اضافة كذائيه او الصورة الحاصلة او الحالة الادراكية او تحصيل صورة الشئ على حسب تنوع آرائهم وهذا المعنى يكون داخلا فى معانى جميع ما اخذ من لفظ العلم سواء كان ذالك المأخوذ من تصرفات المجرد

اوالمزيد فان علم مثلاً بصيغة الماضي المعلوم معناه انه حصلت للفاعل صورة الشئ المعلوم في الزمان الماضي وهذا على الاصطلاح الاول او حصلت له الاضافة بينه وبين ما علمه وهذا على التفسير الثاني وقس على ما مثلناك به باقى الاصطلاحات فياشتغال مفهوم علم الماضي على المفهوم المصدر ونسبته الى الفاعل والزمان يكون مفهومه كلا ومفهوم المصدر جزء ففيه التركيب من ثلاثة اجزاء وكون النسبة الى الفاعل والزمان جزئيين عام في جميع ما اشتق من المصدر المجرد او اشتق من الماخوذ من ذلك المجرد من الافعال ولا يلزم ان يكون كل ما اشتق من ذلك المجرد او ما اخذ منه واشتق من الماخوذ منه سواء كان فعلاً او غيره كك فان من مشتقات العلم العالم والنسبة الى الزمان لا توجد فيه ومن الماخوذ منه الاعلام وكلتا النسبتين لا توجد ان فيه لانسبة الفاعل ولانسبة الزمان بل فيه مفهوم الاصل المجرد وما اقتضاه خصوص هذا الباب الذى بذاك تعدى الان الى ما لم يتعد اليه في صورته الاصلية لمادته ففيهما التركيب من جزئيين ومن المشتقات من الماخوذ منه اعلم بصيغة الماضي مثلاً ففيه يكون التركيب موجوداً من اجزاء اربعة اولها العلم اى المصدر المجرد، وثانيها ما هو مقتضى باب الافعال، وثالثها النسبة الى الفاعل اى العالم، ورابعها الزمان واذا حوت مادريت من هذه المذكورات فلامفردك من الايمان على ان الوفاء داخل في مفهوم التوفى لكونه ماخوذاً منه وان اقتضاء "باب التفعّل" وهو الاخذ ايضاً معتبر

فيه فالكلمات التى تؤخذ من التوفى لها اشتغال على اربعة اشياء لدلالاتها على الزمان كلفظ توفيت والالفاظ التى لا تدل على الزمان فالتركيب فيها من ثلاثة اجزاء كلفظ متوفى ولا يقال ان متوفى صيغة اسم الفاعل. وكل صيغة اسم الفاعل لا بد فى معناه من الزمان لانا نقول بعدم تسليم كلية الكبرى لعدم الزمان فى اسم الفاعل الغير العامل اى لا بد من الزمان لاسم الفاعل الذى هو عامل لا مطلقاً ولفظ متوفى ليس هنا بعامل لا يقال انه عامل هنا لان الكاف فى متوفيك مفعول لمتوفى لانا نقول ليس بمفعول بل هو مجرور محلاً لاضافة المتوفى اليه كما لا يخفى فان قلت المضاف عامل والكاف معمول قلت نعم. اما مرادنا ليس ان كل عامل سواء كان يعمل بالاضافة او غيرها لا بد فيه من الزمان بل المراد العامل الذى هو غير المضاف. واما العامل المضاف كالمتوفى ههنا فلا يتضمن زماناً كما نص عليه النحاة فى اسفارهم وبالجمله فالصيغ الماخوذة من المصدر لا بد ان تكون مشتملة على اصل المصدر سواء كان تركيب معناها من تلك الاجزاء تركياً حقيقياً كما هو المشهور او تركياً تحليلياً. كما هو الحق الابلج فمعنى الشمول ان اعتبار الجزء الاعتبارى من هذا لكل الاعتبارى جائز. فاذا كان المعنى الذى يقصد من لفظ التوفى او مما اشتق منه فهو على تقدير كونه مجرداً عن معنى "الوفاء" لا يكون معنى حقيقياً للفظ التوفى او المشتق منه لان التجريد عن بعض اجزاء الموضوع له تجريد عن كله والا يلزم تحقق الكل مع انتفاء الجزء او تحقق ما هو فى حكم الكل مع

انتفاء ما هو فی حکم جزئہ وذا باطل بالبداہۃ فاذا لم یکن ذالک المعنى المراد معنى حقیقیا لذلک اللفظ لابد ان یكون معنى مجازیا اذ اللفظ المستعمل فی المعنى لا یخلو عن الحقیقة والمجاز ولا یختص ذالک الحکم بارتفاع مفهوم الماخوذ. فحسب بل یحکم بالمجازیة فی کل صیغة بانتفاء کل جزء اى جزء کان من الاجزاء المعتبرة فی تلک الصیغة سواء کان دخول ذالک الجزء فیها بالوضع الشخصی او بالوضع النوعی یمثل الاول باللبنات فی الجدران. والثانی بدخول جزء المشتق فی المشتق. فان وضع المشتقات وضع نوعی کما یقال کل لفظ علی وزن مفعول فهو یدل علی من وقع علیہ الفعل. فاذا لم یکن بد لکون المعنى معنى حقیقیا حال کونه مرکبا من تحقیق کل جزء من اجزائه ویکفی فی ارتفاعه وتحقق المعنى المجازى انتفاء واحد من تلک الاجزاء لانه کما ینتفی الکلی بانتفاء جمیع الاجزاء ینتفی بواحد منها فالآن مامر من البحث الشریف والتحقیق. الحقیق یدل دلالة واضحة علی ان معنى المتوفى هو الاخذ بالوفاء والتمام وذلک معناه الحقیقی لتحقق جمیع مالا بد منه للمعنى الحقیقی بهذا اللفظ من مدلول الوفاء والاخذ ونسبة الی الفاعل ففی قوله تعالی خطابا یعیسی ابن مریم الصلی علیہ وسلم یعیسی انی متوفیک ورافعک یكون معناه علی الحقیقة ان یا عیسی انی اخذک بالکلیة والتمام. ترجمہ یوں ہے کہ ”تو فی“ کا معنی لغت کسی چیز پر پورے طور پر قبضہ کرنا ہے۔ اس کا مادہ یعنی جس سے یہ لفظ لیا گیا ہے اور اسی کو ماخذ بھی کہتے ہیں (وفا ہے۔ قاعدہ مقررہ

سلمہ ہے۔ کہ ماخذ کا معنی ماخوذ کے تمام گردانوں میں معتبر ہوتا ہے۔ گوان کی صورتیں اور یہ مختلف ہوں ماخذ کا معنی ماخوذ میں اس طرز پر داخل ہوتا ہے۔ جیسے کہ جزء کل میں داخل ہوتی ہے۔

کیونکہ علم کا لفظ (خواہ اس کا معنی عند العقل شی کی صورت کا حاصل ہونا یا عالم و معلوم کے درمیان نسبت ہونا خواہ کہ ایک اضافت والی چیز ہے۔ یا خود صورت حاصلہ یا دانش ہے۔ یا شے کی صورت کا حاصل کرنا وغیرہ) گو کسی معنی سے اس کو لوہ ضرور اس کے ماخوذ میں پایا جائے گا۔ وہ ماخوذ ابواب مجردہ سے ہو یا مزیدہ سے مثلاً علم (جان لیا اس نے) ماضی معلوم کے ساتھ اس کا معنی پہلی اصطلاح کے موافق یہ ہے، کہ فلا نے نے فلانی چیز کی صورت زمانہ گذشتہ میں اپنی عقل میں حاضر کی دوسری اصطلاح کے مطابق فلا نے کو اپنے آپ کے اور معلوم کے درمیان ایک نسبت (عالیہ معلومیہ) حاصل ہو گئی ہے۔ اسی طرح پر اور اس میں جاری کرو ہر ایک میں وہی پائیں گے۔ جو ہم بیان کر آئے ہیں۔ پس جب کہ علم کا لفظ جو صیغہ ماضی معلوم ہے اپنے مصدر اور ماخذ پر بھی شامل ہوا تو اس میں تین جزوں سے ترکیب ہوگی۔ ایک مصدر، دوم زمانہ۔ سوم فاعل کی نسبت لیکن یہ بھی خیال رکھنا چاہئے کہ یہ دو جزئیں۔ ”ایک نسبت دوم زمانہ یہ ہر ایک میں خواہ مصدر مجرد سے لیا گیا ہو۔ یا اس سے جو اس مجرد سے لیا گیا ہو۔ ماخوذ ہو۔ تحقیق ہوں گے البتہ یہ ضرور نہیں ہے کہ ہر ایک ماخوذ میں پایا جائے نہیں بلکہ افعال میں۔ نہ غیر میں۔ دیکھو علم سے عالم ماخوذ ہے۔ مگر اس میں فاعل کی طرف نسبت ہے اور نہ زمانہ کی جانب۔ ہاں اتنا تو ہے کہ اس کا ماخوذ یعنی علم اس میں موجود ہے۔ ایسا ہی اعلام (سکھانا) جو اسی علم سے ماخوذ ہے اس میں نہ تو فاعل کی طرف نسبت ہے۔ اور نہ زمانہ کی جانب ہاں اس کا ماخذ اس میں موجود ہے۔ نیز اس میں باب

افعال کا مقتضاء جس لئے یہ متعدی ہوا۔ (حالانکہ اس کے ماخذ میں یہ نہیں ہے) پایا ہے۔ لہذا اس میں دو جز متحقق ہیں۔ اعلام سے جو علم سے لیا گیا ہے، ”اعلم بصیغہ ماضی“ متحقق ہے اس لئے اس میں چار جز ہیں۔ ایک علم جو ”مصدر ہے“۔ دوم باب افعال مقتضاء۔

سوم فاعل کی طرف نسبت چہارم زمان جب یہ ثابت ہوا تو پھر ضرور ماننا پڑے گا۔ کہ ہا تفعل کا مقتضاء جو اخذ (بمعنی لے لینا) ہے اس میں معتبر ہے۔ پس جو الفاظ ”توفی“ ماخوذ ہیں۔ بشرطیکہ وہ زمانہ پر دلالت کرتے ہیں۔ چار چیزوں پر شامل ہوں گے کہ فاعلیت پورا لے لیا میں نے اور جو زمانہ پر دلالت نہیں کرتے ہیں۔ ان کی تین جز ہوں گی۔ دیکھو متوفی اس لئے کہ اس میں زمانہ معتبر نہیں ہے۔ مختصر آئیہ کہ جو جو صیغہ مصدر سے لیا گیا ہو۔ انہیں یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے ماخذ و مصدر پر شامل ہو۔ گو اس ترکیب کو حقیقی یا اعتباری۔ ہاں یہ تو ماننا ہی پڑتا ہے کہ اگر اس ترکیب کو خیالی کہیں گے حق بھی یہی ہے حق بھی یہی ہے۔ تو شمول کا معنی یہی ہوگا کہ اس جز اعتباری کا کل سے اعتبار کر لینا ہوا ہے۔ پس اگر توفی کا معنی وفا کو چھوڑ کر لے جائیں گے تو یہ حقیقی نہیں ہوگا۔ اس واسطے کہ

موضوع لہ کے بعض اجزاء کو الگ کر دینے سے کل ہی سے تخلیہ لازم آتا ہی نہیں، تو باوجود انتفاء جز، کے کل کا تحقق چاہیے (یہ اس صورت میں ہے کہ ترکیب حقیقی ہو) یا لازم آئے گا کہ جو حکماً کل ہے۔ وہ حکمی جز کے بغیر متحقق ہو۔ حالانکہ یہ باطل ہے اس لئے ثابت ہوا کہ مجازی معنی ہوگا۔ آخر یہ تو ظاہر ہے کہ لفظ کا استعمال یا حقیقتہً یا مجازاً ہوتا ہے۔ لیکن یہ خیال

ا شاید کوئی کہہ دے گا کہ اسم فاعل میں تو زمانہ ضروری ہے۔ ماس کا جواب یہ ہے کہ ضروری اس موقع پر ہے کہ جب ہاوند ملتا ہے بھی نہیں کہہ سکتے کہ آیت اتی متوفیک میں جو متوفی ہے انہیں زمانہ معتبر ہے۔ کیونکہ یہ بیان پر مال اس لئے کہ ”متوفی“ کاف خطاب کی طرف مضاف ہے اور کاف محذوف ہے۔ نہ یہ کہ متوفی کا مفعول ہے۔

نا کہ ماخذ ہی صرف معتبر نہ ہوگا۔ تب ہی مجازی ہوگا۔ نہیں بلکہ کوئی جزء ہو۔ جب کہ اس انتفاء مان لیں گے۔ وہ مجازی ہی ہوگا۔ خواہ اس جز کا دخول وضع شخص یا وضع نوعی کے ایہ سے ہو۔ پہلے کی مثال اینٹ کا دیوار میں داخل ہونا دوسرے کی مثال ”مشتق“ کی ہونا اس میں داخل ہونا۔ کیونکہ یہ دخول بوضع نوعی ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ہر لفظ جو اول کے وزن پر ہو وہ اس پر دلالت کرے گا کہ جس پر فعل واقع ہوا ہو۔ لہذا حقیقی معنی یہ کہ مرکب ہو۔ وہ تا وقتیکہ آپس میں تمام اجزاء متحقق نہ ہو لیں حقیقی نہیں کہلائے گا۔ اس کے مرفوع ہو جانے مجازی بننے کیلئے ایک جز کا بھی انتفاء کافی ہے کیونکہ کل کا انتفاء جیسے کہ تمام اجزاء کے منہی اور معدوم ہو جانے سے ہو جاتا ہے۔ ویسے ہی اس کا انتفاء کسی ایک جزو کے نابود ہو جانے سے ہوتا ہے لاغیر بھی متوفی کا حقیقی معنی ہے۔ کیوں نہ ہو۔ کہ جس کی حقیقی ہونے کو ضرورت ہے۔ وہ پایا گیا ہے۔ وہ یہ ہیں۔ ایک وفاء دوم لے لینا سوم فاعل کی طرف نسبت۔ پس آیت ﴿يُعِيسِي اِيْنِيْ مُتَوَفِّيْكَ﴾ جس کا مضمون یہ ہے کہ اے عیسیٰ علیہ السلام میں تیرا متوفی اور اپنی طرف تیرا اٹھالے جانے والا ہوں۔ یا کہ اے مسیح میں تجھ کو پورے طور پر لینے والا ہوں۔

وضع کا معنی یہ ہے کہ ایک لفظ یا کسی مضمون کے واسطے معین کر دینا یا یہ کہ شخصی کیا ہے اور نوعی کیا، سو وضع ہو کہ شخصی میں وضع اور موضوع کہ دونوں خاص ہوتے ہیں جیسا کہ یہ لفظ ذات زد کیلئے موضوع ہے اب اس میں وضع اور موضوع کی بھی خاص ہیں۔ پس یہ وضع شخص ہوا یا لفظ دیوار کا خاص ایک دیوار کے لئے موضوع ہے یہ بھی شخص ہوگا اور اینٹ کا دیوار میں داخل ہونا یہی اسی شخصی وضع کے ذریعہ سے ہو کیونکہ وہ دیوار میں جزو کی طرح داخل ہے۔ اور وہ دیوار موضوع لہ بوضع شخصی ہے وضع اولیٰ وہ ہے جو حضرت مصطفیٰ علام نے خود بالتصريح فرمادیا ہے فرض کہ جس طرز پر چتا فرماتے ہیں اسی طریق پر جب وضع ہاوند نوعی کہلاتا ہے۔ ۱۲ مرحوم

و کذا المراد فی قوله تعالیٰ حکایة عنه فلما توفیتی کنت انت الرقیب علیهم هو الاخذ بالتمام.

وذا لا یوجد الا فی الرفع الجسدی لانحصار الاخذ بتمامه فی هذا الرفع دون الرفع الروحی لانه اخذه ببعضه دون کله فاطلاق التوفی مع کونه محمولاً علی الحقیقة علی الرفع الروحی غیر جائز نعم لو ارید بالتوفی اخذ الشئ مجرداً عن معنی "الوفاء والتمام" بان یکون عدم الوفاء ماخوذاً فیہ او بان لا یکون الوفاء معتبراً فیہ سواء قارنه اولم یقارنه واعتبار عدم الوفاء یغائر عدم اعتبار الوفاء فحینئذ یصح اطلاقه علی الرفع الروحی لکن علی الاول یکون اطلاقه علیہ من قبیل اطلاق الكل علی الجزء و علی الثانی من قبیل عموم المجاز.

ترجمہ: ایسا ہی آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي..... الخ سے بھی پورا اور تمام لے لینا مراد ہے لیکن مسک (رحمہ اللہ) پر جو پورا اور تمام مقبوض ہونا صادق آتا ہے تب ہی ہے کہ وہ بحسدہ اٹھائے گئے ہوں نہ اگر ان کی روح ہی صرف اٹھائی گئی ہو اس لئے کہ خالی روح کا اٹھایا جانا تو تمام پر قبضہ نہیں بلکہ ایک حصہ پر قبضہ ہوا۔ پھر ہاں یہ ہر اگر کہو گے توفی کا اطلاق رفع روحی پر حقیقی ہے تو یہ ناجائز ہے۔ ہاں اگر یوں کہہ دیں کہ توفی کا معنی لے لینا ہے مگر اس طرح پر کہ وفائے مجرد ہے۔ خواہ یوں کہ وفا کا عدم اس میں اعتبار کیا گیا یا وفا اس میں معتبر نہیں پھر وفا اس کو کبھی مقارن ہو یا کبھی مقارن نہ ہونا ہو وفا کے عدم کا اعتبار ایک چیز ہے۔ وفا کے اعتبار کا عدم اور چیز ہے۔ بنا برآں توفی کا اطلاق رفع روحی پر صحیح ہوگا مگر یہی صورت میں کل کا اطلاق جز پر ہوا۔ دوسری صورت میں عموم مجاز ہوگا۔

۱۔ عموم مجاز اس کو کہتے ہیں کہ لفظ سے ایک ایسا معنی مراد لیا جائے کہ وہ حقیقی اور مجازی کو شامل ہو۔ جیسا کہ حضرت مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ "اس کو وفا مقارن ہو یا نہ"۔ اب جہاں پر مقارن ہوگا۔ وہ حقیقی اور جہاں پر مقارن نہیں ہوگا وہ مجازی کہلائے گا۔ تو یہی عموم کا معنی ہے۔ ۱۲ مترجم

والفرق بین اعتبار عدم الشئ و بین عدم اعتبار ذالک الشئ انما هو بالخصوص والعموم وکل من هذین الاطلاقین مجازی لا یصار علیہ الا بقرینة صارفة عن ارادة معناه الحقیقی الاصلی والقرینة غیر موجودة فلا بد من ان یحمل علی الحقیقة دون المجاز. ومن المعلوم ان ملارکون اللفظ حقیقة ومجازاً انما هو الوضع مطلقاً اعم من ان یکون الوضع وضعاً نوعیاً. فان استعمل اللفظ فی المعنی الموضوع له الشخصی او النوعی کان حقیقة والا کان مجازاً والمشتقات لتركبها من مادة وهیئة موضوعتین اولهما بالوضع الشخصی وثانیهما بالوضع النوعی تكون دلالتها علی رأی یہ بات کہ کسی چیز کے عدم کے اعتبار اور اس چیز کے اعتبار کے عدم میں کیا فرق ہے۔ سو یہ فرق ہے کہ پہلا خاص، دوسرا عام ہے، جز جو کچھ ہے، سو ہے مگر اس میں شبہ نہیں کہ دونوں تقدیر پر یہ معنی مجازی ہے۔ نہ حقیقی لیکن مجازی لے لینا تو تب ہی جائز ہوتا ہے کہ جب کوئی ایسا قرینہ موجود ہو کہ اس کے ہوتے حقیقی لینا جائز نہ ہو، ہاں یہاں اس قسم کا کوئی قرینہ نہیں ہے پھر کہو کہ یہ مجازی لے لینا کیونکر درست ہوگا۔ لہذا حقیقی ہی مراد لینا لازم ہوا نہ مجازی یہ ظاہر ہے کہ حقیقی و مجازی کا مدار وضع ہے۔ خواہ وہ نوعی ہوگا یا شخصی بہر حال لفظ کو جب ان دونوں میں کسی وضع معنی میں استعمال کریں گے تو وہ حقیقی استعمال ہوگا۔ ورنہ مجازاً ہوگا پس مشتقات جو ایسے مادہ اور ہیئت ترکیبی سے کہ ان میں سے پہلا بوضع شخصی موضوع ہے۔ دوسرا بوضع نوعی مرکب ہیں۔ بہ سبب اس ترکیب کے مبداء پر باعتبار مادہ بوضع شخصی اور معنی ترکیبی پر بوضع نوعی وال ہیں۔

۱۔ دیکھو متوفی مشتق ہے اس کا اصل ماخوذ وفا ہے اور یہ لفظ تو اپنے معنی پر بوضع شخصی وال ہے۔ وہی دیکھو: درخرف کے آہں میرل جانے سے ہو گئی ہے وہ اپنے معنی مرکب پر بوضع نوعی وال ہے۔ جیسا کہ کہیں کہ ہر لفظ جو متغی کے وزن پر ہو۔ وہ تین چیزوں کے مجموعہ پر وال ہوگا۔ ایک ماخذ، دوم باب کا اقتضاء سوم نسبت الی الفاعل۔ ظاہر ہے کہ متوفی کا تین مجموعہ ہے۔ متغی کے وزن پر مکی ہے۔ ۱۲ مترجم

معنی اصل المبدأ بمادتها بالوضع الشخصي وعلى مفهومها التركيبي بوضعها النوعي.

ولكونها مركبة بهذه الصفة لابد لكونها حقيقة من تحقق كلا الوضعين ولايكفيها في كونها حقيقة تحقق احدهما فقط بخلاف مجازيتها فانها تتصور بانحاء ثلاثة: بانتفاء الوضع الشخصي عن معناه الحقيقي الى معنى الدلالة وبانتفاء الوضع النوعي فقط كاطلاق لفظ القائلة على المقولة مع بقاء اصل المعنى المصدري وبانتفاء كليهما كما لو اطلق الناطق واريد به المدلول. فلفظ «متوفيك» اولفظ «توفيتني» ان حمل على معنى الاخذ بالتمام الذي لا يكون الا يرفع الروح والجسد نیز جب اس طرز پر ہوں گے تو استعمال حقیقی اسی صورت میں ہوگا کہ دونوں وضع تحقق ہوں نہ صرف ایک ہی متحقق ہو۔ تو پھر بھی حقیقی ہی ہوگا۔ البتہ مجاز تین صورتوں میں پایا جاسکتا ہے۔ ایک جب کہ وضع شخصی نہ رہے۔ دیکھو ناطق اس کے مبداء کا موضوع کہ دراصل وضع شخصی ادراک کلیات و جزئیات ہے۔ جب اسے دال مراد لیں گے تو یہ استعمال مجازی ہوگا۔ ایسا ہی جب وضع نوعی کو اٹھادیں۔ دیکھو قائلہ جب کہ اس سے مقولہ مقصود ہو۔ گو اس میں قول جو اس کا مصدر ہے اپنے اصل معنی پر دال ہے۔ مگر باعتبار اس کے کہ اس میں وضع نوعی منشی ہوا ہے۔ مجازی ہوگا اگر دونوں کو اٹھادیں۔ نیز مجازی ہوگا۔ دیکھو ناطق سے جس حالت میں مدلول مراد رکھ لیں گے کیونکہ ناطق مدلول کیلئے نہ تو بوضع نوعی اور نہ بوضع شخصی موضوع ہے۔ اس لئے متفسر ہے کہ لفظ متوفیک۔ توفیتنی ان کو کسی معنی پر محمول کریں گے۔ کونسا معنی ان سے مراد لیں گے اگر ”پورے طور پر لے لیتا“ مراد ہے۔ تو یہ روح و جسد دونوں کے

یکون حقيقة لتحقيق مدار الحقيقة من كلا الوضعين

وان حمل على معنى لم يندرج فيه معنى الاخذ بالتمام سواء جرد عنه. بان يكون عدمه قيد الاخذ او بان يرسل الاخذ ولم يعتبر معه قيد التمام وجد فيه التمام اولم يوجد يكون مجازاً لصرفه عن معناه الموضوع له بالوضع الشخصي ومن المقررات والمسلمات ان المصير الى المجاز بلا قرينة صارفة غير جائز فتعين المصير الى الحمل على الحقيقة. ودعوى تبادر التوفى في معنى الامانة وجعل التبادر قرينة لكونه حقيقة في الامانة غير مسلم لانه لو اريد بتبادره في هذا المعنى التبادر مع عدم اٹھائے جانے کے بغیر نہیں ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ استعمال حقیقی ہوگا۔ کیونکہ حقیقت کا مدار وضع شخصی اور نوعی پر ہے سو وہ پایا گیا ہے۔

اگر اس میں اخذ کو مراد رکھیں گے اور تمامیت کی قید مجرد سمجھیں گے خواہ یوں کہ اخذ کے لئے تمامیت کا عدم قید ہے۔ یا مہمل طور پر لیں گے۔ یعنی اس کے ساتھ تمامیت کی قید لگی ہو۔ یا نہ تو ان صورتوں میں یہ استعمال مجازی ہوگا۔ اس لئے ان تقدیروں پر لفظ کا موضوع کہ بوضع شخصی سے ہٹانا متحقق ہوگا لیکن یہ بات مسلمت سے ہے کہ حقیقی معنی کو قرینہ صارفہ کے بغیر چھوڑ کر مجازی کو اختیار کرنا ناجائز ہے اور قرینہ یہاں پر موجود نہیں ہے۔ پس لامحالہ حقیقی معنی ہی لینا پڑے گا۔ ہاں یہ جو تم کہتے ہو ”متوفی“ سے مارنا بھی سرب الفہم ہے۔ سرب الفہم ہونا ہی قرینہ ہے۔ نیز مسلم نہیں ہے۔ اس لئے کہ یا تو کہو گے کہ ”متوفی“ سے بلا قرینہ مارنا مرنا متبادر ہے، سو یہ تو پہلا ہی جھگڑا ہے۔ قرآن شریف میں تو کہیں بھی توفی اور متوفی کا لفظ مرنے، مارنے میں بلا قرینہ مستعمل نہیں ہوا ہے یا کہو گے کہ نہیں توفی اور متوفی سے مرنا، مارنا بمعہ قرینہ متبادر

القربنة فذلک اول النزاع ولم يوجد في القرآن في موضع من وارد هذا اللفظ استعماله في هذا المعنى بغير قربة وان اراد به التبادر مع القربة فذلک مسلم ولكن علامته الحقيقة هي تبادره مع العراء عن القربة لامع انضمامها والا يكون كل مجاز مستعمل حقيقة.

فلم يصح تقسيم اللفظ الى الحقيقة والمجاز لعدم امكان وجود المجاز على هذا التقدير وانما ادعينا ان لفظ التوفى وقع في القرآن بمعنى الامانة فانما وقع مع القربة لابدونها. فان حمل التوفى على الموت. في قوله تعالى ﴿حَتَّى يَتَوَفَّيَهُنَّ الْمَوْتُ﴾ بقربة اسناده الى الموت وفي قوله عز وجل ﴿فَلْيَتَوَفَّكُم مِّلْكُ الْمَوْتِ الَّذِي رُكِّلَ بِكُمْ﴾ وفي ﴿اِنَّ هِيَ اَلْبَتَّ يَوْمَئِذٍ لِّكِن حَقِّقِي كِي نَشَآئِي تُوَيِّهْ هِي كِهْ وَهِيَ اَلْبَتَّ قَرِيْنَهْ وَرَنَهْ سَبَّ مَجَازَاتِ حَقِّقِي هِي بِن جَائِسْ كِهْ۔

لهذا لفظ کی تقسیم حقیقت و مجاز کی طرف صحیح نہ ہوگی۔ کیونکہ بنا پر اس مذہب کے تو مجاز ممکن ہی نہیں ہے۔ بے شک یہ ہمارا دعویٰ کہ قرآن شریف میں کہیں بھی ’توفی‘ کا لفظ بلا قرینہ موت میں مستعمل نہیں کیا گیا ہے۔ ثبوت طلب ہے۔ لیکن ثبوت تو موجود ہے۔ دیکھو یہ آیت (یتوفیہن الموت) یعنی وہ مرتے ہیں۔ لیکن یہاں موت کا قرینہ موجود ہے۔ وہ یہ ہے کہ ’توفی‘ کو موت کی طرف اسناد کی گئی ہے نیز اور بھی بہت سی آیتیں ہیں کہ جن میں توفی سے موت ہی مراد ہے مگر ہر ایک میں موت کا قرینہ موجود ہے۔ (دیکھو یتوفاکم ملک الموت ان الذین توفہم الملائکة، توفہم الملائکة طیبین، توفته رسلنا، رسلنا یتوفونہم، یتوفی الذین کفروا الملائکة فکیف اذا توفہم الملائکة۔ یعنی ”تم کو ملک الموت، موت کا مزد چکھا

الذین توفہم الملائکة طالیبی انفسہم﴾ وفي ﴿توفہم الملائکة طالیبی انفسہم﴾ وفي ﴿توفہم الملائکة طیبین﴾ وفي ﴿توفته رسلنا﴾ وفي ﴿رسلنا یتوفونہم﴾ وفي ﴿یتوفی الذین کفروا الملائکة﴾ وفي قوله تعالى ﴿فکیف اذا توفہم الملائکة یضربون وجوہہم﴾

اسنادہ الى الملك المؤکل فی الاول وفي الباقية من اقواله الشريفة اسناده الى الملائكة القابضة للارواح قربة صارفة وفي قوله تعالى ﴿وتوفنا مع الابرار﴾ لسؤال المعية بالابرار وفي قوله عز وجل ﴿توفنا مسلمين﴾ سؤال حسن الخاتمة قربة كذلک وفي ﴿فاما نرينك بعض الذي نعدهم او نتوفينك فاليانا يرجعون﴾ قربة التقابل اذا دے گا، وہ لوگ کہ ملائکۃ الموت نے ان کو موت کا مزد چکھا یا۔ موت کا ذائقہ انکو ملائکۃ الموت چکھا میں گے۔ ان کو ملائکۃ الموت پاکیزگی کی حالت میں موت کا مزد دکھا میں گے، ہمارے فرستادوں نے ان کو مارا ہمارے فرستادہ یعنی ملک الموت ان کو ماریں گے۔ کافروں کو ملائکۃ الموت ماریں گے کیا ہوگا۔ جس وقت کہ ان کو ملائکۃ الموت ماریں گے۔

اب دیکھو ان سب آیتوں میں بلا قرینہ توفی سے موت نہیں لی گئی۔ دیکھئے قرآن۔ پہلی آیت میں ملک الموت کی طرف توفی مستد ہے اور یہی قرینہ ہے اور باقیوں میں قابض ارواح فرشتوں کی طرف توفی کو اسناد ہے۔ اور یہی قرینہ موت ہے۔ ایسا ہی اس آیت میں (وتوفنا مع الابرار) جس کا معنی یہ ہے کہ ”ہم کو مار کر نیکوں کے زمرہ میں داخل کر“۔ اس میں ابرار کے ساتھ کی التجا قرینہ موت ہے۔ آیت (توفنا مسلمین) کہ ”اے خداوند تعالیٰ ہم کو اسلام پر مارنا“۔ میں حسن خاتمہ کا سوال قرینہ موت ہے۔ آیت ﴿فاما نرينك بعض الذي نعدهم او نتوفينك فاليانا يرجعون﴾

يعتبر في احدا المتقابلين يعتبر عدما في المتقابل الاخر. كما اعتبر الانتقال التدريجي في الحركة وجوداً وعدمه في ضدها. اعني السكون والارب ان الحيوة معتبرة في نرينك اذ الالة بدون حيوة الرائي غير متصور فيعتبر عدمها في مقابله وهو نتوفينك

وفي قوله تعالى ﴿وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا﴾ والاخرى يترصد وكذا في قوله ﴿وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا وَصِيَّةً لِأَزْوَاجِهِمْ﴾ الالة. قرينتان اولهما في الالة السابقة. وثانيتهما لزوم الوصية وكذا التقابل

يعني يا رسول الله يا توهم آپ کو وہ بعض امور۔ ”کہ جن کا ہم کافروں کو عدو دیتے ہیں۔ دکھادیں گے یا موت کا ذالک آپ کو چکھا میں گے۔ پھر ہماری طرف لوٹیں گے۔ اس میں مقابلہ قرینہ ہے۔ کیونکہ اگر ایک میں متقابلین میں سے کسی چیز کا وجود معتبر ہو، تو دوسرے میں اس چیز کا عدم معتبر ہوتا ہے۔ کیا جانتے نہیں کہ حرکت میں جو سکون کی ضد ہے۔ بتدریج منتحل ہونا معتبر ہے اور اس کے ضد میں یعنی سکون میں اس انتقال کا عدم معتبر ہے۔ ”پس چونکہ آیت مذکورہ میں دکھانے (ارائت) کا مقابل نتوفینک (ہم تجھ کو ماریں گے) مقرر کیا گیا ہے۔ اوائت میں زندگی کا وجود معتبر ہے تو بالضرور اس کے مقابل یعنی نتوفینک میں اس زندگی کا عدم معتبر ہوا اور نہ تقابل کیا ہوگا۔ یہی قرینہ موت ہے۔

اسی طرح پر آیات ذیل میں قرائن موجود ہیں۔ (دیکھو) ﴿وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا وَصِيَّةً لِأَزْوَاجِهِمْ﴾ ﴿وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَوْنَ بِالْأَنْفُسِ أَرْبَعَةً أَشْهُرٍ وَعَشْرًا﴾ اور جو لوگ تم میں سے بیویاں چھوڑ مریں تو ان پر ازواج کیلئے وصیت کرنا لازم ہے۔ اور جو لوگ تم میں سے بیویاں چھوڑ مریں۔ تو وہ بیویاں چار مہینہ اور دس دن عدۃ الموت کاٹیں۔ ”دیکھئے دوسری میں موت کے دو قرینے

في ومنكم من يتوفى وقيد حين موتها في قوله تعالى ﴿اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا. وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا﴾ قرينة على المعنى المجازی.

وفي هذه الالة الامانة والانامة كلناهما مرادتان الابطريق الجمع بين الحقيقة والمجاز لما تقرر من امتناعه في الاصول. ولانه ليس شيء من الامانة والانامة معنی حقیقاً للفظ التوفی حتی يلزم ذالك من اجتماعه مع الاخر لا بطريق عموم المجاز كما في قول القائل لا يضع قدمه في دار فلان فانه يحث سواء دخل من غير رفع المقدم كما اذا دخل راكباً او مع الوضع كما اذا دخل ماشياً حافياً وسواء دخل في الدار المملوكة ايك بیویوں کو چھوڑ مریں۔ دوم عدۃ الموت کا کٹنا۔ پہلی میں بھی دو قرینے ہیں۔ ایک بیویوں کو چھوڑ مریں دوسرا وصیت کا لازم ہونا۔ آیت ﴿وَمِنْكُمْ مَّنْ يَتَوَفَّى﴾ میں بھی تقابل قرینہ ہے۔ رہی آیت ﴿اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا﴾ یعنی خداوند تعالیٰ ارواح کو موت کے وقت میں لے لیتا ہے۔ ملخصاً

اس میں حین موتھا قرینہ ہے۔ یا در کھو کہ اس آیت میں مارنا، سلانا دونوں مراد ہیں۔ مگر نہ اس طرح پر کہ اس سے حقیقی و مجازی دونوں اسٹھے مراد لئے جائیں کیونکہ حقیقت و مجاز کا اجتماع ناجائز ہے۔ دیکھو کتب اصول وغیرہ۔ دوم اس لئے بھی یہاں پر جمع نہیں ہے کہ مارنا یا سلانا اس میں سے کوئی ایک بھی توفی کا حقیقی معنی نہیں ہے۔ اس واسطے یہ جمع لازم نہیں آتا اور نہ توفی سے مارنا اور سلانا عموم مجاز کے طور پر مراد ہے۔

جیسا کہ کوئی شخص قسم کھائے کہ میں فلاں مکان میں اپنا قدم نہیں رکھوں گا اب یہ شخص خواہ گھوڑے پر چڑھ کر اس میں داخل ہو یا اس طرح پر جیسا کہ کہا تھا۔ یا وہ مکان اسی کا ملک ہو یا کرایہ پر یا استعارہ کے طور پر ہو۔ بہر حال حائث ہوگا۔ یہ قول حقیقی معنی کے ساتھ خصوصیت

لفلان اوالدار المستعارة او المستاجرة لفلان ويخصص هذا القول بمعناه الحقيقي حتى ينحصر حثه في الدخول حافيا وفي الدخول في الدار المملوكة لفلان ولا بالمعنى المجازي حتى ينحصر حثه في الدخول في غير الدار المملوكة لفلان وفي الدخول غير حاف بل يعم بالدخول مطلقا في دار فلان بان كانت مسكونة له سواء كانت تلك السكونة بالملك او بالعارية او الاجارة وليس ذلك الاعلى سبيل ارادة معنى اعم يشتمل على المعنى الحقيقي والمجازي كليهما. وهذا هو عموم المجاز و ارادة كليتهما لا بهذا الطريق لعدم اعتبار معنى عام يشتمل على المعنى الحقيقي نہیں رکھتا ہے۔ پس اسکا حاث ہونا اسی پر موقوف نہیں ہوگا کہ وہ گھر فلاں کا مملوک ہی ہو اور اس میں نگے پاؤں ہی داخل ہو بلکہ بہر حال حاث ہوگا ایسا ہی اس کا قول مجازی معنی کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتا ہے تاکہ کہا جاتا کہ وہ جب فلاں کے غیر مملوک مکان میں یا جوتا پن کے ہی۔ یا سواری پر ہی چڑھ کر داخل ہوگا۔ تو حاث ہوگا نہیں تو نہیں بلکہ بہر حال حاث ہوگا۔ خواہ حقیقی معنی پایا جائے یا مجازی۔ چنانچہ گزرا آیت مذکورہ میں توفی سے سلانا مارنا جب کہ بطریق عموم مجاز بھی نہیں۔ تو لامحالہ اس سے کچھ لے لینا مراد ہوگا۔ مثلا جب توفی سے سلانا مقصود ہو تو اس صورت میں کہیں گے کہ روح کے تعلق سے جو بدن حساس تھا۔ وہ تعلق منسلوب کیا گیا تو بلاشبہ یہی سلانا ہے اور اگر توفی سے مارنا مراد ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہے تو یوں کہیں گے کہ روح کے تعلق سے جو بدن زندہ تھا۔ وہ تعلق سلب کیا گیا ہے۔ اس صورت میں بلا شک اس کو مارنا کہا جائے گا۔ ہاں دوسرے میں جس کا سلب بھی معتبر ہے۔ جیسا کہ زندگی کا کما مر لیکن یہ خیال رکھنا کہ یہ تعلق احساس اور زندگی کے درمیان بطور ترویج دائر ہے جس طرح کہ کوئی امر خاص و عام کے درمیان مردود ہوتا ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ یہ تردید اس

من الاخذ بالکلیۃ والاخذ بالبعضیۃ فان کونہما مراد تین لیس الامن حث ارادة الاخذ بالبعضیۃ. بان یراد بالتوفی سلب تعلق الروح بالبدن عللًا یوجب الادراک الاحساسی او تعلقًا یوجب الحیوة فان کان الاول مسلوبا بدون الثانی وهذا هو الانامة وان کان الثانی ومن لوازمہ کونہ متضمنًا لسلب الاول فهذا هو الامانة ودوران ذلك التعلق بین الاحساس و بین الحیوة. لیس کدوران الشئ بین التقبضین بل کدورانه بین امرین یکون احدهما اخص والاخر اعم. ولذا امتنع وجود التعلق الاول بدون الثانی ویقال وجوبًا کل حساس حی بدون عکس کلی فلا تنافی فی اجتماع الاحساس والحیوة فی الحيوان بل فی ارتفاعہما عنه وتضمن رفع التعلق الثانی لرفع التعلق الاول لا یقتضی نفی سماع الاموات ملرز پر ہے کہ جس طرح پرشی نقیضین کے درمیان مرد ہے اسی واسطے وہ تعلق جس سے احساس کا وجود ہوتا ہے دوسرے تعلق کے بغیر (یعنی وہ تعلق کہ جس سے زندگی ہوتی ہے) موجود نہیں ہوتا۔ پس یوں کہنا کہ ”ہر حساس زندہ ہے صادق ہے اور یہ کہنا کہ ہر زندہ حساس ہے غلط ہے کیونکہ بعض زندہ (جیسے سوئے ہوئے) حساس نہیں ہیں۔

سوال: آپ کی تقریر سے ثابت ہوتا ہے کہ مردہ میں حس باقی نہیں رہتا۔ اس لئے لازم آیا کہ وہ سنتے بھی نہ ہوں۔

الجواب: ہماری تقریر سے مردوں کا سننا ثابت نہیں ہوتا ہے کیونکہ ان کا سننا بمعنی

بعض لوگ حنیوں پر اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت صاحب فتح القدر رحمہ اللہ وغیرہ محققین حنیوں سے فرماتے ہیں کہ مردہ نہیں سنتے ہیں۔ تو اسے حنیو ائم کیوں سار ہوئے کے تامل ہو۔ حضرت مصنف فضیلت اب نے اس کو بھی رد کیا کہ صاحب فتح وغیرہ مطلقاً سار ہوئے کے منکر نہیں ہیں۔ بلکہ قوت جسمانیہ سے سننے کے منکر ہیں نہ کہ ادراک روحانی سے بھی انکار ہی ہیں۔ ۱۲ مترجم

اذ سماعہم الذی نحن متبوءہ ہو بمعنی ادراک ارواحہم وذلک ثابت بالادلة القطعیة لامجال لاحد فی انکارہ۔ وهذا لا یرتفع فی ضمن ارتفاع الحیوة وما یرتفع فی ضمن ارتفاعہا۔ وهو السماع العادی الذی لا یمکر الا بقوة جسمانیة عصبانیة ولا یقول احد بتحقیقہ مع انتفاء الحیوة فالسماع الثابت بالادلة الشرعیة والعقلیة غیر مرتفع وما هو مرتفع غیر ثابت وبهذا یمثل التقابل الذی بین الموت والحیوة هو التقابل بالتضاد لکون کلہما وجودیین۔ فان کون الحیوة امراً وجودیاً ظاہراً واما الموت فلانہ اثر لاماتۃ والاماتۃ لما كانت عبارة عن قطع تعلق الروح بالبدن وایقاع الفصل بینہما وتخریب البدن کان الموت الذی هو مطاوعہا عبارة عن القطاع ذلک التعلق و الانفصال والتخریب کل ذالک وجودی۔ ویدل علی کونہ وجودیاً قوله تعالیٰ خلق الموت والحیوة لان

ادراک روحانی ہے۔ چنانچہ اولہ قاطعہ شرعیہ سے ثابت ہوا ہے کہ اس قسم کا سماع مرنے سے مرتفع نہیں ہوتا ہے البتہ مرنے کے ضمن میں وہ سماع جو قوت جسمانیہ کے ذریعہ سے ہے مرتفع ہو جاتا ہے لیکن اس طرز کا کہ مردہ بقوت جسمانی سنتے ہیں کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ لہذا جو مرتفع ہے وہ ثابت نہیں جو ثابت ہے وہ ناپیدا نہیں۔ اسی تقریر سے یہ بھی ظاہر ہوا ہے کہ موت و حیات کے درمیان ضدیت کے طور پر مقابلہ ہے اس لئے کہ یہ دونوں وجودی ہیں حیات کا وجودی ہونا تو بالکل ظاہر ہے رہی موت سو وہ بھی وجودی ہے دلیل یہ ہے کہ مارنا اسی کو کہتے ہیں کہ بدن سے روح کا تعلق جس سے بدن کی زندگی ہوتی ہے اٹھا دیا جائے اس کا اثر لازم مرنے ہے چونکہ مرنا اس تعلق کا منقطع ہونا ہے تو یہ بلاشبہ وجودی ہے نیز اس کے وجودی ہونے پر یہ دلیل ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ”ہم نے موت کو پیدا کیا ہے“ یہ صریح طور پر دلالت کرتی ہے کہ یہ وجودی ہے۔ اس لئے

الموت لو کان عدمیاً لما تعلق بہ خلق اذ لا یقال للعدم می انه مخلوق فان المخلوق هو الجعل والایجاد وعدمیۃ عدم الحیوة عدماً ثابتاً باللازم للموت لاتصیر الموت عدمیاً لظہور عدم استلزام عدمیۃ اللازم عدمیۃ الملزوم الا ترى الى الفلک۔ فانه ملزوم لعدم السکون عند الفلاسفۃ ولا یلزم بکون لازمہ هذا عدمیاً کون الفلک عدمیاً ونظائرہ اکثر من ان تحصر۔

وهذا ما قلنا من ان التوفیٰ لیس حقیقۃ فی الاماتۃ لان الاماتۃ لا یوجد فیہا الاخذ بالتمام بل الاخذ فی الجملة بخلع صورة نوعیۃ عن الجسم الحيواني و لیس اخرى منها وبفصل الروح عن البدن فباعتبار وجوب حمل اللفظ علی الحقیقۃ۔ یکون قوله عزوجل ﴿يُعِصْنِي اِنِّي مُتَوَفِّيْكَ﴾ دليلاً لنا لا له و يؤيده العطف بقوله ﴿وَرَأْفِعْكَ اِلَيَّ﴾ اذ کہ موت اگر عدمی ہوتی تو خداوند تعالیٰ کا فعل اس کے ساتھ کیونکر متعلق ہوتا؟ کیا کبھی کہا جاتا ہے کہ فلاں امر عدمی پیدا کیا گیا ہے۔ نہیں کیونکہ پیدا کرنے کا معنی موجود کر دینا ہے۔

سوال: کیوں جائز نہیں کہ باعتبار لازم کے عدمی ہو؟ کیا دیکھتے نہیں؟ کہ عدم الحیوة اس کو لازم ہے۔ پس اس کا عدمی ہونا موت کے عدمی ہونے کو مستلزم ہے۔

جواب: یہ استلزام غلط ہے۔ دیکھو عدم السکون آسمان کو عند الفلاسفۃ لازم ہے آسمان معدوم نہیں ہے علیٰ ہذا التیاس اور بھی بہت مواقع ہیں کہ لازم کی عدمیت ملزوم کی عدمیت کو نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ آیت مذکورہ میں جو توفیٰ ہے وہ مارنے میں حقیقی طور پر مستعمل نہیں ہے اس لئے کہ مار دینے میں پورے طور پر لینا نہیں پایا جاتا ہے بلکہ مار دینے میں صرف بدن سے روح الگ کر کے اٹھائی جاتی ہے۔ اور یہ گویا ایک حصہ کا لے لینا ہے۔ نہ پوری شے کا لے لینا لیکن لفظ کا بصورت عدم قرینہ حقیقی معنی پر محمول کرنا۔ جب کہ

المراد به الرفع الجسماني والا فما وجه تخصيصه بعيسى عليه السلام لعموم الرفع الروحاني كل مومن وحمله على هذا الرفع العام مستدلاً بقوله عز وجل ﴿يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ﴾ غير صحيح لان المذكور في تلك الاية هو رفع المسيح نفسه وفي هذه الاية رفع الدرجات ولا يخفى الفرق بين رفع الشيء نفسه وبين رفع درجاته كما هو بين قولك رفعت زيداً وبين رفعت زيداً ثوبه اوبنته اوشيناً آخر مما يتعلق به.

ومع ثبوت التغاير بين الرفعين لا يتم التقريب فعلى هذا يقال ان واجب هواء آيت ﴿يُعِيسِي اِنِّي مُتَوَفِّيكَ﴾ الخ ﴿هَارِے لَے دِل ہوتی نہ تادیا نیوں کے لئے اس کا ہمارے لئے دِل ہونے کو﴾ ﴿وَرَا فِعْكَ اِلٰی﴾ کا اس پر معطوف ہونا قوت بخشا ہے۔ اس واسطے کہ اس رفع سے رفع جسمانی مراد ہے۔ ورنہ خاص کر مسیح عليه السلام سے کیا اس رفع روحی کو خصوصیت تھی جو اس آیت میں ان کی روح کا ”مرفوع“ ہونا بیان کیا جاتا ہے۔

سوال: چونکہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ خدا ایمان داروں، اہل علم کے درجات کو (مرفوع) بلند کرتا ہے۔ تو اس سے سمجھا جاتا ہے کہ خود ایماندار اور اہل علم مرفوع نہیں ہوتے ہیں بلکہ ان کے درجات مرفوع اور بلند کئے جاتے ہیں۔ پس رفع مسیح سے بھی خود مسیح کا رفع مراد نہیں ہے، بلکہ رفع روحی۔

الجواب: دلیل مفید مطلب نہیں ہے کیونکہ آیت سابقہ میں خود مسیح عليه السلام کا رفع مذکور ہے اور اس آیت میں رفع درجات کا ذکر کیا گیا ہے ظاہر ہے کہ رفع درجات اور خود شے کے مرفوع ہونے میں غیریت ہے۔ اس لئے رفع درجات سے رفع غیر جسمانی ثابت نہیں ہوگا۔ دیکھو کہا جاتا ہے کہ میں نے زید کو اٹھا لیا ہے یا میں نے زید کا کپڑا یا اور کچھ جسے زید کے ساتھ تعلق ہوا اٹھا لیا

من نودی وخطوب بالضمائر هو عيسى عليه السلام فيكون المنادى والمتوفى والمرفوع والمطهر من الكفرة وفائق الاتباع اياه عليه السلام فيتركب القباس من الشكّل الاول من ان عيسى هو المصداق للمتوفى المفهوم من الاية والمصداق له هو المصداق لصيغة من وقع عليه فعل الرفع فينتج ان عيسى عليه السلام هو المصداق للمرفوع. وهذا عين ما ادعيناه من ان المرفوع هو شخصه لاروحه فقط وايضا لركان روح عيسى عليه السلام مرفوعاً دون جسده الاطهر لوقع جسده في ايدى الكفرة ولحصول مرادهم ولاهانونه فلم يصح قوله تعالى ﴿وَمُطَهَّرَكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ فان الامانة ليس تخلصاً وتطهيراً من الاعداء بل تحصيلاً لمرادهم وايضاً لهم الى مناهم ورايته ہے اب اس صورت میں زید کے کپڑے کے اٹھائے جانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہاں پر بھی خود زید کا رفع مراد نہ ہوا، بلکہ کپڑے کا مثلاً اس لئے کہ خود شے کا رفع اور ہے بناء علیہ ثابت ہوا کہ آیت ﴿يُعِيسِي اِنِّي مُتَوَفِّيكَ﴾ الخ میں مناد اور مخاطب کا مرجع خود مسیح عليه السلام ہے، نہ خالی روح جب خود مسیح عليه السلام ہی مناد اور مرجع ہوئے تو متوفی مرفوع، مطہر، فائق الاتباع بھی آپ ہی ٹھہرے نہ صرف روح۔

پہلی دلیل اب ہم اس سے پہلی شکل بنائیں گے مسیح پر بھی متوفی کا مفہوم صادق آتا ہے جس پر یہ صادق ہے۔ اسی پر ہی مرفوع کا مفہوم بھی صادق ہے نتیجہ مسیح عليه السلام ہی پر مرفوع کا مفہوم صادق ہے۔ اور یہ بعینہ وہی ہے جو ہم دعویٰ کرتے ہیں۔

دوسری دلیل اگر مسیح عليه السلام کی صرف روح ہی مرفوع ہوئی ہوتی تو آپ کافروں کے ہاتھوں سے کیسے بری اور مطہر ٹھہرتے بلکہ جسد لطیف تو کافروں کے ہی اختیار میں رہتا اور کافروں کا مقصود یہی تھا، حالانکہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ ”اے مسیح عليه السلام ہم تجھ کو کافروں کے اختیار

متمناہم فهل یصح لمن له فهم مستقیم وعقل سلیم ان يفهم من الرفع فی هذه الایة الرفع الروحانی وهل لا یعد ذلك المستنبط من ارباب الجهالة ولعمری ان هذا الشئ عجیب بتعجب منه کل لبیب واستدل ایضا بقوله تعالی ﴿وقولهم اناقتلنا المسيح ابن مریم رسول الله وماقتلوه وماصلبوه ولكن شبه لهم﴾ وان الذین اختلفوا لفی شک منه مالهم به من علم الا اتباع الظن وماقتلوه یقینا بل رفعه الله الیه وكان الله عزیزا حکیمًا وان من اهل الکتاب الالیومنین به قبل موته ویوم القيامة یكون علیهم شهیداً ﴿

سے الگ اور پاک کر دیں گے۔ پس اگر خالی روح مرفوع ہوئی ہو تو باری تعالیٰ کا یہ ارشاد کیسا درست ہوگا؟ لہذا رفع روحی غلط ٹھہرا اور مسیح علیہ السلام کا جسدہ مرفوع ہونا ثابت ہوا۔ کیونکہ جب جسدہ رفع مراد لیں گے تو مسیح علیہ السلام بلاشبہ بالکل کافروں کے اختیار سے نکل گئے اور پاک ہو گئے اس لئے آیت مذکورہ سے رفع روحی مراد رکھ لینا بے علمی اور عجیب تر ہے۔ قادیانی اس آیت سے بھی استدلال کرتے ہیں۔ اس آیت کا مضمون یہ ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے مسیح علیہ السلام مریم علیہا السلام کے فرزند کو قتل کر دیا ہے۔ حالانکہ انہوں نے نہ تو ان کو قتل کیا اور نہ صلیب پر چڑھایا ہاں شبہ میں ڈالے گئے ہیں جن لوگوں نے اختلاف کیا وہ البتہ ان کے قتل کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں، ان کو اس پر یقین حاصل نہیں ہے۔ صرف خلاف واقع کی تابعداری کرتے ہیں۔ مسیح علیہ السلام کو انہوں نے قتل نہیں بلکہ خداوند تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا ہے۔ اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔ نہیں ہے کوئی بھی اہل کتاب میں سے مگر کہ اس پر ایمان لائے گا اسکے مرنے سے پہلے وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوگا۔

طریقہ استدلال قادیانی پہلی آیت میں رفع روحی مراد کہتا ہے۔ اسکا بیان

مبث حمل الرفع علی الرفع الروحانی. وقال يرجوع الضمیر المجرور لمتصل بالباء فی قوله تعالیٰ لیؤمنن به الی کونہم شاکیں غیر متیقین یكون عیسیٰ مقتولاً مصلوباً ورجوع الضمیر المتصل بقوله موته الی الکتابی ثم وجهه بتوجیہین اخرین وحکم علی کلہما بالصحة.

والصواب الاول ان لفظ الايمان مقدر فی قوله تعالیٰ قبل موته ای قبل الايمان بموته فیكون معنی الایة ان کل کتابی یؤمن بان قتل عیسیٰ مشکوک فیہ قبل ان یؤمن بموته الطبعی الذی وقع فی الزمان لماضی.

والتوجیہ الثانی ان کل کتابی کان یؤمن ویعلم قطعاً بانہم

ہے کہ اہل کتاب کا مسیح علیہ السلام کے مقتول و مصلوب ہونے میں شک ہونا ہی ضمیر بہ کا مرجع ہے۔ موتہ کی ضمیر اہل کتاب کی طرف راجع ہے۔ اسکے بعد دو توجیہیں کرتا ہے۔

پہلی توجیہ کہ قبل موتہ میں ایمان کا لفظ مقدر ہے۔ اس تقدیر پر آیت کا معنی یہ ہوا کہ ہر ایک کتابی مسیح علیہ السلام کی طبعی موت پر جو ماضی میں واقع ہو چکی ہے، ایمان لانے سے پہلے آپ کے مشکوک القتل ہونے پر ایمان رکھتا ہے۔

دوسری توجیہ کہ ہر ایک کتابی یقیناً جانتا ہے کہ ہم مسیح علیہ السلام کے مقتول ہونے کے بارے میں شک میں ہیں۔ اس شک پر ان کا ایمان مسیح علیہ السلام کے مرنے سے پہلے تھا۔ گویا مسیح علیہ السلام ابھی زندہ ہی تھے کہ ان کو آپ کو مقتول ہونے میں شک تھا اور وہ آپ

لقد یاتی صاحب یہ عجیب ہے کہ اور کوئی اگر قدر کا نام لے تو اس کو محرف کہتے ہیں۔

شاہدوں فی قتل عیسیٰ و لیس قتلہ الاعلیٰ سبیل الشک والظن۔ وذلک
ای ایمانہم بکونہم شاہدین کان قبل ان مات ﷺ۔ والحاصل انہ
والحال ان عیسیٰ حی ای قبل ان مات کانوا شاہدین فی قتلہ۔ ولم یک
حصل لہم قطع لقتلہ بل کانوا قبل ان مات یوقنون بمشکوکیہ قتلہ۔ ولم
هذا الاستدلال انظار شتی۔ اما النظر الاول على التوجيه الاول فلان حمل
الرفع فی الآیۃ علی الرفع الروحانی غیر صحیح۔ اذ الکلام وقع بطریق
قصر الموصوف علی الصفة علی نحو قصر القلب وهذا مشروط بتنافی
الوصفین کما اذا خاطب المتکلم رجلا بعکس ما یعتقد مثل ما قام زید بل
قعد لمن یظن بقیامہ۔ وظاهر ان القیام والعود ومتنافیان واشترط التنافی
اعم من ان یکون شرطاً لحسنہ اولا صله ومن ان یکون التنافی تنافیا فی
کے کرنے سے پہلے ہی اپنے اس شک پر یقین رکھتے تھے۔ اب دیکھئے کہ استدلال پر
کتنے اعتراض وارد ہوتے ہیں۔

اولاً کہ دفع سے روحانی مراد لینا غلط ہے۔ اس لئے کہ اس آیت میں مسیح ﷺ
وصف مرفوعیت میں بطور قلب اور عکس کے موصوف کر دیئے گئے ہیں۔ لیکن اس حصر اور
قصر کے لئے اوصاف کی منافات شرط ہے۔ مثلاً ایک شخص اعتقاد رکھتا ہے کہ زید قائم
ہے۔ دوسرے نے اس سے مخاطب ہو کر کہہ دیا کہ زید قائم نہیں، بلکہ بیٹھا ہے۔ پس
دیکھئے یہاں پر متکلم نے ایسا بیان کیا کہ وہ مخاطب کے عقیدہ کا قلب اور الٹ ہے۔
ظاہر ہے کہ کھڑا ہونا، بیٹھنا یہ دو صفتیں آپس میں منافات اور غیریت رکھتی ہیں۔ بے
شک یہ منافات عام طور پر لی جاتی ہے۔ خواہ قصر و حصر کی بہتری کے لئے یا نفس حصر
کے واسطے شرط ہو، نیز واقع میں منافات ہو یا اعتقاد میں۔ رہی یہ بات کہ وہ آیت کہ

نفس الامراء فی اعتقاد المخاطب علی حسب تعدد الآراء وانما کان قوله
تعالیٰ ﴿وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا﴾ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ﴾ علی نحو قصر القلب لانہم کانوا
یدعون ان عیسیٰ مقتول فتخاطبہم اللہ تعالیٰ بعکس ما زعموا من انه مرفوع
لامقتول کما زعمتم فیجب التنافی بین وصفی القتل والرفع وذلک
لا یتصور الا اذا کان مرفوعاً حال کونہ حیاً۔ اذ منافاة الرفع حال الحیوۃ۔ ای
الرفع الجسمانی للقتل ظاہر بديهی لا یتحتاج الی تنبیہ فضلاً عن دلیل۔
واما اذا کان الرفع رفعاً روحانیا فلوجوب اجتماع الرفع مع القتل
لا یتحقق التنافی بین الرفع والقتل لان کل احد یعلم قطعاً ان من قتل فی
سبیل اللہ فهو مرفوع بالرفع الروحانی باجماع المذاهب فحینئذ یتوجب
اجتماعہما ومع ثبوت الاجتماع النفس الامری والاعتقادی ایضاً ارتفع
جس کا مضمون یہ ہے کہ انہوں نے مسیح ﷺ کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ خداوند تعالیٰ نے
ان کو اپنی طرف اٹھالیا ہے۔ بطور قصر قلب کے فرمائی گئی ہے۔ سو اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل
کتاب دعویٰ کرتے تھے کہ مسیح ﷺ قتل کئے گئے ہیں۔ تو خدا تعالیٰ نے ان سے ان کے گمان
کے برعکس فرمایا کہ مسیح ﷺ تو صرف مرفوع ہوئے ہیں قتل نہیں ہوئے۔ اب ظاہر ہے کہ مسیح
ﷺ کو وصف مرفوعیت میں قصر و حصر کیا گیا ہے۔ مگر قلب اور عکس کے طور پر۔ پس ضرور ہوا
کہ قتل اور رفع میں منافات ہو لیکن یہ منافات تو جب ہی تصور ہے کہ مسیح ﷺ بحسد مرفوع
ہوئے ہوں کیونکہ دفع بحسدہ بد اہۃ منائی قتل ہے، مگر جب دفع سے روحانی دفع مراد لیں
گے۔ جیسا کہ قادیانی کا بیان ہے تو وہ قتل سے منافی نہیں ہے کیا دیکھتے نہیں؟ کہ جو شخص خدا کی راہ
میں قتل کیا جاتا ہے تو اس کی روح مرفوع ہوتی ہے پس جب کہ قتل کی حالت میں رفع روحانی پایا
گیا ہے تو منافات کہاں رہی جس حالت میں یہ دونوں واقع میں بلکہ عقیدہ میں بھی مجتمع ہوئے۔ تو

التنافي رأساً، فلم يصح القصر أو لم يحسن.

فاما ان يقر بكون هذا الكلام نزل رداً لزعم اهل الكتاب فيلزمه الاقرار بكونه قصراً للقلب ووجوب التنافي بين الوصفين في قصر القلب وهذا هدم للقواعد العربية بالجملة لا بد له اما من القول برفعه عليه السلام حيا واما من الخروج عن العربية فايهما شاء فليختر والنظر الثاني ان ارجاع الضمير الاول الى مشكوكية قتل عيسى دون عيسى ليس باولى من ارجاعه اليه فاختياره عليه مع لزوم مخالفة السلف والخلف ترجيح بلا مرجح بل ترجيح للمرجوح

منافات سرے سے ہی اڑ گئی۔ بنا بر آں آیت میں جو قصر کے طور پر فرمایا گیا ہے۔ خود قصر ہی غلط ہوگا۔ یا بہتر نہیں ٹھہرے گا۔ نعوذ باللہ منہ۔

لہذا قادیانی پر دو باتوں میں سے ایک کا اقرار کرنا لازم ہوگا۔ یا تو کہے گا کہ آیت اہل کتاب کی تردید کرتی ہے لیکن اس صورت میں قصر القلب، قتل، رفع میں منافات کا اقرار کرنا ہوگا۔ پس مسیح عليه السلام کا بجسدہ مرفوع ہونا بھی ماننا پڑے گا۔ یا کہہ دے گا کہ قصر القلب میں وصفین کے درمیان منافات کا ہونا ضروری نہیں مگر اس صورت میں کلام عربی کے قواعد کا ہدم اور ان کے برخلاف ہونا لازم آئے گا۔ مختصراً قادیانی کو اس سے گریز نہیں ہو سکتا۔ یا تو مسیح عليه السلام کے جسدہ مرفوع ہونے پر ایمان لانا پڑے گا یا قواعد عربیت سے منحرف ہوگا۔ پس دو میں سے جسے چاہے اختیار کر لے، دوسرا اعتراض پہلی ضمیر کا مشکوکیت القتل کی راجح کرنے سے اس ضمیر کا خود مسیح عليه السلام کے جانب پھیرنے سے ادلی نہیں ہے۔ چنانچہ ظاہر ہے۔ پھر مشکوکیت کو مرجع بنانا باوجود اس کے کہ سلف خلف کے برخلاف ترجیح بلا مرجح بلکہ ضعیف کو ترجیح دینا ہے۔

وهذا افحش من ذالك مع انه يكون المعنى على هذا ان كل كتابي يؤمن بان المسيح مشكوك القتل وان قتله ليس بقطعي كما اوضحه بنفسه وهذا المعنى لا يستقيم لان اتيانهم بمضمون قتل عيسى عليه السلام في عنوان الجملة الاسمية وتاكيد بان صريح في كونهم مدعين بقتله ولذا رد الله عز وجل ادعائهم هذا بقوله عز وجل ﴿وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا﴾ اذ لو لم يكن لهم الاذعان لكفى في ردهم ﴿وَمَا قَتَلُوهُ﴾ ولم يزد عليه قيد ﴿يَقِينًا﴾ فالقول بانهم لم يكونوا مدعين بل كانوا شاكين في قتله قول بالغاء قيد ﴿يَقِينًا﴾ في قوله تعالى ﴿وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا﴾ لخلوه عن القاعدة على هذا التقدير وادعاء ان قيد يقينا قيد للقتل المنفي في وما قتلوه فيكون النفي واردا على القتل المقيد بهذا القيد والنفي على هذه الوتيرة يترجح پہلی ترجیح سے بدتر ہے۔ مع ہذا آیت کا معنی اس تقدیر پر یوں ہوگا کہ ”ہر ایک کتابی ایمان رکھتا ہے۔ کہ مسیح عليه السلام کا مقتول ہونا ٹھیک ہے۔ ان کا مقتول ہونا یقینی نہیں ہے۔“ چنانچہ قادیانی اس بات کو خود واضح کر رہا ہے۔ حالانکہ یہ معنی درست نہیں ہیں۔ کیونکہ انہوں نے مسیح عليه السلام کا مقتول ہونا جملہ اسمیہ کے لباس میں بیان کیا ہے۔ اور پھر اس کو مؤکد بھی کر دیا ہے۔ پس یہ صراحت اس پر دال ہے کہ وہ مسیح عليه السلام کے مقتول ہو جانے پر اذعان کر بیٹھے ہیں آخر اس واسطے تو خداوند تعالیٰ نے ان کی تردید کی کہ ”انہوں نے مسیح عليه السلام کو یقیناً قتل نہیں کیا“۔ اسی اگر انکو مسیح عليه السلام کے قتل ہو جانے پر اذعان نہ ہوتا تو خداوند تعالیٰ انتہائی فرمادیتے کہ انہوں نے مسیح عليه السلام کو قتل نہیں کیا اور یقیناً کی قید نہ بڑھاتے۔ پس یہ کہنا کہ ان کو یقین واذعان نہیں ہے۔ یہ صاف طور پر اس بات کا اقرار ہے کہ قرآن شریف میں یقیناً کی قید لغو ہے۔ نعوذ باللہ منہ اچھا صاحب اگر یہ دعویٰ کریں

کما يتحقق ويصح بانتفاء القيد كذلك يصح بانتفاء المقيد والقيد كليهما وههنا كذلك فان القتل مع التيقن منتف لا يتفعده ولا ينجيه من لزوم الغاء القيد لكفايته نفى اصل القتل في ردهم مع انه يخالف القاعدة الاكثرية من ان النفي الوارد على المقيد يتوجه الى القيد فحسب على انه لم يوجد دليل على انهم قالوا بهذه الجملة من غير صميم القلب كما وجد على كون قول المنافقين لرسول الله ﷺ نشهد انك لرسول الله من غير صميم القلب فيكف يصح ان هذا القول منهم مع كونهم شاكين گے کہ اس آیت میں جو یقینی مذکور ہے وہ تو منہی قتل کی قید ہے تو گویا یہ نفی قتل مقید پر وارد ہوئی ہے۔ پس یہ نفی جیسے کہ قید کے اٹھ جانے سے منہی ہوتی ہے۔ ویسے ہی قید و مقید دونوں کے اٹھ جانے سے منہی ہو جاتی ہے۔ یہاں ایسا ہی ہے کیونکہ یقینی قتل منہی ہے اس واسطے آیت کا معنی یوں ہوگا کہ ان کا متیقن قتل نہیں پایا گیا ہے۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ باوجود ان لن ترانیوں کے یقیناً کی قید کا فائدہ مند ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ پھر بھی قادیانی کو اس قید کے لغو ہونے کا مقرر بنا پڑے گا۔ اولاً کہ ان کی تردید کے لئے نفس قتل اور بلا قید ہی کی نفی کافی تھی۔ دوم یہ بات اکثری قاعدہ سے مخالف ہے۔ وہ قاعدہ یہ ہے۔ کہ نفی جب مقید پر وارد ہوتی ہے۔ تو وہ نفی صرف قید کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔ علاوہ برآں یہ کہ کسی دلیل سے ثابت نہیں ہوتا ہے۔ کہ انہوں نے یہ جملہ ﴿إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ﴾ بلا اذعان ہی کہہ دیا ہے۔ جیسا کہ دوسری ایک آیت میں بلا اذعان کہہ دینے پر دلیل موجود ہے۔ اس آیت کا مضمون یہ ہے کہ منافقین کہتے ہیں۔ کہ ہم گواہی دیتے ہیں یا محمد ﷺ کہ آپ بلاشبہ خداوند تعالیٰ کے رسول ہیں۔ پس یہ دعویٰ کرنا اہل کتاب نے باوجود کہ شک میں پڑے ہوئے ہیں اپنے عقیدہ سے مخالفانہ کہہ دیا ہے کہ مسیح علیہ السلام کو قتل کیا ہے، کیسے بلا دلیل

من قبيل اظهار خلاف ما كانوا عليه لئلا يتوجه ايراد لزوم الالغاء على الكاند المستدل بل وجد الدليل على انهم كانوا بقتله مدعين كما يدل عليه صريح عبارة القرآن ان النصارى قديماً وحديثاً يدعون بذلك ويدعون الناس الى الايمان بذلك ويزعمون ان وقوعه له ﷺ كان كفارة لذنوب امته مع انه كان ذلك مكتوباً في انجيلهم وان كان بطريق التحريف لكنهم لايمانهم بالانجيل وزعمهم عدم التحريف فيه كيف يجوز ويمكن منهم الشك في قتل عيسى عليه السلام ومع وجود هذا الدليل لا يتصور ان ينسب الى جميعهم الشك في قتله وقوله عز وجل وان الذين قبوليت کے قابل ہے۔ البتہ اگر اس پر کوئی دلیل ہوتی تو یقیناً کی قید کا لغو نہ لازم نہ آتا مگر دلیل تو ندارد ہے اس لئے قادیانی لغو ہونے کے الزام سے نہیں بچتے ہاں اس پر تو دلیل موجود ہے کہ وہ لوگ مسیح علیہ السلام کے مقتول ہو جانے پر اذعان کر بیٹھے ہیں۔ دیکھو قرآن کی عبارت ہے۔ پہلے شاہ عدل ہے۔ دوم نصاریٰ اور فرقوں کو اسی بات کی طرف بلا تے ہیں کہ آؤ مسیح علیہ السلام کے مقتول ہونے پر ایمان لاؤ اور یہ اس گمان سے کہتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام امت کے گناہوں کے بدلہ قتل کیا گیا ہے۔ حال یہ ہے کہ یہ بات ان کی انجیل میں بھی لکھی ہوئی ہے۔ گو تحریف کے طور پر ہی ہو۔ لیکن وہ اس پر اذعان کر بیٹھے ہیں۔ یہ وہ انجیل کو بلا تحریف مانتے ہیں۔ مع ہذا یہ کہنا کہ مسیح علیہ السلام کے قتل ہو جانے پر اذعان نہیں رکھتے ہیں کیا صریح بہتان ہے۔ باوجود اس روشن دلیل کے سب کی طرف شک کو منسوب کرنا کیونکہ مضور ہے۔

شاید ایسے لوگوں کو اس آیت سے (جس کا مضمون یہ ہے کہ وہ لوگ کہ مختلف ہوئے البتہ قتل کے بارے میں شک میں ہیں نہیں ان کو اس پر اذعان مگر کہ ظن کی تابعداری کرتے ہیں) وہم پیدا ہو گیا ہوگا۔ سو واضح رہے۔ کہ شک جو اس آیت میں مذکور ہے وہ

اختلافِ رائیہ لقی شک منہ۔ مالہم بہ من علم الاتباع الظن مؤول۔ ہاں المراد بالشک لیس مایتساوی طرفاء کما اصطلاح علیہ المنطقیون بل المراد من الشک المذكور ما یقابل العلم ومن العلم الحکم الجازم الثابت المطابق لنفس الامر وعلى هذا لاتنافی بین شکہم واذعانہم فی قتل عیسیٰ (علیہ السلام) فیکون معناه ”وان الذین اختلفوا فیہ لقی شک منہ“ ای لقی حکم غیر مطابق للواقع وان کان حکمہم بذالک حکمًا جازمًا ولاکن لعدم مطابقة لنفس الامر لا یعد علمًا بل شکا و لیس لہم بذالک علم اذ لابد فیہ من المطابقة فی نفس الامر فہم انما یتبعون الظن ای الحکم الغیر المطابق لنفس الامر فیکون مال الشک والظن واحدًا ولوارید بالمعنی المصطلح لاهل المعقول لم یتحد مصداقہما المتبائن منطقیوں کے طور پر نہیں ہے۔ ”منطقی تو شک اس کو کہتے ہیں کہ جس کے دونوں جانب برابر ہوں بلکہ شک سے آیت میں ضد علم مراد ہے جسے حکم جازم مطابق واقع کہتے ہیں مختصراً کہ شک سے ضد یقینی مطلوب ہے۔ پس اس لحاظ سے مسیح (علیہ السلام) کے مقتول ہو جانے کے بارے میں ان کے شک کنندہ اور متیقن ہونے میں منافات نہیں ہے۔ بریں تقریر آیت کا معنی یوں ہوگا کہ وہ لوگ جو مختلف ہوئے الیہ قتل کے بارے میں شک میں ہیں۔ یعنی البتہ وہ ایسے خیال میں گرفتار ہیں کہ جو خلاف واقع ہے۔ گو وہ لوگ یہ حکم بزم خود قیلاً و جزاً لگاتے ہیں۔ لیکن چونکہ وہ دراصل مطابق واقع نہیں علم و یقین نہیں ہے۔ بلکہ شک ہے۔ کیونکہ یقین کے لئے یہ ضروری ہے کہ مطابق واقع ہو۔ پس بلاشبہ وہ ظن کے تابعدار ہیں یعنی اس خیال

۱۔ جیسے کہ مذکور کے قائم ہونے کا خیال ہو۔ ویسے ہی اس کے قائم نہ ہونے کا بھی خیال ہو اور کسی جانب کو ترجیح نہ ہوا۔ اسے منطقی شک کہا کرتے ہیں۔ ۱۲ مترجم

بینہما لوجوب رجحان احد طرفی الظن ای الطرف الموافق وعدمہ مطلقاً فی الشک وهذا ظاہر۔

واطلاق الشک والریب علی غیر المعنی المصطلح لہم مما یتقابل العلم الیقینی شائع فی القرآن واقع۔ قال عزوجل ﴿وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا﴾ اطلق الریب علی انکارہم وقولہم الجازم بانہ کلام البشر وبانہ شعرا وکھانا یدل علی ذالک قوله تعالیٰ ﴿فَلَا أُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُونَ ۚ وَمَا لَا تُبْصِرُونَ ۚ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِيْمٍ ۚ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۚ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۚ وَلَا يَقُوْلُ کَاہِنٌ ۚ قَلِيْلًا مَّا تَذْكُرُوْنَ ۚ نَنْزِلُ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ فلو کانوا شاکیں فی کونہ کلام اللہ تعالیٰ بالشک المصطلح لما وقعت هذه التاکیدات من کون الجملة اسمیة۔ وتاکیدها بان وبالقسم اور حکم کے تابعدار ہیں جو واقع کے مطابق نہیں۔ اس لئے شک اور ظن کا مال اور مرجع ایک ہی ہوا۔ اگر شک ظن کو منطقیوں کی اصلاح کے موافق لیں گے۔ تو ان دونوں کا مصداق ایک نہیں ہو سکتا کیونکہ ان کے نزدیک ظن اور خیال ہے کہ طرف موافق تو ہی ہو اور شک میں ان کے نزدیک مطلقاً رجحان نہ چاہئے۔

چنانچہ ظاہر ہے یہی بات کہ قرآن شریف میں کہیں بھی شک کے معنی برخلاف منطقیین کے لیا گیا ہے سو واضح ہو کہ قرآن مجید میں یہ بات موجود ہے۔ دیکھو خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم لوگ قرآن کے بارے میں ریب یعنی انکار میں پڑ گئے ہو۔۔۔۔۔ اب دیکھو کہ اس آیت میں جو ریب بمعنی شک ہے۔ ان کے انکار ان کے حکم بالجزم پر کہ (یہ خدا کا

۱۔ چنانچہ ایک شخص مذکور کے قائم ہونے پر غالب گمان رکھتا ہے۔ گو اس کے قائم نہ ہونے کا بھی اس کو ضعیف سا گمان ہے۔ اس کو منطقی ظن کہتے ہیں۔ ۱۲ مترجم

فہذا دلالة بينة على شدة انكارهم لكونه كلام الله تعالى البالغ الى حد الجزم بانه كلام غير الله.

وكذا اطلاق الظن عليه قال تعالى ﴿إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ﴾ وخلاصته الاشكال الذي ورد عليه على تقدير ارجاع الضمير الاول الى الشك اما لزوم الغاء القيد في الآية واما حمل قولهم

كلام نہیں ہے، بلکہ کسی بشر کا ہے۔ شعر کہانت ہے۔ اطلاق کیا گیا ہے اس پر خداوند تعالیٰ کا یہ کلام دلالت کرتا ہے کہ ہم ان چیزوں کی قسم کھاتے ہیں جنہیں تم دیکھتے اور جنہیں تم نہیں دیکھتے ہو کہ قرآن فرشتہ جبریل علیہ السلام کے منہ سے نکلا ہے۔ کسی بشر کا کلام شاعر کا کلام نہیں ہے، تھوڑے ہی لوگ ایمان لاتے ہیں۔ اور نہ یہ کہ ان کا کلام ہے۔ تھوڑے ہی لوگ ہیں جو نصیحت قبول کرتے ہیں یہ قرآن منزل من اللہ ہے۔ اس آیت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ لوگ اگر قرآن کے کلام الہی ہونے میں شک کنندہ ہاں معنی ہوتے کہ جو شک کا معنی منطقی کرتے ہیں۔ تو خداوند پاک تاکیدیں یاد نہ فرماتا۔ پہلے کہ جملہ اسمیہ بیان فرمایا دوم اِن کو ذکر کیا۔ سوم قسم پس بلاشبہ یہ اس پر دلالت کرتی ہے۔ کہ ان کا انکار قرآن شریف کا کلام الہی ہونے سے اس حد تک پہنچا ہے کہ انہوں نے یقین کر لیا ہے کہ غیر اللہ کا کلام ہے۔

اس طرح پر ظن کا بھی اسی خیال پر جو خلاف واقع ہو۔ اطلاق کیا ہوا ہے۔ دیکھتے وہ آیت جس کا ما حاصل یہ ہے کہ وہ صرف ظن کی تابعداری کرتے ہیں اور وہ صرف جھوٹے ہیں غرضیکہ اعتراض مذکور کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ اگر پہلی ضمیر کو شک کی طرف پھیریں گے تو یا قید کا لغو ہونا لازم آئے گا۔ یوں کہنا پڑے گا کہ یہ آیت جس کا معنی یہ ہے کہ وہ اعتقاد کر بیٹھے

انا قتلنا المسيح ابن مريم على خلاف الظاهر مع وجود ما يوجب حمله

على الظاهر. فمن التزم الاول فقد لكافروان الثاني فقد تحامر فايهما شاء فليختر و ثالث الانظار ان في هذا التوجيه تكلفاً بحيث لا يتبادر الذهن الى رجوع الضمير الى ما ادعى رجوعه اليه مع انتشار الضمير وذلك مخل لكمال فصاحة القرآن. والرابع ان المعنى على هذا التقدير يزول الى انهم يصدقون بمشكوكية قتله ولما كان الشك والمشكوكية متحدين لزوم كون التصديق متعلقا بالشك الذي هو تصور سواء اريد بالشك مفهوم

ہیں کہ ہم نے مسیح علیہ السلام کو قتل کر ڈالا ہے۔ اپنے ظاہر معنی پر محمول نہیں حالانکہ ظاہر پر محمول ہونے کا بھی موجب موجود ہے۔ پس جو لوگ پہلے التزام کریں گے تو یہ کفر ہے۔ اگر دو سرے کو اختیار کریں گے تو یہ نادانی ہے۔ اب ان دونوں میں سے جس کو چاہیں اختیار کر لیں۔ تیسرا اعتراض کہ یہ توجیہ تکلف محض ہے کیونکہ جس کی طرف تم ضمیر کو راجع کرتے ہو یہ رجوع ہرگز متبادر نہیں ہے۔ نیز اس قسم کے ”ارجاع“ سے انتشار ضماں لازم آتا ہے۔ قرآن شریف میں انتشار ضماں کا قائل ہونا یہ تو بے عیب پڑا فصاحت قرآن کو بٹالانا ہے۔ چنانچہ ظاہر ہے۔ اور جب یہ سب کچھ باطل ہوا تو ہمارا دعویٰ ثابت ہوا۔ چوتھی بحث کہ جب اسی طرح پر ضمیر کا مرجع مانا جائے تو آیت کا معنی یہ ہوگا کہ اہل کتاب مسیح علیہ السلام کی منتولیت کے مشکوک ہونے پر تصدیق رکھتے ہیں اور شک و مشکوکیت چونکہ ایک ہی بات ہے تو تصدیق کا شک سے تعلق پکڑنا لازم آتا ہے۔ یہ شک جو ایک کا تصور ہی ہے۔ اس کے لفظ کا مفہوم ہی شک سے مراد رکھ لیں یا جس پر وہ شک صادق آتا ہے۔ وہی مقصود رکھیں۔ اس لئے کہ شک کا معنی اور اس کا مصداق دونوں تصور ہی ہیں۔ عام اس سے کہ تصدیق علم یقینی جو مطلق

العزائی او مصداقه لان کلامنهما تصور لامحالة وسواء اريد بالتصا
الادراک الادعائی الذی هو من جنس الادراک او الحالة ادراک
الادعائية التي هي من لواحق الادراک وتعلقه بالتصور مطلقا باطل که
تقرر فی مقره ولكن تعلقه بالشک حال کون التصديق من جنس الادراک
افحش من تعلقه به على تقدير كونه من لواحقه لانه على هذا يکور
الشک معلوماً والتصديق ادراكاً وعلماً به وقد ثبت بالبرهان عنده
اتحاد العلم بمعنی الصورة العلمية بالمعلوم فلزم اتحاد التصديق
والشک مع انها متباينان.

ادراک و تصور کا قسم ہے۔ مقصود ہو یا وہ حالت کہ بعد ادراک کے پیدا ہوتی ہے۔ نہ
”دانش“ کہتے ہیں۔ مطلوب ہو۔ لیکن تصدیق کا بہر حال تصور یعنی شک سے متعلق ہونا
باطل ہے۔ چنانچہ یہ بات ثابت ہے۔ ہاں تصدیق کا شک سے اس صورت میں متعلق ہونا
کہ تصدیق جس تصور سے مان لیں بہت فحش ہے اس صورت سے کہ تصدیق کو بمعنی دانش
لیں وجہ یہ ہے کہ جب تصدیق کو تصور کا ہی قسم سمجھ کر شک سے متعلق جان لیں تو شک معلوم
بن جائے گا اور پھر تصدیق کو بہ نسبت شک کے علم قرار دینا پڑے گا۔ حالانکہ دلیل سے ثابت
ہے۔ کہ علم تصور و صورت علمیہ کے معنی سے معلوم کے ساتھ متحد ہوتا ہے۔ لہذا لازم آیا کہ
تصدیق اور شک ایک ہی بات ہو۔ حالانکہ یہ صریح غلط ہے۔ کیونکہ غلط نہ ہو کہ تصدیق و شک
آپس میں غیریت رکھتے ہیں۔

پانچویں بحث کہ شک اصطلاحی جب ہی متحقق ہوگا۔ کہ نسبت کے طرفین میں تردد ہو۔ یعنی یہ

۱۔ جب انسان کا مظلوم حاصل ہوتا ہے تو یوں ہوتا ہے کہ اس کی ماہیت اور صورت ذہنی نہیں ہوتی ہے۔ پس اس صورت کو
صورت علیہ کہتے ہیں ۱۲۔ مترجم

النظر الخامس ان الشک المصطلح عبارة عن التردد بين طرفي النسبة
من الوجود والعدم على التساوی ای ادراک النسبة مع تجویز طرفها من
البراذعان باحد جانبیهما. فالمعنی الذی اراد الکائد من ان اهل الکتاب
یؤمنون بشکهم فی قتل عیسی قبل الايمان بموته الطبعی يرجع الى ان
شکهم فی قتله. حاصل من غیر اذعان بموته الطبعی لان من لوازم القبلية
ان لا یوجد التباعد حين حدوث القبل. ولان الشک فی قتل الشخص مع
الايمان بموته الطبعی مما یتستحيل ولا خفاء ایضا فی ان لقتله ^{الشیکی}
طرفین وجوده وعدمه فاذا کان مشکوکا یجب ان لا یذعن باحد جانبیه
مطلقاً ولا بما یندرج فی ذالک الجانب وظاهر ان الموت الطبعی یندرج
فی عدم القتل اندراج الاخص تحت الاعم لشموله الحیوة والموت
ایسا ہے۔ یا ایسا۔ لیکن دونوں میں سے کسی جانب کو ترجیح نہ ہو۔ بلکہ طرفین کی تجویز برابر ہو۔
پس قادیانی کی یہ تفسیر کہ ”اہل کتاب مشکوکیت قتل پر مسیح علیہ السلام کے طبعی مرنے سے پہلے
ایمان رکھتے ہیں۔“ اس طرف کو راجع ہوگی کہ اہل کتاب کا اس قسم کا شک بغیر اس کے کہ ان
کو مسیح علیہ السلام کی طبعی موت پر یقین ہونا موجود تھا۔ کیونکہ تقدم کے لوازم سے ہے۔ کہ مابعد
مقدم پیدا ہونے کے زمانہ میں موجود نہ ہو، نیز جب ایک شخص کی طبعی موت پر یقین ہو۔ تو
اس کے مقتول ہو جانے میں شک کا ہونا محالات سے ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ مسیح علیہ السلام کے
مقتول ہو جانے کے دو جانب ہیں۔ ایک یہ کہ قتل نہیں ہوئے دوم کہ قتل ہو گئے ہیں۔ پس
جبکہ آپ کا قتل ہو جانا مشکوک ہے تو واجب ہوگا کہ نہ اس پر کہ وہ قتل ہو گئے ہیں اور نہ اس پر
کہ وہ قتل نہیں ہوئے۔“ یقین ہو۔ اور نیز اس پر جو عدم القتل مندرج ہے۔

یقین نہ ہو لیکن یہ بات واضح ہے کہ طبعی موت عدم القتل میں مندرج ہے ہاں یہ اندراج ایسا

الطبعی کلیہما۔

فسجريد الشک في قتله من الاذعان بموته الطبعی من اجلی البدیہیات لان تساوی طرفی الشک مع رجحان احدهما غیر ممکن وهذا مما لیعلم کل من له ادنی فهم فلو کان مراد. هذا الایة ما قاله فای علم حصل بنزولها. رای فائدة من فوائد الخبر ترتبت علیه فتدبر علی ان حملک هذا الایة علی ما حملت قول بان هذه لا الایة مبنیة لبعض اجزاء الماهیة للشک و هذا کانه ادعاء ان القرآن یبین المعانی المصطلحة۔
ہے کہ خاص عام میں مندرج ہوتا ہے۔ اس لئے کہ عدم القتل جیسے زندگی کو شامل ہے ویسے ہی طبعی موت کو شامل ہے۔

لہذا لازم ہوا کہ جس صورت میں مسیح علیہ السلام کے مقتول ہو جانے میں شک ہو۔ تو آپ کی طبعی موت پر یقین نہ ہوا ورنہ بالکل بدیہی ہے۔ کیونکہ شک کے لئے جانین کی تجویز کا برابر ہونا ضروری ہے اور مع ہذا ایک جانب پر یعنی عدم القتل پر یقین کرنا محال ہے چنانچہ کم درایت والے پر بھی مخفی نہیں ہے۔ بنا براس اگر آیت سے وہی مراد ہے جو قاریانی سمجھتے ہیں تو کہتے کہ اس آیت کے نازل ہونے سے کیا فائدہ ہوا اس خبر پر کون سے عوائد مرتب ہوئے علاوہ براس اگر اس آیت کو قادیانی ہی مراد پر محمول کریں تو اس سے لازم آئے گا کہ اس آیت نے شک کی ماہیت کے بعض اجزاء بیان کئے ہیں لیکن یہ اس بات کا دعویٰ ہے نے وہ معنی بیان کئے جو قوم کے مصطلح ہیں پس اس صورت میں لازم آئے گا کہ قرآن بھی کافیہ شافیہ تہذیب کی مانند ایک کتاب ہے۔ حالانکہ اس امر کا کوئی عقل مند قائل نہیں ہے۔ اس پر قادیانی کی دوسری توجیہ سواس پر بھی پانچویں بحث کے سواء سب اسماث و خدشہ وارد ہوتے ہیں۔

لقوم کما ان الکافیة والشافیة والتهذیب وامثالها کذلک فہل یتفروہ بہ عاقل۔

واما علی التوجیہ الثانی فیرد علیہ ماعدا الخامس من الانظار المذكورة کلیہا۔ ویرد علیہ خاصۃ ایضاً ان سلب الاوصاف بتما مہا عن فرد فرد من افراد شیء ثم اثبات صفته معینۃ لہا کما یقتضی انحصار ذالک الشی فی تلک الصفة وهذا انحصار حقیقی کذلک سلب وصف معین عنہا سواء کان مقدراً أو ملفوظاً ثم اثبات منافی ذلک الوصف یقتضی انحصار الشی فی المنافی للوصف المسلوب وهذا انحصار اضافی وکلا ہذین الحصرین نوعاً حصر الموصوف فی الصفة واما انحصار

البتہ اس دوسری توجیہ پر خاصۃ یہ بحث وارو ہے۔ وہ یوں ہے۔ کہ ”تمام اوصاف کا سبب کسی شی کے ہر فرد سے کر دینا، پھر خاص صفت انکے واسطے ثابت کرنا۔ جیسا کہ اسی سے لازم آتا ہے کہ وہ افراد موصوفہ اسی صفت میں منحصر ہو جائیں اسی طرح پر ان افراد سے خاص صفت کا سلب کر دینا خواہ وہ صفت ملفوظ نہ ہو مقتدر ہی ہو۔ بعد ازاں کوئی ایسی صفت جو مسلوب سے منافی ہو ان افراد کو ثابت کرنا۔“ اس کو چاہتا ہے کہ وہ موصوف اس مسلوب کے منافی میں منحصر ہو۔ پہلے کا نام ”حصر حقیقی“ دوسرے کا نام ”حصر اضافی“ ہے۔ لیکن یہ دونوں موصوف کے صفت میں منحصر ہونے کیلئے دو قسم ہیں۔ اس پر صفت کا موصوف میں بطور انحصار حقیقی کے سوا اس واسطے کہ وہ صفت صرف اسی موصوف میں متحقق ہے نہ غیر میں، صفت کا موصوف میں بطور ”انحصار اضافی“ کی منحصر ہونا سواس لئے ہے کہ وہ صفت تو اس موصوف میں پائی جاتی ہے لیکن اس کے کل اغیار سے منفک نہیں ہوتی بلکہ بعض میں پائی جاتی ہے۔ اور بعض میں نہیں پس چونکہ بعض ہی کی طرف نسبت کر کے منحصر ہے تو یہ ”حصر اضافی“ اور

الصفة في الموصوف بالانحصار الحقيقي فوجودها في الموصوف ،
انتفائها عن جميع ماعداه اوبالا انحصر الاضافي فوجودها فيه وانتفاء
عن بعض ماعداه فقط .

ومن المعلوم بالبدهة صدق المحصور فيه على محصور الكلم
كلها وفي الاية انحصر اضافي لانحصار اهل الكتاب في الايمان بالسلب
الى وصف الكفر دون سائر الاوصاف .

فلكون المراد من الاية سلب الكفر عن جميعهم واثبات نقيضه
نسبتي ہوا۔ پر ظاہر ہے کہ جس میں کوئی چیز منحصر ہو وہ اس پر جو اس میں کلیہ منحصر ہے کلی طور پر
صادق آتا ہے۔ اب دیکھئے کہ آیت (جس کا مضمون یہ ہے کہ نہیں ہے کوئی ایک بھی اہل
کتاب میں سے مگر وہ ایمان لائے گا) میں اہل کتاب صفت ایمان میں منحصر کر دیئے گئے
ہیں۔ لیکن یہ انحصار صفت کفر کی طرف نسبت کر کے ہے نہ اور اوصاف کے لحاظ سے۔

پس مراد اس آیت صفت الکفر کا تمام اہل کتاب سے مسلوب ہونا اور سب سے
لئے صفت الايمان کا ثابت ہونا ہے۔ لاغیر اس سے صاف طور پر واضح ہو گیا ہے کہ یہ
انحصار اضافی ہے۔ کیونکہ اہل کتاب جو صفت ایمان میں منحصر کر دیئے گئے ہیں تو صرف ایک
صفت محض کی طرف نسبت کر کے اوصاف کے لحاظ سے لہذا مفاد الآیہ یوں ہوا کہ سب اہل
کتاب ایمان میں نہ کفر میں منحصر ہوں گے اور صفات ان میں پائے جائیں یا نہ۔ پس سب
اہل کتاب سے وصف کفر جو مقدر ہے مسلوب کر دیا گیا۔ اس کا منافی یعنی ایمان سب
کو ثابت کر دیا گیا۔ جب یہ سمجھ گئے کہ تمام اہل کتاب صفت ایمان میں منحصر ہوں گے تو لازم
آئے گا کہ صفت ایمان تمام کتابیوں پر صادق آنا چاہئے جیسا کہ کہہ دیں کہ ہر ایک کتابی
اس پر ایمان لائے گا۔ اس لئے یہ تفسیر موجب محصورہ کلیہ بنا۔

ان الايمان لجميعهم كذا لك وحصرهم في ذلك النقيض يجب صدق
الايمان على الكتابي صدقاً كلياً بان يقال كل كتابي يؤمن به فهذه قضية
موجبة محصورة كلية .

فاذا حمل قوله تعالى عز وجل ﴿وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن
به﴾ "قبل موته" على ما حملہ فی هذا التوجيه يكون معناه كل كتابي يؤمن
بمشكوكية قتله ﷺ قبل ان مات ومع قطع النظر عن لزوم حمل
المضارع على الماضي والاعراض عن مفاد النون الثقيلة من معنى
جب کہ ہم آیت مذکورہ سے وہ مراد رکھ لیں جو قادیانی بیان کرتے ہیں تو اس
تفسیر پر یہ معنی ہوگا کہ سب اہل کتاب مسیح ﷺ کے قتل کی مشکوکیت پر ان کے مرنے سے
پہلے ایمان لائیں گے۔ حالانکہ یہ معنی مردود ہے گو ہم اس سے قطع نظر کریں کہ اس طرز پر
مسیح مضارع کا ماضی پر محمول کرنا لازم آتا ہے۔ اس سے بھی اغماز کریں کہ نون تاکید ثقیلہ
معنی استقبال کو چاہتا ہے مگر اور طرز پر جو اعتراض وارد ہوتا ہے وہ بشرح بیان کریں گے وہ
یہ ہے کہ یہ حکم خاص انہی بعض اہل کتاب کے لئے ہے۔ جو مسیح ﷺ کے زمانہ اور آپ کی
مرفوعیت سے پہلے موجود تھے لیکن یہ تو قاعدہ مذکورہ مسلمہ سے مخالف ہے کیونکہ قاعدہ سے
لازم آیا تھا کہ یہ حکم کل کتابیوں کے واسطے ہے نہ بعض کے واسطے یا یہ کہو گے کہ یہ عام اہل
کتاب کے لئے ہے یعنی جو آپ کے زمانہ میں آپ کی مرفوعیت سے پہلے موجود تھے اور جو
اس کے بعد قیامت تک موجود ہوتے جائیں گے مگر اس سے تو پھر اور ہی محال لازم آئے
گا۔ اس لئے کہ اب یہ تجویز کرنا پڑے گا کہ ایک چیز جو موجود نہیں وہ موجود ہونے کی حالت
میں موجود ہو۔ اچی جب تم مسیح ﷺ کے مرجانے کے قائل ہو اور ادھر آیت کے معنی یہ
ہوئے کہ مسیح ﷺ کے مرنے سے پہلے ہی تمام کتابی ایمان لائے چکے ہیں تو صاف لازم آیا

الاستقبال. اما ان یخص هذا الحكم ببعض اهل الكتاب الموجودین في زمانه قبل رفعه وهذا مناف للقاعدة المارة انما ان یعم للموجودین منه قبل رفعه وبعده الی یوم القيامة وهذا یؤدی الی تجویز وجود من لم یوح حال عدم وجوده لامتناع تقرر الصفة بدون موصوفها وفيه تجویز لمعنا النقیضین وكذا یرد علیه ان حمل موته الذی هو مصدر علی الماضي من غیر داع فخصص تکلف لا یرتضیه ارباب الفہوم ویرد علی تصویبه کلا المعنیین ونسبة کلا منہما الی الكشف والالهام.

ان احد المعنیین باطل لامحالة اذ التوجیه الثانی قوی الاحتمال

کہ جو اس زمانے میں موجود نہیں تھے۔ موجود ہوں آخر جب سب کے لئے موت المسح النقیض سے پہلے ہی صفت الایمان ثابت کیا گیا تو اس صفت کا موصوف بھی تب ہی موجود ہونا چاہئے ورنہ لازم آئے گا کہ صفت بغیر موصوف کے متصل ہو یہ تجویز گویا اجتماع النقیضین کو جائز کر دینا ہے۔ نیز اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے۔ کہ یہاں مصدر کو با موجب ماضی پر محمول کرنا پڑتا ہے۔ حالانکہ یہ بناوٹ ہے۔ صاحبان فہم کے ناپسند ہے۔ رہی یہ بات کہ مستدل دو معنوں کو اپنے منہ سے اچھا کہتا ہے اور دونوں کو اپنے کشوف سے مؤید کرتا ہے۔

سو واضح رہے کہ بالضرور دو معنوں میں سے ایک تو بالکل باطل ہے سبب یہ ہے کہ دوسری توجیہ اور معنی میں زیادہ تر خصوص کا ہی احتمال ہے۔ کیونکہ اگر عموم لیا جائے تو اجتماع النقیضین لازم آتا ہے۔ چنانچہ گزارش پہلی توجیہ میں خالی عموم ہی ہے اور ظاہر ہے کہ عموم و خصوص یہ دونوں آپس میں متغائر ہیں۔ پس اگر پہلی توجیہ کو تسلیم کریں گے تو بالضرور دوسری ندارد ہے۔ اگر دوسری کو مان لیں گے تو لامحالہ پہلی مردود ہے۔

فی الخصوص لا هو نية خلاف القاعدة من اجتماع النقيضين والاول لا يتمشى فيه سوى العموم والعموم والخصوص مما يتغايران فان سلم التوجيه الاول انتفى التوجيه الثاني وان الثاني ارتفع الاول.

فاحد الكشفين لو فرض بالهام من الرحمن يكون الاخر بالهام من الشيطان اذ لو كان كلاهما بالهام الله تعالى لما وقع التخالف بينهما. فالحق ان كلا الكشفين من الكشف الكاذبة الشيطانية لامن الكشف الصادقة الرحمانية والالم یرد علی کل منہما نقوض شرعية قاطعة وایرادات عقلية ساطعة. فالذی من شأنه امثال هذه الدعاوی ومن خصائله انه اذا اخذ بالقرآن تمسك بالانجيل واذا الزم بالانجيل رجع الى القرآن اب کہنے کہ اگر ایک کشف کو الہام رحمانی سے ہی فرض کر لیں گے۔ تو دوسرا بدھتہ

شیطانی ہوگا۔ اس لئے اگر دونوں الہام اللہ سے ہوتے تو ان میں تخالف نہ ہونا چاہئے تھا۔ لہذا حق یہی ہے کہ یہ دونوں ہی رحمانی نہیں ہیں ورنہ کیوں ان دونوں پر شرعیہ اور عقلیہ اعتراضات ساطعہ وارد ہوتے لامحالہ ایسے مدعیوں کے خصائل سے یہ بات ہے کہ اگر ان کے مقابلہ پر قرآن پیش کرتے ہیں تو انجیل طلب کرتے ہیں۔ جب انجیل سامنے رکھتے ہیں تو قرآن طلب کرتے ہیں جب دونوں پیش کئے جائیں تو عقل کے طالب ہوتے ہیں پھر عقل بھی اگر پیش کی جائے تو کشف لے بیٹھتے ہیں تو پھر جب اس کشف پر دلیل طلب کی جاتی ہے تو سرگوں متحیر ہو جاتے ہیں غرض کہ وہ لوگ نادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے ہر ایک دربار سے ان کو دھکے ملتے ہیں۔ یا یوں کہنے کہ یہ لوگ شتر مرغ کے مثیل ہیں اس پر جب بوجھ ڈالنا چاہیں تو اوڑنے والا جانور بن بیٹھتا ہے۔ اگر اسے اوڑانا چاہیں تو اونٹ کہلاتا ہے یا یوں کہ ایسے لوگ اس مرض کے مثیل ہیں جسے مرض الموت نے گرفتار کیا ہو نہ وہ زندہ اور

واذا بهما تثبت بالعقل وان بكل منهما تذیل بالكشف والالهام. فان
 طوّل بدلیل يدل علی صدق كشفه ثبت وتحیرونكس اوهو مثیل
 للمریض مرض الموت لیس بحی فیرجی ولا میت فیلقی اوتطیر للنعامه.
 اذا استطیر تباعروا اذا استحمل نظائر فاقول بفضل الله تعالی ان المعنی
 الصحیح للایة المذكورة الذی لا یرد علیه شیء من تلك الانظار هو انهم
 قالوا انامتیقون بقتل المسیح ابن مریم فردهم الله عزوجل بانهم ﴿مَاقْتُلُوهُ
 وَمَا ضَلُوبُهُ﴾ فكیف يتصور تیقنهم بقتله لانه لا بد للعلم الیقینی من مطابقته
 لنفس الامر واذالم توجد المطابقة لم يتحقق التیقن بقتله فحكمهم بهذا
 نه مرده ہے اور کسی نبی کے مثیل نہیں ہے۔ خیر جو ہیں، سو ہیں ہم کو اس سے کیا غرض ہے۔
 ہاں ہم اب یہ بیان کریں گے کہ جس طرح پر کہ ہم اور سلف و خلف آیت ﴿اَنَا قَتَلْنَا
 الْمَسِيحَ...﴾ سے سمجھتے ہیں اس طرز پر اعتراض مذکورہ میں سے ایک اعتراض بھی
 وارد نہیں ہوتا۔ وہ یوں ہے کہ اہل کتاب نے کہا کہ ہم مسیح علیہ السلام کے مقتول ہو جانے پر
 یقین رکھتے ہیں سو اللہ عزوجل نے ان کی تردید فرمائی کہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کو نہ تو قتل کیا
 اور نہ صلیب پر چڑھایا۔ پس کیونکر مسیح علیہ السلام کے قتل ہو جانے پر ان کو یقین کر بیٹھنا
 متصور ہے۔ اس لئے کہ علم یقینی کیلئے تو یہ ضروری ہے کہ واقع سے مطابق ہو کیا ہو سکتا ہے کہ
 واقع سے مخالف ہو اور پھر بھی یقین ہو ہرگز نہیں لہذا ان کا یہ دعویٰ کہ ہم قتل کے بارہ میں متیقن
 ہیں باوجود کہ دراصل ان کو یقین حاصل نہیں ہے ”بلاشبہ جہل مرکب“ ہے کیونکہ جہل مرکب
 کا معنی یہی ہے کہ خلاف واقع ایک حکم لگایا جائے۔ پس وہ اس کے بارہ میں شک میں مبتلا
 ہیں یعنی ایسے حکم میں کہ وہ خلاف واقع ہے نہیں ان کو یقین حاصل بلکہ ظن اور جہل مرکب
 کے تابعدار ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کو قتل نہیں کیا۔ یعنی قتل کا نہ پایا جانا یقینی

النحو من القطع وادعاء یقین مع انتفاء العلم الیقینی به شبهة صرفة
 و جهل مرکب یفسر بالحکم الغیر المطابق. الثابت فی نفس الامر فہم فی
 شک منه ای فی حکم لم یطابق الواقع و لیسوا علی الیقین بل ہم یتبعون
 الظن والجهل المركب. لانهم ﴿مَاقْتُلُوهُ﴾ ای انتفی قتلہ انتفاء یقیناً بان
 یكون قوله یقیناً قیداً للنفی لا للمنفی ﴿بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَیْهِ﴾ بالرفع الذی
 ینافی القتل وهو الرفع الجسمانی دون الرفع الروحانی. فانه لا ینافی القتل
 بل یجامعه فی نفس الامر فی اعتقاد المخاطب ﴿وَوَكَّانَ اللَّهُ عَزِيزًا﴾
 لا یعجزه شیء عن رفعه ﴿الْعَلِیُّ﴾ مع جسده ﴿حَکِیْمًا﴾ فی صنع رفعه. و
 ہے کہ یقیناً نفی ﴿مَا﴾ کی قید ہے نہ منفی ﴿قَتَلُوهُ﴾ کی ﴿بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ﴾ بلکہ خداوند
 عزاسر نے مسیح علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھالیا ہے لیکن وہ اٹھالینا کہ وہ جسدہ منافی قتل
 ہے۔ نہ وہ کہ اس کا منافی نہیں یعنی رفع روحی، کیونکہ رفع روحانی واقعہ اور اعتقاد مخاطب میں
 قتل کے ساتھ مجتمع ہوتا ہے ﴿وَوَكَّانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَکِیْمًا﴾ خداوند تعالیٰ کو مسیح علیہ السلام کے
 جسدہ مرفوع کرنے سے کوئی چیز عاجز کرنے والی نہیں ﴿حَکِیْمًا﴾ خدا حکمت والا ہے۔
 رفع کے کام میں نہیں کوئی ایک بھی ﴿مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنُوا بِهِ﴾ اہل کتاب میں
 سے مگر کہ مسیح علیہ السلام پر ایمان لائیں گے ان کے مر جانے سے پہلے ہی خواہ وہ ایمان ان کے
 لئے نافع ہی ہو جیسا کہ حالت حیات میں یا نافع نہ ہو جیسا کہ مرگ کی حالت میں اور یہ
 ایمان کہ جو مرگ کی حالت میں نہیں وہ اس سے عام ہے۔ کہ مسیح علیہ السلام کے اترنے سے
 پہلے ہو یا ان کے اترنے کے بعد ہو، پس اس معنی میں غور کرو کہ اس میں بہر حال ایمان کی
 حفاظت ہے۔ دیکھو ایک تو صیغہ مضارع اپنے ہی معنی پر رہا۔ نون ثقلیہ جو مدخول کے
 استقبالیہ بالا جماع دلالت کرتا ہے۔ اپنے ہی طور پر رہا اس معنی پر اعتراضات سابقہ میں

ليس احد من اهل الكتب الا يؤمن با. اى عيسى قبل موته اى قبل موت عيسى سواء كان ايمانه نافعا له كالايمان فى حالته غير البأس اعم من ان يكون قبل نزول عيسى او حين نزوله. فهذا المعنى قد روعيت فيه صيغة المضارع والتون الثقيلة. التى تدل على استقبالية مدخولها بالاجماع من اهل اللغة ولم يرد عليه شىء من النقوض. فالذى ذكرناه من المعنى هو المحكوم

سے کوئی اعتراض بھی وارد نہیں ہوتا۔ کما هو الظاهر بالمتامل الصادق۔ لہذا جو معنی ہم نے بیان کیا ہے۔ اسی کو صحیح کہنا زیبا ہے۔ اور اس کے برخلاف الہامات و کشوف کو کھنڈروں پر دے مارنا لازم ہے۔ یہی معنی تمام اشکالات کے دور کرنے کے لئے کافی ہے۔ اس پر بالضرور منصف مزاج ایمان لائے گا۔ گو کوئی بے انصاف اور بے علم جھگڑاواس سے انحراف کرے۔

عليه بالصحة الصافي عن شوائب الايرادات كاف لدفع الاشكالات يؤمن به المنصف المناظرون اعرض عنه الجاهل المجادل المكابر.

ثم استدلل القادبانى بطريق الالتزام على اهل الاسلام القائلين بحياة المسيح عليه السلام. بان كل من يؤمن بوجود السموات يؤمن بتحريكها على الاستدارة. فلو كان عليه السلام على السماء للزم بتحريكها تحركه فلم يتعين له جهة الفرق بل على هذا. قد يصير لفرقا وقد يصير تحتها فلا يتعين له النزول ايضا. اذ النزول لا يكون الا من فوق. وايضا يلزم كونه فى الاضطراب وعدم القار دائما مادام هو فى السماء وهذا نوع من العذاب وجوابه ان جهة الفرق يطلق حقيقة على منتهى الخط الطولانى من جانب راس الانسان بالطبع من محدب فلک الافلاک وجهة التحت على منتهى ذلک الخط ممایلى رجلیه من مرکز العالم وهاتان الجهتان لا تبدلان عوض ويطلق الفرق والتحت على الحدود التى بین المركز و بین المحدب ايضا لكن اطلاقا اضافيا لاحقیقيا وکل من هذه الحدود المتوسطة يمكن اتصافه بكل الوصفین من الفوقیة والتحتیة مثلا محدب فلک القمر متصف بالفوقیة بالاضافة الى مقعره. وما عداله من الحدود المتقاربة الى مرکز ومتصف بالتحتیة بالنسبة الى سائر الا فلاك. فهذا الحد المعین فوق وتحت بالوجهین

والحاصل ان كل حدین فرضا بین المركز و بین محدب فلک الاعلى فما كان منهما اقرب الى المركز وابتعد عن المحدب فهو تحت وما بالعكس فهو فوق بخلاف المحققین فان ما يتصف منهما بالفوقیة لا يمكن ان

يتصف بالتحنية وما يتصف بالتحنية لا يمكن اتصافه بالفوقية. لان محدب
 الفلك الاعلى محدب دائما ومركز العالم مركز دائما لا تغير ولا تبدل
 فيهما. وعلى هذا يقال ان المسيح عليه السلام لما كان في السماء الثانية
 فلاريب في انه ابعد من المركز واقرب الى المحدب بالنسبة الى من هو
 على وجه الارض. فيكون فوق من هم على الارض وان سلمنا تحركه
 بتحرك السموات فلا يلزم عدم تعيين جهة الفوق له عليه السلام بل مادام هو
 في السماء متصف بالفوقية بالنسبة الى سكان الارض جميعا. فاذا اراد الله
 تعالى نزوله انتقل من مقره السماوى من محدب السماء الثانية بحيث
 يتزايد البعد فيما بينه وبين محدب فلك الافلاك آنا فانا من البعد الذى
 كان بينهما وتناقص كذلك البعد فيما بينه وبين مركز العالم من البعد
 الذى كان حيث هو فى مقره الى ان يصل الى سطح الارض. وانت تعلم
 ان الحركة من المحدب الاعلى او مما يقرب الى جانب مركز العالم هو
 النزول كما ان الحركة من جانب ذلك المركز الى جانب ذلك
 المحدب هو العروج فلم يلزم من تحركه بتحرك السموات على
 الاستدارة عدم تعيين النزول له عليه السلام وايضا لم يلزم من تحركه بتحرك
 السموات كونه مضطربا وفي نوع من العذاب الا ترى الى الذى ذهب اليه
 اهل الهيئة اليوم من الافرنج ان الشمس فى وسط الكواكب التى
 تدور حولها. وقالوا انها ليس لها حركة حول الارض بل لارض حركة
 حولها وان الارض احدى السيارات عندهم التى منها عطارد والزهرة
 والارض والمريخ. وقال بعضهم ان الارض هى التى تتحرك هذه

الحركة السريعة اليومية من المغرب الى المشرق وبسببها ترى
 الكواكب طالعة وغاربة. لانها اذا تحركت كذلك وكانت الكواكب
 ساكنة او متحركة الى تلك الجهة ايضا لكن بحركته ابطاء من حركتها
 ظهر لنا فى كل ساعة من الكواكب ما كانت محتجبة بحدبية الارض فى
 جانب المشرق واحتجبت عنا بحدبها فى جانب المغرب ما كانت
 ظاهرة لنا فيتخيل ان الارض ساكنة. وان الكواكب هى متحركة بتلك
 الحركة السريعة الى خلاف الجهة التى تتحرك الارض كما يتخيل
 ان السفينة الجارية فى الماء ساكنة مع كون الماء متحركا الى خلاف
 جهة السفينة. وهذا القول وان كان مردودا بان الارض ذات مبدئيل
 مستقيم طبعيا كما يظهر من اجزائها المنفصلة فيمتنع ان تتحرك على
 الاستدارة وبانها لو كانت كذلك لما وصلت الطيور الى جهة المشرق
 عند طيرانها من المغرب الى المشرق. وان كانت المسافة التى بين مبدئ
 مسير الطيور وبين انتهاء مسافة قليلة الا بعد مضى اكثر من يوم وليلة.
 وبانه على هذا كان يجب ان يتخيل جميع ما فى الجوى من الطيور متحركا
 الى جانب المغرب سواء كان ذلك الطائر متحركا بحركة نفسه الارادية
 الى المشرق او المغرب. وذلك بطوء سير الطيور وسرعة حركة الارض
 وبوجوه اخرى تركنا ذكرها. ويقول تعالى شانه ﴿وَالْقَىٰ فِي الْأَرْضِ رَوَاسِي أَنْ تَمِيدَ بِكُمْ﴾ ويقول الكريم ﴿أَمْ مَنْ جَعَلَ الْأَرْضَ قَرَارًا وَجَعَلَ
جِبَالَهَا أَنْهَارًا وَجَعَلَ لَهَا رَوَاسِي﴾ الآية. فمع بطلان هذا القول نقول انهم مع
 كونهم عقلاء لم يجزموا بطلان مذهبه هذا بظهور استلزامه عذاب من هو

على الارض ولم يورد عليهم احد ممن يخالفهم من المسلمين وسائر اهل المعقول هذا الايراد نعم اوهام العامة الجهلة الذين لاحظ لهم من العلوم العقلية تنزلزل بامثال هذا وكل هذا على تقدير تسليم حركة فلک الافلاك على الاستدارة ثم بتسليم حركة سائر الافلاك بتحريكه اياها ولنا ان نمنع حركة فلک الافلاك المعبر بالعرش في لسان الشرع على الاستدارة لانه لم يوجد في الشرع دليل قطعي يوجب الظن بذلك فضلا عن ان يوجب العلم القطعي كيف ولم يثبت ذلك في خبر قوى ولا ضعيف ان العرش يتحرك على الاستدارة. ويتحرك ماتحته من الافلاك بل قد ثبت في اخبار صحيحة ان له قوائم. وهذا بظاهره يابى ان يكون الفلك الذى يصفونه على ما يصفونه ولا يابى ماصح انه مقبب كالخيمة. وقد ورد انه يحمل اليوم العرش اربعة من الملائكة وثمانية منهم يوم القيمة. قال عز وجل ﴿وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَرْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَنِيَّةٌ﴾ اى يوم القيمة وعلى هذا كيف المستقيم كون الفلك متحركا بالحرارة المستديرة وما ورد في القرآن انما هو سير الكواكب كما قال تعالى ﴿لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ﴾ وقال ﴿كُلٌّ يَجْرِي إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ وقال ما اعظم شأنه ﴿فَلَا أُقْسِمُ بِالْخُنُوسِ﴾ الْجَوَارِ الْكُنُوسِ ﴿ وفسر بالنجوم الخمسة زحل والمشتري والمريخ والزهرة وعطارد ولئن سلم كون ذلك الفلك متحركا فلا تسلم. انه يلزم بتحريكه يتحرك سائر الافلاك لان الشرع لم يرد باتصال الافلاك فيما بينها بل ورد على انفصالها كما يظهر لمن تتبع

الاحاديث ولم يثبت كونها كروية بل ورد ان الارض بالنسبة الى السماء الدنيا كحلقة في فلاة وهكذا السماء الدنيا بالنسبة الى السماء الثانية والثانية بالنسبة الى الثالثة. وهكذا والكل من الكرسى وما تحته بالنسبة الى العرش كحلقة في فلاة وظاهر انها لو كانت كروية لما صح هذا التمثيل واذا لم يثبت كروية الافلاك لم يثبت حركتها على الاستدارة ولما لم يثبت الاتصال فيما بين الافلاك فمع تسليم تحرك فلک الافلاك لا يلزم تحرك ماتحته من الافلاك بل عرفت ان نفس حركة الفلك الاعلى ايضا لم تثبت فلم يرد ما زعمه المستدل بطريق الالتزام تقليد اللاوهم العامة. وحاصل كلامنا هذا كله ورود منوع متعاقبة مترتبة على استدلاله باننا لانسلم كون الفلك الاعلى متحركا ولئن سلم فلا تسلم انه متحرك على الاستدارة ولئن سلمناه فلا تسلم ان يتحركه يلزم تحرك باقى الافلاك لتوقفه على اتصالها ولا اتصال. فلا يلزم تحركها حتى يتحقق مزعومه ولئن سلم كان ذلك فلزوم المحذورات الثلاث من عدم تعيين جهة الفوق له وعدم تعيين النزول له وكونه في العذاب الدائمى ممنوع مطلوب دليله داني له ذلك وقد عرفته مفصلا وتامل فيه بالنظر الصائب ليظهر لك مبلغ انكشافه في علم الهيئة ودركه في القواعد الهندسية ينكشف لك حقيقة دعواه من المجددية والمحدثية وتقوله المفترى من المسيحية الخ.

واستدل القادیانی علی موت عیسیٰ علیہ السلام بقوله تعالیٰ ﴿وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَداً لَّا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوا خَالِدِينَ﴾ وتهذيب استدلاله انه لو كان المسيح حيافي السماء لزم كونه جسدا لا ياكل الطعام وكونه خالدا وقد نفى الله تعالى ذالك فان مفاد الاية سلب كلي اى لاشئ من الرسل بجسد لا ياكل ولا احد منهم بخالد ومن المقرر ان تحقق الحكم الشخص مناقض للسلب الكلي والدليل على كون المفاد سلبي كليا قوله تبارك وتعالى ﴿وَمَا جَعَلْنَا لِشَرِّمَنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ أَفَإِنْ مِتَّ فَهُمْ الْخَالِدُونَ﴾ فانه صريح فى السلب الكلي فاذا ثبت الرفع والسلب كليا بالنص ارتفع الحكم الشخص المستلزم للايجاب الجزئى المناقض لذلك السلب المدلول بالنص فان احد المتناقضين لا يجامع التقيض الاخر كما لا يرتفع معه وهذا بدیهی.

اقول: بتوفيقه تعالى ان فى قوله تعالى ﴿وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَداً..... الخ﴾ انما ورد النفي على الجعل المؤلف المتحلل بين المفعولين ومفعوله الثانى

قادیانی اپنے استدلال فاسد میں اس آیت کو موت عیسیٰ علیہ السلام میں بھی پیش کرتا ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ نہیں بنایا، ہم نے پیغمبروں کو کوہ کھانے پینے کی طرف محتاج نہ ہوں اور نہ ہمیشہ رہنے والے۔ لیکن ہم پہلے اس استدلال کی اصلاح کریں گے اور پھر جواب دیں گے۔ استدلال قادیانی کا یہ ہے کہ اگر مسیح علیہ السلام کو آسمان پر زندہ بھی مان لیا جائے تو بالضرور کہنا پڑے گا..... الخ

الجواب: آیت مذکورہ میں جو حرف نفی (ما) کا وارد ہوا ہے وہ جعل بسیط پر وارد نہیں بلکہ جعل

المجموع الیہ هو قوله ﴿جَسَداً لَّا يَأْكُلُونَ..... الخ﴾ فمدخول النفي هو الجعل المقيد بهذه القيود وظاهر ان المقيد ولو يالف قيد لا يتصور تحققه الا بتحقيق كل من تلك القيود والقيود التى ههنا هى تالف الجعل وكون المجموع الیہ جسدا مع تقيده بعدم اكل الطعام فلا بد تحقق هذا المقيد من تحقق تلك القيود الثلاثة بخلاف الانتفاء. فانه متصور بانتفاء جزء اى جزء كان ولا يتوقف على انتفاء جميع الاجزاء فينتفى ذلك المدخول للنفي بوقوع غير الجعل موقعه وبانتفاء تاليقه بان يتعلق الجعل المفرد باحد المفعولين. اما بالاول فقط. واما بالثانى فحسب و برفع خصوص المجموع الیہ ووضع امر آخر فى محله وبانتفاء قيد عدم الاكل. ولو سلم تحقق كل قيد ماعدا فرض انتفائه وبانتفاء مجموع القيود وبمعنى انتفاء كل قيد وبانتفاء المقيد. اعنى ذاتا مامع تسليم القيود باسرها فهذه المواد مؤلف پر ہے جس کے لازم سے ہے کہ وہ دو مفعولوں کے درمیان پایا جائے۔ ایک کا نام مجعول دوسرا کا نام مجعول الیہ۔ دیکھو اس آیت میں انبیاء علیہم السلام مجعول اور جسد مجعول الیہ۔ جو غیر طعام کے فاسد ہو جاتا ہے۔ پس یہاں پر نفی ایسے جعل اور بنانے پر وارد ہوئی جو مقید ہے۔ اور بدیہی ہے کہ مقید، گو اس کے ساتھ ہزار قیدیں لگی ہوں نہیں پایا جاتا جب تک کل قیود نہ پائے جائیں۔ اب یہاں تین قیدیں ہیں: ایک جعل کا مرکب ہونا، دوم جسد کا مجعول الیہ ہونا، سوم عدم الاكل کی قید۔ لہذا یہ جعل مقید بہ اس قیود جب ہی موجود ہوگا کہ سب قیود پائے جائیں البتہ کسی مرکب چیز کا معدوم ہونا اس کے تمام اجزاء کے نابود ہو جانے پر موقوف نہیں بلکہ اس میں اگر ایک چیز بھی نابود ہو جائے تو اس چیز کا عدم پایا جائے گا۔ اس سے یہ بھی سمجھا ہوگا کہ بجائے جعل مؤلف کے جو مقید ہے اگر اور ای چیز

والمواقع ليست الا بالامكان لا بالفعل والاطلاق الرفع القيد الاخير ۱۱
واقع بالفعل ومراد بقوله تعالى ﴿وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا﴾ وتحقق ما عدا ذلك
القيد مسلم بل مثبت بالبراهين العقلية القطعية وعدم الاكل الذي هو
امر عدمي متصور بوجهين بعدم اكل شيء ما اعم من ان يكون طعاما او غيره
وبعدم اكل الطعام خاصة وان وجد معه اكل غير الطعام وعدم ذلك
الانتفاء الذي اضيف الى الامر العدمي انما يتحقق بتحقيق نقیض ما اضيف
اليه الانتفاء فيستلزم انتفاء ذالك العدم الذي هو في قوة السالبة ثبوت
الاكل الذي هو في قوة الموجبة المحصلة اذ عموم الاولى من الثانية انما
هو بامكان تحققها بعدم الموضوع وعدم امكان تحققه العين عدمه
لضرورة استدعائها وجود الموضوع ومن البديهيات ان الموضوع فيما
فرض کی جائے یا اس کا مرکب ہونا اژادیں یا بایں طور کہ صرف پہلے مفعول یا دوسرے کیساتھ
متعلق ہونا مان لیں یا جسد کے مقام پر اور ہی کوئی مفعول قرار دیں یا تمام قیود کا تحقق مان لیں
مگر عدم اکل یا تمام قیود یا مطلق شی کا (ہاوجود مان لینے تمام قیود کے) ناپود ہونا فرض کر لیں
تو بہر حال مقید بھی معدوم ہوگا لیکن یہ سب مفہومات ممکن ہی ممکن میں واقع ہیں۔ ان میں
سے کوئی بھی متحقق نہیں۔ البتہ ان میں سے عدم اکل کا منہی ہونا گویا ممکن ہے واقعی بھی
ہے۔ ماسوا اسکے جتنے ہیں واقع میں پایا جانا دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت ہے۔ اسلئے ایک
عدمت واقعی نہیں۔ جب یہ سن لیا تو اس کا علم بھی ضروری ہے کہ قید عدم الاکل کا پایا جانا دو طرح
پر ہے کہ یا کوئی چیز (خواہ طعام ہو یا اور کچھ ہو) نہ کھائی جائے یا خاص کر طعام بھی نہ
کھایا جائے۔ اس میں شبہ نہیں ہے کہ عدم الاکل کا نہ پایا جانا جب متحقق ہوگا کہ کھانا متحقق
ہو پس عدم الاکل کے نہ پائے جانے کو جو سالبتہ السالبتہ ہے موجب محصلہ لازم ہوا گرچہ یہ

نحن فيه موجود. وقد تفور في مدارك العقلاء التلازم بين السالبة السالبة
وبين الموجبة المحصلة عند وجود الموضوع فيلزم من قوله تعالى ﴿وَمَا
جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا﴾ لَّا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ الذي هو بمنزلة السالبة السالبة تحقق
قضية موجبة محصلة اعني كل رسول ياكل الطعام فيقال لمن يدعى به
على اثبات موت المسيح ابن مريم ان نسبة الاكل الى كل رسول في هذه
القضية هل هي بالضرورة بحسب الذات او بحسب الوصف اوفى وقت
ما اوفى وقت معين او بحسب الدوام ذاتا اووصفا او بالاطلاق او بالامكان

مازمت موضوع کے موجود ہوتے ہی ہوتی ہے لیکن یہاں تو موضوع (انبیاء علیہم
السلام) امر واقعی ہی پر کیا دونوں متحقق نہیں ہوں گے، ضرور ہوں گے۔

اس واسطے ضرور تسلیم کرنا ہوگا کہ آیت مذکورہ ﴿وَمَا جَعَلْنَاهُمْ﴾ قضیہ موجبہ
محصلہ لازم آتا ہے کہ ہر رسول طعام کھاتا ہے۔ اب قادیانی سے مستفسر ہیں کہ اس قضیہ
موجبہ میں اکل اور کھانا جو ہر رسول کو ثابت ہے تو یہ ان کے لئے انکی ذات کی طرف
نظر کر کے ضروری الثبوت ہے یا باعتبار کسی وصف کے یا ضروری الثبوت غیر معین یا معین
وقت میں ہے یا یہ کے وہ ذات کے اعتبار سے وصف کی جہت سے دائمی الثبوت ہے یا تین
زمانوں میں کسی زمانوں میں ثابت ہے یا یوں کہو کہ اسکا ثبوت انکے لئے ممکن ہے خواہ مع
قید الدوام جیسا کہ اول اور پانچویں کے ماسوا میں خواہ مع قید الدوام ضروری جیسا کہ اول کے
ماسوا میں بنا بریک رائے کے یا پانچویں کے ماسوا میں بھی عند البعض یا بالضرورة الدوام کی
قید کہیں بھی تسلیم نہ کریں۔ بہر حال یہ ظاہر ہے کہ ضروری یعنی ہر رسول کی ذات کو طعام کھانا
بالضرور ثابت ہے اور دائرہ یعنی ہر رسول کیلئے اکل الطعام دائرہ ثابت ہے باطل ہے کیونکہ
ضروریہ مطلقہ کی نقیض جو ممکنہ عامہ ہے متحقق ہے پس لازم ہوا کہ ضروریہ باطل ہو ورنہ اجتماع

مع قید اللادوام فی ماعدا الاول والخامس اومع قید اللاضرورة فی ماعدا الاول فقط علی رأى اوفی ماعدا الخامس ایضا کما علی رأى آخر وان لم یکن بعض التراکیب منها متعارفا ولا یعتبر قید اللاضرورة ولا قید اللادوام الاول والخامس بدیهی البطلان بوجود نقیض کل منهما وهو امکان عدم الاکل للاول واطلاقه للخامس وكذا الثانی والسادس لعدم مدخلية وصف الرسالة فی ضرورة الاکل اودوامه کما لامدخل فیهما لمعنون ذلك الوصف وكذا لاتكون ضرورة بحسب الوقت مطلقا لا بحسب وقت ما ولا بحسب وقت معین لان غاية الامر ان يكون الاکل ضروريا بشرط الجوع والجوع لمالم یکن واجبا فی وقت مالم یکن المشروط به ضروريا فی وقت ما کما صرح به فی کتب المنطق من الکتابه لیست بضرورية فی

القیضین پایا جائے گا۔ اسی طرح پردائمہ کی نقیض مطلقہ عامہ متحقق ہے۔ چنانچہ کہہ دیں کہ بعض اوقات میں رسول طعام نہیں کھاتے۔ اب اس مطلقہ عامہ کو کون باطل کر سکتا ہے۔ یہ صریح صادق ہے اس لئے دائمہ کا ذب ہوا نہیں تو ویسے ہی اجتماع القیضین لازم آئے گا جیسا کہ گزرا۔ ایسا ہی دوسرا اور چھٹا باطل ہے۔ اس واسطے کہ وصف رسالت ہرگز ضرورت یادوام اکل کو نہیں چاہتا۔ علیٰ ہذا القیاس اکل الطعام رسول کیلئے مطلق وقت میں کوئی وقت ہواور خاص ایک وقت میں ضروری الثبوت نہیں۔ آخر یہی تو کہو گے کہ اکل طعام بشرطیکہ بھوک متحقق ہو ضروری ہے اور حالانکہ یہ ظاہر ہے کہ بھوک خود ضروری الوجو نہیں پھر طعام کا کھانا جو اس کا شرط ہے وہ کیسے ضروری ہوگا۔ کیا دیکھتے نہیں کہ جب کہیں کہ زید کی انگلیاں لکھنے کی حالت میں متحرک ہیں اس میں لکھنا چونکہ خود کسی وقت میں ضروری الثبوت نہیں تو جسکے لئے یہ شرط ہے وہ بھی کتابت کے وقت ضروری نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ کتابت

حين من الاحیان فما ظنک بالمشروط بها والضرورة بشرط الشئ غیر الضرورة فی وقت ذلك الشئ والاول لا یستلزم الثانی کما فی تحرك الاصابع بشرط الکتابه. فان التحرك بشرط ضروری. ولیس فی وقتها ضروری فکذلك ضرورة الاکل بشرط الجوع امر وضرورته فی وقت الجوع امر آخر لاتلازم بینهما فضلا عن الاتحاد فاذا لم یکن الاکل ضروری فی وقت مالم تکن القضية وقتیه مطلقه ولا منتشره مطلقه فلم تکن وقتیه ولا منتشره لاستیجاب انتفاء الاعم انتفاء الاخص وكون الاکل ضروريا بشرط الجوع لا یقتضی ان تكون القضية مشروطه ایضا اذ

چونکہ کسی وقت ضروری نہیں۔ اور نچملہ اوقات وہ وقت بھی سہی جس میں کتابت متحقق ہے۔ بس وہ جب آپ ہی اس وقت میں ضروری نہیں تو انگلیوں کا ہلنا کتابت کے وقت کب ضروری ہوگا، ویسے کھانا گو بشرط الجوع ضروری ہے مگر جوع کے وقت میں ضروری نہیں۔ چنانچہ ابھی ہم بیان کر آئے ہیں۔ شاید کہو گے کہ جب مانا گیا کہ طعام کا کھانا بشرطیکہ بھوک لگی ہو ضروری ہے تو قضیہ مشروطہ صادق آئے گا (کہ ہر رسول کیلئے بشرط الجوع اکل طعام ضروری ہے) حالانکہ تم کو مضمر ہے۔ سو واضح ہو کہ مشروطہ ہرگز صادق نہیں آتا۔ سبب یہ ہے کہ یہ مشروطہ نہیں بن سکتا، کیا معلوم نہیں کہ مشروطہ میں یہ بات لازمی ہے کہ ضرورت بشرط اسی عنوان اور وصف کے ہو جسکے ذریعہ سے موصوف پر حکم لگایا گیا ہو اور ظاہر ہے کہ قضیہ مذکورہ میں وصف اور عنوان رسول کا لفظ ہے نہ بھوک کا۔ پس مشروطہ کیسے بن سکتا ہے بنا بریں ماننا پڑے گا کہ قضیہ مذکورہ مطلقہ یا ممکنہ عامہ ہے خواہ دوام یا لا ضرورت کی قید لگائیں یا نہ۔ ہاں مطلقہ اور ممکنہ عامہ اس آیت سے مستفاد ہے جسکا مضمون یہ ہے (کہ یا رسول اکرم آپ سے پہلے جتنے رسول تھے وہ طعام کھاتے تھے، بازاروں میں چلتے پھرتے بھی تھے) کیونکہ

المشروطة ما يوجد فيه الضرورة بشرط الوصف العنواني لا بشرط وصف كان ومن الظاهر ان الوصف العنواني في القضية انما هو وصف الرسالة دون وصف الجوع فلم يبق الا ان يكون بالاطلاق او الامكان . قيد اللادوام او اللاضرورة او بدونه والاول من كل منهما متعين بدليل قوله تعالى ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ﴾ فيكون وجودية احد جزئيهما ثابت بهذه الاية وثانيهما بما مر من البيان وهي ان كانت مستلزمة لما عداها لاكتها... لكونها اخص

اس آیت کا حاصل یہی ہے کہ رسول کسی نہ کسی زمانہ میں کھاتے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے نہ یہ کہ ہر وقت میں۔ پس جیسا کہ ہر وقت میں چلتے پھرتے نہیں تھے اور یہی مطلقہ عامہ ہے۔ ایسا ہی طعام کے کھانے کا ان کے لئے امکان ثابت ہوا۔ پس جبکہ اس زمانہ اور وقت کو لا دوام کی قید لگائیں گے تو یہ قضیہ وجودیہ ایسا ہو کہ پہلی جزء آیت مذکورہ سے ثابت ہوئی اور دوسری جزء یعنی لا دوام کا مفہوم ہمارے سابق تقریر سے پایا ثبوت کو پہنچا۔ البتہ اس وجودیہ کو بسبب اسکے کہ یہ ایک مقید اور خاص چیز ہے ضروریہ وغیرہ لازم ہے لیکن چونکہ یہ خاص ہے اور خاص زیادہ تر قابل اعتبار ہوتا ہے تو وجودیہ ہی معتبر ٹہرے گا۔ اس واسطے اسکی دو جزء لے کر قضیہ بنائیں گے پھر دیکھیں گے کہ وہ اہل اسلام کے عقیدہ سے مخالف ہے یا نہیں۔ دیکھو ہر رسول بعض اوقات میں طعام کھاتا ہے اور کوئی رسول بعض اوقات میں طعام نہیں کھاتا۔ اب غور سے دیکھو کہ یہ قضیہ ہرگز عقیدہ اسلامی سے مخالفت نہیں رکھتا کیونکہ یہ قضیہ (کہ مسیح علیہ السلام بعض اوقات میں طعام کھاتے تھے اور بعض اوقات میں نہیں کھاتے تھے) صادق ہے اور جو ہم نے قبل اس کے بیان کیا ہے کہ بھوک ضروری ہے سو اسکی دلیل یہ ہے کہ درونی اور بیرونی اسباب کے سبب سے اجزاء کیسے ہیں اور ان اجزاء کم

احق بالاعتبار وينجل الى قولنا كل رسول ياكل الطعام بالفعل ولا شيء من الرسول ياكل الطعام بالفعل وهذه القضية لا تناقض ما ذهب اليه الاسلاميون لانه يصدق قولنا المسيح ابن مريم اكل للطعام بالفعل وليس ياكل بالفعل وما قررنا قبل من ان الجوع ليس بضروري لان الجوع خلو الباطن واقتضاء الطبيعة بدل ما يتحلل منه وذلك فرع التحلل ولا ارتياب في تنوع مراتب التحلل باختلاف الاسباب الداخلية والخارجية ولا تحديد لمراتبه. فالتحلل الذي في مرتبة ناقصة غير التحلل الذي فوقه يجوز سلب كل منهما عن الاخر. وكذلك يقال في جميع مراتبه عيناها فهو مسلوب عما تحتها وعما فوقها من المراتب وهما مسلوبتان عنها فهذا حكم اجمال على كل مرتبة بامكان سلبها عن جميع المراتب الاخر كما كان سلب المراتب الاخر عن تلك المرتبة وهذا فرع امكان السلب في نفس الامراد سلب مرتبة معينة في مرتبة اخرى سلب مقيد. والسلب في نفس الامراع من ان يكون ذلك السلب مقيدا بكونه في مرتبة اخرى اولا سلب مطلق ولا ريب في ان امكان المقيد فرع امكان المطلق ومتاخر عنه واذا كان الامر كذلك امكن سلب التحلل راسا.

فامكن انتفاء الجوع اصلا مع بقاء الشخص بل حكم الله تعالى بتحقيق انتفاء الجوع في القرآن ولم يكتف بمحض امكانه وقال وعز من قائل مخاطبا لادم عليه السلام ﴿إِنَّ لَكَ أَلَّا تَجُوعَ فِيهَا وَلَا تَعْرَىٰ وَأَنَّكَ لَا تَظْمَأُ فِيهَا وَلَا تَصْحَىٰ﴾ وليس ذلك الالعدم التحلل كما ان عدم الضحى لعدم الشمس وحمله على عد دوام الجوع او على عدم استعداده

غیر صحیح والاصح حمل جمیع الافعال المدخولة بحرف النفی علی نفس دوامها او عدم اشتدادها. وامثال هذا لاتصح ولا تستقیم الوجود ضرورة داعية وای ضرورة احوالنا الی صرف اللفظ عن الظاهر وحمله علی غیر الظاهر بحیث لا ینتقل الیه الذهن اصلاً. والتمسک علی وجود تلك الضرورة بقوله ﴿وَقُلْنَا يَا اٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِيْنَ﴾ غیر مستقیم وان اطلاق الاكل واباحته لهما لا يقتضی الجوع اذ كما ان الفواكه فی الدنيا لا توکل الالحصول اللذة لالدفع الجوع کذا طعام الجنة والافتقار الیه لحصول بدل التحلل ودفع الجوع بل لا جوع ولا تحلل. وانما یکون شده گئی ہوئی کے قائم مقام ہونے کو بھوک کہتے ہیں پس جب یہ کہنا متحقق ہوگا تو بھوک بھی متحقق ہوگی۔ پھر بدیہی ہے کہ تحلل یعنی کے اسباب مختلف ہوں گے تو بالضرر در تحلل کے درجے بھی مختلف ہو جائیں گے۔ مگر یہ بھی ظاہر ہے کہ تحلل کے درجے بے شمار ہیں پس ہاں براں کہ کہیں ادنیٰ اور کہیں اعلیٰ ہے۔ ہر ایک دوسرے سے سلب کیا جاسکتا ہے اور کہہ سکتے ہیں کہ ادنیٰ تحلل اعلیٰ نہیں ہے اور اعلیٰ ادنیٰ نہیں۔ غرض کہ جس مرتبہ اور درجہ کو مد نظر رکھیں اس سے جو ادنیٰ ہے یا اعلیٰ اسے اس درجہ معینہ سے مسلوب کرنا جائز ہے۔ ویسے ہی ان دونوں کو اس معین درجہ سے رفع کر سکتے ہیں تو گویا جملاً حکم لگایا گیا ہے کہ ہر ہر درجہ کا اپنے ماسوا سب درجات سے مسلوب ہونا ممکن ہے جیسا کہ باقی درجات کا سلب اس درجہ سے ممکن ہے۔ اب واضح ہو گیا کہ یہ سلب متعین ہے جب یہ ممکن ہو تو صاف ثابت ہوا کہ واقع میں بھی سلب ممکن ہے کیونکہ وہ مطلق ہے اور متعین۔ بحر امکان مطلق کے ممکن نہیں ہو سکتا۔

اکلہ لحصول اللذة فقط. فان لم تقنع بما قلنا فطالع التیسیر والوجیز وكيف لامع انه قد تاکد وتاید بما صح ان فی الجنة بابا. يقال له الريان من دخل شرب ومن شرب لا یظماً ابداً ولا فرق بین الجوع والظماً فلما لا امتناع فی عدم التعطش لا امتناع فی عدم الجوع ولا یرد علی ما قلنا من انه اذا امکن سلب التحلل امکن انتفاء الجوع انه احتیاج بلا دلیل اذ انتفاء العلة لا یستلزم انتفاء المعلول. بدلیل ماتقرر عند الاصولیین من جواز تعدد العلل علی معلول واحد فلا یلزم انتفاء المعلول بانتفاء واحد منها لجواز تحققه بتحقیق علة اخرى منها کعدم صحة الاحتیاج علی الحکم. بان زید الم یمت بانتفاء واحد من علل الموت كما يقال لانه لم یسقط من اعلی الجبل فهذا الاستدلال غیر صحیح اذ الموت كما یتحقق بالسقوط من اعلی الجبل كذلك به عن اعلی سطح البیت ومن فوق الشجرة الطويلة وبضرب من السیف والحجرو امثاله وبنحو امراض یتصعب احصائها فبانتفاء واحد منها. کیف یجزم بانتفاء الموت اصلاً لامکان تحققه بتحقیق واحد آخر من تلك الانواع وعدم ورودہ. لان التحقیق ان المعلول اذا انحصر فی العلة وتكون العلة لازمة له وهی مفسرة فی کتب القوم بمالولاه لا متنع الحکم المعلول فانتفاءها یتلزم انتفاء المعلول اذ لا یتصور تعدد العلل بهذا المعنی حتی یمکن عند انتفاء احداها ثبوتہ باخری منها فاذا لم یجز تعدد العلة وانحصر المعلول الواحد فی العلة الواحدة اللازمة له فلو تحقق المعلول مع ارتفاع العلة بهذا

المعنى لزم تحقق الملزوم بدون اللازم. فلا استدلال على عدم المعلول بانتفاء العلة بهذا المعنى استدلال بانتفاء اللازم على انتفاء الملزوم ولا ريب في صحته والتحليل بالنسبة الى الجوع كذلك لانه المتوقع عليه الجوع بمعنى لولاه لامتنع لا بمعنى الامر المصحح لدخول الفاء فيصح الاستدلال على امكان انتفاء الجوع بامكان انتفاء التحلل نعم الجوع علة للاكل بالمعنى الاخير ولذا لا يلزم من انتفاء الجوع انتفاء الاكل لجواز تحققه بدونها بعلة غير الجوع كما ستحصل اللذة وقصد علاج ونحوه. وهذا واضح على من له ادنى تأمل.

﴿وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾

ناقل الايات والاحاديث والتفاسير والفقه والعبارات

المقاضي غلام گيلاني الحنفى الفنجابى

ثم چهارچهى ثم الشمس آبادى عفى عنه



حضرت علامہ

قاضي غلام آرباني چشتي حنفی رحمہ اللہ علیہ

○ حالاتِ زندگی

○ ردِ قادیانیت

حالات زندگی :

حضرت علامہ غلام گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے برادر اصغر حضرت علامہ قاضی محمد غلام ربانی بن قاضی نادر دین بن قاضی جنگ باز قدس سرہم تقریباً ۱۸۷۷ء میں علاقہ چھچھ کے مشہور قصبہ شمس آباد میں پیدا ہوئے۔

حضرت علامہ قاضی محمد غلام محمد ربانی قدس سرہ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی اور پھر اسی دور کی علاقائی درس گاہوں میں تحصیل علم کے بعد یونیورسٹی کا رخ کیا اور مدرسہ عالیہ رامپور کے جلیل القدر اساتذہ سے علم کی تکمیل کی۔ ان اساتذہ میں حضرت علامہ فضل حق رامپوری، مولانا ابوطیب کی اور مولانا منور علی شامل تھے۔

سند فراغت کے بعد آپ اپنے برادر اکبر علامہ قاضی غلام گیلانی قدس سرہ کے ہمراہ ڈھاکہ تشریف لے گئے۔ وہاں آپ ایک اسلامیہ کالج میں عربی لیکچرار کی حیثیت سے بارہ سال تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔

آپ حضرت پیر مہر علی شاہ گوڑوی قدس سرہ کے مرید خاص تھے۔ قبلہ پیر صاحب نے آپ کو متعدد اوروں کا وظائف کی اجازت عطا فرمائی اور سلسلہ عالیہ چشتیہ میں اجازت و خلافت کی سعادت سے بھی سرفراز فرمایا۔ بنگال میں دس پندرہ سال کے عرصے میں وعظ و ہدایت میں اتنے مشہور ہوئے کہ ”مولانا پنجابی“ کے نام سے معروف ہو گئے۔ آپ کی دعوت رشد و ہدایت کی بدولت ہزاروں لوگوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت توبہ کی اور کئی غیر مسلم خاندان شرفِ ہدایا حاصل ہوئے۔

آپ ہنس مکھ، کشادہ دل، مہمان نواز اور نہایت مخلص تھے۔ آپ کا دسترخوان بہت وسیع ہوتا تھا۔ دس بیس آدمی اکثر اوقات آپ کے کھانے میں شریک ہوتے۔ آپ کا حلقہ

اثر بہت وسیع تھا۔ آپ کے تقریباً پچاس ہزار سے زائد مریدین تھے۔

علامہ قاضی محمد غلام ربانی قدس سرہ جس موضوع پر بولتے دریا بہا دیتے تھے۔ قادیانیوں، شیعوں، وہابیوں اور دیگر ہندوؤں کو آپ نے لکھنا۔ کوئی بھی آپ کے سامنے آنے کی جرأت نہ کر سکا۔ آپ کی بہت بڑی لائبریری جس میں کئی نادرونایاب کتب تھیں جو آپ کے وسعت مطالعہ کی مظہر تھیں۔ آپ اردو، فارسی، عربی اور ہنگالی زبان میں دسترس رکھتے تھے۔ نعت گو شعری بھی کی لیکن افسوس آپ کا کلام محفوظ نہ رہ سکا۔ جہاد بالقلم میں بھی آپ نے نمایاں کردار ادا کیا ہے جن سے آپ کے علمی تبحر کا اندازہ ہوتا ہے۔ مثلاً

☆ جامع الکلام فی بیان المیلاد والقیام.

☆ فوز المرام فی بیان حادی عشر لغوث الانام.

☆ الدلیل المبین فی اعراس الصالحین.

☆ التحقیق الصواب فی مسئلۃ المحراب.

☆ البیان فی اخذ الاجرة علی الاذکار و تلاوة القرآن.

ردہ قادیانیت :

آپ کے رد قادیانیت پر دو مختصر رسالے دستیاب ہوئے ہیں :

۱..... مرزا کی غلطیاں۔

۲..... رد قادیانی۔

ان دونوں رسالوں کے علاوہ آپ نے تیغ غلام گیلانی کا تہہ بھی تحریر فرمایا ہے۔

علامہ قاضی محمد غلام ربانی قدس سرہ تین دن علیل رہنے کے بعد ۱۲ دسمبر ۱۹۴۶ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ نماز جنازہ میں علماء و مشائخ کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ آپ کا مزار پرانوار شمس آباد ضلع انک کے قبرستان میں واقع ہے۔



مرزا کی غلطیاں

تصنیف لطیف

حضرت علامہ قاضی غلام ربانی رحمتی رضی اللہ عنہ

بسم الله الرحمن الرحيم

سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العليم الحكيم

مرزا غلام احمد قادیانی کا مدت دراز سے یہ دعویٰ تھا کہ چوں کہ میں محدث یعنی نبی ہوں۔ مجھ کو اللہ تعالیٰ نے تقریر تحریر ایسی معجز عنایت کی ہے کہ کل روئے زمین کے فصحاء وبلغاء اس سے عاجز ہیں۔ مرزا نے بہت رسالے اور ایک آدھ دیوان عربی و فارسی بھی لکھا، مگر کسی عالم علم دار نے اس کی طرف کبھی توجہ نہ کی۔ مگر مرزائی لوگ چوں کہ اس کے علم کی لافیں اور لڑائیوں بڑے زور و شور سے مار مار کر کہتے ہیں کہ اُس کی مثل منشی اور شاعر اور فصیح و بلیغ و نحو دان کوئی آج کل موجود نہیں۔

لہذا قدرے بمثال بمشتی نمونہ خروارے اُس کی غلطیاں اُس کی کتاب ”اعجاز المسیح“ سے لکھتا ہوں۔ فافول وبالله التوفیق نعم الرفیق۔ قادیانی نے ”اعجاز المسیح“ کے ”اول صفحہ“ پر لکھا ہے۔ (۱) فی سبعین یوما من شہر الصیام۔
اقول: رمضان شریف تو ستر دن (۷۰) کا نہیں ہوتا اور بر تقدیر تاویل خالی نہ ہوگا ایہام معنی غیر مراد سے جو منائی ہے فصاحت و بلاغت کو اس صفحہ میں ہے۔ (۲) وکان من الہجرۃ ۱۳۱۸ھ و من شہر النصاری۔ ۲۰ فروری ۱۹۰۱ء۔

اقول: بے ربط عبارت اور خلاف محاورہ عرب کے ہے۔ اسی صفحہ میں ہے۔

(۳) مقام الطبع قادیان ضلع گورداسپور۔

اقول: ضلع گورداسپور بھی خلاف محاورہ ہے۔ نہ صرف اسی وجہ سے کہ بجائے گورداسپور کے (غورداسپور) یا جورداسپور چاہیے تھا۔ بلکہ من جهة التركيب والاعراب بھی۔ اسی

صفحہ میں ہے (۴) باہتمام الکلیم فضل الدین۔

اقول: بعد اعراب فضل الدین چاہے۔

قال: ص ۲ کدست غاب صدرہ، او کلیم اقل بدرہ۔

اقول: یہ عبارت مقامات حریری کے ص ۱۲۳ سے ماخوذ ہے۔

قال: ص ۲ دخلت راحتها من بخل المزنة۔

اقول: ظاہر ہے کہ من صلہ دخلت کا خلاف مقصود ہونے کی وجہ سے نہیں ہو سکتا۔ اور

تعلیل یہ سہم ہے۔ معنی غیر مراد کی طرف اس لئے یہاں لام کا نکل تھا۔

قال: كاحياء الم ابل للسنة الجماد۔

اقول: یہ بھی مقامات حریری کے ص ۱۲۳ سے ماخوذ ہے۔ بتغیر ما۔

قال: وعاد جرها و سبرها۔

اقول: یہ مثل مشہور ہے۔

قال: ص ۳ من کل نوع الجناح۔

اقول: نکلہ کل معرفہ پر احاطہ اجزاء کا فائدہ دیتا ہے۔ جو یہاں پر مقصود نہیں۔ اس لئے نوع

للجناح چاہئے تھا۔

قال: ص ۳ کل امرهم على التقوى .

اقول: یہاں بھی کل مجموع خلاف مراد ہے اس لئے کل امرلہم چاہئے۔

قال: فلا ايمان له او يضيع ايمانه۔

اقول: لفظ ايمان کا تکرار مستکبر ہے۔

قال: ص ۷ و افرق بين روض القدس و خضراء الدمن۔

اقول: یہ عبارت مقامات حریری کی ہے۔

قال: كالربيع الذي يمطر في ابانه۔

اقول: یہ بھی حریری سے ہے۔

قال: وعندی شهادات من ربی لقوم مستقرین و (رجد کوجہ الصادقین۔

اقول: ”و وجہ“ عطف ہے شهادات پر، گویا وعندی وجہ ہوا اور یہ خلاف محاورہ محققین

ہے کیونکہ وجہ جزء ہے اور جزء پر عند نہیں آتا۔

قال: ما قبلونی من البخل والاستكبار۔

اقول: ”من“ کا ترجمہ یہاں پر ”قبلو“ مثبت کے لئے تعلیل یہ نہیں ہو سکتا اور نفی مستفاد من

الحرف کے لئے خلاف محاورہ ہے اور نیز بخل کی جگہ حسد چاہئے۔

قال: ص ۸ حتی اتخذ الخفافيش و كرا الجنانهم۔

اقول: ترجمہ یہ ہے۔ ”یہاں تک کہ چگادڑوں نے خالفین کے دل کو آشیانہ بنا لیا۔

جناتہم پہلا مفعول ہوا۔ اتخذ کے لئے اور و کرا دوسرا مفعول ہوا۔ ”اتخذ“ چوں کہ

بنفسہ متعدی الی المفعولین ہے لہذا لام کا لانا مفعول ہے۔ دوسرا ”تقدیم مفعول

ثانی“ کی بے وجہ ہے۔ تیسرا جنان اور و کرا کا لفظ ماقبل یعنی قولہم و فضلہم

واعیانہم کے جمع ہونا چاہیے۔

قال: ص ۹ و اعطی ما توفعه۔

اقول: اس کا پہلا مفعول نائب عن الفاعل ہونے کا زیادہ مستحق ہے۔ لہذا و اعطوا چاہئے

تھا۔

قال: ص ۹ ہفتی۔

اقول: مغتر چاہیے۔

قال: ص ۹ واكفروه مع مریدیه واعوانه وانزل الله كثيرا من الاى فما قبلوا
اقول: وانزل الله كثيرا فصل کا محل ہی کوئی کلمہ والی علی الفصل چاہیے۔

قال: ص ۱۱ وقدموا حب الصلوات علی حب الصلوة.

اقول: ”حریری“ کے پہلے مقالہ سے ماخوذ ہے۔ بتغیر ما۔

قال: ص ۱۳ بل یریدون ان یسفکوا قائلہ۔

اقول: ان یسفکوا دم قائلہ چاہیے۔ لایقال سفکم یداً بل دمہ.

قال: ولما جاء هم امام بما لا تہوی انفسهم.

اقول: قرآن کا سرقہ ہے بتغیر ما.

قال: وجعل قلمی وکلمی منبع المعارف.

اقول: منابع المعارف یا منبعی المعارف چاہیے۔

قال: وکان غیا ولو کان کالہمدانی او الحریری فما کان فی وسعہ ان
یکتب کمثل تحریری.

اقول: یہ نجی جناب فضیلت مآب ”مولانا مہر علی شاہ صاحب گولڑوی“ کو کہتا ہے۔ ایسے
عمدۃ الفضل کو غبی کہتا ہے، حالانکہ اعلیٰ قسم کا غبی تو خود ہے جو ”غیر المغضوب علیہم
ولا الضالین“ سے سمجھے کہ اس سے معلوم ہوا کہ دجال شخص جیسا کہ جہاں کا فر تو م ہے کوئی
چیز نہیں، اگر علم الہی میں اس کا وجود ہوتا تو یوں فرماتا کہ غیر المغضوب علیہم
ولا الدجال۔ دیکھو ص ۱۸۹ اور اسی ”اعجاز المسیح“ کے صفحہ ۴۲ پر مرزا نے لکھا ہے کہ مالک
یوم الدین میں یوم الدین جو ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود یعنی قادیانی کے زمانے کا نام

رکھا ہے وسمی زمان المسیح الموعود یوم الدین لانه زمان یحییٰ فیہ الدین۔
اقول: لعنة الله على الكاذبين المحرفين في كتاب الله تعالى۔ اللہ تعالیٰ تو خود
قرآن پاک میں یوم الدین کی تفسیر اس طرح پر فرماتا ہے۔ ﴿وَإِنَّ الْفَجَارَ لَفِي
بَحْثِهِمْ ۝ يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّينِ﴾ یعنی گناہ گار دوزخ میں قیامت کے دن داخل ہوں
گے۔ اگر یوم الدین قادیانی کا زمانہ ہے، تو اسی وقت سے حساب و کتاب ہو کر گناہ گاروں کو
دوزخ میں داخل کیا جاتا۔ پھر باری تعالیٰ فرماتا ہے۔ ﴿وَمَا أَذْرَكَ مَا يَوْمَ الدِّينِ ۝ ثُمَّ
مَا أَذْرَكَ مَا يَوْمَ الدِّينِ ۝ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا ۝ وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ
لِّلَّهِ ۝ غَوْرُكُ ۝ يَوْمَ الدِّينِ﴾ اور ﴿يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا﴾ دونوں کا
منفا ایک ہی ہے۔ اور یہی مرزا قادیانی پھر ص ۳۵ پر لکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں
﴿وَلِلَّهِ الْحَمْدُ فِي الْأُولَىٰ وَالْآخِرَةِ﴾ دو احمدوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اولیٰ حمد
سے پہلا ”احمد یعنی آنحضرت ﷺ اور آخرہ حمد سے پچھلے ”احمد“ کا اشارہ ہے۔ یعنی
غلام احمد قادیانی پھر اس کے بعد لکھتا ہے۔ وقد استنبطت هذه النكتة من قوله
الحمد لله رب العالمين۔ ”سبحان اللہ یہ مرزا کا استنباط ہے جس پر صرف میر پڑھنے
والے طلباء بھی مزاح کرتے ہیں“ کیونکہ ایسے استنباطوں سے تو حضرت ﷺ بھی بے خبر
تھے۔

قال: ص ۲۷ وما رميت اذ رميت ولكن لله رمي.

اقول: حدیث کا سرقہ ہے۔

قال: ص ۲۷. وحجته بالغة تلذغ الباطل كالنضاض.

اقول: حریری کے ص ۳۹ سے سروق ہے۔ بتغیر ما۔

قال: وما اتانا الاخاوى الوفاض .

اقول: "حریری" کے ص ۸ کا سرقہ ہے۔ بازو یاد۔

قال: ص ۲۸ ومن نوادر ما اعطی لی من الکرامات .

اقول: ما اعطی کی جگہ یا اعطیت چاہیے۔

قال: ص ۳۲ ولا ترهق بالتبعة والمعبية .

اقول: حریری کے صفحہ ۲ کا سرقہ ہے۔

قال: عن معرفة اللکن .

اقول: حریری کے پہلے صفحہ کا سرقہ ہے۔

قال: وتوفيقا قائدنا الى الرشيد والسداد .

اقول: حریری سے لیا ہے۔

قال: ص ۳۶ ان اری ظالعه کا لصلیح .

اقول: مسروق من الحریری ص ۵ بتغیر ما .

قال: ص ۳۹ يقال عثاره .

اقول: حریری کے ص ۵ سے مسروق ہے بتغیر ما .

قال: اقتعد منا غارب الفصاحة والمتطی مطايا الملاحة .

اقول: حریری کا سرقہ ہے۔

قال: ص ۴۳ بالاعانة على الابانة .

اقول: حریری کے ص ۳ کا سرقہ ہے۔

قال: ص ۴۳ ويعصمهم من الغواية ويحفظهم في الرواية والدراية .

اقول: حریری ص ۳ کا سرقہ ہے بتغیر ما .

قال: وای معجزة .

اقول: وآية معجزة چاہیے۔

قال: كمجهول لا يعرف ونكرة لا تعرف .

اقول: حریری ص ۵ سے مسروق ہے۔

قال: ص ۵۰ فكل رداء يرتديه جميل .

اقول: ایک مشہور شعر کا سرقہ ہے۔ قال السموأل بن عادي .

اذا المرء لم يدنس من اللوم عرضه ، فكل رداء يرتديه جميل . (حصار ۶ ص ۱۱۴)

قال: ص ۵۵ لاشيوخ ولاشباب .

اقول: ایک کا جمع اور دوسرے کا مفرد لانا بے وجہ ہے۔

قال: ص ۵۵ كنز المعارف ومدینتها وماء الحقائق وطینتها .

اقول: مقامات کی عبارت ہے۔

قال: ص ۵۸ كما يملأ الدلو الى عقد الكرب .

اقول: مقامات بدیع کے شعر ثانی کا مصرعہ ہے باز دیاد لفظ کما۔

قال: ص ۶۰ القيت بها جراني .

اقول: مقامات حریری کے ص ۱۲۳ کا سرقہ ہے۔

قال: كادراك العهد السنة جماد .

اقول: حریری کے ص ۱۲۳ کا سرقہ ہے بتغیر ما .

قال: ص ۶۴ فصاروا كميث مقبور . وزيت سراج احترق وما بقي معه من

نور،

اقول: دوسرا جمع پہلے سے بہت بڑا ہے۔ یہ عند الفصحاء والبلغاء عجیب ہے اور دونوں مضمون مسروق ہیں۔

قال: ص ۲۳ فما كانا ان يتحرر كوا.

اقول: یہاں مصدر کا حمل ناجائز ہے۔ اس لئے (ان) نہ چاہئے تھا۔

قال: ص ۷۷ ومثلها كمثل ناقة تحمل كلما تحتاج اليه توصل الي ديار الحب من ركب عليه.

اقول: ناکہ کی طرف مذکر ضمیر کا ارجاع غلط ہے۔

قال: ص ۸۱ وهذا الرجيم هو الذي ورد فيه الوعيد اعني الدجال.

اقول: عجیب مسئلہ ہے کہ اعوذ باللہ من الشيطان الرجيم میں جو شیطان ہے اس سے تو مراد ”ابلیس“ ہے۔ اور رجیم جو اس کی صفت ہے۔ اس سے مراد ”دجال“ ہے۔ جس کو عیسیٰ علیہ السلام قتل کریں گے۔ آج تک تو یہی سنتے رہے۔ کہ موصوف اور صفت کا مصداق ایک ہی ہوا کرتا ہے۔ مگر اعوذ باللہ من الشيطان الرجيم میں مرزا قادیانی نے کیا ثابت کر دیا کہ ان کا مصداق مغائر بھی ہوتا ہے۔ سبحان اللہ کیا خودائی ہے۔

قال: ص ۸۳ لزوم الله كافة اهل الملة.

اقول: كافة کا لفظ عربی میں مضاف نہیں آتا۔

قال: ان الاسم مشتق من الموسم.

اقول: هذا خلاف ما صرح به الثقات.

قال: ص ۱۲۷ طرف الله ذا الجلال

اقول: ذا الجلال منصوب غلط ہے۔

قال: ص ۱۲۹ الامن اعطى له عينان.

اقول: خلاف اولیٰ ہے کیونکہ اعطى کا پہلا مفعول نائب عن الفاعل ہونے کا حقدار ہے۔

قال: ص ۱۳۰ ومن اشرف العلمين واعجب المخلوقين وجود الانبياء والمرسلين.

اقول: وجود کا لفظ نہ چاہیے عدم صحة العمل.

قال: ص ۱۳۰ وذلك وقت المسيح الموعود وهو زمان هذا المسكين واليه اشار في اية ”يوم الدين“ في ”سورة الفاتحة“. ثم قال في ص ۱۳۳

وسمى زمان المسيح الموعود يوم الدين.

اقول: لعنة الله على الكاذبين المحرفين.

قال: الاقليل الذي هو كالمعدوم.

اقول: دعویٰ تو فصاحت و بلاغت کا اور موصوف کرم اور صفت معرفہ لائے۔ و لا واد۔

قال: ص ۱۶۳ ان يجعل الله احمد كل من تصدى لعباده.

اقول: جعل کا دوسرا مفعول بے وجہ مقدم کیا گیا ہے۔

قال: وان لا تؤذى اخيك.

اقول: اخاک چاہئے۔

قال: وانهم ثمرات الجنة فويل للذي تركهم.

اقول: ترکھا چاہئے۔

قال: الظن ان يكون الغير.

اقول: اسے صحیح صاحب کلمہ غیر تو معروف بالام نہیں ہوتا۔

قال: ينصفون تصنصنة الصل ويحملون حملة البازي المظل.

اقول: "مقامات حریری" کے ص ۱۵۶ سے مسروق ہے بتغیر ما۔

قال: ص ۳۱ فقد الغدم علمه كحلج بالذوبان.

اقول: الغدم کا لفظ غیر مستعمل ہے۔ محاورہ فصحا میں عدم چاہیے۔ دیکھو قاموس لفظ از حجتہ اللہ البالغہ۔ وفيہ كفاية لذوى الدراية. ایسا ہی اس کی تصنیفات میں عربیت کے قاعدہ سے بکثرت غلطیاں ہیں۔

محمد غلام ربانی پنجابی شمس آبادی کیمپور

وما علینا الا البلاغ المبین

فائدہ: جس شخص کے علم کا یہ حال ہے لوگ اس کو مہدی موعود کیونکر ماننے لگے اس نے اپنے ماننے والوں کے لئے قرآن وحدیث سے نہ کوئی فتاویٰ بنایا نہ کوئی ایسی کتاب کہ جس سے کل احکام نکالے جاتے۔ اس کے ماننے والے مثل سابق دستور کے اب بھی اسی صرف ونحو وفقہ واصول تفسیر وغیرہ فنون پر کار بند ہیں، جو کہ غیر لوگوں کے بنے ہوئے ہیں۔ جس قدر سستی اسلام کی لوگوں میں تھی وہ ویسی ہی ہے۔ کوئی بدعت مروجہ دور نہ ہوئی۔ خالی نام کا مہدی بنا۔ کام مہدی کا ایک بھی نہ کیا اور فوت ہو گیا بلکہ مرزا کی ذات سے تو اور علماء صلحاء سابقہ وموجودہ جو کہ مدرسین وصاحب تصانیف مفیدہ وواعظ حقانی ہیں عامہ مخلوق کے حق میں اچھے ہیں کہ وہ بالکل بے ضرر ہیں اور مرزا نے ہدایت اسلام تو کسی کو نہ کی اٹلے اور فتنے وفساد پر پا کر دیئے۔ اب اس کے خلیئے بھی پنبہ غفلت و رگوش ہو کر راہ راست کو اختیار نہیں کرتے بلکہ دن رات لوگوں کی تباہی میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اسلام کی ہدایت دے۔ (محمد غلام ربانی ص ۱۲)



رِسَالَةُ

دَرْ قَاضِيَانِي

تَصْنِيفُ لَطِيفُ

حضرت علامہ قاضی غلام ربانی حشمتی رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

در ثبوت این امر که عیسیٰ علیه السلام زنده بآسمان رفته اند و تاحال بر آسمان اند. این آیت زیر در حق عیسیٰ علیه السلام وارد شده. **قوله تعالى ﴿وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ﴾** ای عند ربّه بارتفاعه الی السماء وصحبة الملائكة فیها (روح البیان، جلد اول) و همدراں جلد تفسیر روح البیان، صفحه ۳۲۸ فرموده و لما رفع الی السماء وجد عنده البرة كان یرقع بها ثوبه. فاقترضت الحکمة الالیه نزوله فی السماء الرابعة الخ. **﴿اِذَا قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَىٰ اُنِیْ مُتَوَفِّیْکَ﴾** ای مستوفی اجلک. ومعناه انی عاصمک من ان یقتلک الکفار و موخرک الی اجل کتبه لک و ممیتک معتف انک لاقتلا بایدیهم **﴿وَرَأَفَعُکَ﴾** الی **﴿الْأَن﴾** ای الی محل کرامتی و مقر ملائکتی و جعل ذلک رفعا الیه للتعظیم. الخ **﴿وَمُطَهَّرُکَ﴾** ای مبعدک و منحیک **﴿مِنَ الدِّینِ کُفْرًا﴾** ای من سوء جوارهم و خیرت صحبتهم و دنس معاشرتهم.

قبل ینزل عیسیٰ علیه السلام من السماء علی عهد الدجال حکما عدلا، یکسر الصلیب، و یقتل الخنزیر و یضع الجزية فی فیض المال حتی لا یقبله احد و یهلك فی زمانه الملل کلها الا الاسلام و یقتل الدجال و یتزوج بعد قتله امرأة من العرب و تلد منه ثم یموت هو بعد ما یمیش اربعین سنة من نزوله فیصلی علیه المسلمون لانه سأل ربّه ان یمعه من هذه الامة فاستجاب الله دعائه الخ. (جلد اول، ص ۳۳۱) قوله تعالى **﴿وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا**

صلیوه ولكن شبه لهم ﴿ فاجتمعت كلمة اليهود على قتل عيسى عليه السلام فبعث الله تعالى جبرائيل فاخبره بانه يرفعه الى السماء... الخ (مزمع ٥١٢، طبراند) قوله تعالى ﴿بل رفعه الله اليه﴾ رد وانكار لقتله وثبات لرفعه. قال الحسن البصري اى الى السماء التى هى محل كرامة الله تعالى. رفع الى السماء لما لم يكن وقوله الى الوجود الدنيوى من باب الشهوة وخروجه لم يكن من باب المنية بل دخل من باب القدرة وخرج من باب العزة الخ. ﴿وكان الله عزيزا﴾ لا يغالب فيما يريد فمرة الله تعالى عبارة عن كمال قدرته فان رفع عيسى عليه السلام الى السموات وان كان متعذرا بالنسبة الى قدرة البشر لكنه سهل بالنسبة الى قدرة الله تعالى لا يغلبه عليه احد ﴿حكيم﴾ فى جميع افعاله واما رفع الله عيسى عليه السلام كساده الريش والبسه النور وقطعه عن شهوات المعظم والمشرّب وطار مع الملائكة فهو معهم حول العرش فكان انسيا ملكيا سماويا ارضيا.

قال وهب بن منبة بعث عيسى على راس ثلثين سنة ورفع الله وهو ابن ثلث وثلاثين سنة وكانت نبوة ثلاث سنين. فان قيل لم يرد الله تعالى عيسى الى الدنيا بعد رفعه الى السماء. قيل اخر رده ليكون علما للساعة وخاتما للولاية العامة لانه ليس بعده ولى يختم الله به الدورة المحمدية تشريفا لها بختم نبي مرسل يكون على شريعة محمدية يؤمن بها اليهود والنصارى ويجدوا الله به عهد النبوة على الامة ويخدمه المهدي واصحاب الكهف ويتزوج ويولد له ويكون فى امة محمد ﷺ وخاتم اولياء ووارثيه من جهة الولاية. واجمع السيوطى فى تفسير الدر المنثور

فى سورة الكهف عن ابن شاهين اربعة من الانبياء احياء اثنان فى السماء عيسى وادريس عليهما السلام واثنان فى الارض الخضر والياس عليهما السلام فاما الخضر فانه فى البحر واما صاحبه فانه فى البراه واعلم ان الارواح المميمة التى من العقل الاول كلها صف واحد حصل من الله ليس بعضها بواسطة بعض وان كانت صفوف الباقية من الارواح بواسطة العقل الاول كما اشار ﷺ انا ابو الارواح وانا من نور الله والمؤمنون فيض نورى فاقرب الارواح فى الصف الاول الى الروح الاول والعقل الاول روح عيسى لهذا السر شاركه بالمعراج الجسماني الى السماء وقرب عهده بعهد. فالروح العيسى مظهر الاسم الاعظم وفائض من الحضرة الالهية فى مقام الجمع بلا واسطة اسم من الاسماء روح من الارواح فهو مظهر الاسم الجامع الالهى وراثه اولية ونبينا ﷺ اصالة كذا فى شرح الفصوص الخ. (روح البيان طبراند مزمع ٥١٢) ﴿وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته﴾ اى هر دو ضمير برائى عيسى عليه السلام اند والمعنى ﴿وما من اهل الكتاب﴾ الموجودين عند نزول عيسى عليه السلام من السماء احد الا ليؤمنن به قبل موته. وفى الحديث ان المسيح جاي فمن لقيه فليقرنه متى السلام الخ. (مزمع ٥١٥) ﴿يكلم الناس فى المهد وكهلا﴾ مراد بتكلم دركهل اينست كه كلام خواهد كرد در آخر زمان بعد نازل شدن اواز آسمان قبل زمانه كهولت الخ.

در مذهب مالكيه احمديه شافعية وغيره جميع مذاهب حقّه مشهور بلکه متواتر است که حضرت عيسى عليه السلام بهمین جسم عنصری

ای خاکی بر آسمان رفته اند و قبل از قیامت بهمین جسم از آسمان فرود آیند و کارهایی که بایشان متعلق باشند خواهند کرد از مذهب شافعیه نیز عبارت يك كتاب فقط برائے نمونه حاضر میکنم در نهائے الامل لمن رغب فی صحة العقيدة والعمل. الشيخ محمد ابی حنبل الدمیاطی، صفحه ۱۰۸ نوشته دجال يك شخص ست از بنی آدم کوتاه قد. وهو رجل قصير كهل براق الثنايا عريض الصدر مظموس العين. و اکنون موجود ست نام اوصاف بن صیاد و کنیت آن ابو یوسف ست و گفته شد که نام او عبد الله است و آن از قوم یهود ست یهودیان انتظار او میکنند چنانکه مسلمانان انتظار امام مهدی رحمة الله تعالى علیه میکنند خارج باشد در آخر زمانه بندگان را پروردگار مبتلا خواهد کرد که زمین و آسمان و همه چیز دران و قدرت او کرده شود و طعام و آب میوه و زروسیم و هر اسباب آرام در سست او باشد (دران وقت معاش اهل اسلام تسبیح و تهلیل و تقدیس پروردگار و قوت روحانی باشد) و مردگان بادجال کلام کنند و هر قسم فتنه و فساد در زمانه او برپا شود کسی که سعادت مند ازلی ست ازو دور ماند و شقی ازلی تابع او باشد و او خارج خواهش شد از جانب مشرق از قریه سرابادین یا از عوازل یا از اصبهان یا از مدینة خراسان و ابوبکر صدیق رضی الله عنه فرموده در میان عراق و خراسان و آن اکنون موجود ست و محبوس ست در دیر عظیم زیر زمین بهفتاد هزار زنجیر مقید ست و بر او مروی زور آور عظیم قد مقرر ست در دست او از آهن گرفته است

و قتیکه دجال اراده حرکت کند آن مرد عظیم البدن آنرا بآن گرز آهنی میزند. پس قرار می کند و پیش دجال يك ارادهائی عظیم ست و قتیکه دجال نفس میگیرد ارادهائی عظیم اراده خوردن او می کند پس بوجه خوف آن مار عظیم دم زدن هم نتواند و قتیکه دجال خواجه خضر رضی الله عنه را قتل کرده دو قطعه بکند و در میان هر دو قطعه بر خر خود سوار شده بگذرد باز زنده کند و پرسد که مرا خدا میگوئی یا نه خواجه خضر رضی الله عنه انکار فرماید همچنین سه بار قتل کرده زنده گرداند (بعده بر قتل او قدرت نیابد) همه بلاد و اصار در حکومت آرد مگر مکه معظمه و مدینه منوره و بیت المقدس و کوه طور و قتیکه باری تعالی اراده هلاک آن دجال و هلاک تابعین دجال و هلاک تابعین کند ناگاه فرود آید از آسمان حضرت عیسی ابن مریم علیها السلام از مناره مسجد دمشق بوقت عصر و نماز خواند همراه امام مهدی رضی الله عنه و در روایتی امام مهدی رضی الله عنه امام شود و در دیگر روایت آمده که عیسی رضی الله عنه امام باشد بعد از ادائی نماز برائی قتل دجال برود بر خر خود سوار شده یا بر براق نبوی رضی الله عنه که در معراج آمده بود یا بر اسب که بقدر مثل استر (خچر) باشد و به نیزه دجال را قتل کند و خون او مردمان را بنماید و همه یهود از رسیدن باد نفس عیسی رضی الله عنه مثل گداختن قلعی گداخته شوند و بادوم عیسی رضی الله عنه تابو از ده کرده خواهد رفت هر کافر را که رسد آب خواهد شد. روایت ست که هر کافر که در پس سنگ و درخت پوشیده

دجال کفار اند و مراد از مهدی و عیسی علیه السلام مردیست که صفت مهدویت و عیسویت درو باشد یا روح هر دو دران حلول کرده باشد چنانچه قادیانی خود را مصداق این می ساخت و افعال و اقوال و عقائد قادیانی خود شاهد عدل اند براینکه صادق امام مهدی بودن برکنار باد امام مهدی علیه السلام و عیسی علیه السلام نیز بر او نگذاشته غرض که همه اهل اسلام از شرقاً غرباً بر همین ایمان آورده اند که ضرور مهدی علیه السلام و عیسی علیه السلام پیدا باشند قبل از قیامت و کسی که همه امت مرحومه محمدیه و دیگران سابقه را بر ضلال داند او خود ضال و مضل است. ع

همه شیران جهان بسته این سلسله اند
روبه از حیلہ چسان بگسلد این سلسله را
والله تعالى يهدى من يشاء الى صراط مستقيم
العبد المفتقر الى الفيض السبحاني غلام رباني
الحنفي مذهباً والجشتي مشرباً
فالنضجاني ثم الجهاجهي ثم الشمس آبادي مسقطاً ومسكناً
كان الله له ولو الدية ولمشايبه ولا ساذه ولا قربانه ولا حبانہ
ولجميع المؤمنين الى يوم الدين
بجاه حبيب الامن الامين وصحبه المكرمين
الميامين عند اهل السموات واهل الارضين آمين.



وَاعْظِ الْأِسْلَامَ مَوْلَانَا حَافِظَ
سَيِّدِ سِرْ طَهْوَ رِشَاهِ قَادِرِي حَنْفِي رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ

○ حَالَاتِ زِنْدُگِی

○ رَدِّ قَادِيَانِي

حالات زندگی :

مجمع جمال صوری و معنوی، صاحب کمال ظاہری و باطنی حضرت مولانا پیر ظہور شاہ ابن مولانا پیر سید محمد شاہ قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جلال پور جٹاں ضلع گجرات میں ۱۳۰۶ھ بمطابق ۱۸۸۸ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے اجداد کشمیر سے آ کر جلال پور میں مقیم ہو گئے تھے۔ جب سن شعور کو پہنچے تو قرآن پاک مولانا حافظ نور الدین رحمۃ اللہ علیہ سے جلال پور میں پڑھا اور کچھ درسی کتابیں بھی انہی سے پڑھیں۔ بعد ازاں کچھ عرصہ برادر مکرم مولانا سید اعظم شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جموں میں استفادہ کرتے رہے۔ پھر کچھ وقت پشاور میں رہے اور آخر میں بریلی شریف جا کر کسب فیض کیا اور فراغت حاصل کی۔ اپنے والد ماجد کے دست مبارک پر بیعت ہوئے اور خلافت سے مشرف ہوئے۔ ان کے علاوہ شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی استفادہ کیا۔

حضرت پیر صاحب اپنے دور کے مقبول ترین مقرر تھے۔ آپ جہاں وعظ فرماتے، ہزاروں کا اجتماع ذوق و شوق سے شریک مجلس ہوتا۔ آپ کا خصوصی وصف یہ تھا کہ عوام الناس کو عقائد، اعمال اور اخلاق کی اصلاح کی بھرپور تلقین کے ساتھ ساتھ کلمہ طیبہ کا ذکر کرایا کرتے تھے جس کا حاضرین کے دل پر نہایت خوشگوار اثر پڑتا تھا اور بہت سے لوگ راہ راست پر آ جاتے۔ قدرت ایزدی نے آپ کو زور بیان، وجد آدرخوش الحانی اور حسن سیرت و صورت کا حصہ وافر عطا فرمایا تھا۔

آپ مسلک اہل سنت و جماعت کو بڑے مدلل طریقے سے بیان فرمایا کرتے تھے اور عقائد باطلہ خاص طور پر اہل تشیع کا رد بڑی خوبی سے فرمایا کرتے تھے۔ انسان تو انسان،

حیوان بھی آپ کے حسن بیان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔

ایک دفعہ موضع کندہ وال (ضلع جہلم) میں بہت بڑے اجتماع سے خطاب فرما رہے تھے کہ ایک اونٹ سوار آ کر محفل میں شریک ہوا۔ جب اس اونٹ کو باندھنا چاہا تو اس نے شور مچا دیا۔ حضرت پیر صاحب نے فرمایا:

”اسے چھوڑ دو! یہ بھی کالی کھلی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر سننا چاہتا ہے۔“

چنانچہ وہ اونٹ خاموشی سے بیٹھ گیا اور جب تک تقریر جاری رہی خاموشی سے بیٹھا سنتا رہا۔“

حضرت پیر صاحب شریعت مطہرہ کی سختی سے پابندی فرمایا کرتے تھے۔ کوئی کام خلاف شریعت دیکھتے تو بروقت اس کی ممانعت کرتے۔ موضع بوچھال کلاں (ضلع جہلم) میں ایک عظیم اجتماع سے خطاب فرما رہے تھے کہ انگریز ڈپٹی کمشنر سر راہ گزرتے ہوئے انہوے کثیر دیکھ کر رک گیا اور جلسہ گاہ میں جا کر مجمع کی تصویر اتارنے لگا۔ آپ نے فوراً منع فرمادیا اور فرمایا: ”ہمارا دین اس کی اجازت نہیں دیتا۔“

آپ نے تقریباً چالیس برس تک وعظ و ارشاد کے ذریعے عوام الناس کے دلوں کو نور ایمان سے گرمائے رکھا اور دوردراز علاقوں میں جا کر دین کا پیغام لوگوں تک پہنچایا خاص طور پر جہلم، گجرات اور سرگودھا کے قصبوں اور دیہاتوں میں آپ کا دورہ اکثر ہوا کرتا تھا۔ تبلیغ دین کے سلسلے میں آپ نے بڑی بڑی صعوبتوں کو برداشت کیا اور کسی بھی موقع پر آپ کے عزم میں تزلزل پیدا نہیں ہوا۔

ایک مرتبہ ایک شیعہ نے آپ خلاف مقدمہ دائر کر دیا اور الزام لگایا کہ یہ اہل تشیع کو برا بھلا کہتے ہیں اور گالیاں دیتے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں آپ کو گرفتار کر لیا گیا۔ آپ کے

صاحبزادے سید نواز زمان شاہ قادری (جن کی عمر اس وقت چھ یا سات سال کی تھی) نے جب آپ کو جھکڑی پہننے ہوئے دیکھا تو رو دیئے اور پوچھا: آپ کو یہ زنجیر کس نے لگائی۔ آپ نے انہیں دلا سہ دیا اور فرمایا: بیٹا! یہ اسلام کی خاطر میرا زینور ہے۔ یہ کیس تین ماہ تک چلتا رہا۔ بالآخر ہندو جج کنول نین نے آپ کو باعزت طور پر بری کر دیا اور فصلے میں لکھا کہ میں ایسے شخص کے بارے میں تصور بھی نہیں کر سکتا کہ وہ کسی کو گالی دے یا خلاف شائستگی کوئی بات زبان پر لائے۔

حضرت پیر صاحب کامیاب مقرر ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین شاعر بھی تھے۔ آپ کے کلام میں بلا کا اثر تھا۔ آپ کے کلام کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ دیہاتی عورتیں بھی دودھ بلوتی اور آٹا جیتتی ہوئی آپ کے اشعار پڑھا کرتی تھیں اور کلمہ طیبہ کا ورد کیا کرتی تھیں۔ آپ نے وعظ و تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی نہایت خوش اسلوبی سے جاری رکھا اور نہایت مفید اور مقبول عام تصانیف کا ذخیرہ یادگار چھوڑا جن میں اصلاح اعمال کے علاوہ عقائد باطلہ خاص طور پر مرزائیت اور تشیع کی مدلل تردید کی ہے۔ آپ کی تصانیف کے نام درج ذیل ہیں:

- ☆..... نور ہدایت
- ☆..... شمشیر پیر برگردن شریعہ
- ☆..... وظائف حضوری
- ☆..... چرخہ ظہوری
- ☆..... خطبات ظہوری
- ☆..... سیف مرید بر فرقہ یزید

☆..... مصمصام حنفیہ

☆..... سیف الخادین علی رؤوس الفاسقین

☆..... مرغوب الواعظین المعروف بہ محبوب العاشقین

☆..... ظہور کرامت وغیرہ۔

رد قادیانیت:

آپ نے فتنہ قادیانیت کے رد پر دو کتابیں لکھی ہیں:

۱۔ قہر یزدانی بر سر دجال قادیانی

یہ کتاب قادیانی عقائد، قادیانیوں کو مسلمان ماننے اور ان سے تعلقات قائم کرنے مثلاً نکاح وغیرہ سے متعلق تین اہم فتاویٰ اور ان پر کثیر علمائے کرام کی تصدیقات اور تاثرات پر مشتمل ہے۔

۲۔ ظہور صداقت در رد و مرذائیت (یہ کتاب اب تک دستیاب نہیں ہو سکی۔ اگر کسی صاحب کے پاس ہو تو ادارے کو ارسال فرما کر شکریہ کا موقع دیں)

آپ کے ہاں چار صاحبزادیاں اور چار صاحبزادے سید قمر الزمان شاہ، سید فخر الزمان شاہ (فاضل حزب الاحناف لاہور، سجادہ نشین دربار شریف ظہوری، منارہ ضلع جہلم) سید محبوب الزمان شاہ اور سید عادل مسعود شاہ تولد ہوئے۔

حضرت پیر سید ظہور احمد شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ۲۲ جمادی الاولیٰ، ۸ فروری ۱۳۷۲ھ بمطابق ۱۹۵۳ء اتوار اور پیر کی درمیانی رات کو وصال فرمایا۔ مزار انور منارہ ضلع جہلم میں ہے۔ آپ کے خلف الرشید مولانا سید فخر الزمان شاہ قادری مدظلہ ہر سال آپ کا عرس باقاعدگی سے کرتے ہیں۔



قہر یزدانی بر حبان دجال قادیانی

(سن تصنیف: ۱۹۱۲ء)

تصنیف لطیف

واعظ الاسلام مولانا حافظ

سید پر ظہور شاہ قادری حنفی رحمۃ اللہ علیہ

بسم الله الرحمن الرحيم

ان الله لا يهدي من هو كاذب كفار

قہرزدانی

برجانب

وجال قادیان

۱..... فتاویٰ عظیمہ من علماء الحنفیہ

۲..... عدم جواز نکاح مرزائی بامسلمہ سنیہ

۳..... عدم جواز صلوة جنازہ قادیانہ

واعظ الاسلام حافظ سید پیر ظہور شاہ قادری

جلال پور جٹاں، ضلع گجرات، پنجاب

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده ونصلی علی رسولہ الکریم

عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذْ وَضَعَ السَّيْفُ فِي أُمِّي لَمْ يُرْفَعْ عَنْهُمَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَلْحَقَ قَبَائِلُ مِنْ أُمِّي بِالْمُشْرِكِينَ وَحَتَّى تَعْمَلَ قَبَائِلُ مِنْ أُمِّي الْأَوْتَانِ وَأَنَّهُ سَيَكُونُ فِي أُمِّي كَذَابُونَ ثَلَاثُونَ كُلُّهُمْ يُزْعِمُ أَنَّهُ نَبِيُّ اللَّهِ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَلَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمِّي عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ (رواه ابو داود و الترمذی)

ترجمہ: روایت ہے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے کہ کبار رسول اللہ ﷺ نے کہ جس وقت رکھی جاتی تلواریں امت میں نہیں اٹھائی جائے گی تلواریں اس سے قیامت تک۔ اور نہیں قائم ہوگی قیامت یہاں تک کہ ملیں گے کتنے ایک قبیلہ میری امت سے ساتھ مشرکوں کے۔ اور نہیں قائم ہوگی قیامت یہاں تک کہ پوچھیں گے کتنے ایک قبیلہ میری امت سے بتوں کو۔ اور تحقیق شان یہ ہے کہ ہوں گے میری امت میں سے جھوٹے وہ تیس (۳۰) ہوں گے۔ سب گمان کریں گے وہ نبی خدا کے ہیں۔ حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، نہیں کوئی نبی پیچھے میرے۔ اور ہمیشہ ایک جماعت امت میری سے ثابت رہے گی حق پر اور غالب۔ نہیں ضرر پہنچا سکے گا ان کو وہ شخص کہ مخالفت کرے ان کی یہاں تک کہ آئے حکم خدا کا۔

(روایت کیا اس کو ابو داود و الترمذی نے)

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي ارسل رسوله بالهدى والصلوة على سيدنا محمد المصطفى وعلى آله المجتبي واصحابه المقتدى.

اما بعد ! احقر العباد خادم العلماء فقير حافظ سيد مير ظہور شاہ قادری واعظ الاسلام جلال پور جٹاں ضلع گجرات پنجاب، برادران اسلام کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ لاہوری مرزائی جماعت کی طرف سے ایک ”دورۃ اشتہار“ شائع ہوا ہے جس میں بائیس (۲۲) اشخاص نے (جن کے نام آگے درج کیے جائیں گے) حلف اٹھا کر بیان کیا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعویٰ نبی و رسول ہونے کا ہرگز نہ تھا۔ مسلمان ہماری قسمیہ شہادت پر اعتبار کریں اور مرزا صاحب کو مدعی رسالت نہ سمجھیں اور نہ ان کو بسبب دعویٰ نبوت و رسالت کافر و خارج از اسلام سمجھیں۔ جن اشخاص نے ان کو سمجھا ہے غلو کیا ہے اور علمائے اسلام نے الزام لگا کر ان کی تکفیر کی ہے، غلط ہے۔ حقیقت میں وہ نبوت و رسالت کے مدعی نہ تھے بلکہ محدثیت اور مجددیت کا دعویٰ کیا ہے۔

لہذا مسلمانوں کی اطلاع کے لئے مرزا صاحب کی طرف سے دعویٰ نبوت و رسالت و توہیات انبیاء و عقائد الہامات و تحریرات پیش کی جاتی ہیں جس سے صاف ثابت ہے کہ مرزا صاحب رسالت و نبوت کے مدعی تھے۔ خاتم الانبیاء ﷺ کو خاتم نبوت نہ جانتے تھے اس لئے مسلمان نہ تھے۔ بلکہ جو ہم عقائد مرزا غلام احمد کے ہے کلہم کافر و خارج از دائرہ اسلام ہیں۔ اگر فقیر کے کہنے پر رنج پیدا ہو جائے تو علماء صاحبان سے بطور استثناء تصفیہ کر کے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے مریدوں کی بابت

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کہتا ہے کہ میں مسیح موعود ہوں اور عیسیٰ ابن مریم سے بڑھ کر ہوں۔ جو کوئی مجھ پر ایمان نہ لائے گا وہ کافر ہے۔ خدا میری نسبت کہتا ہے تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں تو میرے واسطے ایسا ہے جیسا کہ میری اولاد جس سے تو راضی اس سے میں راضی اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔ خدا عرش پر تیری حمد کرتا ہے خدا نے مجھے قادیان میں اپنا سچا رسول کر کے بھیجا ہے اور خدا نے مجھ کو کرشن بھی کہا ہے معجزہ کوئی شے نہیں محض مسریم اور شعبدہ بازی ہے۔ آیا اس قسم کے عقائد والے کو کافر کہا جائے یا نہ۔ اس کی امامت و بیعت اور دوستی و سلام علیک اس سے اور اس کے مریدوں سے جائز ہے یا نہیں۔ بینوا بالتفصیل جزاکم الله رب الجلیل۔

الجواب: بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله والصلوة والسلام على رسولہ الكريم

اما بعد پس مخفی نہ رہے کہ عقائد مذکورہ کے ماسوا لحد قادیانی کے اور بہت سے عقائد کفریہ ہیں جن میں بعض کا بطور مشتم نمونہ از خردارے کلمہ فضل رحمانی سے ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ ہیں: عیسیٰ ﷺ یوسف نجار کے بیٹے تھے۔

(ازالہ اہام صفحہ ۳۰۳)

حضرت یسوع مسیح کی نسبت لکھا ہے شریر مکار چور شیطان کے پیچھے چلنے والا جھوٹا وغیرہ وغیرہ۔ (دیکھو مہم انجام آتم صفحہ ۷۷)

اور اس جگہ یہ بھی لکھا ہے کہ آپ کی تین دایاں نانیاں زنا کار تھیں۔ انبیاء علیہم

السلام جھوٹے ہوتے ہیں۔ (ازالہ صفحہ ۶۸۸ تا ۶۸۹)

حضرت جبرائیل علیہ السلام کسی نبی کے پاس زمین پر نہیں آئے۔ (توضیح المرام صفحہ ۶۵۲ تا ۶۵۳)

قرآن شریف میں جو معجزات ہیں وہ سب مستمریزم ہیں۔ (ازالہ ابام صفحہ ۴۷۵ تا ۴۷۶)

دجال پادری ہے اور کوئی دجال نہیں آئے گا۔ (ازالہ ابام صفحہ ۳۹۵ تا ۳۹۶)

دجال کا گدھا ریل ہے اور کوئی گدھا نہیں۔ (ازالہ ابام صفحہ ۶۸۵)

یا جوج ماجوج انگریز ہیں اور اسکے سوا کوئی اور نہیں۔ (ازالہ صفحہ ۵۰۸ تا ۵۰۹)

دخان کچھ نہیں غلط خیال ہے۔ (ازالہ صفحہ ۵۱۳)

آفتاب مغرب سے کوئی نہیں نکلے گا۔ دلیہ الارض علماء ہوں گے اور کچھ نہیں۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو ابن مریم اور دجال اور اسکے گدھے کو اور یا جوج ماجوج اور دلیہ الارض کی حقیقت معلوم نہ تھی۔

مرزا کی طرف سے دعویٰ نبوت

۱۔۔۔۔۔ قل ان کنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله یعنی کہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو میری تابعداری کرو۔ (براین احمد صفحہ ۳۴۹)

۲۔۔۔۔۔ مرسل یزدانی دما مور رحمانی حضرت جناب مرزا غلام احمد صاحب قادریانی۔

(مرورق ازالہ ابام)

۳۔۔۔۔۔ خدا نے مجھے آدم صلی اللہ علیہ وسلم اور مثل نوح کہا، مثل یوسف کہا، مثل داؤد کہا پھر مثل

موسیٰ کہا پھر مثل ابراہیم پھر بار بار احمد کے خطاب سے مجھے پکارا۔ (ازالہ صفحہ ۲۵۳)

۴۔۔۔۔۔ پس واضح ہو کہ وہ مسیح موعود جن کا انجیل اور احادیث صحیحہ کی رو سے ضروری طور پر قرار

پا چکا ہے وہ تو اپنے وقت پر اپنی نشانیوں کے ساتھ آ گیا اور آج وہ وعدہ پورا ہو گیا جو خداوند

تعالیٰ کی مقدس پیشگوئیوں میں پہلے سے کیا گیا تھا۔ (ازالہ صفحہ ۴۱۳ تا ۴۱۴)

۵۔۔۔۔۔ چونکہ مسیح میں مماثلت ہے اسلئے اس عاجز کا نام بھی آدم کہا اور مسیح بھی۔

(ازالہ صفحہ ۲۵۶)

۶۔۔۔۔۔ خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی۔

(ازالہ صفحہ ۵۳۳)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کی مولفہ براہین احمدیہ خدا کا کلام ہے۔

۷۔۔۔۔۔ احمد اور عیسیٰ اپنے جہالی معنوں کی رو سے ایک ہی ہیں اسی ایک طرف یہ اشارہ ہے۔

(ازالہ صفحہ ۶۷۳)

۸۔۔۔۔۔ اور یہ آیت کہ هو المدی ارسل رسولہ بالہدی و دین الحق لیظہرہ علی

المدین کلمہ درحقیقت اسی مسیح بن مریم کے زمانے سے متعلق ہے۔ (ازالہ صفحہ ۶۷۵)

۹۔۔۔۔۔ وہ آدم اور ابن مریم یہی عاجز ہے کیونکہ اول تو ایسا دعویٰ اس عاجز سے پہلے کبھی کسی

نے نہیں کیا اور اس عاجز کا یہ دعویٰ دس برس سے شائع ہو رہا ہے۔ (ازالہ صفحہ ۶۹۵ مطبوعہ ۱۳۰۸ھ)

۱۰۔۔۔۔۔ حضرت اقدس امام انام مہدی مسیح موعود مرزا غلام احمد علیہ السلام۔

(رسالہ آریہ دہرم مولفہ مرزا صفحہ ۶۵)

۱۱۔۔۔۔۔ ان کو کہو کہ تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو میرے پیچھے ہو تو خدا بھی تم سے محبت کرے۔

(انجام آتم صفحہ ۵۶۵ تا ۵۶۶)

۱۲۔۔۔۔۔ اے احمد تمہارا نام پورا ہو جائیگا قبل اسکے جو میرا نام پورا ہو۔ (انجام آتم صفحہ ۵۶)

۱۳۔۔۔۔۔ تو ہمارے پانی میں سے ہے۔ (انجام آتم صفحہ ۵۳)

۱۴۔۔۔۔۔ پاک ہے وہ جس نے اپنے بندے کو رات میں سیر کرائی۔ (انجام آتم صفحہ ۵۳)

۱۵..... نبیوں کا چاند مرزا صاحب آئیگا۔ (انجام ص ۵۸)

۱۶..... ما ارسلک الا رحمة للعالمین تکو تمام جہاں کی راحت کے واسطے بھیجا۔

(انجام ص ۷۸)

۱۷..... انی مرسلک الی القوم المفسدین علی الصراط المستقیم۔

یعنی تجھ کو تو مفسدین کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ (انجام ص ۷۸)

۱۸..... یش والقوآن المحکم انک لمن المرسلین علی صراط مستقیم۔

یعنی اے سر دار تو خدا کا مرسل ہے راہ راست پر۔ (ہجرت النبی ص ۱۰۷)

۱۹..... قل انما انا بشر مثلكم یوحی الی انما الہکم اللہ واحد۔

یعنی اے نبی ان سے کہہ دے کہ میں تمہاری طرح انسان ہوں میری طرف وحی ہوتی ہے کہ

تمہارا خدا ایک خدا ہے۔ (دیکھو صفحہ ۸۱)

۲۰..... قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً یعنی اے مرزا تو تمام لوگوں کو

کہہ دے کہ میں اللہ کا رسول ہو کر تمہاری طرف آیا ہوں۔ (انجام الاخبار ص ۳)

نبی فرمان الہی ہیں جنہوں نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو کامل رسول بنایا جب وہی الفاظ

مرزا صاحب کو خدا نے فرمائے تو وہ کیوں کامل نبی و رسول نہیں۔ یا یوں کہو کہ مرزا صاحب

نے خدا پر افتراء کیا ہے۔

کہاں ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ غلام احمد صاحب نے دعویٰ نبوت و رسالت

نہیں کیا۔ کیا انہوں نے یہ کتابیں پر خرافات اپنی آنکھ سے نہیں دیکھیں؟ یا جان بوجھ کر چشم

پوشی کر کے مخلوق خدا کو چاہ ضلالت میں ڈبونا چاہتے ہیں اور فریب دہی کے واسطے چند ایک

شعر مرزا صاحب کے، جو انہوں نے قبل از دعوے لکھے تھے، لکھ کر مسلمانوں کو مغالطہ دیتے

ہیں۔ خصوصاً لاہوری مرزائی جماعت نے بھی یہی شعر پیش کر کے حلف اٹھائی ہے کہ مرزا

غلام احمد کا دعویٰ نبی و رسول ہونے کا ہرگز نہ تھا: بیٹ

ما سلما یم از فضل خدا مصطفیٰ مارا امام و پیشوا

آں رسولے کش محمد ہست نام دامن یاکش بدست ما مدام

ہست او خیر الرسل خیر الانام ہر نبوت را برو شد اختتام

مشترکین کے نام یہ ہیں :

۱..... محمد علی (ایم اے پریذیٹ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

۲..... ابو یوسف مبارک علی (سیا گوت)

۳..... جمال الدین (بی اے انجینئر سکولز جوں)

۴..... سید عبدالجبار شاہ (سابق بادشاہ سوات)

۵..... شیخ نیاز احمد (میو نیل کمشنر وزیر آباد)

۶..... شیخ نور احمد (بی اے پلیڈر ایبٹ آباد)

۷..... محمد یحییٰ دیب گراں (ضلع ہزارہ)

۸..... محمد یحییٰ داند (ضلع ہزارہ)

۹..... یعقوب بیگ (ایل ایم فزیشن اینڈ سرجن لاہور)

۱۰..... سید محمد احسن امروہی

۱۱..... کمال الدین (بی اے ایل ایل بی مسلم شری)

۱۲..... خان صاحب غلام (رسول ذہنی ہر شذیت پولیس فیروز پور)

۱۳..... محمد جان مرچنٹ (وزیر آباد)

- ۱۴..... شیر محمد (بی اے پریس اسٹنٹ ریونیوہر ہوں)
- ۱۵..... شیخ مولانا بخش (پروپرائیٹرز ملٹر لک پور)
- ۱۶..... محمد عجب خان (تحصیل دارو شہرہ)
- ۱۷..... بشارت احمد (ایل ایم ایس کراچی)
- ۱۸..... عبدالرحمن (ای اے سی گھر نوالہ)
- ۱۹..... صاحب زادہ سیف الرحمن (پشاور)
- ۲۰..... عزیز بخش (پرنٹنگ ضلع ڈیرہ غازی خان)

چونکہ یہ ایک عظیم الشان مغالطہ ہے جو قسم کھا کر ان اصحاب نے لکھا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بانی سلسلہ احمدیہ سچے مسلمان تھے اور ان تمام عقائد پر قائم تھے جو اہل سنت والجماعت کے عقائد ہیں۔

۱..... آپ آنحضرت ﷺ کو آخری نبی یقین کرتے تھے اور آپ کے بعد دعویٰ نبوت کرنے والے کو کاذب و کافر یقین کرتے تھے۔

۲..... آپ نے نبوت و رسالت کا ہرگز دعویٰ نہیں کیا۔ محدثیت اور مجددیت کا دعویٰ کیا ہے۔ ناظرین آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ کس قدر دروغ بے فروغ ہے جو ان اصحاب نے قسم اٹھا کر لوگوں کو دیا ہے۔ نبوت و رسالت کے متعلق ان کی کتابوں سے بہت کچھ ثبوت دیا گیا۔ اب معلوم کرنا چاہیے کہ مرزا صاحب نبی و رسول تو ایک طرف، مسلمان بھی ہیں کہ نہیں۔

جواب: مرزا صاحب ہرگز مسلمان نہ تھے۔ وہ خود لکھتے ہیں۔ ”پس جیسا کہ آریہ قوم کے لوگ کرشن کے ظہور کا ان دنوں انتظار کرتے ہیں وہ کرشن میں ہی ہوں اور یہ دعویٰ صرف میری طرف سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ نے بار بار میرے پر ظاہر کیا ہے کہ جو کرشن آخری زمانہ

میں ظاہر ہونے والا تھا وہ تو نبی ہے آریوں کا بادشاہ..... الخ۔ (ترجمہ الہی صفحہ ۸۵)

اور سیا لکھٹ والے لیکچر میں کہتے ہیں۔ ”کہ حقیقت روحانی کی رو سے میں کرشن ہوں جو ہندو مذہب کے بڑے اوتاروں میں سے ایک اوتار تھا۔“ الخ

جب مرزا صاحب کا اپنا اقرار ہے کہ میں آریہ ہوں بلکہ آریوں کا بادشاہ ہوں تو پھر مسلمان ہرگز نہ رہے کیونکہ آریہ لوگ تناخ کے قائل اور قیامت کے منکر ہیں اور کرشن جی مہاراج کا بھی یہی مذہب تھا۔ چنانچہ وہ گیتا میں لکھتا ہے

بھید تناخ کند داد رش بانواع قالب دروں آورش
بہ تنبائے معبود در میروند بھسم سگ و خوک ور میروند

جس کا مطلب یہ کہ اعمال مرزا و جزاء اسی دنیا میں بذریعہ اوگون (تناخ) ملتی ہے، یوم الآخرت کوئی نہیں۔ (دیکھو گیتا مترجم فیضی صفحہ ۱۳۶)

پھر کرشن جی ارجن سے کہتے ہیں۔ ”ہم سب گزشتہ جنموں میں بھی پیدا ہوئے تھے اور اگلے جنموں میں بھی پیدا ہوں گے جس طرح انسانی زندگی میں لڑکپن جوانی بڑھاپا ہوا کرتا ہے اسی طرح انسان بھی مختلف قالب قبول کرتا ہے اور پھر اس قالب کو چھوڑ دیتا ہے۔“ (دیکھو گیتا شلوک ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵ ترجمہ روار کپر شاد افق) پھر کرشن جی کہتا ہے۔ ”جس طرح انسان پوشاک بدلتا ہے اسی طرح آتما بھی ایک قالب سے دوسرے قالب کو قبول کرتی ہے۔“

(شلوک ۱۱۲، ۱۱۳)

ناظرین یا تو مرزا صاحب کا کرشن ہونا غلط ہے یا مسلمان ہونا غلط ہے کیونکہ کوئی شخص مسلمان اور آریہ دونوں مذاہب کا متبع نہیں ہو سکتا۔ کیا کسی مجدد اور مسلمان اہل سنت والجماعت کے ایسے عقائد ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ اس طرح کفر و اسلام میں کچھ فرق نہ رہا۔ اگر مرزا صاحب

رسول خدا ﷺ کو سچے خاتم النبیین جانتے تو مذکورہ بالا الہامات سے دست بردار ہوتے۔

سوال: مرزا صاحب پر الزام لگائے جاتے ہیں کہ انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ میں خدا ہوں مجھے کن فیکون کا اختیار دیا گیا ہے۔ میں خدا کا رسول ہوں صاحب شریعت بھی ہوں وغیرہ وغیرہ۔ یہ محض آپ پر افتراء ہے۔ الخ

جواب: یہ ہے کہ مرزا صاحب کے الہامات سے ان کا دعویٰ نبوت و رسالت ثابت ہے اگر ان کی تحریریں نہ دکھائیں تو ہم جھوٹے اور اگر آپ نے قسمیں کھا کر مسلمانوں کو دھوکا دینا چاہا ہے تو آپ سے خدا سمجھے۔ آپ کہتے ہیں کہ وہ رسول نہ تھے حالانکہ وہ افضل الرسل ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ فرمائیے ان کا شعر ہے کہ نہیں بیٹ

آنچه دادست ہر نبی را جام داد آں جام را مرا بہ تمام
یعنی جو نعمت نبوت و رسالت کا جام ہر ایک نبی کو دیا گیا ہے وہ تمام جام مجھ اکیلے کو دیا گیا ہے۔

حضرت آدم سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تک جس قدر نبی ہوئے ان سب کی نعمت کا جام جب مرزا صاحب کو دیا گیا تو وہ سب سے افضل ہوئے یا نہیں؟ مرزا جی کا مندرجہ ذیل شعر ملاحظہ ہو جس میں وہ آنحضرت ﷺ پر خصوصیت سے اپنی فضیلت کا فخر کرتے ہیں بیٹ

خسف القمر المنیر وان لی خسفا القمر ان المشرق ان اتسکو
یعنی محمد ﷺ کے واسطے تو صرف چاند کو گہن لگا تھا اور میرے واسطے چاند اور سورج کو گہن ہوا اب تو کیا انکار کرے گا۔

مرزا صاحب کا یہ شعر پڑھو اور نور عقل سے دیکھو کہ کس قدر دروغ گو ہے اور دھوکا

دہندہ وہ شخص ہے جو مسلمانوں کو فریب میں لانے کے لئے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہتا ہے کہ

ما مسلمائیم از لطف خدا مصطفیٰ مارا امام و پیشوا

کیا امام اور پیشوا کی یہی عزت ہوا کرتی ہے جو مرزا جی نے کی کہ محمد کے واسطے

ایک نشان ظاہر ہوا تو میرے واسطے دو نشان ظاہر ہوئے۔ مگر مسلمانو! کچھ افسوس نہیں کیونکہ

مرزا صاحب نے اپنی کتاب البریہ صفحہ ۷۹ پر لکھا ہے۔ کہ ”میں نے ایک کشف میں دیکھا

کہ خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی اللہ تعالیٰ میرے وجود میں داخل ہو گیا اور میرا غضب اور حلم

اور تلخی و شیرینی اور حرکت و سکون سب اسی کا ہو گیا اور اسی حالت میں میں یوں کہہ رہا تھا کہ ہم

ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں۔ سو میں نے پہلے تو آسمان اور زمین کو

اجمالی صورت میں پیدا کیا جس میں کوئی ترتیب و تفریق نہ تھی پھر میں نے منشاء حق کے

موافق اس کی ترتیب و تفریق کی اور میں دیکھتا تھا کہ میں اس کے خلق پر قادر ہوں پھر میں نے

آسمان دنیا کو پیدا کیا اور کہا انا زینا السماء الدنيا بمصابیح پھر میں نے کہا اب ہم انسان کو

مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں گے۔“

مرزا جی صاحبان فرمائیے کہ جب مرزا صاحب خالق زمین و آسمان اور خالق

انسان ہیں تو بے شک محمد رسول اللہ ﷺ سے بڑھ گئے کیونکہ محمد رسول اللہ ﷺ نے باوجود

افضل الرسل اور خاتم النبیین ہونے کے کہیں اپنا کشف نہیں لکھا اور نہ خالق زمین و آسمان

بنے وہ تو وحید ہی بتلاتے رہے۔ اشہد ان محمد عبده و رسوله فرماتے رہے۔

مرزا جی صاحبان آپ نے ناحق جھوٹی قسم کھائی ہے کہ مرزا صاحب پر کن فیکون کے

اختیارات کا جھوٹا الزام ہے۔ دیکھو الہام مرزا صاحب ”انما امرک اذا اردت شینا ان

تقول له کن فیکون۔ اے مرزا اب تیرا مرتبہ یہ ہے کہ جس چیز کا تو ارادہ کرے تو صرف

کہہ دے کہ ہوا وہ چیز ہو جائے گی۔“ (اشہار، ۲۳ فروری ۱۹۰۵ء)

مرزا کی صاحبان فرمائیے کہ یہ مرزاجی کا الہام ہے یا نہیں؟ اگر الہام ہے تو آپ کا کہنا غلط ہے ورنہ مرزا صاحب کے احکام پر عمل بے سود ہے۔ (دیکھو ترجمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۳۳)

اسی طرح مرزا صاحب کی کتاب اربعین نمبر ۹ صفحہ ۹ میں بابو الہی بخش کی نسبت یہ الہام ہے۔ کہ ”یویدون ان یرد طمشک یعنی بابو الہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے یا کسی پلیدی اور ناپاکی پر اطلاع پائے مگر خدا تعالیٰ اپنے انعامات دکھلائے گا۔ جو متواتر ہوں گے اور تجھ میں حیض نہیں بلکہ وہ بچہ ہو گیا ہے ایسا بچہ جو بمنزلہ اطفال اللہ ہے۔“ الخ

مسلمانو! الہام کی یہ تفسیر مرزاجی کی اپنی ہی لکھی ہوئی ہے اس سے یہ امور ثابت ہوتے ہیں :

۱..... خدا تعالیٰ جل شانہ بچے جنتا ہے۔

۲..... مرزاجی کے حیض سے اطفال اللہ پیدا ہوتے ہیں۔

۳..... مرزاجی خدا کی بیوی ہے جس کے حیض سے طفل اللہ پیدا ہوتے ہیں۔

اب ہر ایک مسلمان خود فیصلہ کر سکتا ہے کہ جس مذہب میں ایسے ایسے لغو مسائل ہوں وہ مذہب ذریعہ نجات ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ لہذا لاہوری مرزاجی جماعت کے اراکین نے جو لکھا ہے کہ مرزا صاحب پر یہ جھوٹے الزام ہیں۔ اہل اسلام کو بتائے کہ یہ کتابیں مرزاجی کی تصنیف ہیں یا نہیں؟ اگر مرزاجی کی کتابوں میں یہ ذخیرہ خرافات ہے تو پھر مسلمان سچے۔ اور اگر مرزاجی کی کتابوں میں ایسا نہ ہو تو آسان طریقہ یہ ہے کہ وہ ہم پر ناش (مقدمہ) کر کے بذریعہ عدالت جھوٹ سچ ثابت کر لیں۔ اگر مرزاجی کو اپنے دعوے میں آپ سچا یقین کرتے ہیں اور آپ کا ایمان ہے کہ مرزاجی خدا کے فرمان کے مطابق الہام

پاتے تھے اور مرسل من اللہ تھے تو گویا اللہ تعالیٰ کے حکم سے انہوں نے وہ وہ باطل مسائل اسلام میں داخل کیے جن کی قرآن شریف اور حدیث نبوی تردید کرتی ہے مثلاً ابن اللہ کا مسئلہ عیسائیوں کا مسیح کا صلیب پر چڑھایا جانا جو کفارہ عیسائیوں کی بنیاد ہے، الوہیت مسیح کا مسئلہ، آریوں اور ہندوؤں کے اوتار کا مسئلہ، حلول ذات باری تعالیٰ کا مسئلہ جیسا کہ کشف میں لکھا۔ کہ خدا تعالیٰ میرے وجود میں داخل ہو گیا، تجسم خدا کا مسئلہ۔ الفرض ہجو قسم کے باطل مسائل داخل اسلام کر کے خود کرشن جی کا روپ دھار اور آریوں کے بادشاہ بنے باوجود اسلام میں ایسی خرابیاں ڈالنے کے مجدد دین محمدی کا دعویٰ بیہوش

بریں عقل و دانش بباہر گریست

ہاں اگر لاہوری جماعت کو معلوم ہو گیا ہے کہ مرزاجی نبوت و رسالت کے دعویٰ میں سچے نہ تھے اور آیات قرآنی کو اپنے پر دوبارہ نازل شدہ سمجھنے میں حق پر نہ تھے تو اعلان کیجئے کہ ہم مرزاجی کے خلاف قرآن و حدیث کثوف الہامات کو منجانب اللہ نہیں سمجھتے اور مسلمانوں کی طرح محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد مدعی نبوت کو کافر سمجھتے ہیں جیسا کہ ابن حجر مکی کا فتویٰ ہے ”من اعتقد و حیا من بعد محمد کان کافرا باجماع المسلمین“ یعنی محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد جو شخص دعویٰ کرے کہ مجھ کو وحی ہوتی ہے دو تمام مسلمانوں کے نزدیک کافر ہے۔

اور مرزا صاحب لکھتے ہیں ”کہ سچا خدا ہے، جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔“

(دائع اہلہ صفحہ ۱۱)

اور ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں۔ ”دعوی النبوة بعد نبینا ﷺ

کفر بالجماع“ یعنی ہمارے نبی (محمد ﷺ) کے بعد نبوت کا دعویٰ بالاجماع کفر

ہے۔ نظیریں موجود ہیں مسلمانہ کذاب اور اسود غشی وغیرہ کے حالات دیکھ لو اور یہ کفر کا فتویٰ حضرت محمد ﷺ کے حکم سے باتفاق صحابہ کرام صادر ہوا تھا اور تیرہ سو برس تک اسی پر عمل چلا آیا ہے کہ جب کسی امتی محمد رسول اللہ ﷺ نے نبوت کا دعویٰ کیا (چاہے اپنی نبوت کا نام ظلی، بروزی، اشتراکی، مختاری، متبع نبی، استعاری وغیرہ وغیرہ ہی رکھا ہو) کافر اور خارج از اسلام سمجھا گیا گو نمازیں پڑھتا ہو، روزے رکھتا ہو اور خود کو مسلمان کہہ کر بھی کہتا ہو۔ مرزا جی اور مرزائی لاہوری جماعت کی یہ دلیل بالکل غلط ہے کہ علماء اسلام نے جو مرزا جی پر کفر کے فتوے لگائے لہذا وہ خود کافر ہو گئے۔ اب جی جناب جب نظیر موجود ہے کہ مدعی نبوت اور اس کے تابعداروں کو آنحضرت ﷺ اور صحابہ کبار نے کافر کہا تو پھر مسلمان مرزا جی اور ان کے قبیحین کو کافر کہنے میں بالکل حق بجانب ہیں۔ اگر مسلمانہ کذاب بھی مرزا جی والی دلیل پیش کرتا کہ میں کلمہ گو ہوں لہذا جو مجھ کو کافر کہتا ہے وہ خود کافر ہے تو کیا یہ دلیل درست ہوتی؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر مرزا اور مرزائیوں کا یہ کہنا کہ ان جیسے کلمہ گو کو کافر کہنے والا خود کافر ہوتا ہے، غلط ہے۔ کیونکہ کلمہ گو تب تک ہی کلمہ گو ہے جب تک خود مدعی نبوت نہ ہو جب خود مدعی نبوت ہوا تو بمعہ قبیحین خارج از اسلام ہوا۔ آپ مندرجہ ذیل سوالات کا جواب دیں۔

۱..... مرزا جی آپ کے اعتقاد میں سچے صاحب وحی تھے؟ یعنی ان کی وحی توریت و انجیل و فرقان کی مانند تھی جن کا منکر جہنمی ہوا۔

۲..... جو جو الہام مرزا صاحب کو ہوئے آپ انہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے یقین کرتے ہیں؟

۳..... مرزا صاحب کے الہاموں کو وساوسِ شیطانی سے پاک یقین کرتے ہو؟

۴..... مرزا صاحب کے کشوف من جانب اللہ اور سچے تھے؟

۵..... شیطانی الہامات اور شیطانی کشوف کی کیا علامات ہیں؟

۶..... مرزا صاحب نے جو حقیقتہ الوحی صفحہ ۳۱۱ پر لکھا ہے۔ کہ ”میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان الہامات پر اسی طرح ایمان لاتا ہوں جیسا قرآن شریف پر۔“ اے کیا آپ کا بھی یہی ایمان ہے؟

۷..... اگر مرزا صاحب کے عقائد علماء اہل سنت والجماعت والے تھے اور آپ کے بھی ہیں تو پھر مسلمانوں کے ساتھ مل کر نمازیں کیوں نہیں پڑھتے؟
جواب کتاب وسنت کی روشنی میں دیا جائے کیونکہ آپ نے دعویٰ کیا ہے کہ مرزا صاحب اہل سنت والجماعت تھے۔

توجہ طلب نہایت ضروری برادران اسلام کو اطلاع ہو کہ وہ اس ٹھوکرے سے بچیں اور لاہور کی مرزائی جماعت کی گندم نمائی و جو فروشی سے پرہیز کریں، اشاعت اسلام کا صرف بہانہ ہے۔ جب ان کو مرزا جی کا حکم ہے کہ ”جس ملک میں جاؤ پہلے میری تبلیغ کرو اگر وہ لوگ میری تصدیق کریں تو ان کے ساتھ نمازیں پڑھو ورنہ اپنی نماز الگ پڑھو۔“

(دیکھو دائی احمدیہ صفحہ ۸۲)

سوال ہوا کہ اگر کسی جگہ کا امام حضور (مرزا جی) کے حالات سے واقف نہیں تو

اس کے پیچھے نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں؟

مرزا صاحب نے جواب میں فرمایا پہلے تمہارا فرض ہے کہ اسے واقف کرو پھر اگر تصدیق کرے، تو بہتر و اگر نہ اس کے پیچھے نماز ضائع نہ کرو اور اگر خاموش رہے نہ تصدیق کرے نہ تکذیب تو بھی منافق ہے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔

جب مرزائیوں کو اپنے مرشد کا حکم ہے اور فرض ہے کہ وہ مرزائی عقائد کی تبلیغ کریں تو پھر مسلمانوں کی کس قدر حماقت ہوگی کہ وہ خود چندہ دے کر مرزائیت کی تبلیغ

کرائیں اور اسلام کی جڑ کھوکھلی کریں کیونکہ اگر عیسائی مرزائی ہوگا تو اس کو مرزا صاحب کے الہام انت منی بمنزلہ ولدی پر ایمان لانا فرض ہوگا تو اس صورت میں وہ بجائے ایک ابن اللہ (مسح) دو ابن اللہ (مسح و مرزا) کا قتل ہوگا یعنی ایک ابن اللہ حضرت عیسیٰ اور دوسرا مرزا صاحب۔ پس کوئی مسلمان مرزائی کو تبلیغ اسلام کے لئے ہرگز چندہ نہ دے جب تک اس بات کا فیصلہ نہ ہو لے کہ کس اسلام کی تبلیغ مرزائی کریں گے؟ کیا لاہوری مرزائی جماعت تحریری اقرار دیتی ہے کہ وہ مرزائیت کی تبلیغ نہ کرے گی۔ جب تک وہ تحریری اقرار اور ہمارے اس ٹریکٹ کا تشفی بخش جواب نہ دیں ہرگز مسلمان ان کو چندہ نہ دیں ورنہ غضب الہی کے مورد ہوں گے۔ والسلام

- ۱..... اعتر علی روحی پروفیسر اسلامیہ کالج و پریزیڈنٹ انجمن تائید اسلام لاہور۔
- ۲..... سید احمد علی شاہ پروفیسر اسلامیہ کالج و امام مسجد شاہی لاہور۔
- ۳..... محمد یار امام مسجد سنہری لاہور۔
- ۴..... قاضی فضل میراں بی اے بی ٹی اسلامیہ کالج لاہور۔
- ۵..... محمد الدین بی اے فیلو، پنجاب یونیورسٹی۔
- ۶..... صدر الدین ایم اے پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور۔
- ۷..... نور بخش ایم اے ناظم التعليم انجمن نعمانیہ لاہور۔
- ۸..... نجم الدین پروفیسر عربی اور یونانی کالج لاہور۔
- ۹..... احمد علی شیر انوالہ دروازہ لاہور۔
- ۱۰..... حاجی بخش الدین لاہور۔
- ۱۱..... مفتی عبدالقادر مدرس مدرسہ غوثیہ تکیہ سادہ وال لاہور۔

- ۱۲..... عبدالواحد امام مسجد چینی نوالی لاہور۔
- ۱۳..... فضل الدین مصحح مطبع دین محمد سٹیم پریس لاہور۔
- ۱۴..... ابو محمد احمد امام مسجد صوفی لاہور۔
- ۱۵..... محمد حسین (شخص العلماء) پروفیسر مشن کالج لاہور۔
- ۱۶..... محمد باقر پروفیسر مشن کالج لاہور۔
- ۱۷..... حبیب اللہ فٹھی فاضل کشمیری بازار لاہور۔
- ۱۸..... ایم اے ضیاء الدین پروفیسر ٹیننگ کالج لاہور۔
- ۱۹..... ایم اے فضل حق پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور۔
- ۲۰..... مولوی کرم بخش میونسپل کمشنر لاہور۔

یہ چند ایک سطور میں نے افی المکرم حامی دین قانع البدعت ہیر بخش صاحب پینشنر پوسٹ ماسٹر آنریری انجمن تائید اسلام لاہور کے رسالہ سے نقل کی ہیں۔

توہینات انبیاء

- ۱..... میں سچ کہتا ہوں کہ مسیح کے ہاتھ سے زندہ ہونے والے مرگئے جو شخص میرے ہاتھ سے جام پئے گا ہرگز نہ مرے گا۔ (ازالہ ادہام صفحہ ۲)
- ۲..... جس قدر حضرت مسیح کی پیشین گوئیاں غلط نکلیں اس قدر صحیح نکلیں۔ (ازالہ ادہام صفحہ ۲)
- ۳..... حضرت موسیٰ کی پیشین گوئیاں اسی صورت پر ظہور پذیر نہیں ہوئیں جس صورت پر حضرت موسیٰ نے اپنے دل میں امیدیں باندھی تھیں، غایت مافی الباب یہ ہے کہ حضرت مسیح کی پیشین گوئیاں زیادہ غلط نکلیں۔ (ازالہ ادہام صفحہ ۸)
- ۴..... میر معراج حضرت ﷺ اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا۔ (ازالہ صفحہ ۷۷)

۵..... یہ حضرت مسیح کا معجزہ (پرندے بنا کر اس میں پھونک مار کر اڑانا) حضرت سلیمان کے معجزہ کی طرح عقلی تھا تاریخ سے ثابت ہے۔ ان دنوں ایسے امور کی طرف لوگوں کے خیال جھکے ہوئے تھے جو شعبہ بازی کی قسم میں سے ہیں۔ دراصل بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے۔ (ازالہ صفحہ ۳۰۲) چیزیاں کا معجزہ حضرت مسیح کا اور ان کا بولنا اور ہلنا اور دم ہلانا یہ عقلی معجزہ اپنے دادا سلیمان کی طرح ہے۔ (منہاج ازالہ صفحہ ۳۰۲)

۶..... حضرت مسیح بن مریم باذن و حکم الہی المیع نبی کی طرح اس عمل التراب (مسریزم) میں کمال رکھتا ہے۔ اگر یہ عاجز اس عمل کو کر دے اور قابلِ نفرت نہ سمجھتا تو خدائے تعالیٰ کی فضل و توفیق سے امید تو رکھتا تھا کہ عجب نمایاں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا۔ (ازالہ صفحہ ۳۰۸)

۷..... یہ جو میں نے مسریزم کی طریق کا نام علم التراب رکھا ہے جس میں حضرت مسیح بھی کسی درجہ تک مشفق رکھتے تھے یہ الہامی نام ہے۔ (ازالہ صفحہ ۳۱۲)

۸..... چار سو بیسوں کی غلط پیشین گوئی نکلی۔ (ازالہ صفحہ ۱۲۹)

۹..... جو پہلے اماموں کو معلوم نہیں ہوا تھا وہ ہم نے معلوم کر لیا۔ (ازالہ صفحہ ۶۸۳)

۱۰..... حضرت رسول خدا کے الہام و وحی غلط نکلیں تھیں۔ (ازالہ صفحہ ۶۸۸-۶۸۹)

۱۱..... اس بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضرت محمد پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کا ملہ بیچہ موجود نہ ہونے کسی نمونہ کے موبو منکشف نہ ہوئی..... الخ۔ (ازالہ صفحہ ۶۹۱)

۱۲..... سورہ بقرہ میں ایک قتل کا ذکر گائے کا علم مسریزم تھا۔ (ازالہ صفحہ ۷۲۸)

۱۳..... حضرت ابراہیم کا چار پرندوں کے معجزہ کا ذکر جو قرآن میں ہے وہ بھی ان کا مسریزم کا عمل تھا۔ (ازالہ صفحہ ۷۵۲)

۱۴..... مریم کا بیٹا کشمیر کے بیٹے سے کچھ زیادت نہیں رکھتا۔ (انجام حق صفحہ ۴۹)

۱۵..... کشمیر راجہ رام چندر کی اس کاہم تھا۔

عقائد مرزا صاحب

۱..... ہمارا خدا ناجی ہے۔ (براہین احمدیہ صفحہ ۵۵۶)

۲..... حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک..... الخ (ازالہ صفحہ ۳۰۲)

۳..... نیا اور پرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو ثابت کر رہا ہے کہ کوئی انسان اپنے اس خاکی جسم کے ساتھ کرہ زمہریر تک بھی پہنچے پس اس جسم کا کرہ ماہتاب و آفتاب تک پہنچنا کس قدر لغو خیال ہے۔ (ازالہ صفحہ ۴۲)

۴..... میر معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا بلکہ وہ اعلیٰ درجہ کا کشف تھا۔ (ازالہ صفحہ ۴۷)

۵..... قرآن شریف جس بلند آواز سے سخت زبانی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے ایک غایت درجہ کا غبی اور سخت درجہ کا نادان بھی ہے مثلاً زمانہ حال کے مہذبین کے نزدیک کسی پر لعنت بھیجنا ایک سخت گالی ہے لیکن قرآن شریف کفار کو سننا کر ان پر لعنت بھیجتا ہے۔ (ازالہ صفحہ ۲۵-۲۶)

۶..... قرآن شریف نے ولید بن مغیرہ کی نسبت نہایت درجہ کے سخت الفاظ خوبصورت ظاہر گندی گالیاں معلوم ہوتی ہیں، استعمال کی ہیں۔ (ازالہ صفحہ ۴۷)

۷..... قرآن شریف میں جو معجزات ہیں وہ سب مسریزم ہیں۔ (ازالہ صفحہ ۷۲۸-۷۲۹-۷۳۰-۷۳۱)

۸..... قرآن شریف میں انا انزلناہ قریباً من القادیان۔ (ازالہ صفحہ ۷۷-۷۸)

۹..... اگر عذر ہو کہ باب نبوت مسدود ہے اور وحی جو انبیاء پر نازل ہوتی ہے اس پر مہر لگ چکی

۱۰..... باقی کائنات۔

ہے میں کہتا ہوں کہ نہ سن کل الوجود باب نبوت مسدود ہوا ہے اور نہ ہر ایک طور سے وحی پر مہر لگائی گئی ہے بلکہ جزوی طور پر وحی اور نبوت کا اس امت مرحومہ کے لئے ہمیشہ دروازہ کھلا ہے۔ (توضیح مرام ۱ ص ۱۸)

۱۰..... امام مہدی کا آنا بالکل غلط ہے۔ (ازالہ صفحہ ۳۵۷-۵۱۸)

۱۱..... پایہ نبوت کو پہنچ گیا ہے کہ مسیح و جال جس کے آنے کی انتظاری تھی یہی پادریوں کا گروہ ہے۔ (ازالہ صفحہ ۳۹۵-۳۹۶، انجام آہم دہمیر)

۱۲..... وہ گدھا و جال کا اپنا بنایا ہوا ہوگا پھر اگر وہ ریل نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ (ازالہ صفحہ ۶۸۵)

۱۳..... یا جوج ماجوج سے دو قومیں انگریز اور روس مراد ہیں اور کچھ نہیں۔ (ازالہ صفحہ ۵۰۸، ۵۰۹)

۱۴..... ۵۱۰ ابۃ الارض وہ علماء اور واعظ ہوں گے جو آسمانی قوت اپنے میں نہیں رکھتے آخری زمانہ میں ان کی کثرت ہوگی۔ (ازالہ صفحہ ۵۱۰)

۱۵..... دخان سے مراد قحط عظیم شدید ہے۔ (ازالہ صفحہ ۵۱۳)

۱۶..... مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنی رکھتا ہے کہ ممالک مغربی آفتاب سے منور کیے جائیں گے اور ان کو اسلام سے حصہ ملے گا۔ (ازالہ صفحہ ۵۱۵)

۱۷..... کسی قبر میں سانپ اور بچھو کھاؤ۔ (ازالہ صفحہ ۵۱۵)

مولوی نور الدین صاحب فرماتے ہیں یہ تو بالکل غلط ہے کہ ہمارا اور غیر احمدیوں کا کوئی فروغی اختلاف ہے۔ اور غیر احمدی مرزا صاحب کی رسالت کے منکر ہیں اس لئے فروغی اختلاف نہیں۔ (مرزا صاحب کی تقریر کا خلاصہ صفحہ ۲۳)

۱۸..... جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ خدا رسول کو بھی نہیں مانتا اور باوجود صد ہا نشان کے مفتری

۱. گو یا مرزا کے نزدیک حضرت رسول اللہ خاتم النبیین نہیں ہیں۔

ٹھہراتا ہے وہ مؤمن کیونکر ٹھہر سکتا ہے۔ مرزا بشیر الدین نے اس مضمون کو اپنے باپ کی کتاب حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۳، ۱۶۴ سے نقل کیا ہے۔

۱۹..... ایک شخص مرزا کو جھوٹا بھی نہیں کہتا اور منکر بھی نہیں اور دل سے سچا بھی جانتا ہے اگر بیعت نہیں کرتا وہ بھی کافر ہے۔ (دیکھو صفحہ ۱۲)

الجواب: یہ عقائد ایسے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک مستقل طور پر مرزا محمد کی تکفیر کے لئے کافی ہے کیونکہ ان میں یا تو بین انبیاء علیہم السلام ہے یا ادعائے نبوت یا رد نصوص، اور یہ سب کفر ہے۔ پس مرزا قادیانی کے محمد مرتد کافر و جال ہونے میں کوئی شک نہیں بلکہ قادیانی کا کفر تو ایسا ہے کہ جس میں کسی بھی اہل اسلام عالم یا غیر عالم کو کوئی شک و شبہ و تردد نہیں ہے۔ مؤمن کا دل ایسے عقائد سے بھی اس کے کفر کی شہادت دے دیتا ہے۔ فقط واللہ اعلم

(حررہ العاجز یوسف عفی عنہ از پگیلے والا)

الجواب: بلاشبہ مرزا قادیانی بوجہ کثیرہ قطعاً یقیناً کافر مرتد ہے ایسا کہ جو اس کے اقوال پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ جانے خود کافر مرتد ہے۔ از انجملہ

کفر اقول: اپنے رسالہ ازالۃ الاہام کے صفحہ ۶۷۳ پر لکھا ”میں احمد ہوں جو آیت ”مبشرا برسول یاتہی من بعدی اسمہ احمد“ میں مراد ہے۔

آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ سیدنا مسیح عیسیٰ ابن مریم روح اللہ علیہا الصلوٰۃ والسلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ مجھے اللہ ﷻ نے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے تو رات کی تصدیق اور اس رسول کی خوشخبری سنا تا ہوں جو میرے بعد تشریف لائے والا ہے جن کا نام پاک احمد ہے۔“

”ازالہ کے قول مذکور ملعون میں صراحۃً ادعا ہوا کہ وہ رسول پاک جن کی جلوہ

افروزی کا مزدہ حضرت مسیح لائے، معاذ اللہ مرزا قادیانی ہے۔

کفر دوم: دافع البلاء کے صفحہ ۷ پر لکھا ہے۔

”ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے۔“

کفر سوم: اعجاز احمدی کے صفحہ ۱۳ پر صاف لکھ دیا ہے۔ کہ یہودی عیسیٰ کے بارے میں ایسے قوی اعتراض رکھتے ہیں کہ ہم بھی جواب دینے سے حیران ہیں بغیر اس کے کہ یہ کہہ دیں کہ ضرور عیسیٰ نبی رہے کیونکہ قرآن نے اس کو نبی قرار دیا ہے اور کوئی دلیل ان کی نبوت پر قائم نہیں ہو سکتی بلکہ ابطال نبوت پر کئی دلیلیں قائم ہیں۔ یہاں عیسیٰ کے ساتھ قرآن عظیم پر ہی تہمت جڑی کہ وہ ایسی باطل بات بتلا رہا ہے جس کے ابطال پر متعدد دلائل قائم ہیں۔

کفر چہارم: دافع البلاء مطبوعہ ریاض ہند صفحہ ۹ پر لکھا ہے۔ سچا ”خدا دہی“ ہے جس نے قادیان میں اپنا سچا رسول بھیجا۔“

کفر پنجم: ازالہ صفحہ ۳۱۰، ۳۱۱ پر۔ اور ”توحید اور دینی استقامت میں کم درجہ پر بلکہ قریب ناکام رہے۔“

لعنة الله على اعداء انبياء الله و صلى الله عليهم وبارك و سلم۔
ہر نبی کی تحقیر مطلقاً کفر قطعی ہے چہ جائیکہ نبی مرسل کی تحقیر کہ مسمریزم کے سبب نور باطن اور توحید اور دینی استقامت میں کم درجہ پر بلکہ قریب ناکام رہے۔ لعنة الله على الكاذبين الكافرين۔

اور اس قسم کے صد باکفر اس کے رسائل میں بھرے ہیں بالجملہ مرزا قادیانی کافر و مرتد ہے اس کے اور اس کے متبعین کے پیچھے نماز محض باطل و مردود ہے جیسے کسی یہودی کی امامت۔ اور ان کے ساتھ مواکلت، مشاریت اور بچا ہست سب ناجائز و حرام ہے۔

حدیث شریف میں ہے: لا توافوا کلہم ولا تشاربوہم ولا تجالسوہم۔ نہ ان کے ساتھ کھانا کھاؤ، نہ پانی پیو، نہ ان کے پاس بیٹھو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: ”ولا ترواکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار“ ظالموں کی طرف نہ جھکو ایسا نہ ہو کہ تمہیں دوزخ کی آگ چھوئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد عبدالرحمن البہاری عفی عنہ۔

الجواب صحیح۔ محمد عبدالحمید سنہلی عفی عنہ۔

جواب صحیح ہے۔ کریم بخش علی عفی عنہ سنہلی۔

صحیح جواب۔ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ بریلوی۔

صحیح جواب۔ عبدہ المذنب ظفر الدین عفی عنہ بریلوی۔

جواب درست ہے۔ عبد الوحید مدرس اول نعمانیہ امرتسر۔

صحیح جواب۔ بندہ فتح الدین ازہوشیار پور سنی حنفی قادری رضوی۔

عبدالمصطفیٰ ظفر الدین احمد بریلوی محمدی سنی حنفی بہاری۔

ابوالفیض غلام محمد سنی حنفی قادری بریلوی۔

نواب مرزا عبدالنبی۔ جواب ٹھیک ہے۔

الجواب صحیح۔ خادم العلماء بندہ امام الدین کپور تھلوی۔

هذا الجواب صحیح۔ سید علی عفی عنہ القادری الجاندھری۔

وجدته صحیحاً ملیحاً۔ مسکین عبداللہ شاہ مولوی پلٹن نمبر ۹ ایسا کلوٹی ثم

گجراتی۔ مبردار الافتاء مدرسہ اہل سنت و جماعت معروف بنام نامی منتظر الاسلام بریلوی۔

قولنا به هذا للحکم ثابت۔ فقیر سعد اللہ شاہ دلائی ساکن سوات میر ملک

ما تحت اخوان صاحب سوات۔

الجواب صحیح۔ احقر الزمن محمد حسن مدرسہ نعمانیہ امرتسر۔

هذا الجواب صحیح۔ محمد اشرف مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور۔

جوابات مذکورہ بالا مطابق اہل سنت والجماعت ہیں۔ احقر الزمن خاکسار سید حسن عفی عنہ۔

مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور۔

الجواب صحیح لاشک فیہ۔ مسکین علم الدین لاہور۔

هذا الجواب صحیح لاشک فیہ۔ محمد رشید الرحمن عفی عنہ۔

لقد اصاب من اجاب حورہ الفقیر المفتی۔ ولی محمد جالندھری۔

مرزا غلام احمد کے اعتقادات مذکورہ اور اعتقادات کفریہ نقل کر کے علماء ہندوستان

پنجاب کی خدمت میں پیش کیے گئے سب نے بالاتفاق اس کو دائرہ اسلام سے خارج کیا اس

کے ساتھ اسلامی معاملات مثل ملاقات و سلام و کلام کرنے سے منع کر دیا ہے اور قریب

قریب ان ہر رساں میں دو سو علماء کی مہر و دستخط ثبت ہیں۔ ابوسعید محمد حسین بنالوی حنفی

اہل حدیث۔

جو شخص خدا کے متعلق اس قسم کے عقائد رکھے جو سوال میں درج ہیں یا مدعی

رسالت ہو اگر وہ مجنون نہیں تو کافر ہے۔ حورہ ابوالفضل محمد حفیظ اللہ دارالعلوم لکھنؤ۔

الجواب صحیح۔ ابوالعلاء محمد شلی جیرا چوری۔

مدرس دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

الجواب صحیح۔ سید علی زبئی عفی عنہ۔

مدرس مدرسہ دارالعلوم دارالندوۃ لکھنؤ۔

ان عقائد کا معتقد کافر ہے۔ حورہ محمد واحد نور رام پوری۔

مرزا قادیانی اصول اسلامی کا منکر ہے اور ملحد۔ اس کی امامت، بیعت اور محبت بالکل ناجائز

ہے۔ رقیعہ احقر عباد اللہ الصمد مرید احمد میانوالی۔

بے شک مرزا قادیانی کے عقائد و اقوال حد کفر تک پہنچ گئے ہیں اس لئے اس کے کفر میں کوئی

شک نہیں۔ محمد کفایت اللہ عفی عنہ مدرس مدرسہ آئینہ دہلی۔

الجواب صحیح۔ محمد قاسم عفی عنہ مدرس مدرسہ آئینہ دہلی۔

ایسا شخص بے شک دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ حبیب احمد مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی۔

جواب صحیح ہے۔ محمد عبدالغنی عفی عنہ مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی۔

الجواب صحیح۔ سید انظار حسین عفی عنہ مدرس مدرسہ آئینہ دہلی۔

الجواب صحیح۔ محمد کرامت اللہ دہلی۔

جواب صحیح ہے۔ ابو محمد عبدالحق دہلوی۔

جواب صحیح ہے۔ محمد امین مدرس مدرسہ آئینہ دہلی۔

قادیانی نص قطعی کا منکر ہے اور جو نصوص قطعیہ سے منکر ہوتا ہے وہ کافر ہے۔ پس قادیانی

دعاویٰ مذکورہ کا مدعی ہے۔ تو بے شک وہ کافر ہے۔ حورہ امانت اللہ علی گڑھ۔

الجواب صحیح۔ محمد لطف اللہ اذلی گڑھ۔

مرزا قادیانی اور اس کے پیرو یہ سب کے سب کافر ہیں۔ نصیر الدین خان۔

غلام مصطفیٰ۔ ابراہیم۔ محمد سلطان احمد خان۔ محمد رضا خان۔

مرزا قادیانی اور اس کے معتقد اور مرید اور دوست مثل بوسلیم کے کافر ہیں۔

حورہ عین الہدیٰ شاہ عفی عنہ قادری از کلکتہ۔

قادیانی فتنہ پر مسلحہ کذاب قادیان میں رہتا ہے مفتری زندیق مردود کافر نائب ابلیس لعنہ اللہ علیہ۔ زندیق کی توبہ قبول نہیں شریعت محمدیہ میں واجب القتل ہے۔

جمال الدین ازرباست کشمیری ضلع شہر مظفر آباد۔

الجواب صحیح۔ احمد جی علاقہ چچھ موضع پانڈنگ۔

الجواب صحیح۔ سید حافظ محمد حسین واعظ ساڈھورہ ضلع انبالہ۔

بے شک جو آدمی امور قطعیہ کا منکر ہے وہ کافر ہے۔ قرآن شریف معجزہ کا ثبوت ہے اس کا انکار کفر ہے اور ایسے آدمی کی بیعت بھی کفر ہے اور مسلمان جاننا درست نہیں۔

حورہ احمد علی عفی عنہ مدرس مدرسہ اسلامیہ اندر کوٹ میرٹھ۔

جواب درست ہے۔ عبداللہ خان مدرس مدرسہ اسلامیہ شہر میرٹھ۔

جو شخص کسی پیغمبر کی نبوت کا انکار کرے یا حضرت ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا انکار کرے، وہ کافر ہے۔ عبدالسلام پانی پتی۔

الجواب صحیح۔ فضل احمد ضلع پٹنہ علاقہ مردان تحصیل صوابی۔

مرزا قادیانی کے عقائد اس حد تک یقیناً پہنچ گئے ہیں کہ دائرۃ اسلام سے خارج ہونے کا حکم عائد ہو جائے۔ دعویٰ نبوت اس کے اور اس کے مریدوں کی تصانیف میں بصراحت موجود ہیں۔ انبیاء علیہم السلام پر اپنی فضیلت اور انبیاء علیہم السلام کی شان میں ہتک اور استخفاف سے ان کی کتابیں واشتہار و رسالے مملو ہیں۔ معجزات و خوارق عادت کی دوران کار تاویل میں نصوص قطعیہ کی تحریف معنوی ان کا ادنیٰ کرشمہ ہے۔ لہذا اس کے کافر ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں اور ان کی بیعت حرام ہے اور امامت ہرگز جائز نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب کتبہ المرجعی الی اللہ محمد کفایت اللہ شاہ جہاں پوری۔

خاکسار مولوی محمد کفایت اللہ صاحب کے جواب سے اتفاق کرتا ہے۔ مکتبہ مشتاق احمد مدرس گورنمنٹ سکول دہلی۔

مرزا غلام احمد دائرۃ اسلام سے خارج ہے۔ محمد اسحاق لدھیانوی۔

بے شک الفاظ مذکورہ مسطورہ فتویٰ کفر کے ہیں اور قائل ان کا کافر ہے۔ اگر مرزا مذکور سے یہ الفاظ تقریر یا تحریر ثابت ہیں تو بس کافر ہے۔ راقم فقیر امانت علی ازنگور۔

یہ شخص مدعی حال نبوت و رسالت کا ہے اور یہ کفر ہے۔ اس کے دعویٰ کا ہر ایک کلمہ کئی کئی کفریات پر مشتمل ہے پس شریعت غرامیں قائل ان کلمات اور دعاوی کا مشکل فرعون و جال مسلحہ کذاب کے ہے۔ اس کے ساتھ بیعت وغیرہ سلام و کلام شرع میں کفر ہے۔ مکتبہ محمد جی الدین صدیقی حنفی عفی عنہ مدرس نصرۃ الحق حنفیہ امرتسر۔

ایسا دعویٰ کرنے والا کافر ہے اور اس کے مرید اور معتقد جو ایسے مدعی مفتری کو اس کے اقوال و کفریہ اور دعاوی باطلہ میں سچا جانتے ہیں اور راضی ہیں وہ بھی کافر ہیں اس لئے کہ الرضا بالکفر کفر۔ حورہ محمد عبدالغفار خان رام پوری۔

ذالک الکتب لاریب فیہ۔ محمد معز اللہ خان رام پوری۔

الجواب صحیح۔ احمد سعید رام پوری۔

قد صحیح الجواب۔ محمد امانت اللہ رام پوری۔

الجواب صحیح۔ محمد ضیاء اللہ خان رام پوری۔

حق تعالیٰ شانہ نے رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے "ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین" اور نیز باجماع امت ثابت ہے کہ انبیاء و رسل افضل المخلوق ہیں لہذا جو شخص اپنے لئے رسالت کا مدعی ہے اور عیسیٰ علیہ السلام سے اپنے آپ

کو افضل جانتا ہے وہ کتاب اللہ کا مکتب ہے دائرہ اسلام سے خارج ہے اس کی اور اس کے اتباع کی امامت اور بیعت و محبت ناجائز اور حرام ہے ایسے شخص سے اور اس کے اذتاب سے سلام کلام ترک کرنا چاہیے۔

..... حورہ ظلیل احمد سہارن پوری۔

..... ثابت علی سہارن پوری۔

..... عبداللطیف عفی عنہ سہارن پوری۔

..... محمد کفایت اللہ سہارن پوری۔

..... حافظ محمد شہاب الدین لدھیانوی۔

..... فضل احمد رائے پور گوجراں۔

..... المذنب ابوالرجاء غلام محمد ہوشیار پوری۔

..... محمد ابراہیم وکیل اسلام لاہور۔

..... نبی بخش حکیم رسول نگری۔

..... عثمانیت الہی سہارن پوری مہتمم مدرسہ عربیہ سہارن پور۔

..... محمد بخش عفی عنہ سہارن پور۔

..... صدیق احمد انبوشوی۔

..... احقر الزمان گل محمد خان مدرس مدرسہ عالیہ دیوبند۔

..... غلام رسول عفی عنہ مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند۔

..... عزیز الرحمن مفتی مدرسہ عالیہ عربیہ دیوبند۔

..... محمد حسن عفی عنہ مدرس مدرسہ دیوبند۔

..... بندہ محمود مدرس اول مدرسہ عالیہ دیوبند۔

..... قادر بخش عفی عنہ جامع مسجد سہارن پور۔

..... بندہ عبد المجید۔

..... علی اکبر۔

..... محمد یعقوب۔

..... عبدالحق۔

بمقتضائے کوائف مندرجہ بیان ساکلی ہر ایک جواب مطابق سوال صحیح و درست ہے اور ہر ایک جواب کی تائید کے اولیٰ قطعیت مؤیدہ ہیں اور کتب شرعیہ مملوۃ۔

کتبہ احقر العباد اللہ الصمد ابوالرجاء غلام محمد ہوشیار پوری۔

..... نور اللہ خان۔

..... محمد فتح علی شاہ۔

..... فقیر غلام رسول مدرسہ حمیدیہ لاہور۔

..... احمد علی شاہ اجیری۔

..... جمال الدین کوٹھالوی۔

..... احمد علی عفی عنہ ٹالوی۔

..... سلطان احمد گنجوی۔

..... احمد علی عفی عنہ سہارن پور۔

..... محمد عظیم متوطن گلگو۔

..... فقیر غلام اللہ قصوری۔

..... محمد اشرف علی عفی عنہ بہاول ہندوستان۔

ما احباب بہ المجیب فهو فیہ مصیب۔۔۔ غلام احمد امجدی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ۔
من قال سوا ذالک قد قال محالا۔۔۔ حورہ ابوالہاشم محبوب عالم غنی عنہ توکل
سیدوی ضلع گجرات۔

جواب درست ہے۔۔۔ عبدالمصمد مدرس مدرسہ دیوبند۔

ذالک کذا لک۔۔۔ فقیر فتح محمد غنی عنہ۔

الجواب صحیح۔۔۔ شیر محمد غنی عنہ۔

لاریب فی ما کتب۔۔۔ رحیم بخش جالندھری۔

الجواب صحیح۔۔۔ ابو عبد الجبار محمد جمال امرتسری۔

جواب صحیح ہے۔۔۔ عبدالمکریم مجددی ساکن تنڈہ محمد خان ضلع حیدرآباد سندھ۔

الجواب صحیح۔۔۔ فقیر محمد باقر نقشبندی مدرس مشن کالج لاہور۔

الجواب صحیح لاریب فیہ۔۔۔ محمد رحیم اللہ دہلی۔

الجواب صحیح۔۔۔ محمد وصیت علی مدرس مدرسہ مولوی عبدالرب صاحب مرحوم دہلی۔

هذا هو الحق۔۔۔ خادم حسن مدرس مدرسہ مولوی عبدالرب صاحب دہلی۔

الجواب صحیح۔۔۔ عزیز احمد مدرس مدرسہ حسین بخش دہلی۔

المجیب مصیب۔۔۔ محمد انجم مدرس مدرسہ بارہ ہند وراؤ دہلی۔

الجواب صحیح۔۔۔ عبدالرحمن مدرس مدرسہ مولوی عبدالرب صاحب دہلی۔

الجواب صحیح۔۔۔ بندہ ضیاء الحق غنی عنہ۔

الجواب صحیح۔۔۔ محمد پردل دہلی۔

الجواب صحیح۔۔۔ ولی محمد کرناووی۔

شخصیکہ رسالت باشد منکر نص قطعی است "ولکن رسول
اللہ وخاتم النبیین" ودر کفر قطعیات اختلاف نیست درہ چنین کسان
بیعت و محبت چہ معنی دارد؟ اراقم غلام احمد مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور۔

سب نبی کفر ہے اور دعوی نبوت کفر ہے۔ نبی سے اپنے آپ کو افضل سمجھنے والا کافر ہے۔
ابوبکر علی احمد محمود اللہ شاہ بدایونی غنی عنہ۔

کچھ شک نہیں کہ مرزا قادیانی ایک دہریہ معلوم ہوتا ہے مغتری علی اللہ ہے اس
کے الہامات سے معلوم ہوا کہ اسے خدا پر ایمان نہیں کیونکہ خدا پر ایمان رکھنے والا اس قسم کے
افترائے نہیں کیا کرتا اس لئے میرا یقین ہے کہ مرزا قادیانی جو کچھ کرتا ہے سب دنیا سازی کے
لئے کرتا ہے پس اس کی امامت جائز نہیں۔ ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری۔

چونکہ شخص مذکور اپنے کو سچا رسول کہتا ہے اور رسالت کا ختم ہو جانا آنحضرت ﷺ
پر نصوص قطعیہ بقیہ سے ثابت ہے جو حد تو اتر میں داخل ہے اس لئے وہ شخص بلاشبہ دائرہ
اسلام سے خارج ہے پس امامت یا بیعت و دوستی سلام کلام اس سے اور اس کے مریدوں
سے جائز نہ ہوگا۔ واللہ اعلم احقر محمد رشید مدرس دوم مدرسہ جامع العلوم کانپور۔

جواب صحیح ہے۔۔۔ محمد خلق غنی عنہ مدرس مدرسہ جامع العلوم کانپور۔

الاجوبۃ صحیحہ۔۔۔ مقبول حسن غنی عنہ مدرس سیوم مدرسہ جامع العلوم کانپور۔

لقد اجاب من اصاب۔۔۔ مشتاق احمد اول مدرس فیض عام کانپور۔

جو کلمات سوالات میں مذکور ہیں ہر ایک کلمہ کا مرتکب اشد کافر ہے۔ العاجز عبدالسنان وزیر آبادی۔
مرزا غلام احمد کے خیالات اور عقائد اکثر ایسے ہیں جن سے فتویٰ کفر عائد ہوتا ہے۔ یوسف
علی عفا عنہ میرٹھی خیرنگری۔

جواب صحیح ہے۔ محمد عبداللہ ناظم دینیات مدرسہ العلوم علی گڑھ۔

تمام علماء نے اس کے کافر ہونے پر اتفاق کر لیا ہے کوئی گنجائش تاویل کی نہیں لہذا اس کی بیعت اور اس کے پیروے مجالست و مواصلت قطعی حرام ناجائز ہے۔ ابوالعظم سید محمد اعظم شاہ جہاں پوری۔

میری نظر سے مرزا کی کتابیں گزریں ان میں صراحۃ عقائد کفریہ مرقوم ہیں لہذا میں باعتبار ان کتابوں کے مرزا صاحب کو کافر سمجھتا ہوں۔ غلام محی الدین امام جامع مسجد شاہ جہاں پوری۔

مرزا صاحب کی کتابوں میں بہت سے کفریات موجود ہیں جو نصوص قاطعہ کے خلاف ہیں لہذا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ عبدالکریم عفی عنہ از ہندوستان۔ محمد حسین عفی عنہ۔

جو شخص توہین کسی نبی کی انبیاء علیہم السلام سے کرے وہ مردود اور کافر ہے یعنی ایسا کافر ہے کہ اس کی توبہ میں اختلاف ہے تو اس کا کفر اور کفار کے کفر سے زائد ہے۔ العباد باللہ فقط محمد عثمان عفی عنہ مدرس اول مدرسین العلوم شاہ جہاں پوری۔

بے شک ایسے شخص کے کفر میں کوئی شک نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم فقط محمد عبدالخالق عفی عنہ مدرس مدرسین العلوم شاہ جہاں پوری۔

بے شک یہ شخص اسی طرح کا کافر ہے جیسا کہ مولوی محمد عثمان صاحب دم طلبہ نے تحریر فرمایا ہے۔ فقط ابوالرفعت محمد سخاوت اللہ خان مدرس سیوم مدرسین العلوم شاہ جہاں پوری۔

مرزا غلام احمد قادیانی یقیناً کافر ہے اس کی تکفیر میں ذرا بھی شک نہیں ہے۔ احقر کو اس کی کتب تمامید دیکھنے کا بھی اتفاق ہوا ہے اس سے اور اس کی تبیین سے اسلامی طریقہ

سے ملنا جلنا ناجائز ہے۔ واللہ اعلم بالصواب محمد اعزاز علی بریلوی۔

مرزا قادیانی جو عیسیٰ مسیح ہونے کا مدعی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کلمات شنیعہ کہنے والا وغیرہ سراسر کاذب اور مفتری انتہا درجہ کا بے دین، مرتد، لحد، خبیث النفس اور دائرہ اسلام سے خارج ہے اس کی اتباع کرنے والا بھی اسلام سے خارج ہرگز امامت کے لائق نہیں۔ عبدالجبار عمر پوری دہلوی کشن گنج۔

مرزا قادیانی ان عقائد باطلہ کے رو سے بلا ریب کافر ظاہر ہے۔ قرآنی اور اجماعی امر ہے کہ دنیا میں پہلا کافر ابلیس لعین ہے اور اس کا کفر نص کی بنا پر ہے اور وجوہ بھی تکفیر مرزا میں آیات و احادیث سے بکثرت ملتی ہیں۔ مرزائیوں سے ارتباط اسلامی نصوص آیات و احادیث سے ممنوع ہے جملہ تکالیف شرعیہ و ارشادات اسلامیہ ان سے کیا معنی رکھتے ہیں؟ بلکہ جو شخص ان کی تکفیر میں تامل کرے اس پر بھی مخالفت کفر ہے اور یہ پہلا زینہ دخول فی الجہنم ہے۔ حورہ محمد عبدالحق المملتان عفی عنہ۔

الجواب صحیح۔ محمود عفی عنہ ملتانی۔

بلا ریب و شک مرزائی لوگ مرتد اور کافرین ہیں ایسے ظالموں سے احتراز کرنا قرآن شریف اور حدیث نبوی سے ثابت ہے جیسا کہ ارشاد خوش بنیاد جناب باری تعالیٰ کا ہے: فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین۔ حورہ فقیر حافظ سید پیر ظہور شاہ قادری قریشی الباشی جلال پوری۔

الجواب صحیح۔ محمد فیض اللہ عفی عنہ ملتانی۔

فتویٰ نمبر ۲

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اس شخص کی نسبت جو مرزا غلام احمد قادیانی کا مرید نہ ہونے کے باوجود اس کو مسلمان جانتا ہے۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس شخص کے بارے میں جو کہتا ہے کہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کا مرید تو نہیں ہوں اور نہ اس کے اعتقاد یہ مسائل میں شامل ہوں لیکن اس کو مسلمان جانتا ہوں۔ کیا ایسے شخص کی بیعت اور امامت درست ہے؟

اور شرعاً اس کو کیا کہنا چاہیے؟ ہنسوا بالتفصیل جزاکم الله الرب الجلیل

الجواب: جو شخص مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد کفریہ کے معلوم ہونے کے باوجود اس کو کافر نہ جانے وہ بھی کافر ہے۔ ایسے شخص اکثر وہی دیکھے گئے ہیں جو منافق اور کافر ہیں یعنی دراصل مرزائی ہوتے ہیں لیکن ظاہر داری کے طور پر کہتے ہیں کہ ہم مرزا کو مسلمان جانتے ہیں یا اس پر ہم کفر کا فتویٰ نہیں دیتے یا ہم اس کو اچھا تو نہیں جانتے لیکن کافر بھی نہیں کہتے۔

دراصل یہ سب کاروائی منافقانہ ہے کوئی مصلحت مد نظر رکھ کر ظاہر نہیں ہوتے فی الحقیقت کچے مرزائی ہوتے ہیں۔ یاد رکھو مسلمان کی شان سے بہت بعید ہے کہ ایسے کافر کی تکفیر میں توقف یا تردد کرے۔ الحاصل مرزا اور اس کے سب مرید اور باوجود مرزا کی کفریات کے معلوم ہونے کے اس کے کفر میں توقف کرنے والے سب کے سب کافر ہیں۔ تو بین انبیاء علیہ السلام ادعائے نبوت رد فصوص ایسا کفر ہے جس میں اہل سنت میں سے کسی کا بھی اختلاف نہیں اس واسطے دلائل لکھنے کی کچھ ضرورت نہیں۔ فقط واللہ اعلم حورہ العاجز یوسف

علی علیہ السلام

الجواب: جو شخص مرزا غلام احمد قادیانی کے اقوال پر مطلع ہو کر اس کو کافر نہ جانے وہ خود کافر ہے مرتد ہے، بلکہ جو شخص اس کے کافر ہونے میں شک و تردد کرے وہ بھی کافر مستحق عذاب عظیم ہے۔ شفا شریف میں ہے ”یکفر من لم یکفر من وان بغیر ملۃ المسلمین من الملل او وقف فیہم او شک“ یعنی ہم ہر اس شخص کو کافر کہتے ہیں جو کافر کو کافر نہ کہے اس کی تکفیر میں توقف یا شک و تردد رکھے۔ وغیرہ مجمع الانہر ودر مختار وفتاویٰ خیریہ و ہذا وغیرہ میں ہے ”من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر“ یعنی جو شخص اس کے کفر و عذاب میں شک کرے یقیناً خود کافر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ محمد عبدالرحمن انہاری عفی عنہ۔

..... احمد رضا علی ع

صحیح جواب۔

..... محمد عبدالجبار سنہلی عفی عنہ۔

الجواب صحیح۔

..... عبدہ ظفر الدین بریلوی خلی قادیانی رضوی۔

صحیح جواب۔

عبدالمصطفیٰ ظفر الدین احمد بریلوی مہر دارالافتاء مدرسہ اہل سنت و جماعت بریلوی منظر الاسلام۔

الجواب صحیح والمحبب مصیب۔..... احقر زمن محمد حسن مدرس مدرسہ نعمانیہ امرتسر۔

..... سید حسن علی مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور۔

جواب صحیح ہے۔

..... کریم بخش سنہلی عفی عنہ۔

جواب صحیح ہے۔

..... عبد الوحید مدرس اول مدرسہ نعمانیہ امرتسر۔

الجواب صحیح۔

..... محمد اشرف مدرس نعمانیہ لاہور۔

الجواب صحیح ہذا۔

..... فقیر سعد اللہ شاہ ساکن سوات۔

قولنا به هذا المحکم ثابت۔

رأیتہ وجدلته صحیحاً ملیحاً۔..... مسکین عبداللہ شاہ مولوی چلتن نمبر ۱۹ سیالکوٹی ثم ہجراتی۔

جواب صحیح ہے۔ بندہ امام الدین کبوتر تھلوی۔

هذا الجواب صحيح۔ سید علی جالندھری۔

لقد اصاب من اجاب۔ حررہ الفقیر المفتی ولی محمد جالندھری۔

الجواب صحيح۔ بندہ فتح الدین ہوشیار پوری۔

هذا الجواب صحيح لا شک فيه۔ محمد رشید الرحمن۔

الجواب صحيح لا شک فيه۔ علم الدین لاہوری۔

جوابیے شخص کو مسلمان سمجھتا ہے وہ یا جاہل یا بدعتا کد۔ بیعت اور امامت ایسے شخص کی درست نہیں۔ مکتبہ ابوالفضل محمد حفیظ اللہ مدرس دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

الجواب صحيح۔ سید علی زبیری مدرس دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

الجواب صحيح والمجيب مصيب۔ ابو العلامہ محمد شبلی عفی عنہ جی راجپوری مدرس دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

ایسا شخص جاہل ہے اس کو سمجھانا چاہیے اور اگر وہ اپنی غلطی پر مصر ہو اور ہٹ دھرمی کرے تو اس کی امامت سے بچنا چاہیے اور بیعت ایسے شخص سے نہ کی جائے یہ شخص بدعتی ہے۔ حررہ واحد نور رام پوری۔

بہتر یہی ہے کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ حررہ محمد امانت اللہ علی گڑھ۔

هذه الاجوبة صحيحة۔ محمد لطف اللہ علی گڑھ۔

جو شخص مرزا غلام احمد قادیانی کو مسلمان جانے لگا اس کے طریقے پر نہ ہو یا مرید نہ ہو مگر وہ ایسا ہے جیسا کہ شہر اور ابن زید اور ابن ملجم کو مسلمان جانتا ہے۔ اور جاننے والا ہے منافق اور خارجی ہے۔ حررہ عین الہدی شاہ قادری از کلکتہ۔

ایسا شخص جاہل ہے کفر اور اسلام میں تمیز نہیں رکھتا اس کی امامت اور بیعت قبول نہیں ہے یا واقف متعصب ہے اس کو توبہ کرنی چاہیے ورنہ یہ تعصب بے محل نخل امامت و ارشاد ہوگا۔ حررہ ابوالخالد محمد عبد الحمید عفی عنہ خفی القادری الانصاری النظامی لکھنؤ۔

هذه الاجوبة صحيحة۔ ابو سعید محمد عبد الحق لکھنؤ۔

اصاب من اجاب۔ محمد عبد العزیز لکھنؤ۔

صحیح جواب۔ عبد الحق لکھنؤ۔

الجواب صحيح۔ ولی محمد کرنا لوی۔

جواب صحیح۔ محمد قاسم عبد القیوم الانصاری لکھنؤ۔

اصاب من اجاب۔ محمد برکت اللہ لکھنؤ۔

الجواب صحیح۔ محمد عبد الحادی الانصاری لکھنؤ۔

صحیح الجواب۔ محمد عبید اللہ لکھنؤ۔

ایسا شخص فاسق ہے۔ محمد عبد الغنی مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی۔

الجواب صحيح۔ بندہ محمد قاسم مدرس مدرسہ آئینہ دہلی۔

الجواب صحيح۔ محمد کرامت اللہ دہلوی۔

الجواب صحيح والمجيب نجيب۔ بندہ محمد آئین مدرس مدرسہ آئینہ دہلی۔

الجواب صحيح۔ محمد عبد الحق دہلوی۔

جو شخص مرزا کے عقائد معلوم کر کے اس کو کافر و خارج دائرہ اسلام نہ جانے وہ بھی اسی کا پیرو ہے۔ ابو محمد سعید محمد حسین بنالوی۔

اگر غلام احمد کے عقائد کو یہ عقائد کفریہ جانتا ہے اور پھر ان سے راضی و خوش ہے تو یہ بھی کافر

ہے لان الرضا بالكفر کفر۔ محمد کفایت اللہ شاہ جہاں پوری مدرسہ آئینہ دہلی۔
مرزا اور اس کے ہم عقیدہ لوگوں کو اچھا جاننے والا جماعت اسلام سے جدا ہے ایسے شخص۔
بیعت کرنا حرام اور اس کو امام بنانا جائز ہے۔ مشتاق احمد خفی مدرسہ گورنمنٹ اسکول دہلی۔
کسے کہ قائل جواز اقتداء خلف مرزا و اتباع او باشد مخطی
وناواقف از اصول دین است زیرا کہ صحت نماز بدوں ایمان صورت
نمی بندد وبطلان نماز امام موجب بطلان نماز مقتدی است
کمالا بخفی علی من له مسکہ بالمدین و بیعت چنین ناواقف برین قیاس
باید کرد۔ غلام احمد مدرسہ نعمانیہ۔

الجواب صحیح۔ محمد ذاکر بگوی عفی عنہ لاہوری۔

من اصاب فقد اجاب۔ غلام رسول ملتانی۔

الجواب صحیح۔ ابو محمد احمد عفی عنہ چکوال لاہوری۔

الجواب صحیح۔ نور احمد امرتسری۔

اصاب من اجاب۔ سید حسین مدرسہ نعمانیہ لاہور۔

جو شخص مرزا غلام احمد قادیانی کو باوجود دعویٰ کے اٹل اسلام جانے یا اپنے دعوے میں
صادق سمجھے وہ اسلام اور دین محمدی سے خارج ہے۔ الراقم عبدالجبار امرتسری۔

الجواب صحیح۔ عبدالعزیز ساکن قلعہ صہبہ ساکنہ۔

ایسا شخص منافق ہے ایسے شخص کے خلف اقتداء درست نہیں سلام دین امرتسری۔

الجواب صحیح۔ حکیم ابوتراب محمد عبدالحق امرتسری۔

الجواب صحیح۔ سید شاہ حیدر آبادی۔

جو شخص اس کو حق جانتا ہے وہ بھی صراط مستقیم دین تویم سے منحرف ہے مرید احمد قادیانی۔

ایسا شخص کافر اور مرتد ہے ابو یوسف امرتسری۔

ایسا شخص سائر حق ہے اور باطن میں معتقد قادیانی کا ہے ایسے امام کی بیعت وغیرہ سے کنارہ
کشی واجب ہے۔ الراقم محمد محی الدین الصدیقی الحنفی امرتسری۔

الجواب صحیح۔ محمد اسحق لدھیانوی۔

اس کے عقیدے میں فرق ہے اس کی امامت اور بیعت جائز نہیں۔ الراقم عبدالسلام پانی پتی۔
شخص مذکور اگر مرزا کے کفر یہ مقدمات پر اطلاع حاصل کرنے کے بعد اس کی تکفیر کرے تو
فہم اور نہ وہ بھی قادیانی کے ساتھ کفر میں ”ہم رشتہ“ ہے اس کی بیعت اور امامت جائز نہ
ہوگی۔ حورہ خلیل احمد۔

الجواب صحیح۔ عبداللطیف سہارن پوری۔

الجواب صحیح۔ ثابت علی سہارن پوری۔

الجواب صحیح۔ محمد کفایت اللہ سہارن پوری۔

الجواب صحیح والقول تصحیح۔ غلام محمد ہوشیار پوری۔

الجواب صحیح۔ حافظ محمد شہاب الدین لدھیانوی۔

بمقتضائے کوائف مندرجہ بیان سائل ہر ایک جواب مطابق سوال صحیح و درست ہے اور
برایک جواب کی تائید کے اولیٰ قطعیت موجد ہیں اور کتب شرعیہ ان سے مملو۔ کتبہ احقر

عبد اللہ الصمد۔ ابو الوفا غلام محمد ہوشیار پوری۔

الجواب صحیح۔ محمد ابراہیم وکیل اسلام لاہور۔

رأيتہ فوجدتہ صحیحاً۔ نبی بخش حکیم رسول نگر۔

- اصاب من اجاب۔ فضل احمد رائے پور گجرات۔
 الجواب صحيح۔ محمد ركن الدين نقشبندی ساکن الور۔
 ما اجاب به المجيب فهو مصيب۔ غلام احمد امرتسری۔
 جواب صحيح ہے۔ خادم شریعت ابوالہاشم محبوب عالم سید ضلع گجرات۔
 الجواب صحيح۔ فتح محمد۔
 صحيح جواب۔ شیر محمد۔
 الجواب صحيح۔ فقیر غلام رسول مدرسہ حمید یہ لاہور۔
 الجواب صحيح۔ فقیر غلام اللہ قصوری۔
 الجواب صحيح۔ فتح محمد۔
 الجواب صحيح۔ احمد علی شاہ اجیری۔
 هذا هو الحق۔ جمال الدین کنیالوی۔
 الجواب صحيح۔ سلطان احمد گنجوی ضلع گجرات۔
 الجواب صحيح۔ محمد عظیم متوطن گھکو۔
 المجيب مصيب۔ احمد علی بنالوی۔
 الجواب صحيح۔ صدیق احمد مونوی۔
 جواب درست ہے۔ احمد علی عفی عنہ مدرسہ اسلامیہ میرٹ۔
 الجواب صحيح۔ عنایت علی سہارن پوری۔
 الجواب صحيح۔ محمد بخش سہرائی۔
 الجواب صحيح۔ گل محمد خان مدرسہ عربیہ دیوبند۔

- الجواب صحيح۔ سید محمد مدرسہ عربیہ دیوبند۔
 الجواب صحيح۔ غلام اسعد خفی مدرسہ دیوبند۔
 الجواب صحيح۔ عزیز الرحمن مفتی عفی عنہ مدرسہ عالیہ دیوبند۔
 اصاب المجيب۔ محمد حسن مدرسہ دیوبند۔
 الجواب صحيح۔ بندہ محمود مدرسہ اول مدرسہ عالیہ دیوبند۔
 الجواب صحيح۔ قادر بخش مہتمم جامع مسجد سہارن پور۔
 الجواب صحيح۔ بندہ عبد المجید عفی عنہ۔
 الجواب صحيح۔ علی اکبر عفی عنہ۔
 المجيب صادق۔ عبدالحق۔
 الجواب صحيح۔ ابو عبد الجبار محمد جلال الدین امرتسری۔
 الجواب صحيح۔ رحیم بخش جالندھری۔
 الجواب صحيح۔ عبد الصمد عفی عنہ مدرسہ دیوبند۔
 الجواب صحيح۔ عبد الکریم ساکن شڈ محمد خان ضلع حیدر آباد سندھ۔
 الجواب صحيح۔ محمد یعقوب دیوبند۔
 الجواب صحيح والمجيب مصيب۔ حبیب المسلمین مدرسہ اول مدرسہ حسین بخش دہلوی۔
 الجواب صحيح۔ محمد وصیت علی مدرسہ مولوی عبدالرب دہلی۔
 هذا هو الحق۔ خادم حسین عفی عنہ مدرسہ مولوی عبدالرب دہلی۔
 الجواب صحيح۔ محمد ناظر حسن صدر مدرس عربیہ فتح پوری دہلی۔
 الجواب صحيح۔ محمد عزیز احمد عفی عنہ مدرسہ حسین بخش دہلی۔

- المجیب مصیب۔ محمد اکرم عفی عنہ مدرس مدرسہ بارہ ہندو رائے دہلی۔
- الجواب صحیح۔ بندہ ضیاء الحق عفی عنہ دہلی۔
- الجواب صحیح۔ حبیب احمد مدرس مدرسہ فتح پوری۔
- الجواب صحیح۔ ولی محمد کرناولی۔
- ایسے آدمی کی بیعت ہی کفر ہے اور مسلمان جاننا درست نہیں۔ احمد علی عفی عنہ۔
- الجواب صحیح۔ عبداللہ خان مدرس مدرسہ اسلامیہ میرٹھ۔
- جو ایسے مدعی کو اس کے اقوال و کلام کا ذہن اور دعاوی باطلہ میں سچا جانتا ہے اور راضی ہے وہ بھی کافر ہے اس لئے کہ الرضاء بالكفر کفر۔ محمد عبدالغفار خان رام پور۔
- الجواب صحیح۔ محمد سلامت الہدی رام پوری۔
- جواب صحیح ہے۔ احمد سعید رام پوری۔
- الجواب صحیح۔ محمد ضیاء اللہ خان رام پوری۔
- ذالک الكتاب لا ريب فيه۔ محمد معز اللہ خاں رام پوری۔
- ایسے صریح منکر کو مسلمان سمجھنا تو گویا خود مسلمانوں سے خارج ہونا ہے۔ ابو المعظم سید محمد اعظم مفتی خٹائی شاہ جہاں پوری۔
- جو شخص مرزا غلام احمد کے عقائد مخالف کو اچھا جانے اس کے پیچھے نماز درست نہیں اور نہ اس سے کسی کو بیعت کرنا جائز ہے۔ ابو یوسف علی میرٹھی جواب صحیح ہے۔ محمد عبداللہ علی گڑھ۔
- مرزا اور اس کے اتباع کی مثل میرے نزدیک اسلامی فریق میں ایسا کافر کوئی نہیں۔ العاجز عبدالمنان وزیر آبادی۔
- جو ایسے اعتقاد والے کو مسلمان جانے وہ شخص بھی کافر ہے۔ جمال الدین ریاست کشمیر۔

- الجواب صحیح۔ احمد جی علاقہ چھ۔
- الجواب صحیح۔ سید محمد حسین واعظ سادھورہ۔
- جو شخص مرزا کے عقائد سے ناواقف ہو کر مسلمان لکھتا ہے تو وہ بھی اسلام سے خارج ہے ہرگز امامت کے لائق نہیں۔ عبدالجبار عمر پوری دہلی کشن گنج۔
- جو شخص مرزا قادیانی کے حق میں باوجود الہامات کے معلومات کے کہ وہ اپنے آپ کو عیسیٰ بن مریم علیہ السلام پر تفصیل دیتا ہے اور دعویٰ رسالت کرتا ہے، حسن ظن رکھتا ہو اور اس کو مسلمان کہتا ہو تو وہ شخص خود دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ ایسے شخص کی امامت اور بیعت شرعاً ہرگز جائز نہیں ہے اور اہل اسلام کو اس سے اجتناب لازم ہے۔
- حورہ محمد خدا بخش عفی عنہ پشاور۔
- مرزا کو یہ شخص اگر بنا بر جہالت کے مسلمان سمجھتا ہے تو معذور سمجھا جائے گا اگر باوجود اس کے ایسے دعاوی کفریہ اور عقائد باطلہ کے اس کو محض کلمہ گوئی کے مسلمان جانتا ہے تو خود اس کے اسلام پر خطرہ ہے۔ اس کو پہلے تعلیم کافی دی جائے اگر نہ سمجھے پھر اس کی امامت اور بیعت کو بالکل چھوڑ دیا جائے۔ حورہ عبدالحق ملتان۔
- الجواب صحیح۔ محمود عفی عنہ ملتان۔
- الجواب صحیح۔ محمد فیض اللہ ملتان عفی عنہ۔
- من سب الشیخین او طعن فیہما فقد کفر لا تقبل توبتہ بل یقتل (در مختار) چہ جائیکہ محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکات پر طعن کرنے والے۔ اور دعوائے نبوت کرنے والا اشد کافر ہے۔ جیسا کہ خداوند کریم اپنی وحدانیت میں لاشریک ہے ویسا ہی محمد رسول اللہ ﷺ اس کے بندوں میں یکتا اور بے نظیر ہیں۔ تو اب اقدام اہل اللہ فقیر

ابو میر محمد امیر اللہ قریشی الباشی جلال پور جٹاں بقلم خود۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین کہ مرزائی لوگ جو مرزا غلام احمد قادیانی کے سب عقائد کو تسلیم کرتے ہیں اور اس کی رسالت کے قائل ہیں، اس کو مسیح موعود مانتے ہیں۔ اس واسطے علمائے عرب و عجم نے مرزائیوں پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔ اگر کوئی مسلمان اپنی دختر کا نکاح کسی مرزائی سے کر دے بعد میں اس کو معلوم ہو کہ یہ شخص مرزائی ہے۔ آیا یہ نکاح عند الشریع جائز ہوگا یا ناجائز؟ اور یہ شخص اپنی لڑکی کا نکاح غائبی بلائے طلاق مرزائی زوج کے کسی مسلمان سے کر سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا بالتفصیل جزاء کم اللہ الرب الجلیل۔

الجواب: مرزائی مرد سے سنیہ عورت کا نکاح نہیں ہوتا بلا طلاق سنیہ کا باپ اس کا نکاح کسی سنی سے کر سکتا ہے بلکہ فرض ہے کہ اس لڑکی کو اس مرزائی سے فوراً جدائی کرے کہ اس کی صحبت اس کے ساتھ خاص زنا ہے۔ بالکل وہی حکم ہے جو کوئی شخص اپنی دختر کسی ہندو کے گھر بلا نکاح بھیج دے بلکہ اس سے سخت تر کہ وہاں حرام کو حرام ہی مد میں رکھا اور یہاں نکاح پڑھا کر معاذ اللہ اسی حلال کے پیرایہ میں لایا گیا اس سے فوراً علیحدہ کر لینا فرض ہے پھر جس سنی سے چاہے نکاح ممکن ہے۔ رد المحتار میں ہے قولہ "حرم نکاح الوثنیث وفي شرح الوجیز وکل مذهب بکفر وید معتقدہ" زرنجی نہیں ہے "ویبطل منه اتفاقا ما يعتمد الملة وهي خمس النکاح والذبیحة" الخ یہاں تک اصل حکم شرعی کا بیان تھا شرعاً یہ صورت جائز ہے اور ازدواج مکرر سے پاک کہ پہلا نکاح ہی نہ تھا مگر قانون رائج میں جوارم جرم ہے شرعاً اپنی جان و مال اور آبرو کی حفاظت کے لئے اس سے بھی بچنے کا حکم ہے۔

قانون کا حال وکلاء جانتے ہیں اگر ازر دئے قانون بھی یہی صورت داخل جرم نہ ہو یا قانون حکم فتویٰ کو تسلیم کر کے اس کا جرح نہ ہونا قبول کر لے تو جرح نہیں ورنہ ان سے دور رہا جائے۔ ہاں دختر کو جس جائز طریقہ سے ممکن ہو جدا کرنا سخت فرض اہم ہے اگرچہ دوسری جگہ نکاح نہ ہو سکے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔ کتبہ عبدالنسی نواب مرزا علی حسنی بریلوی۔

صحیح جواب۔ واللہ اعلم فقیر احمد رضا خاں علی مد بریلوی

الجواب ہو ملہم الصدق والصواب بے شک بلا تردید کر سکتا ہے کہ مرزائی سے نکاح باطل محض زنائے خالص ہے کہ وہ مرتد ہے اور مرتد کا نکاح کسی قسم کی عورت کے ساتھ نہیں ہو سکتا طلاق کی حاجت نکاح میں ہوتی ہے نہ کہ زنا میں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے "ولا يجوز للمرتد ان يتزوج مرتدة ولا مسلمة ولا كافرة اصلية" واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ فقط حررہ الفقیر القادری وحی احمد حسنی فی مدرستہ الداویۃ فی بکلی بھیت

الجواب صحیح بلا قیل وقال والمجیب مصیب بعون اللہ المتعال الفقیر محمد ضیاء الدین جو کچھ کہ حضرت قبلہ محدث ارشد فقیہ اہل حدیث صاحب تصانیف کثیرہ جناب مولانا مولوی وحی احمد قبلہ مشہور محدث سورتی دام فیضہ القوی وعم مدظلہ الی یوم الابدی نے تحریر فرمایا ہے وہ بالکل صحیح ہے اور حضرت مجیب مدظلہ الاقدس اپنے جواب میں فبیح ہیں۔ فقط حررہ عبدالاحد مدرس مدرستہ الحدیث بکلی بھیت۔

الجواب: مرزا کے پیرو جو کہ اس کی نبوت کے قائل ہیں اور اس کے عقائد کے معتقد، وہ بے شک کافر ہیں دائرہ اسلام سے خارج ہیں مسلمہ عورت کا نکاح مرزائی سے منعقد نہیں ہوتا بعد علم اس امر کے کہ زوج مرزائی ہے زوجہ کا والد اپنی دختر کا نکاح بلا طلاق دوسری جگہ

کر سکتا ہے چونکہ پہلا نکاح کوئی چیز نہ تھا قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا وَلَا مَٰمَنَةً خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا وَلَعَنَ الْمُؤْمِنُ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَلَا تُعْجِبْكُمْ أُولَٰئِكَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ وَاللّٰهُ يَدْعُو إِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِآذِنِهِ وَيُبَيِّنُ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ﴾ (البقرة: ۲۲۱)

فتح القدیر میں ہے: ”ویدخل فی عبدة الاوثان عبدة الشمس والنجوم وادی شرح الوجیز وکل مذهب یکفر به معتقده لان اسم المشرک یتناولهم جمیعاً“

مرزائی بقول صریح کلم فقہ مرتد میں اور مرتد کا نکاح باطل ہوتا ہے بعد گزرنے عدت کے وہ عورت جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے کما هو مصرح فی کتب الفقہ رقیبہ العبد محمد ابراہیم الحنفی القادری عفی عنہ المدرس بالدرستہ الشمیثہ بجامع بلدہ بدایوں۔

الجواب صحیح والرئی نجیح۔ حورہ محمد عبدالمتقدر القادری اہلبایوں عفی عنہ خادم المدرستہ القادریہ۔

صحیح الجواب والمجیب مصیب۔ محمد عبدالماجد عفی عنہ مہتمم مدرسہ شمسہ بدایوں۔
الجواب صحیح والقول قوی۔ حورہ المسکین احقر العباد لعدوی علی بخش گنہ پنڈا احقر العباد سید شہاب الدین جالندھری بقلم خود۔

الجواب صحیح۔ محمد شرافت اللہ رام پوری۔

الجواب صحیح۔ محمد شجاع علی۔

اصاب من اجاب۔ رقمہ محمد علی رضا عفی عنہ رام پوری۔

الحکم کذا الک۔ محمد معز اللہ خاں مدرس مدرسہ عالیہ رام پور۔

من اجاب اصاب۔ محمد گلاب خان رام پوری۔

الجواب صحیح۔ خواجہ امام الدین صدیقی مدرسہ پشاور عفی عنہ۔

الجواب صحیح والمجیب نجیح۔ پیر حافظ سید ظہور شاہ قریشی البہاشی جلال پوری عفی عنہ۔

الجواب صحیح و صواب والمجیب مصیب و مثاب۔ محمد یونس عفی عنہ پشاور۔

واللہ درالمجیب اصاب فیما اجاب الراجی الی غفران الحق۔ نور الحق عفی عنہ پشاور مانسہری مولدا۔

هذا الجواب هو الصواب وموافق کما فی الکتاب۔ محمد عبدالکیم سورتی پشاور عفی عنہ سند یافتہ مدرسہ عالیہ ریاست رام پور۔

الجواب صحیح۔ نور الحسن مہتمم مدرسہ جامع العلوم کانپور۔

الجواب صحیح وحقیق بالقبول۔ محمد میر عالم پشاور ہزاروی اول مدرس عربی انجمن حمایت اسلام۔

الجواب صواب و مثاب۔ عبدالوہاب عفی عنہ پشاور۔

المجیب مصیب۔ حورہ الایم مفتی عبدالرحیم خلف الوحید المفتی

عبدالحمید المرقوم غفرلہ القیوم الساکن فی بلدہ پشاور۔

جواب درست۔ احمد علی مدرس مدرسہ عربیہ میرٹھ اندر کوٹ۔

الجواب صحیح۔ محمد قمر الدین عفی عنہ رام پوری۔

ذالک کذا الک۔ سردار احمد مجددی رام پوری۔

المجیب مصیب۔ حورہ احمد علی عفی عنہ لاہور۔

الجواب صحیح۔ محمد نور الحسن علی مدرس مدرسہ جامع العلوم کان پور۔

الجواب صحیح۔ خاں زمان علی مدرس سیوم جامع العلوم کان پور۔

المجیب هو المصیب۔ محمد یار لاہوری۔

المجیب هو المصیب۔ ابوالحسن خٹانی خلف الرشید مولانا واولینا مولوی ابو محمد عبدالحق دہلوی۔

اصاب من اجاب۔ احقر دوست محمد جالندھری بقلم خود۔

هذا الجواب مطابق للحق۔ غلام محمد علی مدرس پوری نسر دار یک نمبر ۱۲۵۵ ضلع لاہور۔

الجواب صحیح وصواب والمجیب مصیب ومثاب ویؤیدہ ماحققہ الفاضل البریلوی فی رسالته المسماة بازالة العار فی حجر الکرم عن کلاب النار وکذا ما فی رد الرفضة ونزهة الارواح فی احکام النکاح فی بحث الکفر و فی زاد المعاد فی هدی خیر العباد وللعلامة ابن القيم فی بحث الکفر لان نکاح المسلمة بالکافر والکافرة بالمسلم لا ینعقد اصلا والمسلمة بالمبتدع موقوفا وللاولیاء حق الاعتراض فان ترکها فبها والافالفتح للقاضی او المحکم کما فی بهجة المشتاق فی احکام الطلاق فی بحث الفتح واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ حرره فقیر محمد یونس عفی عنہ قادری حنفی کشمیری مولد ابشاوری نزیرا بقلمہ۔ ترجمہ: جواب صحیح اور درست ہے جیسا کہ تائید کرتا ہے اس کی وہ جو تحقیق کیا ہے فاضل بریلوی نے رسالہ مسنی ازالة العار فی حجر الکرم عنہ کلاب النار میں اور جیسے کہ رد الرفضة اور نزهة الارواح میں ہے کہ نکاح کے حکموں میں بحث کفر میں اور زاد المعاد فی

هدی خیر العباد لابن قیم میں ہے بحث کفر میں کیونکہ نکاح مسلمان عورت کا کافر مرد کے ساتھ اور کافر عورت کا مسلمان مرد کے ساتھ ہرگز منعقد نہیں ہوتا مسلمان عورت کا نکاح بدعتی مرد کے ساتھ موقوف ہوتا ہے اگر وہ بدعت سے توبہ نہ کرے تو عورت کے ولیوں کو اعتراض کرنے کا حق حاصل ہے پس اگر وہ بدعتی خاوند ولیوں کے اعتراض پر اس کو چھوڑ دے تو بہتر و نہ قاضی کے حکم سے ٹوٹ جائے گا جیسے کہ بهجة المشتاق احکام بحث فتح میں ہے۔ واللہ اعلم الخ

الجواب صحیح علمائے کرام نے بے شک مرزا پر کفر کا فتویٰ دیا ہے اور کافر ہونے کی حالت میں جو امور جواب میں تحریر فرمائے ہیں صحیح اور درست ہیں۔ واللہ اعلم احمد علی مدرس مدرسہ جامع العلوم کان پور۔

الجواب: چونکہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں ان کے بعد جو مدعی نبوت ہوگا کافر ہے نقد پر صحت دعویٰ نبوت مرزا کے ان کے ساتھ معاملہ کفار رکھنا چاہیے۔ لہذا نکاح عورت مسلمان کا کافر اور مرزائی سے حرام ہوگا۔ فقط راقم محمد عبدالعزیز علی عن مدرسہ نعمانیہ لاہور۔ اگر مذکورہ بالا مرزائی مرزا کو رسول ماننا ہو تو یقیناً کافر ہے اور کافر سے مسلمان عورت کا نکاح ناجائز ہے۔ راقم فیض الحسن نعمانیہ لاہور۔

الجواب: اس میں شک نہیں کہ مرزا کے عقائد کفر تک پہنچے ہوئے ہیں پس اس کا پیرو جس کے عقائد مثل مرزا کے کفر یہ ہیں اور تاویل ممکن نہیں مسلمہ سنیہ عورت کو اس سے نکاح نہ کرنا چاہیے اور اگر کیا تو وہ نکاح نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ اعلم ہے۔ مکتبہ عزیز الرحمن علی عن مدرسہ عربیہ دیوبند ۲۲ رجب المرجب ۱۳۳۰ھ۔

الجواب صحیح۔ احقر الزمان گل محمد خان مدرس مدرسہ عالیہ دیوبند۔

- اصاب المجیب۔العلام ہندہ اصغر حسین علی عہ۔
الجواب صحیح۔محمد سہول علی عہ مدرس دیوبند۔
الجواب صحیح۔بشیر احمد عفی عنہ دیوبند۔
الجواب صحیح۔خاکسار سردار احمد عفی عنہ دیوبند۔

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم چونکہ مرزائی فرقہ رسول کریم علیہ النجۃ والنسلیم کو خاتم النبیین نہیں مانتا بلکہ ان کا ایمان ہے کہ مرزا قادیانی ہی آخر الزمان نبی ہے اور ایسا ہی اس کو مسیح موعود اور کرشن وغیرہ مانتے ہیں اور نیز جمہور کے خلاف انہوں نے قرآن مجید کے معنی کیے ہیں۔ اس واسطے یہ لوگ مسلمان نہیں تصور کئے جاتے چونکہ وہ خود ہمیں کافر جانتے ہیں اس واسطے ایسے اشخاص سے مسلمان لڑکی کا نکاح ناجائز ہے۔ نیازمند نبی بخش حکیم رسول نگری۔

جو لوگ مرزا کے نبی ہونے کے قائل ہیں وہ بے شک نص صریح قرآنی اور حدیث رسالت پناہی کے منکر ہیں قال اللہ تعالیٰ وتبارک فی القرآن المجید ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ ابَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ﴾ وقال ﷺ لَانَبِيٍّ بَعْدِي (رواہ الترمذی) محمد منور علی عفی عنہ رام پوری۔

بے شک مرزائی حکم مرتد میں ہیں اور ان سے مسلمہ عورت کا نکاح ناجائز ہے۔ فقط رشید الرحمن رام پوری حالی وارد جالندھر۔

الجواب صحیح۔محمد ربیعان حسین عفی عنہ۔

بسملة وحمدلة وصلاة وسلاماً الامر كذا لك۔ خادم اشعراء والاطباء والعلماء محمد باوی رضا خان رئیس لکھنؤی خلف حکیم مولوی محمد حسن رضا خان صاحب مرحوم۔

الجواب صحیح۔محمد عبدالسلام ٹوہانوی۔

حصار ذالک کذا لك۔فقیر سید عبدالرسول عفی عنہ جالندھری۔

بے شک مرزائی سے سنیہ عورت کا نکاح نہیں ہو سکتا اگر کوئی کر دے تو بلا طلاق مرزائی زوج کے نکاح ثانی مسلمان سے کر سکتا ہے۔ کیونکہ پہلا نکاح نکاح ہی نہ تھا۔ حکیم مولوی عبدالرزاق راہوں بقلم خود محمد اسحاق راہوں۔

صحیح جواب ہے۔حبیب الرحمن منجن آبادی۔

اے عزیز باتمیز آگاہ ہواور ہوشیار ہو جو شخص جناب رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکات کے ساتھ دعویٰ ہمسری کا کرے وہ بے شک مرتد اور کافر ہے اس کے ساتھ کھانا اور پینا اور سلام علیک کرنا ناجائز اور ممنوع ہے۔ خیال کرنے کی جا ہے۔ طریقة المسلمین میں ہے فجعله عبداً كاملاً بحيث لا شريك له في العبودية وكمالها كما انه لا شريك للرب في الربوبية وخواصها خلاصه كلام اور مطلب مرام یہ ہے جس طرح اللہ تعالیٰ جل شانہ کا شریک الوہیت اور ربوبیت میں نہیں ہے اسی طرح جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا نظیر اور سہم عبودیت میں نہیں ہے جیسا کہ شاعر نے کیا خوش لہجہ میں کہا ہے بیت

محمد سا اگر کوئی بشر ہوئے تو میں جانوں

جہاں میں گر نظیر ان کا اگر ہووے تو میں جانوں

بقلم خود :

خاکپائے اہل اللہ فقیر میر محمد امیر اللہ عفی عنہ مولانا قریب الدینی الہاشمی جلال پور جٹاں۔

فتویٰ نمبر ۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ایسے شخص کے حق میں ایک مسجد کا امام ہوا اور مدعی علم ہو۔ ایک مرزائی مرگیا پہلے اس کا جنازہ مرزائیوں نے کیا اور دوبارہ امام مذکور جو اہل سنت والجماعت ہے، اس نے جنازہ کیا۔ تکفیر مرزا اور اس کے پیروان کا وہ عالم ہے کہ کل علمائے عرب و عجم تکفیر مرزا پر مواہیر ثبت کر چکے ہیں۔ امام مصلی جنازہ اس فتویٰ کو دیکھ چکا ہے ویدہ و دانستہ جو ایسا کام کرے اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا تو جو روا۔

الجواب: مرزا غلام احمد قادیانی اعلانیہ نزول وحی، نبوت اور رسالت کے مدعی ہیں اور ان کے مرید اور مقلد ان کے ان سب دعاوی کو تسلیم کرتے ہیں اس لحاظ سے ان کا اور ان کے مریدوں کا خارج از دائرہ اسلام ہونا مسلم الثبوت مسئلہ ہے۔ امام ابو الفضل قاضی عیاض کتاب الشفاء فی تعریف حقوق المصطفیٰ میں فرماتے ہیں۔ وکذلک من ادعی نبوة احد مع نبینا صلی اللہ علیہ وسلم کا صاحب مسیلمة والاسود العنسی وبعده کالعیسویة من الیہود القائلین بتخصیص رسالته الی العرب وکالجزمیة القائلین بتواتر الرسل وکاکثر الروافضة القائلین بمشاركة علی فی الرسالة للنبی صلی اللہ علیہ وسلم وبعده کذالک کل امام عند هؤلاء یقوم مقامه فی النبوة والحجة وکالبزغیة والبیانیة منهم القائلین بنبوة بزغ و بیان اومن ادعی النبوة لنفسه او جوز اکتسابها البلوغ بصفاء القلب الی مرتبتها کالفلاسفة وغلاة المتصوفة وکذالک من ادعی منهم انه یوحی الیه وان لم یدع

النبوة وانه یصعد الی السماء ویدخل الجنة ویاکل من ثمرتها ریعانق الحور العین فہؤلاء کلہم کفار مکذوبون للنبی صلی اللہ علیہ وسلم لانه اخبر انه خاتم النبیین لانہ بعدہ واکبر عن اللہ تعالیٰ انه خاتم النبیین وانه ارسل الی کافۃ الناس واجمعت الامة علی حمل هذا الکلام علی ظاہرہ وان مفہوم المراد بہ دون تاویل ولا تخصیص فلا شک فی کفر هؤلاء الطوائف کلہا قطعاً اجماعاً وسماعاً (جلد ۵ صفحہ ۵۱۹) ترجمہ: اور ایسا ہی جو شخص کہ دعویٰ کرے کسی ایک کی نبوت کا ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ یعنی ان کی موجودگی میں جیسا کہ مسلمانہ کذاب کے پیرو اور سوعسی کے تھے اور ایسے ہی جو دعویٰ کرے پیچھے ان کے مانند عیسویہ کے یہودیوں سے جو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو عرب کے ساتھ خاص کرتے ہیں اور مانند جزمیہ کے جو تو اتر رسل کے قائل ہیں (وہ کہتے ہیں کہ رسول ہمیشہ آتے رہیں گے) اور مانند بعضوں کے جو کہتے ہیں کہ علی کرم اللہ وجہہ الکریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نبوت میں شریک تھے اور ان کے پیچھے بھی نبی تھے اور ایسے ہی ان کا ہر امام ان کے نزدیک نبوت اور حجت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قائم مقام ہے اور مانند بزغیہ اور بیانیہ کے جو ان سے بزرگ اور بیان کی نبوت کے قائل ہیں یا وہ شخص جو اپنی ذات کے واسطے نبوت کا دعویٰ کرے یا نبوت کے حاصل کرنے اور صفائی قلب کے ساتھ نبوت کے مرتبہ پر پہنچنے کو جائز کہتا ہو مانند فلسفیوں اور گمراہ صوفیوں کی اور ایسا ہی وہ شخص جو دعویٰ کرے کہ اس کی طرف وحی کی جاتی ہے اور اگرچہ نبوت کا دعویٰ نہ کرے اور دعویٰ کرے کہ وہ آسمان پر چڑھتا ہے اور جنت میں داخل ہوتا ہے اور جنت کے میوے کھاتا ہے اور حوروں سے بغل گیر ہوتا ہے، پس یہ سب کافر ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جھٹلانے والے۔ اس لئے کہ انہوں نے خبر دی ہے کہ وہ نبیوں کے سلسلہ کے ختم کرنے والے ہیں ان کے پیچھے کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اور خبر دی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہ نبیوں کے ختم

کرنے والے ہیں اور تحقیق وہ تمام خلقت کی طرف بھیجے گئے ہیں اور اجماع کیا امت نے اس بات پر کہ اس کلام کے ظاہری معنی ہی مراد ہیں بغیر کسی تاویل اور تخصیص کے۔ پس ان ایسے مدعیوں کے کفر میں قطعاً اور اجماع اور صریح کے طور پر کوئی شک نہیں ہے۔

ان حالات میں مرزا غلام احمد کے مریدوں کو پیش امام بنانا ان کے جنازہ کی نماز پڑھنا گزورست نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَاتُوا وَهُمْ فَاسِقُونَ﴾ ترجمہ: اور نہ نماز پڑھ کسی ایک پر ان میں سے جو مرے کبھی بھی اور نہ اس کی قبر پر کھڑا ہو کے دعا کرے۔ (تحقیق) انہوں نے کفر کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ اور وہ کفر کی حالت میں مر گئے۔

پس جس شخص نے دیدہ و دانستہ مرزائی کے جنازہ کی نماز پڑھی ہے اس شخص کو علانیہ توبہ کرنی چاہیے اور مناسب ہے کہ وہ اپنے تجدید نکاح کرے اور حسب طاقت آدمیوں کو کھانا کھلائے اور اگر وہ شخص علانیہ توبہ نہ کرے تو اہل سنت و الجماعت کو اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہیے ایسے منافق کے پیچھے نماز درست نہیں ہوتی۔ ہذا واللہ اعلم بالصواب۔ کتبہ عبدالعزیز محمد عبداللہ توبہ کی ازلا ہو رہی۔

مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیرو خصوص قطعہ کے منکر ہیں پس جو شخص نص قطعی کا انکار کرے وہ کفر ہے کافر کے واسطے بخشش مانگنا گناہ ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اسْتَغْفِرُ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرُ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ﴾ ترجمہ: (اے پیغمبر) تم ان کے حق میں مغفرت کی دعا کرو یا ان کے حق میں مغفرت کی دعا نہ کرو

(ان کے لئے یکساں ہے) اگر تم ستر دفعہ بھی مغفرت کی دعا کرو گے تو خدا ہرگز ان کی مغفرت نہیں کرے گا۔ یہ ان کے اس فعل کی سزا ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور اللہ (ایسے) سرکش لوگوں کو (توفیق) ہدایت نہیں دیا کرتا۔

حررہ فقیر حافظ سید پیر ظہور شاہ قادری جلال پوری۔

سوال: مرزائی کا جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب: کفر ہے کافر کو مثل مسلمان کہنا جیسا کہ مسلمان کو کافر کہنا۔ جنازہ کی دعائیں یہ لفظ آتے ہیں: اَللّٰهُمَّ مِنْ اَحَبِّهِ مَنَا فَاحْيِهِ عَلٰی الْاِسْلَامِ وَمَنْ قُوْفِيْتِه مَنَا فَمُتْهُ عَلٰی الْاِيْمَانِ یعنی ہم میں سے جس کو زندہ رکھنا ہے اس کو اسلام پر زندہ رکھ اور جس کو مارنا ہے اس کو ایمان پر مار۔

اس نے میت کو اپنے زمرہ اسلام میں شمار کیا اور آپ میت کے ساتھ شامل ہوا یہ اقرار عدم امتیاز کا ہے درمیان کافر اور مسلمان کے اور جو کافر اور مسلمان کو برابر سمجھے وہ بے ایمان ہے۔ حدیث کا فتویٰ ہے کہ جو کسی قوم سے مل کر مائے اور مل بیٹھے اور اس کا دل ویسا ہی ہو جاتا ہے اور وہ ملعون ہو جاتا ہے۔ عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ لما وقعت بنو اسرائیل فی المعاصی فنتہتہا علماء ہم فلم ینتہو فجالسوا فی مجالسہم واکلوہم وشاربوہم فضرَبَ اللہ قلوب بعضہم ببعض ولعنہم علی لسان داؤد وعیسیٰ بن مریم۔ یعنی جب بنی اسرائیل گناہوں میں پڑ گئے تو ان کے علماء نے ان کو نوح کہا باز نہ آئے۔ وہی علماء ان کے ساتھ مل بیٹھے اور مل کے کھایا پیا تو اللہ تعالیٰ نے سب کے دل یکساں سیاہ کر دیئے اور داؤد اور عیسیٰ علیہ السلام کی زبان پر ان کو ملعون بنایا۔ فقیر غلام قادیانی در بھیروی ازلا ہو رہا۔

- قد صرح الجواب المجیب المصیب۔..... احقر محمد باقر علی بن نقشبندی مجددی لاہوری۔
- الجواب صحیح۔..... بندہ عبد السلام بن علی بن ثوفا نونی مولد دیوبند۔
- هذا الجواب صحیح و المجیب نجیح۔..... محمد یار علی مدلاہور امام مسجد شہری۔
- الجواب صحیح و المجیب نجیح۔..... محمد حسن بن علی مدرسہ حمیدیہ لاہور۔
- المجیب مصیب۔..... محمد عمر خان علی مدلاہور۔
- الجواب صحیح۔..... محمد عالم دوم مدرس مدرسہ حمیدیہ لاہور۔
- ذالک کذا لک۔..... محمد حسین بن علی مدلاہوری۔
- الجواب صحیح۔..... غلام رسول مدرس مدرسہ حمیدیہ لاہور۔
- الجواب صحیح۔..... ابو سعید محمد حسین بنالوی۔
- الجواب صحیح۔..... محمد یونس بن علی رشیدی مولد افشاری۔
- الجواب صحیح۔..... حورہ الراجی بارگہ حق نور الحق مانسہرہ۔
- الجواب صحیح و صواب و المجیب مصیب و مثاب۔..... نور الحق مانسہرہ مولد۔
- لیس المثاب الا هذا الجواب و الله اعلم بالصواب۔..... عبد الوہاب پشاور۔
- الجواب صحیح۔..... محمد میر عالم علی بن ہزاروی حال انجمن حمایت اسلام پشاور۔
- هذا الجواب الصحیح و الحق الصریح۔..... عبد الحکیم صواتی مولد پشاور سند
- یاخت مدرسہ عالیہ رام پور ریاست۔
- الجواب صحیح۔..... نور الحسن بن علی بن نائب مہتمم مدرسہ جامع العلوم کان پور۔
- الجواب صحیح۔..... محمد نور الحسن بن علی مدرس مدرسہ جامع العلوم کان پور۔
- الجواب صحیح۔..... خان زمان مدرس جامع العلوم کان پور۔

- هذا الجواب صحیح مطابق للحق۔..... غلام محمد بن علی مداح پوری۔
- الجواب صحیح۔..... ابو الحسن خٹانی ابن مولوی ابو محمد عبد الحق دہلوی۔
- الجواب: چونکہ نماز جنازہ میں دعائے مغفرت للمیت ہوتی ہے اور یہ مسئلہ ہے کہ دعائے مغفرت للکافر ہے۔ علمائے کرام فتویٰ کفر مرزا اور اس کے تابعین پر دے چکے ہیں بنا بریں مصلی صلوٰۃ جنازہ للمیزانی بغیر توبہ جدید مسلمان نہ ہوگا۔ عبد الرؤف مدرس مدرسہ اسلامیہ عین العلم شاہ جہاں پوری علی مد۔
- الجواب صحیح۔..... بندہ سلطان حسن غفر مدرس مدرسہ عین العلوم شاہ جہاں پور۔
- صح الجواب۔..... عاجز عبدی سر علی مد۔
- المجیب مصیب۔..... محمد طاہر اللہ مدرس مدرسہ عین العلوم۔
- الجواب: امام کو مناسب نہ تھا اس کی نماز پڑھنا اگر امام توبہ نہ کرے تو اس کو عہدہ امامت سے معزول کرنا چاہیے۔ ابو محمد عبد الحق دہلوی۔
- قادیانی کا جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔ ابو محمود محمد رمضان علی مد لد ہیانوی۔
- صورت مذکورہ میں امام مذکور سخت بدامنت اور جرم عظیم کا مرتکب ہے اور اس لئے فاسق ہے۔ توبہ کرنا لازم ہے۔ اگر توبہ نہ کرے تو زجر مسلمان اس سے اسلامی تعلقات ترک کردیں۔ محمد کفایت اللہ علی مد ولہ مدرس امینیہ دہلی۔
- الجواب صحیح۔..... مشتاق احمد مدرس دہلی۔
- الجواب مصاب۔..... امام مذکور اگر معتقد کفر غلام احمد قادیانی کا نہیں تو بسبب ادا کرنے صلوٰۃ جنازہ بیرون اس کے کافر ہو گیا اس لئے کہ غلام احمد مذکور قطعاً کافر ہے اس نے کلام اللہ کو محرف کر دیا ہے اور تحریف کتاب اللہ کفر ہے اور ایضاً اللہ جل شانہ

قرآن میں فرماتا ہے ﴿وَلَا تَصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَاتُوا وَهُمْ فَسِقُونَ﴾۔ العبد الاتیم مفتی عبدالرحیم خلیف الوحید مفتی عبدالحمید پشاوری۔

هوالموفقی صحت نماز جنازہ کی شرائط میں سے ایک شرط اسلام میت بھی ہے کما صرح به الفقهاء الکرام اگر کوئی شخص قطعاً اسلام سے خارج ہو جائے وہ جس گروہ کا ہودیدہ و دانستہ اس کے جنازہ کی نماز پڑھانا ناجائز اور ایسی ناجائز کہ نماز پڑھنے والا گناہ گار و رند نہ۔ واللہ اعلم بالصواب وعنده ام الكتاب۔ حررہ محمد عبدالحمید۔

الجواب: جب کہ اس امام نے بعد علم اس بات کے کہ وہ میت ہم عقیدہ وہم مذہب مرزا غلام احمد قادیانی کا ہے اس میت کے عقائد کفر قطعی تک پہنچے ہوئے تھے اور میت کا نائب ہونا اس کو نہ معلوم ہوا ہو اس کی نماز جنازہ پڑھادی تو اس کے متعلق دعائے مغفرت پر کافر کا حکم عائد ہوگا۔ بعض علماء نے دعائے مغفرت کافر پر حکم کفر دیا ہے اور بعض نے احتیاط کی ہے۔ بہر حال یہ فعل اجماعاً حرام ہے۔ اگر اس کو حلال سمجھے گا تو سب کے نزدیک حکم کفر عائد ہوگا۔ درمختار میں ہے ”والحق حرمة الدعاء بالمغفرة للكافر“ رد المحتار میں ہے ”رد علی الامام الوافی ومن تبعه حیث قال ان الدعاء بالمغفرة للكافر کفر“

علماء محققین فرماتے ہیں کہ جس مسئلہ میں علماء آپس میں کفر اور عدم کفر میں مختلف ہوں تو احتیاط عدم تکفیر میں ہے۔ ہاں ایسے شخص کو توبہ اور تجدید ایمان و نکاح کا حکم دیا گیا ہے اور وہ جب تک توبہ نہ کرے مسلمانوں کو اس سے اجتناب اور اس کی اقتداء سے پرہیز کرنا چاہیے۔ فقیر حافظ محمد بخش علی عتقادی مدرس مدرسہ محمدیہ بدایوں۔

